جلتی بارش
از
حوریہ ملک
Urdu Novels Ghar

جلتی بارش

حوریہ ملک

سورج کی تمتماتی کرنیں اس وقت پورے جوش وخروش کے ساتھ شان سے کھڑی اس حویلی پہ پڑ رہی تھیں جس کے اوپر بڑی شان کے ساتھ جعلی حروف میں "آفریدی حویلی" جگمگا رہا تھا۔

جوق درجوق اڑتے پرندے، سورج کی تمتماتی کرنیں اور حویلی میں ہوتی گہما گہمی کے ساتھ حویلی کے وسیع وعریض ہال میں بچھے تخت پہ بیٹھے وجود کی نرم وباوقار آواز میں گونجتی تلاوت 'صبح' کی نشانیوں کو واضح کر رہی تھی۔

حویلی کے کچن میں موجود آفریدی خاندان کی بہویں اپنی خاندانی ملازماوں کے ساتھ مل کے ناشتہ تیار کروا رہی تھیں جبکہ مرد حضرات ڈائینگ ٹیبل پہ بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے اور کچھ اپنی بیگمات کے آنے کے منتظر تھے۔

Urdu Novels Ghar

ایسے میں اچانک ماحول بدلا اور سب کا دھیان ڈائیننگ روم کے داخلی ایریے کی جانب بھٹکا۔

"زمان خان! تم اس قدر بوکھلائے ہوئے کیوں ہو؟" نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے ظہیر آفریدی نے برق رفتاری سے آتے زمان خان سے استفسار کیا لیکن بوکھلائے زمان خان کا سارا دھیان سیاہ پینٹ کوٹ کے ساتھ سفید شرٹ پہنے، سیاہ ٹائی اور سیاہ شوز میں ہال کمرے میں داخل ہوتے "شہریار میر آفریدی' پہ تھا۔

"خاناں!" زمان خان کی پھنسی پھنسی آواز پہ اپنی مضبوط کلائی پہ گھڑی باندھتے شہریار آفریدی نے بھنویں اچکا کے اسے دیکھا۔

"خاناں! پولیس ستاسو دنیولولپارہ بھر راغلی دہ۔" (خاناں! باہر پولیس آپ کو گرفتار کرنے آئی ہے۔) زمان خان کی گھبرائی آواز پہ 'آفریدی حویلی' پہ سناٹا چھا گیا جبکہ شہریار میر آفریدی چہرے پہ ناقابلِ فہم تاثرات لیے مضبوط اٹھاتا باہر کی جانب بڑھا جبکہ اس انکشاف سے ششدر بیٹھے 'آفریدی' شہریار میر کے باہر نکلنے پہ فوراً الرٹ ہوئے جبکہ خواتین بھی سر ڈھکتی ہوئیں ہال کی جالی نما دیوار کے پاس آ گئیں۔

"السلام علیکم!" اس کی مضبوط آواز پہ ملازموں سے منہ ماری کرتے پولیس افسران نے میکانکی انداز میں مڑ کے دیکھا۔

"کہیے کیسے آنا ہوا؟" سلام کے جواب میں اس نے ڈائریکٹ ایس ایچ او گلزار خان سے استفسار کیا تب تک حویلی کے باقی مرد بھی مہمان خانے میں پہنچ چکے تھے۔

"خاناں! اریسٹ وارنٹ ہے آپ کے خلاف، آپ کو ہمارے ساتھ جانا ہو گا۔" ایس ایچ او گلزار نے کرخت لہجے میں جواب دیا تو اس کے چہرے پہ سنگلاخ چٹانوں کی سی سختی چھا گئی۔

"اریسٹ وارنٹ دکھایئے۔" اس کی خشونت بھری سرد آواز ابھری۔

"دکھاو وکیل صاحب کو قانونی پیپر جعفر!" گلزار خان نے استہزائیہ انداز میں اشارہ کیا تو سپاہی کے پیپر بڑھانے پہ شہریار آفریدی نے جبڑے بھینچتے ہوئے پیپر ہاتھ میں لیا اور اس پہ نظریں دوڑانے لگا۔

پیپر پہ لکھے الفاظ پہ دوڑتی اس کی سپاٹ نگاہوں کا رنگ بدلا اور کونے پہ ہوئے دستخط دیکھ کے اس کی آنکھوں میں بے یقینی، حیرت اور ٹوٹے مان کی کرچیاں بکھرنے لگیں۔

آنکھیں زور سے میچتے ہوئے اس نے گہری سانس بھری اور پھر پیپر سپاہی کو واپس تھماتے ہوئے اس نے دونوں کلائیاں آگے بڑھاتے ہوئے سرخ آنکھوں سے ایس ایچ او کو دیکھا تو وہ چند لمحے ششدر رہ گیا۔

اس کے اس عمل پہ ظہیر آفریدی نے آگے بڑھ کے کچھ کہنا چاہا لیکن اس کے اشارہ کرنے پہ مزاحمت پہ تیار 'آفریدی' وہیں تھم گئے اور اگلے چند لمحوں میں ہی خاکی وردی میں ملبوس ملازموں نے 'بیرسٹر شہریار میر آفریدی' کی مضبوط کلائیوں میں ہتھکڑی لگائی اور 'آفریدی حویلی' سے نکلتے چلے گئے۔

اور اس سے ٹھیک پندرہ منٹس کے بعد ملک کے بیشتر شہروں میں ایک ہی ہیڈ لائن نے قیامت خیز تباہی مچادی۔

"بیرسٹر شہریار میر آفریدی کو ان کی 'سالی' کے ریپ کے جرم میں گرفتار کر لیا گیا۔" ہر نیوز چینل کی پٹی پہ چلتی اس خبر نے شہر ہی نہیں بلکہ ملک کے مختلف شہروں کو ٹھٹھرا دیا۔

Urdu Novels Ghar

پورے ملک میں اس وقت ایک ہی نیوز گردش کر رہی تھی اور وہ تھی شہر ہی نہیں بلکہ ملک کے نامور و مشہور 'بیرسٹر شہریار میر آفریدی' کا اپنی سالی کو ریپ کرنا، اسی لیے شہریار میر آفریدی کو ساتھ لیے پولیس کی گاڑیاں جیسے جیسے تھانے کی جانب بڑھ رہی تھیں ویسے ویسے عوام کی گاڑیاں اور عوام جوق در جوق یوں روڈ پہ اکٹھے ہونے لگے کہ جگہ کم پڑنے لگی اور شہریار میر آفریدی کو ساتھ لیے پولیس کی گاڑیاں اس ہجوم میں پھنس گئیں۔

اس ہجوم میں بیشتر شہریار آفریدی کے چاہنے والے تھے جو اس پہ لگے الزام کی تردید کرنے کو نعرے بلند کر رہے تھے جبکہ دوسری جانب شہریار میر کے چاہنے والوں کے ساتھ اس کے مخالف بھی تھے جو اس 'انصاف' دلانے والے وجود کے اس 'گھناونے فعل' پہ اسے کڑی سے کڑی سزا دلوانا چاہتے تھے۔

اور پھر روڈ پہ موجود ہجوم انتشار کا شکار ہوتا ایک دوسرے کی جان لینے پہ درپے ہونے لگا تو پولیس کی بھاری نفری کی مدد سے اس ہجوم کو وہاں سے ہٹایا گیا اور شہریار میر آفریدی کی گاڑی تھانے کی حدود میں داخل ہوئی۔

وہ ٹی وی پہ نظر گاڑھے ساکت بیٹھی ہوئی تھی، اس کی نگاہوں میں اس وقت فقط سیاہ سوٹ میں ملبوس 'شہریار میر آفریدی' کا ہتھکڑیوں میں جکڑا وجود جھلملا رہا تھا۔

یہ پہلی بار نہیں تھا جب اس نے شہریار میر آفریدی کو سکرین پہ دیکھا تھا بلکہ وہ ہر بار لوگوں کو انصاف دلواتا سکرین پہ دکھایا جاتا تھا لیکن اس بار جو بات اس کے وجود کو کچوکے لگا رہی تھی وہ شہریار میر آفریدی کے ہاتھوں میں لگی 'ہتھکڑی' تھی اور وہ یہ بھی جانتی تھی اس کی وجہ صرف اور صرف وہی تھی۔

اور یہ بات اس کے اور شہریار میر آفریدی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ شہریار میر آفریدی کے ہاتھوں پہ لگی ہتھکڑی 'فرشتے یوسف زئی' کے نام کی تھی۔

"اماں! اپنے لاڈلے بھتیجے کو سمجھا دیں ورنہ میں اس کا سر پھاڑ دوں گی۔" ملیکہ کی چھٹی گونجتی آواز رائمہ بیگم کے کانوں میں پڑی تو ان کے ماتھے کی تیوریاں نمایاں ہونے لگیں۔

"ملیکہ کتنی دفعہ کہا ہے تم سے کہ تمیز سے بات کیا کرو، بڑا ہے وہ تم سے۔" انہوں نے ڈپٹتے ہوئے کہا تو ملیکہ سے کچھ فاصلے پہ پڑے صوفے پہ براجمان 'سجاول چوہدری' کا ہنستا ہوا چہرہ اسے آگ لگا گیا۔

"تو اس بڑے کو بھی سمجھا دیں نا کہ بچوں سے کیسے بات کرنی ہے۔" وہ سجاول کو اماں سے ڈانٹ پڑوانے کا ارادہ ملتوی کرتی ہوئی بڑبڑانے کے سے انداز میں کہتی دھپ سے صوفے پہ بیٹھ گئی۔

"عائزہ! جلنے کی بو آرہی ہے نا؟" سجاول نے اپنی چھوٹی پھوپھی زاد کو شرارت سے مخاطب کیا تو ملیکہ سلگ اٹھی۔

"ہاں تمہاری اس حسین شکل کو دیکھ کہ میرا کلیجہ جل رہا ہے۔" اس نے کڑھتے ہوئے کہا اور اس کے بلند و بانگ قہقہے پہ جلتے بھنتے ہوئے ٹی وی آن کیا اور غصے سے اس کا والیوم انتہائی بلند کر دیا۔

"او مائی گاڈ!" اینکر کی بلند ہوتی آواز پہ سجاول نے چونک کے ٹی وی سکرین کی جانب دیکھا تو سکرین پہ دکھائی دینے والے مناظر کو دیکھ کے وہ ایک جھٹکے سے صوفے سے اٹھا اور بھاگنے کے سے انداز میں باہر نکل گیا جبکہ پریشان و متفکر ملیکہ ٹی وی اسکرین کو گھورتی رہ گئی۔

شہریار میر آفریدی جیسے ہی گاڑی سے اترا، رپورٹرز کا ایک ہجوم مائیکس لیے اس کی جانب دوڑا لیکن وہ ان پہ نگاہِ غلط ڈالے بغیر، ان سب کی سنے بنا مضبوط قدموں اور سپاٹ چہرے کے ساتھ اس ہجوم کو توڑتا ہوا وہاں سے گزرنے لگا تو اس کی شخصیت کے رعب سے ہجوم خود بخود اس کے راستے سے ہٹنے لگا اور وہ تھانے کے اندرونی حصے کی جانب بڑھ گیا۔

شہریار میر آفریدی نے جیسے ہی قدم اندر رکھا تو وہاں موجود بہت سے سپاہیوں سمیت ایس پی 'ابرار خان" بھی بے ساختہ اپنی سیٹ سے اٹھ کھڑا ہوا لیکن جیسے ہی یاد آیا کہ آج وہ یہاں نامور وکیل کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک مجرم کی حیثیت سے آیا ہے تو وہ خجل سا ہوتا دوبارہ کرسی پہ بیٹھ گیا جبکہ اس کے اٹھنے اور واپس کرسی پہ بیٹھنے کا نوٹس لیے بغیر شہریار آفریدی سکون سے چلتا ہوا اس کے سامنے پڑی کرسی پہ براجمان ہو گیا جبکہ سیاہ آنکھوں میں چھایا جمود مزید گہرا ہوا۔

کرسی پہ بیٹھتے ہی شہریار میر نے اپنی بے تاثر نگاہوں سے ہتھکڑی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اپنے ہاتھ بلند کیے تو اس کے اشارے کا مطلب سمجھتے ہوئے ابرار خان نے پیچھے کھڑے سپاہی کو اشارہ کیا تو اس نے لپک کے اس کے ہاتھوں پہ لگی ہتھکڑی کھول دی۔

"میرا کمرہ کدھر ہے ایس پی صاحب؟" اس کی سپاٹ آواز نے تھانے کے آکورڈ سے سناٹے کو بری طرح سے متاثر کیا کہ یہ بات وہ جانتا تھا کہ یہ لوگ مر کے بھی اسے دوسرے قیدیوں کے ساتھ نہیں رکھیں گے اسی لیے اس نے 'کمرے' کا مطالبہ کیا۔

لیکن ابرار خان کے جواب دینے سے قبل ہی وہاں ایس ایچ او گلزار خان نے قدم رکھا

"کیوں آج کچھ نہیں کہیں گے وکیل صاحب؟ کوئی قانونی کاروائی بھی نہیں یا ڈائریکٹ کمرہ ہی چاہیے؟" اس کے استہزائیہ استفہامی انداز پہ شہریار کی آنکھوں سے چھلکتی سرخی مزید گہری ہونے لگی۔

"میری قانونی کاروائی کی فکر آپ کو ایف آئی آر کاٹنے کے بعد کیونکر ہونے لگی ایس ایچ او صاحب؟" اس کے جوابی کاٹ دار وار پہ وہ لاجواب ہوا لیکن وہ بھی کیا کرتا کہ اسے پیچھے سے آرڈر تھا کہ شہریار آفریدی کے وکیل کا پتہ لگانے سے قبل اسے جیل میں نہیں بھیجا جائے گا۔

لیکن یہ بات وہ نہیں جانتا تھا کہ اگر 'شہریار میر آفریدی' نے وکیل کے زریعے کیس لڑنا تھا تو اسے کوئی بھی ہتھکڑی پہننے پہ مجبور نہیں کر سکتا تھا اور اب جب وہ ہتھکڑی پہن کے ان کے سامنے آن موجود تھا

Urdu Novels Ghar

تو وجہ صاف تھی کہ وہ ان سب سے لڑنا چاہتا ہی نہیں تھا کہ یہ سب اس کے مجرم نہیں تھے اور جو مجرم تھی اس سے لڑنے کے لیے تھانہ، کورٹ و کچہری موزوں جگہ نہیں تھی۔

"آپ نے سنا کہ شہریار آفریدی اپنا کیس نہیں لڑ رہا؟" عالم یوسف زئی نے کمرے میں داخل ہوتے ہی بلا تمہید ان سے کہا تو حاقان یوسف زئی پوری جان سے ٹھٹھک گئے۔

"ایسے کیسے ممکن ہے؟ ظہیر آفریدی کیسے چپ بیٹھ سکتا ہے؟" وہ اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے پر سوچ انداز میں بولے تو وہ جھنجھلا اٹھا۔

"یہ نہیں پتہ کہ ایسا کیسے ممکن ہوا لیکن ایسا ہو چکا ہے، ابرار خاناں نے بتایا کہ شہریار میر کی حویلی سے ایک بھی ابھی تک تھانے نہیں پہنچا۔" اس نے اطلاع بہم پہنچائی تو ان کے چہرے پہ شاطرانہ مسکان پھیل گئی۔

"بیٹے کے کارنامے نے سر شرم سے جھکا دیے ہیں اب تھانے کیا دھول چاٹنے آئیں گے؟" فرعونیت سے بھرپور آواز اور بلند ہوتے قہقہوں نے دروازے کے پار کھڑی 'فرشتے یوسف زئی' کی آنکھوں

میں مرچیں سی بھر دیں اور منہ پہ ہاتھ رکھتی اپنی چیخوں کا گلا گھونٹتی بھاگنے کے سے انداز میں واپس پلٹ گئی۔

"آفریدی حویلی" میں اس وقت قیامت کا ساسماں تھا، سارے مرد اس وقت بپھرے شیروں کی مانند دھاڑ رہے تھے جبکہ خواتین ان کے غیض و غضب سے خائف مسلسل محوِ مناجات تھیں۔

"میرا دل کر رہا ہے کہ میں اپنے پستول کی ساری گولیاں آپ کے بیٹے کے سینے میں اتار دوں جس کی وجہ سے آج دو ٹکے کے پولیس آفیسر میری نظروں کے سامنے 'آفریدی خاندان' کی عزت دو کوڑی کر گئے اور میں آپ کے لاڈلے کے اشاروں پہ چپ کھڑا تماشا دیکھتا رہ گیا۔" ظہیر آفریدی اپنی اہلیہ زونائیشے آفریدی کی طرف رخ کرتے غصے سے دھاڑے تو وہ تڑپ اٹھیں جبکہ ایسا ہی دھچکا جنت بی بی کو لگا۔

"خاناں! وہ آپ کا بھی بیٹا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ وہ کبھی غلط کام نہیں کر سکتا۔" زونائیشے بیگم نے مدافعتی انداز میں بیٹے کی سائیڈ لی۔

"وہ کوئی غلط کام نہیں کر سکتا لیکن باپ کو اپنے اشاروں پہ نچا ضرور سکتا ہے۔" جب سے انہیں خبر ملی تھی کہ شہریار میر نے 'آفریدی حویلی' کے کسی بھی فرد کو ملنے سے منع کیا ہے تب سے ہی وہ اسی طیش کا شکار تھے۔

"جو ہو چکا ہے اس پہ رونے سے بہتر ہے کہ ہم اس کا سدِباب ڈھونڈیں لالہ، یہ بات ہم سب جانتے ہیں کہ گزشتہ تین سالوں سے شہریار 'یوسف زئی حویلی' نہیں گیا پھر اس ال۔۔۔" ایبک آفریدی نے بڑے بھائی کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے ایک دوسرے رخ کی جانب دھیان دلوانے کی کوشش کی جب انہوں نے اسی ترشی سے ان کی بات کاٹی۔

"تمہیں کس نے کہا کہ وہ گزشتہ تین سالوں سے 'یوسف زئی حویلی' نہیں گیا؟" ان کی طنزیہ آواز پہ پورے ہال میں گویا موت کا سا سناٹا چھا گیا۔

"مطلب؟" چند ثانیوں بعد ایبک آفریدی کی گھٹی گھٹی آواز نکلی جبکہ باقی سب ششدر کھڑے ان دونوں بھائیوں کا منہ تک رہے تھے۔

"مطلب یہ کہ گزشتہ تین سالوں سے ہی شہریار میر 'یوسف زئی حویلی' جارہا ہے۔" ان کی سرد آواز پہ وہاں موجود مکینوں کو حویلی کی چھت اپنے سروں پہ ٹوٹتی محسوس ہوئی۔

"آئم سجاول چوہدری۔" سجاول نے سامنے موجود ایس پی صاحب سے مصافحہ کرتے ہوئے ان کی استفہامیہ نگاہوں کے جواب میں کہا تو ابرار خان نے اسے کرسی سنبھالنے کا اشارہ کیا۔

"کہیے چوہدری صاحب کیسے آنا ہوا؟" وہ سامنے موجود نوجوان کو پہچاننے کی کوشش کرتا ہوا بولا تو سجاول نے ایک لمبی سی سانس لی اور بہت سی ہمت یکجا کرتے ہوئے بولا۔

"مجھے شہریار میر سے ملنا ہے۔" اس کی ٹھہری ہوئی آواز پہ ابرار خان فوراٹیک چھوڑتا سیدھا ہوا۔

"کس سے ملنا ہے؟" وہ آگے کو جھکتا پوری توجہ سے دوبارہ گویا ہوا تو سجاول نے ہلکی سی ناگواری سے اس کے عمل کو دیکھا۔

"مجھے شہریار میر سے ملنا ہے۔" وہ اپنی بات پہ زور دیتا ہوا بولا تو ایس پی صاحب کے چہرے پہ استہزائیہ سی مسکان پھیل گئی۔

"ان سے تو ان کے گھر والے ناطے ختم کر کے بیٹھے ہیں آپ کس رشتے سے ملنا چاہتے ہیں ان سے ؟"

وہ طنزیہ انداز میں بولا تو اس نے انتہائی ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے پر سکون انداز میں اسے دیکھا۔

"میں دوست ہوں اس کا اور مجھے امید ہے کہ مجھ سے ملنے سے وہ ہرگز انکار نہیں کرے گا۔" اس نے پر تیقن انداز میں کہا تو ابرار خان نے کچھ سوچتے ہوئے کچھ فاصلے پہ کھڑے کانسٹیبل کو بلایا اور سجاول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"یہ چوہدری صاحب کی ملاقات آفریدی صاحب سے کروادو۔" اس کے اشارہ کرنے پہ حیران سا کانسٹیبل سجاول کو ساتھ لیے ایک جانب بڑھ گیا۔

زمرد بیگم نے آہستگی سے دروازہ کھولتے ہوئے کمرے میں قدم رکھا لیکن سامنے نگاہ پڑتے ہی ان کے پیروں تلے سے زمین سرک گئی۔

"فرشتے!" وہ لپک کے اس کے نزدیک آئیں جو فرش پہ ٹوٹی ہوئی شاخ کی مانند پڑی ان کا دل دہلا گئی، انہوں نے جلدی سے اسے سیدھا کیا۔

"فرشتے بچے کیا ہوا؟ ایسے کیوں پڑی ہو آپ؟" وہ بے چینی و پریشانی سے بولیں تو وہ سسک اٹھی۔

"مورے! مم۔۔۔میں نے سب کچھ برباد کر دیا۔" وہ سسکیاں بھرتی ہوئی ان کا دل ہولا گئی۔

"ہوا کیا ہے میرا بچہ؟ یوں میرا دل نہ ہولا مجھے جلدی سے بتا میری بچی۔" انہوں نے اس کے بکھرے بال کانوں کے پیچھے اڑستے ہوئے لرزتے دل کے ساتھ کہا، ان کے لہجے میں انہونے خدشات جھلک رہے تھے۔

"مورے! میں نے۔۔میں نے سب کچھ ختم کر دیا، م۔۔میں نے شہریار میر کو برباد کر دیا۔" وہ دھاڑیں مار مار کے روتی نوحہ کناں تھی جبکہ اس کے ہونٹوں سے نکلنے والے الفاظ پہ زمرد بیگم کی گرفت اس کے وجود پہ ڈھیلی پڑنے لگی، انہوں نے وحشت بھری نگاہوں سے اس کا لٹا پٹا سراپا دیکھا۔

"ش۔۔شہریار؟ کیا کیا ہے آپ نے شہریار کے ساتھ؟" انہیں اپنی آواز گہری کھائی سے آتی محسوس ہوئی جبکہ ان کے لہجے سے جھلکتی اجنبیت پہ مرتی فرشتے ان ہی کے سینے سے لگتی زور زور سے رونے لگی۔

Urdu Novels Ghar

"مم۔۔میں نے انہیں اپنے نام کی 'ہتھکڑی' سے جکڑ لیا ہے مورے۔" وہ سسکتی ہوئی بولی تو اس کی بات کا مطلب زمرد بیگم وہیں اسی فرش پہ ڈھے سی گئیں۔

جبکہ فرشتے کی برستی نگاہوں میں اس قانونی صفحے کے کونے پہ کیے گئے اپنے 'دستخط' جھلملا رہے تھے۔

"خاناں! یو خوک ستا دلید ولپارہ راغلی دی۔" (خاناں آپ دے ملنے کوئی آیا ہے) کانسٹیبل کی پاٹ دار آواز پہ سفید چادر بچھے چھوٹے سی سنگل بیڈ پہ سر جھکائے بیٹھے شہریار نے جھٹکے سے سر اٹھا کہ سرخ نگاہوں سے اسے دیکھا لیکن اس کے عقب میں کھڑے شخص سے نگاہ ملتے ہی اس کی آنکھوں کے سرد تاثر میں ہلکی سی کمی آئی۔

اس نے کانسٹیبل کو اشارہ کرتے ہوئے وہاں سے جانے کا کہا اور خود مضبوط قدم اٹھاتا سلاخوں کے سامنے آ کھڑا ہوا جس کے دوسری جانب کھڑا اسجاول کھا جانے والے انداز میں اسے گھور رہا تھا۔

"کیسے ہو؟" شہریار کی ٹھہری آواز پہ سجاول نے ضبط کھوتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے اس کا گریبان جکڑا۔

"پاگل ہوگئے ہو تم؟ ایسے کون کرتا ہے؟" وہ دبی دبی آواز میں غرایا۔

"تم جانتے ہو سجاول چوہدری کہ شہریار آفریدی کے گریبان کو ہاتھ لگانے والے تم واحد فرد ہو اور خوش نصیبی دیکھو کہ زندہ بھی ہو۔" وہ اس کے ہاتھوں پہ سرد نگاہ ڈالتے ہوئے سپاٹ انداز میں بولا تو وہ جل اٹھا۔

"اور جو تمہارے گریبان سمیت سر پہ ناچ رہے ہیں وہ کیا سجاول چوہدری سے بھی زیادہ خوش نصیب ہیں؟" وہ کاٹ دار انداز میں بولا تو اس کی سیاہ آنکھوں میں گوشے مزید سرخ ہونے لگے۔

"وہ خوش نصیب نہیں بلکہ ایسے بدنصیب ہیں جو شہریار میر کی بساط کے مہرے کو اسی کے خلاف استعمال کررہے ہیں۔" اس کی پھنکارتی آواز میں ایسی وحشت تھی کہ سجاول کو ایک لمحہ بھر کے لیے اس سے خوف محسوس ہوا۔

"تم نے یہ جذباتی قدم کیوں اٹھا شیری؟ اور اب اس سے بھی زیادہ جذباتی پن کہ کوئی لائر بھی ہائر نہیں کررہے۔" اب کہ سجاول نے سنجیدگی سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تو اس نے بھی جوابا اسی سنجیدگی سے اس کی جانب دیکھا اور بولا۔

"تمہیں کس نے کہا کہ میں نے لائر ہائر نہیں کیا؟" لیکن سنجیدہ مگر سرد آواز پہ سجاول نے الجھ کے اسے دیکھا کہ 'آفریدیوں' کی اطلاع کے مطابق تو وہ وکیل سمیت ہر شخص سے ملنے سے انکاری تھا تو پھر یہ سب کیا تھا؟

"میری وکیل 'فرشتے یوسف زئی' ہے۔" اس کی استفہامیہ نگاہوں میں جواب میں شہریار کی پر سکون آواز پہ سجاول بے ساختہ چلا اٹھا۔

"کیا؟" وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس کا خوبرو مگر پر اسرار چہرہ تکے گیا۔

"خاناں! ہم نے پوری کوشش کی ہے لیکن دو دن ہو چکے ہیں لیکن ابھی تک تھانے میں شہریار آفریدی کے لیے کوئی وکیل نہیں آیا۔" ایس ایچ او گلزار خان خاقان یوسف زئی کے سامنے انتہائی عاجزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولا۔

"یہ آفریدی ہمارے ساتھ کوئی بہت بڑی گیم کھیل رہا ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ایک الزام پہ اس جیسا شخص بڑے سکون سے بیٹھا اپنے انجام کا انتظار کرتا پھرے۔" حاقان صاحب نے سگار منہ میں رکھتے ہوئے پر سوچ انداز میں ایس ایچ او صاحب اور عالم زئی سے کہا۔

"آپ کی بات بالکل بجا ہے تو پھر کیا ارادہ ہے آپ کا خاناں لے جائیں کیس ہم کورٹ میں کہ ہم یوں شہریار آفریدی کو جیل میں نہیں رکھ سکتے کہ اس کے سپورٹرز نے کیس آلریڈی کورٹ میں دائر کر رکھا ہے۔" ایس ایچ او صاحب نے تفصیل سے آگاہ کیا۔

"میں یہ بات جانتا ہوں لیکن تم اس کیس کو تھوڑا لٹکا کے رکھو کہ میں یہ گیم اپنے مقصد کو حاصل کیے بغیر ختم نہیں کرنا چاہتا۔" انہوں نے دھواں چھوڑتے ہوئے متکبر لہجے میں کہا تو وہ ان کی بات پہ سر اثبات میں ہلاتا چائے کے سپ لینے لگا جبکہ حاقان اور عالم زئی پر سوچ انداز میں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

اس سخت سے بیڈ پہ لیٹا اکھڑی ہوئی سیمنٹ سے سجی چھت کو دیکھتے ہوئے مسلسل اضطرابی کیفیت میں پاوں ہلاتا جارہا تھا جبکہ ہونٹوں میں دبا سگریٹ لمحہ بہ لمحہ سلگتا اس کے اندر لگی آگ کو مات دینے کی کوشش کررہا تھا۔

"کیا ہوا زمان خاناں؟" اچانک گاڑی کو جھٹکا لگنے پہ اس نے لیپ ٹاپ پہ جھکا سر اٹھا کہ اسے دیکھا جو سامنے کچی سڑک کو دیکھ رہا تھا۔

"خاناں!زمہ پہ اندیوحۃ غلط شوی (خاناں!مجھے لگتا آگے کوئی گڑبڑ ہے۔" زمان خان پشتون لہجے میں بولا تو اس نے لیپ ٹاپ بند کرتے ہوئے سامنے دیکھا جہاں سیاہ کرولا دیکھ کے وہ چونک اٹھا۔

اس کو چونکانے کا باعث وہ سیاہ کرولا نہیں بلکہ اس کی نمبر پلیٹ پہ جگماتے YZ کے الفاظ تھے۔

اس نے سر جھٹکتے ہوئے زمان خان کو دیکھا جو اس کے اگلے حکم کا منتظر تھا کہ سامنے کھڑی گاڑی ان کا راستہ بلاک کیے ہوئے تھی۔

"جاو چیک کرو کہ کیا مسئلہ ہے اور اگر ہوسکے تو مدد کردو۔" بنا زمان خان کو مکمل سچائی سے آگاہ کیے اس نے سنجیدگی سے کہا تو زمان سر اثبات میں ہلاتا باہر نکل گیا۔

کچھ ہی لمحوں بعد زمان خان ہانپتا کانپتا واپس گاڑی کی طرف دوڑتا چلا آ رہا تھا۔

"خاناں! گاڑی یوسف زئی قبیلہ کی خواتین کی ہے اور وہ کہتا ہے ہم کسی غیر مرد سے مدد نہیں لے گی۔" وہ اپنے مخصوص لہجے میں اردو بولتا ہوا اسے ٹھٹھکنے پہ مجبور کر گیا۔

اس نے ایک پر سوچ نگاہ اس گاڑی پہ ڈالی اور پھر گہری سانس بھرتا اپنی سائیڈ کا دروازہ کھولنے لگا۔

"خاناں! یہ کیا ظلم کرتی ہے آپ؟ یہ دشمناں کی چال بھی ہو سکتا ہے اور ہمارا ساتھ گارڈز بھی نہیں ہے۔" وہ اسے نیچے اترتا دیکھ کے جلدی سے متفکر لہجے میں بولا لیکن وہ سکون سے اس کی جانب مڑا۔

"زمان سٹاپ اٹ! کچھ نہیں ہو گا، گاڑی اگرچہ دشمن کی ہے لیکن اس میں خواتین موجود ہیں اس لیے ہمیں ان کی مدد کرنا ہو گی۔" وہ نپے تلے انداز میں کہتا ہوا سیاہ کرولا کی طرف بڑھ گیا۔

"السلام علیکم!" وہ جیسے ہی گاڑی کے نزدیک پہنچا تو گاڑی کے گرد کھڑے دونوں گارڈز اور ڈرائیور نے چونک کے اسے دیکھا اور پھر ساکت رہ گئے۔

"خاناں آپ؟" ڈرائیور کے ہونٹ بامشکل ہلے جبکہ گارڈز چوکنا انداز میں شہریار اور اس کے پیچھے کھڑے زمان کو دیکھ رہے تھے۔

Urdu Novels Ghar

"کیامسئلہ ہے خان؟" اس نے سنجیدگی سے ڈرائیور کو مخاطب کیا۔

"خاناں! گاڑی چلتے چلتے رک گیااور اب سٹارٹ نہیں ہو رہی۔" وہ مودب انداز میں جلدی سے بولا تو اس نے پیچھے کھڑے زمان کو اشارہ کیاتو وہ پانی کی بوتل سمیت جلدی سے آگے بڑھااور گاڑی کے بونٹ پہ جھکتا چھیڑ چھاڑ کرنے لگا جبکہ وہ ہاتھ پشت پہ باندھے اس کے فارغ ہونے کاانتظار کیے بغیر واپس اپنی گاڑی کی طرف مڑا ہی تھاجب ایک نرم و دلکش نسوانی آواز پہ ٹھٹھک کے وہیں رک گیا۔

"فردوس بابا! اگر گاڑی میں زیادہ مسئلہ ہے تو حویلی کال کرکے دوسری گاڑی منگوا لیجیے۔" گاڑی کی ونڈو پہ لگا سیاہ پردہ ہٹائے وہ چہرہ کالی شیشوں والی چادر سے ڈھکے ڈرائیور سے مخاطب تھی جبکہ اس آواز کی دلکشی میں نجانے ایسا کیا تھا کہ ان سے کچھ ہی فاصلے پہ کھڑے شہریار میر کے قدموں نے چاہنے کے باوجود آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔

"ہوگیا بچے! خاناں نے مدد کر دیا ہے۔" فردوس بابا جلدی سے بولے تو اس کی خوبصورت پیشانی پہ پڑتے بلوں میں شہریار آفریدی کا دل جھکڑنے لگا۔

Urdu Novels Ghar

"کون سے خا۔۔۔" وہ اپنے دادا اور باپ کے غصے سے خائف ہوتی جلدی سے پوچھنے لگی جب اس کی نگاہ بھٹکتی ہوئی فردوس بابا سے کچھ ہی فاصلے پہ کھڑے سیاہ سوٹ میں ملبوس شہریار آفریدی سے جا ٹکرائی۔

اور اسی لمحے سیاہ چادر سے جھلکتی ان ہیزل گرین آنکھوں نے اس کی سیاہ آنکھوں کو یوں جکڑا کہ وہ چاہ کے بھی دامن نہ بچا سکا۔

"خاناں! ہو گیا؟" زمان خان کی آواز پہ وہ بری طرح سے چونکا تو دیکھا کہ کھڑکی پہ اب پھر سے سیاہ پردہ آچکا تھا۔

وہ بنا کچھ کہے لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا اپنی گاڑی کی طرف بڑھا جبکہ دوسری جانب اس نے کچھ سوچتے ہوئے گاڑی سٹارٹ کرتے فردوس بابا کو مخاطب کیا۔

"بابا! وہ سیاہ سوٹ والا آدمی کون تھا؟" اس کے سرسری سے انداز میں پوچھے گئے سوال پہ فردوس بابا کے ساتھ ساتھ اس کی بہنیں بھی چونک اٹھیں۔

"بچے !وہ حاکم میر آفریدی کے پوتے 'شہریار میر آفریدی' تھے۔" ان کی ہچکچاتی آواز پہ پوری گاڑی میں موت کا سا سناٹا چھا گیا۔

ہونٹوں پہ جلن محسوس ہونے پہ اس نے سر جھٹکتے ہوئے سگریٹ منہ سے نکالا اور سرخ ہوتی نگاہوں کے گوشے ہولے ہولے دبانے لگا۔

"شیری!" اسی لمحے سجاول کی پکار پہ اس نے سختی سے اسے دیکھا جو تھوڑا پریشان سا اسے اپنی جانب بلا رہا تھا۔

"کیا کر رہے ہو تم ابھی تک یہاں ؟گئے کیوں نہیں واپس ؟" وہ ترش لہجے میں بولتا اس کی جان جلا گیا۔

"جا ہی رہا تھا گھر لیکن ابھی پتہ چلا ہے کہ وہ تمہارے سسرالی حکومتی وکیل لے کے آ رہے ہیں کل تمہارے لیے۔" وہ بھنا کے بولا تو شہریار کی تیوری چڑھ گئی لیکن اگلے ہی لمحے وہ ہلکا سا مسکرا اٹھا۔

"آج کے دن کی سب سے اچھی خبر دی ہے تم نے مجھے۔" اس کے مسکراتے لہجے کی ٹھنڈک نے سجاول کو ٹھٹھکنے پہ مجبور کر دیا۔

"شیری تم کرنا کیا چاہتے ہو؟" سجاول کے بے چین لہجے میں بے پناہ خدشے بول رہے تھے۔

"ریمانڈ کا انتظار۔" وہ سکون سے بولتا اسے بے سکون کر گیا۔

"پاگل ہو گئے ہو تم؟ تم ایک لائر ہو تمہیں ریمانڈ پہ رکھیں گے یہ لوگ؟" وہ دبے دبے لہجے میں چلا اٹھا۔

"میں ایک مجرم بھی ہوں، دیکھا نہیں تم؟" اس نے سرد آواز میں کہتے ہوئے اس کی براون آنکھوں میں دیکھا تو سجاول چکرا سا گیا۔

"تو تم واقعی کل کورٹ میں پیش ہو رہے ہو؟" اس نے پھر سے اس کا ارادہ جاننا چاہا۔

"اس میں تمہیں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے کہ مجرم چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر کورٹ میں پیش ضرور ہوتا ہے۔" وہ اسی انداز میں بولتا پھر سے سگریٹ سلگانے لگا۔

"تم جانتے ہو تمہارے وکیل کا نام۔۔۔" سجاول نے اسے آگاہ کرنا چاہا جب وہ بے نیازی سے اس کی بات کاٹ گیا۔

"فرشتے یوسف زئی ہے۔" اس نے سگریٹ کا کش لگاتے ہوئے فقرہ مکمل کیا تو وہ لب بھینچ کے رہ گیا۔

"امو جان! نجانے میر ابیٹا کس حال میں ہو گا اور کیسا کیسا سلوک ہو رہا ہو گا اس کے ساتھ؟" زونائیشے بیگم اپنی ساس (جنت آفریدی) سے کہتی ہوئی رو پڑیں تو جنت بی بی بھی سسک لگیں۔

"بھابھی! آپ کیوں پریشان ہوتی ہیں ایبک کہہ رہے ہیں کہ شہریار کے دوست گئے ہیں ان سے ملنے اور وہ کہہ رہے ہیں کہ ٹھیک ہے ہمارا بیٹا۔" زمرہ آفریدی جو کہ شہر سے آئی تھیں جٹھانی کو تسلی دیتی ہوئی بولیں لیکن ان کے آنسو رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

"کیسے ٹھیک ہو سکتا ہے میر ابیٹا؟ پیٹھ پیچھے وار کیا ہے ان لوگوں نے اور ایسا گھٹیا وار کیا ہے اس بار عورتوں کے نام سے کھیلنے لگے۔" وہ زارو قطار رونے لگیں انہیں کل کے نکلتے سورج کا خوف تھا جس کے نکلنے پہ ان کے بیٹے کے ریمانڈ کا حکم جاری ہونا تھا۔

نجانے کیوں آج پہلی بار انہیں پنچایتی سسٹم کے ختم ہونے کا غم کھائے جا رہا تھا کہ اگر ماضی کی طرح آج بھی یہاں پنچائیتی نظام ہوتا تو کوئی ان کے بیٹے کا بال بھی بیکا نہ کر سکتا لیکن وہ یہ بھول چکی تھیں کہ

اپنے بیٹے کو قانون کی تعلیم دلوانے کے ساتھ انہوں نے اس سے ایک ہی وعدہ لیا تھا اور وہ تھا اپنے علاقے میں اس نظام کو ختم کرنا۔

"یہ۔۔یہ پہلی بار نہیں ہے جو وہاں سے عورتوں کے نام پہ کھیل کھیلا گیا بلکہ وہ ہر دور میں 'آفریدی خاندان' کو عورت کے ذریعے ہی کمزور کرتے آئے ہیں۔" اموجان کی لرزتی سسکتی نم آواز پہ وہ چونکیں لیکن اگلے ہی لمحے ایک خوش کن سی تصویر آنکھوں کے سامنے لہرانے پہ اپنی گھٹی گھٹی چیخیں روکنے لگیں۔

"کس کا ماتم منائے جا رہی ہو تم؟ کیا چھپا کے بیٹھی ہو کمرے میں؟" اس کے بیڈ کے نزدیک کھڑی مرجان بیگم نے تیکھے انداز میں استفسار کیا تو وہ بمشکل بھاری ہوتے پپوٹوں کھولنے کی کوشش کرتی سیدھی ہوئی۔

"خ۔۔خانم! میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" وہ بھاری ہوتی آواز کے ساتھ بولی۔

"کیا ہوا طبیعت کو؟" انہوں نے گہری نگاہوں سے سیاہ ملگجے سے لباس میں ملبوس بیٹی کا جائزہ لیا کہ آیا کہ سچ میں طبیعت ہی خراب ہے یا 'کسی' کا غم سینے سے لگائے بیٹھی ہے۔

"کل۔۔کل بارش میں کالج سے گھر آئی تھی ناتو بخار ہو گیا۔" بمشکل لہجے کو نارمل رکھتی وہ نقاہت سے بھرپور آواز میں بولی تو انہوں نے نخوت سے ہنکارہ بھرا۔

"اچھا لیکن اب جلدی سے باہر نکلو کھانا کھاؤ اور قہوہ پیو آرام آجائے گا۔" وہ خشک سے انداز میں کہتی باہر نکل گئیں جبکہ وہ بے دم سے ہوتی واپس تکیے پہ گر سی گئی۔

اس کے دل و دماغ میں کل سے بس ایک ہی بات چکرا رہی تھی کہ آیا جو ہو چکا ہے یا وہ سب ٹھیک تھا یا اس کی سماعت و بصارت کا دھوکا؟ یہی سب سوچتے ہوئے اس کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے تکیے میں جذب ہونے لگے۔

اچانک موبائل کی رنگ ٹیون پہ اس کا دھیان اچانک بھٹکا، اس نے بے دلی سے بیڈ پہ ہاتھ مارتے ہوئے موبائل اٹھایا لیکن سکرین پہ نگاہ پڑتے ہی وہ ایک جھٹکے سے سیدھی ہوئی۔

اس کی ششدر نگاہیں سکرین پہ بلنک کرتے نام پہ تھیں اور یہ نام اس نے خود اپنے ہی ہاتھوں سے اس نمبر کو سیو کرتے ہوئے لکھا تھا۔

لیکن اسے حیرت و بے یقینی اس نام پہ نہیں تھی بلکہ 'اس' نام سے 'اس' وقت آنے والی کال پہ تھی۔

وہ بے یقینی و حیرت کے بھنور سے ہی نہ نکلی تھی کہ موبائل ایک بار پھر سے بجا تو وہ اس قدر زور سے اچھلی کہ موبائل چھوٹ کے گود میں جا گرا جبکہ اس کی پھٹی پھٹی نگاہیں بدستور سکرین پہ مرکوز تھیں۔

"تاسو دپولیسو مرکزتہ تلار؟"(گئے تھے تم تھانے؟)" حاکم میر آفریدی نے ظہیر آفریدی سے استفسار کیا تو ان کے چہرے پہ پتھریلے تاثرات چھا گئے۔

"لار خو ستا لمسی لہ ملاقات نہ انکار وکڑ۔"(جی گیا تھا لیکن ملنے سے انکار کر دیا آپ کے پوتے نے۔)" وہ اس وقت بیٹے سے سخت نالاں و خائف نظر آ رہے تھے۔

"خاناں! تہ ولی پہ دی غوسہ کیزی یا پہ دی کی خہ شک لری؟" (خاناں تم اس پہ اس قدر غصہ کیوں ہو؟ کیا تمہیں کسی قسم کا شک ہے اس پہ؟" حاکم صاحب نے سنجیدگی سے استفسار کیا تو وہ جھنجھلائے۔

"آغا جان! اپنے ہاتھوں سے پالا ہے اسے، شک کیسے کر سکتا ہوں لیکن اس کی حرکتوں پہ غصہ آ رہا ہے مجھے۔" وہ چڑے ہوئے انداز میں بولے۔

"خاناں! اگر وہ ملنے سے منع کر رہا ہے تو وجہ ہو گی اس کی بھی۔" حاکم آفریدی نے پر سوچ انداز میں کہتے ہوئے انہیں ٹھنڈا کرنا چاہا۔

"سرکار کون سا وکیل سامنے لا رہی ہے شہریار خاناں کے لیے؟" انہوں نے سوال اٹھایا تو وہ چونکے۔

"فرحان بخت۔" انہوں نے ایک بہت قابل وکیل کا نام لیا تو انہوں نے پر سوچ سا ہنکارہ بھرا۔

"اور حاقان زئی نے کون سا وکیل کھڑا کیا ہے؟" اب کے ان کے لہجے میں ایک پھنکار سی تھی۔

"رحمان مغل!" انہوں نے آہستگی سے کہا تو وہ چونکے لیکن اگلے ہی لمحے سنبھل گئے۔

"آپ جانتے ہیں آغا جان کہ آپ کے پوتے کو نہ ہم بچا سکتے ہیں اور نہ ہی وہ فرحان بخت جب تک وہ خود کچھ نہیں کرے گا۔" ظہیر آفریدی ہلکے سے متفکر لہجے میں گویا ہوا۔

"لالہ! شہریار یوسف زئی حویلی جاتا رہا ہے یہ بات وہ کبھی بھی عدالت میں نہیں بول سکتے کہ اس سے بدنامی ان کی ہی ہے اس لیے آپ زیادہ پریشان مت ہوں۔" ایبک آفریدی نے تشفی کروانی چاہی۔

"مجھے پریشان شہریار کا اس حویلی جانا نہیں کر رہا بلکہ مجھے پریشان اس کی ایف آئی آر پہ موجود 'فرشتے یوسف زئی' کے دستخط کر رہے ہیں۔" ان کی ٹھہری ہوئی آواز گونجی تو دونوں باپ بیٹے نے ٹھٹھک کے ان کا چہرہ دیکھا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو خاناں؟" حاکم آفریدی کی آواز شدتِ ضبط سے لرز رہی تھی۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں آغا جان اور ایف آئی آر پہ فرشتے کے دستخط کا مطلب سمجھتے ہیں آپ؟" وہ سنجیدگی سے ان کی آنکھوں میں دیکھتے بہت کچھ باور کرواتے چلے گئے جبکہ وہ دونوں حیرت و بے یقینی سے سن ان کا سپاٹ چہرہ تکتے چلے گئے۔

"کدھر جارہے ہیں آپ لوگ اتنی صبح صبح؟" فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد خلافِ معمول عجیب سی ہلچل محسوس کرتے ہوئے مرجان بیگم کمرے سے باہر نکل آئیں لیکن سامنے تیار شیار باہر کو نکلتے حاقان یوسف زئی اور حاکم یوسف زئی کو دیکھ کے چونک گئ اور جلدی سے آگے بڑھتی ہوئی استفسار کرنے لگیں۔

"کورٹ میں پیشی ہے شہریار آفریدی کی۔" عالم صاحب نے بھاوج کو بتایا تو وہ چونک گئیں۔

"تو کیا کورٹ والے ہماری بچیوں کو نہیں بلائیں گے؟" وہ دھیمی آواز میں بولیں۔

"پاگل ہوگئی بہو خاناں! ہماری بچی کو کیسے کورٹ بلاسکتے ہیں وہ لوگ جب کہ ہماری بچی کی طبیعت خراب ہے اور وہ ہسپتال میں داخل ہے۔" حاقان صاحب آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے بہت کچھ سمجھاتے ہوئے باہر کی طرف بڑھے۔

"فی امان اللہ خاناں!" وہ مدہم آواز میں بڑبڑاتیں واپس مڑیں تو ان کی آنکھوں سے نفرت انگیز شرارے نکل رہے تھے۔

"تم نے میری ممتا پہ سوال اٹھایا تھا ناشہریار آفریدی؟ اب دیکھو ذرا میں نے تمہاری مردانگی پہ اس قدر گہرا وار کیا ہے تم ہزار بلبلانے کے باوجود بچ نہیں سکو گے۔" وہ متنفر لہجے میں بولتیں ہوئی کچن کی جانب چل دیں جبکہ اپنے کمرے کے ادھ کھلے دروازے کے پاس کھڑا وجود وہیں ڈھے گیا۔

"خاناں! تا سو تہ بلندور کرل شوی دہ چی محکمی تہ لار شی۔" (خاناں! آپ کا بلاوا آیا ہے کورٹ جانے کے لیے۔") سپاہی نے زور سے آواز لگاتے ہوئے اسے پکارا تو مضبوط قدموں کے ساتھ چلتا ہوا اس چار دیواری سے باہر نکلا تو سپاہی نے آگے بڑھ کے جلدی سے ہتھکڑی اس کے ہاتھوں پہ لگائی تو وہ بنا کوئی تاثر دیے پولیس کی بھاری نفری کے ساتھ تھانے سے باہر نکلا۔

آج بھی کل کی طرح پورے شہر کا میڈیا تھانے کے دروازے کے سامنے اسی سے بات کرنے کو بے چین ہوا جا رہا تھا کہ یہ بات پورے شہر کے لیے اچنبھے کا باعث تھی ایک نامی گرامی خاندان کا سپوت اور مشہور بیرسٹر ہونے کے باوجود اس کی ایک 'رات' تھانے میں گزر گئی تھی۔

اور آج سب انتہائی بے چینی سے جاننا چاہتے تھے کہ ان راتوں کی تعداد میں کس قدر اضافہ ہونے والا ہے؟

لیکن وہ اپنی چپ کو اپنا ہتھیار بنائے اس بھیڑ کو باوقار انداز میں چیرتا ہوا پولیس کی گاڑی میں جا بیٹھا کہ اسی چپ کے ہتھیار کو استعمال کرتے ہوئے اسے شطرنج کی اس بساط میں اس انداز میں داو آزمانا تھا کہ حاصل میں اسے فقط اپنی 'رانی' ملے۔

اور اس بھیڑ میں موجود تمام لوگوں سمیت پولیس کی بھاری نفری کی نگاہیں بھی شہریار میر کے ہاتھوں سے ایک چھوٹے سے کاغذ کا ایک سپاہی کی جیب میں جانا نہ دیکھ سکیں۔

"پاگل ہو گیا ہے کیا وہ؟" ظہیر آفریدی سجاول کی بات سن کے بھڑک اٹھے۔

"آپ کو شک تھا پہلے؟" اس نے انتہائی معصومیت سے استفسار کیا تو وہ صبر کے گھونٹ بھر کے رہ گئے۔

"اور اس کے دادا سمیت ماں کو لگتا ہے کہ میں خوامخواہ اس پہ بھڑک رہا ہوں لیکن انہیں کون سمجھائے کہ ان کا لاڈلا جیل میں بیٹھا ہمیں اپنی انگلیوں پہ نچا رہا ہے۔" وہ طنزیہ انداز میں بڑبڑاتے ہوئے جیب سے موبائل نکالنے لگے جبکہ سجاول بہت مزے سے صوفے پہ بیٹھا پاؤں جھلا رہا تھا کہ اب اسے اس گیم میں مزہ آنے لگا تھا۔

"ویسے اکا جان افسوس اور حیرت کی بات ہے نا کہ آپ لوگوں میں سے کوئی بھی آج شیری کی کورٹ کی پیشی میں حاضر نہیں ہوا۔" وہ اخبار کا مطالعہ کرتے سفید کلف لگے سوٹ اور سیاہ واسکٹ میں ملبوس ایبک آفریدی کو چھیڑتے ہوئے بولا تو بھائی کا لحاظ کرتے ہوئے انہوں نے بمشکل مسکان ضبط کی۔

"ہاں کیونکہ ہم اس کا چہرہ نہیں دیکھنا چاہتے تھے جس نے ہمارے خاندان کا سر نیچا کیا ہے۔" وہ لہجہ میں سفاکیت بھرے بولے تو اس نے ان کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"بالکل ٹھیک کیا آپ نے اکا جان۔" مزے سے کہتا ہوا وہ ظہیر آفریدی کی جانب متوجہ ہوا جو کال سے فری ہو چکے تھے۔

"کام ہو جائے گا،اس کے جیل پہنچنے سے قبل وہ تھانے میں موجود ہو گا۔" انہوں نے سنجیدگی سے اسے کہااور سجاول کے جانے کے بعد وہ داڑھی کھجاتے ہوئے مسلسل 'بیٹے' کی گیم سمجھنے کی کوشش کرنے لگے۔

منہ پہ ٹھنڈے پانی کے چھپاکے مارتے ہوئے وہ ٹھٹھکی کہ اسے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی اس کے کمرے میں آیا ہے لیکن پھر زمرد بیگم کا سوچتے ہوئے پر سکون ہو گئی۔

ہاتھ اور منہ تولیے سے صاف کرتے ہوئے وہ اپنے ہی دھیان میں کمرے میں داخل ہوئی لیکن سامنے صوفے پہ انتہائی اطمینان سے براجمان شخص کو دیکھ کے ساتوں آسمان اس کی نگاہوں کے سامنے گھوم گئے۔

"کیا ہوا اتنے دنوں بعد آیا ہوں، ملیں گی نہیں مجھ سے؟" اس کی فریش گھمبیر آواز کمرے کی فضا میں گونجی اس کی سانسیں ساکت کر گئی۔

"آ۔۔ آپ؟" اس کے ہونٹوں سے سرسراتی آواز نکلی تو سگریٹ سلگاتے اس وجود نے ہولے سے سر اٹھا کے اس کی جانب دیکھا جو اس سے چند فرلانگ کے فاصلے پہ سیاہ شلوار قمیض کے ساتھ چادر لاپرواہی سے کندھے پہ دھرے ششدر کھڑی پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"ہاں میں، آپ کے دادا اور چچا محترم سے سنا کہ ان کی صاحبزادیاں 'بیمار' ہیں تو مجھ سے رہا نا گیا فورا عیادت کو آن پہنچا۔" وہ سکون سے گہرا کش لگاتے ہوئے دھواں فضا کی زینت کرتا ہوا اسے گہرے شاک میں مبتلا کر گیا۔

"آپ۔۔ آپ عدالت۔۔؟" وہ سمجھ نا سکی کہ آیا اس کی یہاں موجودگی اس کی بصارت کا دھوکا تھا یا حقیقت تھی۔

"عدالت سے ہی سن کے آیا ہوں۔" وہ برجستگی سے بولا تو وہ چکرا گئی اور اپنی بے یقینی کے چکر میں وہ اس کا صوفے سے اٹھنا محسوس ہی نہ کر سکی۔

"لیکن آپ تو جیل ت۔۔ تھے نا؟" اس کی حیرت کسی طور کم ہونے میں ہی نہ آ رہی تھی۔

"مجرم کے لیے جیل توڑنا کوئی بڑی بات تو نہیں لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ میرے پہلے جرم کی طرح میرے 'اس' جرم کی 'گواہ' بھی آپ ہیں۔" اس کے انتہائی قریب ٹھہرتے ہوئے اس نے کاٹ دار لہجے میں بولتے ہوئے سگریٹ کا کش لگایا تو اس قدر نزدیکی پہ اس کے ہونٹوں سے ایک چیخ برآمد ہونے لگی۔

"یہ غلطی مت کیجیے گا ورنہ پورے 'قبیلے' کو ایک مجرم کی اپنے کمرے میں موجودگی کی صفائیاں دینی پڑیں گی جبکہ آپ صرف 'گواہیاں' دینے کی عادی ہیں۔" اس کے سرد تنبیہی لہجے پہ اس کی آواز اس کے حلق میں ہی دم توڑ گئی جبکہ آنکھیں اس کی بات سے جلنے لگیں۔

"یہاں۔۔یہاں کیوں آئے ہیں آپ؟" اس نے بیگانگی سے استفسار کرنا چاہا کہ اس کے ہونٹوں سے اپنے لیے ایسی 'اجنبیت' بھری باتیں سننا اس کے لیے ناقابلِ برداشت ہو رہا تھا۔

"یہ بتانے کے لیے کہ موبائل پہ آنے والی کال کیسے پک کرتے ہیں؟" اس نے پھر سے ٹھنڈے انداز میں طنز کیا تو سبکی و اہانت کے احساس سے اس کا چہرہ سرخ پڑنے لگا۔

"جب کال پک نہیں کی تو سمجھ جانا چاہیے تھا کہ اگلا آپ سے بات کرنا چاہتا ہے نا کہ خود آ کے اس کے لیے اذیت کا سامان پیدا کرنا چاہیے۔" اس نے اس کی تمام زہریلی باتوں کا تریاق کرنا چاہا جبکہ اس کی بات سن کے شہریار نے شدتِ ضبط سے اپنے مٹھیوں کو زور سے بھینچا اور ڈھیر سارا دھواں فضا میں خارج کرتے ہوئے لمحہ بھر میں اپنے تاثرات کو کمپوز کیا۔

"بجا فرمایا زما کرانا لیکن جب اگلا سامنے آ جائے تو سمجھ جانا چاہیے کہ وہ آپ سے ملنے کے لیے کس قدر بے تاب ہے۔" تاثرات و انداز سے قطعی مختلف الفاظ میں کہتے ہوئے اس نے دایاں ہاتھ بڑھاتے ہوئے اس کے گال پہ لہراتی لٹوں کو کان کے پیچھے اڑسا تو وہ کانپ اٹھی۔

"یہ۔۔یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟" وہ خوفزدہ لہجے میں بولتی ہوئی پیچھے کو کھسکنے لگی جب اس نے انتہائی سہولت سے اس کے نرم و نازک وجود کو اپنے بازو کی گرفت میں لیا تو وہ پھڑ پھڑا اٹھی۔

"ایک 'ریپسٹ' سے ایسا سوال؟ آپ نے شاید دستخط کرتے ہوئے میرا جرم نہیں پڑھا تھا؟" اپنی سیاہ آنکھیں اس کی آنکھوں میں گاڑھتے ہوئے اس نے پر تپش لہجے میں کہا تو اس کے لہجے کی وحشت سے اس کی ٹانگیں کانپنے لگیں۔

"آپ۔۔ آپ ایسا کچھ نہیں کر سکتے؟" وہ مدہم پڑتی دھڑکنوں کو بمشکل بحال کرتی روتے ہوئے دباسا چلائی۔

"میں ایسا ہی کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں زما کرانا!" گہرے لہجے میں بولتے ہوئے وہ اس کے سرخ ہوتے نم رخسار پہ جھکا تو اس کے ہونٹوں کے سلگتے لمس پہ وہ زور زور سے رونے لگی۔

"شش۔۔ شہ۔۔" اس کے خشک ہوتے ہونٹ لرزے لیکن اس کا نام مکمل ہونے سے قبل ہی وہ اپنی مضبوط ہتھیلی اس کے ہونٹوں پہ جما گیا۔

"ششش! میرا نام مت پکاریے گا ورنہ مجھے ایک بار پھر آپ سے محبت ہو جائے گی جبکہ میں آپ سے صرف اور صرف نفرت کرنا چاہتا ہوں۔" سلگتے ہوئے لہجے میں بولتے ہوئے وہ جھکا اور اس کے بہتے آنسوؤں کی پرواہ کیے بغیر اس کی گردن پہ گہرا لمس چھوڑتے ہوئے اندر کی آگ کو بجھانے کی کوشش میں تھا۔

جبکہ اس کی کہی بات میں چھپی کاٹ کو محسوس کرتے ہوئے اس کا روم روم تڑپنے لگا، وہ اس لمحے اس کے لمس سے زیادہ اس کی باتوں سے تڑپ رہی تھی۔

"نن۔۔۔ نہیں پلیز ایسا مت کریں۔" وہ روتے ہوئے بولی کہ وہ جانتی تھی اس کا نفرت و انتقام کے بہکاوے میں اٹھایا ایک بھی شدید قدم اسے زندہ درگور کر دے گا۔

"ایسی مزاحمت تین سال قبل کیوں نہ دکھائی؟" اس کے بالوں کی خوشبو میں سانس بھرتا وہ سرد آواز میں بولا تو روتی ہوئی چلا اٹھی۔

"تین سال قبل آپ نے ایسا قبیح کام بھی تو نہ کیا تھا۔" پوری قوت صرف کرتے ہوئے اس نے اسے خود سے دور کرتے ہوئے الفاظ کا ایسا طمانچہ مارا کہ شہریار کے ماتھے کی نسیں پھولنے لگیں۔

"چلیں جائیں میرے کمرے سے ورنہ۔۔۔ ورنہ میں۔۔۔" اس سے فاصلہ بتدریج بڑھاتی آنسو صاف کرتے ہوئے دبا دبا سا چلائی تو وہ ترش لہجے میں اس کی بات کاٹ گیا۔

"ورنہ کیا کریں گی آپ؟" سخت لہجے میں بولتے ہوئے اس نے قدم اس کی جانب بڑھائے تو اس کی آنکھیں مارے بے بسی سے ایک دفعہ پھر سے نم ہونے لگیں۔

"ورنہ میں اپنی جان دے دوں گی۔" لپک کے فروٹ باسکٹ کے ساتھ پڑی چھری اٹھاتے ہوئے اس نے بھرائے لہجے میں کہا تو اس کے چہرے پہ تاریک سا سایہ لہرایا جسے اگلے ہی لمحے وہ مہارت سے چھپاتا ہوا اس کی جانب بڑھا۔

"میری موجودگی میں تو مجھ پہ ہی جان دینا ہوگی آپ کو زماکرانا۔" اسے سمجھنے سنبھلنے کا موقع دیے بغیر اس نے لپک کے اس کی کلائی کو اپنی مضبوط گرفت میں جکڑا اور چھری اس سے لیتے ہوئے دور اچھال دی تو بے بسی کے احساس سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

جبکہ اس کے چہرے پہ گرتے ہوئے آنسوؤں کو دیکھتے ہوئے شہریار آفریدی کی آنکھوں میں چھایا جمود ہر گزرتے لمحے دم توڑتا جارہا تھا لیکن اپنی اندرونی کیفیات کے برعکس اس نے سسکتی ہوئی 'فرشتے یوسف زئی' کو اپنے انتہائی قریب گھسیٹا تو وہ بدکی۔

"پ۔۔پلیز آپ کو میری قسم۔" اسے دوبارہ خود پہ جھکتے ہوئے دیکھ کے اس کے زبان بے ساختہ پھسلی جبکہ اس کے الفاظ پہ وہ پوری جان سے ٹھٹھکا اور پھر بہت دھیرے سے مسکرایا۔

"ایک اچھے دشمن کی طرح آپ بہت اچھے سے جانتی ہیں کہ وار کہاں اور کیسے کرنا ہے؟" طنزیہ و کاٹ دار لہجے میں بولتے ہوئے اس نے اس کے ماتھے پہ سلگتے ہوئے لب رکھے اور اگلے ہی لمحے اسے اپنی مضبوط گرفت سے آزاد کرتا ہوا پلٹا۔

"اپنا موبائل کیجیے اور خود کو آنے والی ہر صورتحال کے لیے تیار رکھیں ورنہ آپ کی دی ہوئی قسمیں ہر بار میرے پاوں کی زنجیر نہیں بن پائیں گی۔" سرد و سپاٹ لہجے میں کہتے ہوئے وہ اسی مضبوط انداز میں چلتا ہوا اس کمرے کے بند دروازے کو کھولتا باہر نکل گیا جبکہ وہ بے دم سی ہوتی وہیں دبیز قالین پہ ڈھے گئی۔

گاڑی سے نکلتے ہی اس کی نگاہ دائیں جانب سے پورے کروفر کے ساتھ آتے خاقان یوسف زئی اور عالم یوسف زئی پہ پڑی تو آنکھوں میں مرچیاں سی بھرنے لگیں لیکن ہمیشہ کی طرح اپنے تاثرات پہ قابو پاتا وہ حسبِ معمول سارے ہجوم کو نظر انداز کرتا سرکاری عمارت کی جانب بڑھ گیا۔

"ویسے مجھے تمہارے گھر والوں کی غیر موجودگی کی کچھ خاص سمجھ نہیں آئی۔" اچانک بائیں جانب سے آتی سرگوشی نما آواز پہ اس نے گردن گھما کے دیکھا تو سجاول بالکل ناک کی سیدھ میں چلتا اس کے ہمراہ اس کے جواب کا منتظر تھا۔

"بیٹے کے ایسے گھناونے فعل کے باعث کوئی شریف باپ دادا مارے شرمندگی کے یوں عدالتوں کے چکر کیسے لگا سکتے ہیں؟" پر سکون انداز میں ادھر ادھر دیکھتے ہوئے اس نے جواب دیا تو سجاول نے بمشکل مسکراہٹ روکتے ہوئے اس کے گرد چلتے سپاہیوں کو دیکھا۔

"یہ تمہارے سسر الی اپنی صاحبزادیوں کو کیوں نہیں لائے ساتھ جبکہ کیس میں ان کی موجودگی از حد ضروری ہے۔" سجاول کی زبان میں پھر سے کھجلی ہوئی تو شہریار کی آنکھوں میں ایک دلکش سا سراپا لہرایا۔

"یہ تم خود ان سے معلوم کر لینا۔" بے نیازی سے کہتے ہوئے وہ اس سے دو قدم آگے چلا گیا۔

اور پھر دورانِ سماعت جب وکیل نے استفسار کیا تو ان کے وکیل کا جواب سن کے وہ سلگتی آنکھوں سے ان کو دیکھنے لگا۔

عدالتی کاروائی کے اخیر میں اس کی پر اسرار خاموشی سے کوئی بھی نتیجہ اخذ کیے بغیر اسے جسمانی ریمانڈ کے لیے جیل بھیجنے کا حکم جاری کیا گیا تو اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

جبکہ کاروائی کے دوران اس کی اس قدر خاموشی جہاں اس کے مخالفین کو مزید شہہ دے گئیں وہیں اس کے سپورٹرز اس سے نالاں ہونے لگے لیکن ان سب سے بے نیاز وہ ہاتھوں پہ ہتھکڑی لگائے سکون سے چلتا واپس اسی گاڑی میں بیٹھ گیا جس میں اسے وہاں لایا گیا تھا یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس کا یہ پر سکون انداز وہاں موجود دو افراد کے دلوں میں انگارے بھر گیا تھا۔

"السلام علیکم خاناں!" اسے جیل میں آئے پانچ منٹ ہوئے تھے جب اس کی سماعتوں سے ایک آواز ٹکرائی۔

"وعلیکم السلام!" سر اثبات میں ہلاتے اس نے مدہم سی آواز میں سلام کا جواب دیتے ہوئے قدم اس کی جانب بڑھائے۔

"سر یہ آپ کی امانت۔" اس کے سلاخوں کے نزدیک آتے ہی جیلر غفران نے چور نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے ایک لفافہ اس کی جانب بڑھایا جسے وہ دایاں ہاتھ بڑھاتے ہوئے تھام گیا۔

واپس بیڈ پہ بیٹھتے ہوئے اس نے لفافہ چاک کیا تو اس کی آنکھیں لحظہ بھر کو مسکرا دیں۔

سامنے پڑے لفافے میں موجود سگریٹ، لائیٹر اور جدید موبائل کے ساتھ پڑے چابیوں کے گچھے کو دیکھ کے وہ اچانک کھل کے مسکرایا۔

"بہت افسوس ہوا آپ کی ذہانت کو جان کے حاقان یوسف زئی صاحب! آپ کو لگتا کہ ایک سرکاری وکیل اتنی آسانی سے جسمانی ریمانڈ کے لیے جیل پہنچ گیا خواہ اس کا جرم کتنا ہی سنگین کیوں نہ تھا؟" دل ہی دل میں کہتے ہوئے اس نے نگاہ سامنے موجود سامان پہ ڈالی۔

"حالانکہ اس سرکاری وکیل کو جسمانی ریمانڈ کے نام پہ کچھ دن چاہیے تھے تاکہ وہ اپنی 'وکیل' تیار کر سکے۔" دل ہی دل میں ان سے مخاطب ہوتے ہوئے اس نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے موبائل اٹھایا اور انگلیاں سکرین پہ گھماتے ہوئے ایک نمبر تلاش کرنے لگا۔

"مورے! آپ ناراض ہیں مجھ سے؟" اگلے دن پوری ہمت یکجا کرتی وہ مرجان بیگم کے سو جانے کا یقین کرتی ہوئی زمرد بیگم کے کمرے میں آئی تو انہیں ہمیشہ کی طرح تسبیح پڑھنے میں مشغول پاتے بمشکل گویا ہوئی۔

وہ جو ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد حسبِ معمول تسبیح پڑھنے میں مگن تھیں اس کی جھجھکتی آواز پہ چونکتی ہوئی سیدھی ہو بیٹھیں۔

"نہیں میں کیوں آپ سے ناراض ہوں گی بچے۔" وہ سادگی سے بولیں۔

"وہ۔۔وہ میں نے شہریار کو۔۔" وہ مارے شرمندگی کے بات بھی مکمل نہ کر سکی، یہ شرمندگی اسے جیل میں بھیجنے کی نہ تھی اور اگر تھی بھی تو کل اس کی آمد کے بعد سے ختم ہو چکی تھی مگر اسے شرمندگی زمرد بیگم کو تکلیف دینے کی تھی۔

"آپ نے اس کے ساتھ کچھ بھی غلط نہیں کیا کہ ایسے مجرموں کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے۔" وہ بے تاثر مگر مدہم آواز میں بولیں تو وہ الجھی۔

"آپ۔۔ آپ کو بھی وہ مجرم لگتے ہیں نامورے؟" اس نے دل کی بے سکونی ختم کرنے کو بے اختیار پوچھا تو انہوں نے بغور اس کا خوبصورت چہرہ دیکھا۔

"نہیں۔" ان کے یک لفظی جواب پہ وہ بھونچکی رہ گئی۔

"لیکن آپ کو لگتا ہے نا تو پھر وہ واقعی مجرم ہو گا۔" انہوں نے سکون سے بات مکمل کی تو وہ انہیں دیکھ کے رہ گئی۔

"لیکن ایک بات کا افسوس مجھے ہمیشہ رہے گا اور جب جب مجھے یہ بات آئے گی تب نا چاہتے ہوئے بھی مجھے آپ پہ غصہ آئے گا لیکن مجھے مجبور سمجھنا میرے بچے۔" اچانک ان کی ٹھہری مگر ہلکی سی نم آواز پہ فرشتے ٹھٹھکتی ہوئی ان کا چہرہ تکنے لگی۔

"کیسی بات مورے؟" اس نے دھڑکتے دل اور کانپتے لہجے میں استفسار کیا۔

"یہی بات کہ 'آفریدی خاندان' والے ہمیشہ عورت کے نام سے ہی کیوں ڈسے جاتے ہیں؟" ان کے لہجے کی کاٹ سے فرشتے کا وجود سن پڑنے لگا اس کی متعجب نگاہیں ان کے خوبصورت چہرے پہ ٹکی تھیں۔

"پھر چاہے وہ عورت گل نین آفریدی ہو، زمرد آفریدی ہو یا فرشتے و.نفشتے یوسف زئی ہوں۔" ان کے ہونٹوں سے نکلتے زمرد بیگم کے نام کے ساتھ جڑے 'آفریدی' نے اس کے حواس پہ اس قدر گہرا اثر ڈالا کہ وہ اپنے حواس سے جنگ کی بازی ہارتی وہیں گرتی چلی گئی۔

بوجھل ہوتی پلکوں کو بمشکل کھولنے کی کوشش کرتے ہوئے اس نے اردگرد کے ماحول کا جائزہ لینا چاہا تو نگاہ 'زمرد بیگم' کے باوقار اور خوبصورت چہرے سے جا ٹکرائی، ان کا چہرہ نظر آتے ہی اس کے دل سے ہوک سی نکلی۔

"مورے!" وہ سسکتی ہوئی اٹھنے کی کوشش کرنے لگی جب زمرد بیگم نے نرمی سے اس کا سر واپس اپنی گود میں رکھا۔

"لیٹی رہیں بچے! ایسے ایک دم سے اٹھیں گی تو سر میں پھر سے درد ہو گا۔" ان کے لہجے سے وہی مخصوص ملائمت جھلک رہی تھی جو ان کی طبیعت کا خاصا تھی لیکن اس وقت وہ اسے کوڑے کی مانند لگ رہی تھی۔

"م۔۔مورے! آپ کا کیا رشتہ ہے آ۔۔آفریدی حویلی والوں کے ساتھ؟" اس نے دل و دماغ میں تباہی مچاتا ہوا سوال بے چینی سے ان کے سامنے رکھا تو وہ یکلخت چپ ہو تیں ان کا سوگوار چہرہ تکنے لگیں۔

لیکن اس سے پہلے کہ ان کی چپ کو دیکھتی وہ اپنا سوال دوبارہ دہراتی، اچانک دروازہ ایک جھٹکے کے ساتھ کھولتیں مرجان بیگم کڑے تیوروں کے ساتھ اندر داخل ہوئیں۔

"کیا کر رہی ہو تم یہاں؟" انہوں نے تیکھے چتونوں کے ساتھ جٹھانی کی گود میں سر رکھ کے لیٹی ہوئی بیٹی کو گھورا تو وہ بمشکل سیدھی ہو کے بیٹھی۔

"کچھ نہیں خانم! مورے سے بات کرنے آئی تھی تو سر میں درد ہونے کی وجہ سے یہیں لیٹ گئی تھی۔" ہاتھوں کی مدد سے بالوں کو سمیٹتے ہوئے اس نے دانستاً نارمل لہجہ اختیار کیا جو ان کی تشفی نہ کروا سکا۔

Urdu Novels Ghar

"کیا گھس گیا ہے اس سر میں جو اس کا درد ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا اور یہاں کون سے سر درد کو کم کرنے کے وظیفے کانوں میں پھونکے جا رہے ہیں۔" نفرت انگیز نگاہوں سے زمرد بیگم کا چہرہ دیکھتے ہوئے انہوں نے کیا تو ان کا چہرہ زرد پڑنے لگا۔

"خانم!" اس نے احتجاجی انداز میں پکارا۔

"بس زیادہ ہمدردی کے مروڑ نہ اٹھیں، یہی ہمدردی اس بہم کے لیے بھی دکھا دو، اسے بھی جا کے دیکھ لو جس پہ تمہارے سگوں کی وجہ سے قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔" انہوں نے نفرت سے زمرد بیگم کا پھیکا پڑتا چہرہ دیکھتے ہوئے 'بِشے' کا ذکر کیا تو فرشتے کی آنکھوں میں ایک لٹا پٹا سا سراپا لہرایا تو مورے کے ہاتھوں پہ اس کے ہاتھوں کی گرفت خود بخود ڈھیلی پڑتی ان کا چہرہ تاریک کر گئی۔

وہ مرے مرے قدموں کے ساتھ اٹھی اور 'شہریار آفریدی' کی حیوانیت کا شکار اس بے بس کے کمرے کی طرف چل دی تو مرجان بیگم استہزائیہ انداز میں مسکان ان کی طرف اچھالتیں دروازے کی جانب مڑ گئیں جبکہ زمرد بیگم کے چہرے پہ آنسو قطار در قطار بہتے گریبان میں جذب ہونے لگے۔

"کیا فیصلہ سنایا ہے پھر عدالت نے؟" قہوہ سرو کرتی صدوری کو باہر جانے کا اشارہ کرتیں مرجان بیگم حاقان اور عالم صاحب کو قہوہ تھماتیں بے تابی سے بولیں تو وہ کھل کے مسکرائے۔

"فیصلہ وہی سنایا گیا جو ہم لوگ چاہتے تھے، وہ کل کا چھوکرا قانون کی دو چار کتابیں پڑھ کے ہمیں ہرا تھوڑی نہ سکتا ہے۔" عالم زئی نے تکبر سے سینہ چوڑا کرتے ہوئے کہا تو حاقان زئی نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو تم خاناں! پہلے میرا دل تھا کہ یہ کیس جلدی ختم ہو بچیوں کا نام کورٹ کچہریوں میں نہ زیادہ اچھلے لیکن اب میں اس کیس کو اس وکیل کے گلے کا پھندہ بنوا دوں گا۔" حاقان یوسف زئی کی چھوٹی چھوٹی سفاکیت سے بھرپور نگاہوں سے شرارے نکل رہے تھے جبکہ مرجان بیگم کھلے ہوئے چہرے اور شاد ہوتے دل کے ساتھ اس کی تباہیوں کے ارادے سن رہی تھیں۔

"کھانا کیوں نہیں کھا رہی تم بشے؟" کھانے کی ٹرے یونہی ان چھوئی سامنے رکھے وہ غیر مرئی نقطے پہ نظریں گاڑھے بیٹھی اسے گہرے دکھ میں مبتلا کر گئی۔

"بِشے!" اس نے آہستگی سے اس کا کندھا ہلایا تو وہ چونکی۔

"کیا ہے؟" خالی خالی آنکھیں اس کا اندر چیر گئیں اسے ایک بار پھر سے شہریار میر سے شدید نفرت محسوس ہوئی۔

"کھانا کیوں نہیں کھایا؟" اس نے بمشکل لہجے کو بکھرنے سے روکتے ہوئے سوال دہرایا۔

"بھوک ہی نہیں ہے۔" وہ خالی خالی سے لہجے میں بولتی اس ماحول سے کٹی ہوئی لگ رہی تھی۔

"کھاؤ گی تو بھوک لگ جائے گی، مورے نے اپنے ہاتھوں سے تمہارے لیے قیمہ کریلے پکائے ہیں۔" ایک نوالہ اس کے منہ کے نزدیک کرتی وہ پچکارنے والے انداز میں کہتی اسے کھانے کے لیے اصرار کرنے لگی تو چند پل اس کا چہرہ دیکھنے کے بعد اس نے آہستگی سے منہ کھولتے ہوئے نوالہ لیا تو اس نے گہرے سکھ کا سانس بھرا۔

پھر اسی طرح وہ اسے چھوٹے بچوں کی طرح نوالے بنا بنا کے کھانا کھلاتی چھوٹی چھوٹی باتیں کرنے لگی۔

"کیا ہوا؟" اچانک نوالہ اس کے چہرے کی طرف لے جاتے ہوئے اس کے چہرے پہ وحشت زدہ تاثرات دیکھتے ہوئے وہ ٹھٹھکی۔

"کیا ہوا بشے؟" اس نے پریشانی سے پوچھا۔

"وہ۔۔وہ مارتا ہے مجھے، بہت درد ہوتی ہے مجھے۔" وہ اچانک سامنے لگی کھڑکی کی جانب اشارہ کرتی ہوئی بولی تو اس کا دل دھک سے رہ گیا۔

تو کیا 'وہ' آج پھر سے آ گیا؟

اور کیا بشے 'اسی' سے 'ڈر' رہی تھی۔

وہ ششدر سی کھڑکی کو دیکھتی بشے کی جانب متوجہ ہوئی جو بہت متوحش دکھائی دے رہی تھی۔

"تم پریشان مت ہو میری جان! کوئی تمہیں نہیں ماریں گا بلکہ تمہیں مارنے والے کو اب سب بہت بری طرح سے ماریں گے۔" دل کی بگڑتی حالت سے بے نیاز وہ اسے تسلی دیتی ہوئی بولی تو اس کی ذہنی رو بھٹکی۔

"کس کو ماریں گے؟" اس نے خوفزدہ لہجے میں استفسار کیا تو وہ اس کا معصوم لیکن خراش زدہ چہرہ دیکھنے لگی۔

"تمہارے مجرم 'شہریار آفریدی' کو۔" چند ثانیے بعد اس کی مدہم آواز ابھری تو اسے واضح بشے کے تاثرات میں تغیر نمایاں ہوتا دکھا تو وہ مزید بولی۔

"پولیس انہیں گرفتار کر چکی ہے، میں نے انہی۔۔۔۔" وہ اس کو خوش اور پر سکون رکھنے کو بولتی جا رہی تھی جب اس نے اچانک زوردار آواز کے ساتھ ٹرے پرے الٹائی تو وہ گھبرا اٹھی۔

"جاو یہاں سے تم، چلی جاو واپس جہاں سے آئی ہو وہیں چلی جاو، وہ تمہیں بھی مارے گا، جاو چلی جاو۔" وہ اونچی آواز میں چلاتی اسے دھکے دینے لگی جبکہ وہ حیرت و بے یقینی کا بت بنی اس کا یہ روپ دیکھنے لگی۔

"اسے کوئی نہیں مار سکتا، مارنے والا پولیس کے پاس ہے اب وہ کیسے مرے گا، وہ تمہیں مار دے گا اب وہ تمہیں بھی مار دے گا۔" وہ بے ربط سے انداز میں ٹوٹی پھوٹی باتیں کرتی اس کے اندر تک کو ہلا گئی۔

اسے اس کی کہی ایک بھی بات کی سمجھ نہ آئی بلکہ اسے اس کا خوف ہولا رہا تھا جبکہ شہریار کے جیل میں جانے کی خبر پہ اس کا ایسا شدید ری ایکشن اس کے انتہائی اچنبھے کا باعث تھا۔

دماغ میں ہزاروں سوچیں لیے وہ یونہی ساکت کھڑی اس کو دیکھ رہی تھی جو اندر کی بھڑاس نکالے اب گھٹنوں میں سر دیے ہولے ہولے وجود کو ہلاتی اپنا اضطراب کم کرنے کی سعی کرنے لگی۔

"یہ تم آج کل بہت مصروف رہنے لگے ہو؟" ملیکہ نے چوتھا کباب منہ میں رکھتے سجاول سے پوچھا جو اب تیزی سے منہ ہلاتا ہاتھ کولڈ ڈرنک کی جانب بڑھا رہا تھا۔

"کیوں تم مجھے یاد کر رہی تھی؟" اس نے سکون سے جوابی سوال دہرایا تو وہ جل اٹھی۔

"اتنے برے دن بھی نہیں آئے ملیکہ چوہدری کے کہ وہ تم جیسے شخص کو یوں یاد کرتی پھرے۔" وہ گردن اکڑاتی ہوئی بڑے انداز سے بولی تو اس کے انداز ملاحظہ کرتا وہ بمشکل اپنی مسکان ضبط کر سکا۔

"واقعی مجھے یاد کرنے کے لیے بندے میں کچھ تو صلاحیت ہونی چاہیے لیکن افسوس ملیکہ بی بی کہ وہ صلاحیت تم میں نہیں ہے۔" وہ چڑانے والے انداز میں کہتا پانچواں کباب منہ میں رکھتا اسے آگ لگا گیا۔

"کیوں تمہیں یاد کرنے والا گھاس کھاتا ہے۔" پلیٹ اس کے ہاتھ سے چھینتے ہوئے وہ بدلحاظی سے بولی۔

"نہیں یہ تو تمہاری خوبی ہے نا۔" وہ برجستگی سے بولا تو مارے غصے سے اس کا چہرہ لال ہونے لگا۔

"تم۔۔ تم نا نکلو یہاں سے، پاگل تھی میں جو تمہارے اتنے دن بعد آنے پہ تمہارے لیے کباب بنانے لگی۔" وہ خفگی سے بولتی وہاں سے اٹھنے لگی۔

"ارے بات تو سنو یار۔" اس نے بے ساختہ اس کی کلائی جکڑی تو اس کی دھڑکنیں ایک دم سے تیز ہوئیں۔

"ہاتھ چھوڑو میرا۔" وہ چاہ کے بھی اپنے چہرے پہ بکھرتے رنگوں کو چھپا نہ سکی تو شرم کو جھنجھلاہٹ کے پردے میں سمیٹنے لگی۔

"نہ چھوڑوں تو؟" اس نے شرارت سے گرفت مضبوط کی۔

"تو میں تمہارے دوست کی طرح کا تمہارا حال کر دوں گی۔" وہ اچانک شہریار کا حوالہ دیتے ہوئے بولی تو اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے اس کی کلائی چھوڑی۔

"خاک ہوئے سب 'شہریار میر آفریدی' کا حال خراب کرنے والے۔" وہ مطمئن انداز میں کہتا دائیں ٹانگ زور زور سے جھلانے لگا جبکہ وہ حیرت سے اس کا پر سکون چہرہ دیکھنے لگی جو اس دن سے قطعی مختلف دکھ رہا تھا جس دن اس کی گرفتاری کی خبر آئی تھی۔

"تمہارا دوست جیل میں ہی ہے نا؟" اس کا اطمینان دیکھتی وہ فورا مشکوک ہوئی اور بے اختیار وہیں اسی کے پاس صوفے پہ بیٹھ گئی۔

"بالکل چاہو تو نیوز چینل سے اپڈیٹ لے سکتی ہو جو اس کی پل پل کی خبر دے رہے ہیں۔" وہ اسی انداز میں بولا تو وہ تب بھی اسی طرح مشکوک نگاہوں سے اسے تکتی رہی۔

"اس نے واقعی یہ جرم کیا ہے؟" اچانک وہ اس سے پوچھنے لگی تو وہ فورا بولا۔

"ہرگز نہیں، مجھے اگر وہ خود بھی آ کے بولے کہ میں نے یہ کام کیا ہے تو میں تب بھی اس کی بات کا یقین نہیں کروں گا۔" وہ مضبوط لہجے میں بولا تو اسے بے اختیار ان کی دوستی پہ رشک محسوس ہوا۔

"تمہیں بہت پیار ہے اپنے دوست سے؟" وہ اس سے اپنی لڑائی اور اماں کے آنے کا انتظار بھلائے آرام سے بولی تو اس نے قدرے دھیان نے اس کا بے فکر انداز دیکھا۔

"نہیں تو سب سے زیادہ پیار تو مجھے تم سے ہے۔" وہ سکون سے بولا تو وہ ایک پل کو ٹھٹھکی اور اگلے ہی لمحے اس کا پورا چہرہ سرخ پڑ گیا۔

Urdu Novels Ghar

"ایک نمبر کے بے شرم انسان ہو تم، بد تمیز، لوفر۔" وہ کشن اٹھاتی لگاتار اسے مارتی صلواتیں سنائے جا رہی تھی جبکہ وہ دانت نکالتا اپنے بچاؤ کی کوششیں کرنے لگا۔

"خاناں! یہ لیں آپ کا فون چارج ہو گیا۔" سب کے سونے کا یقین ہوتے ہی جیلر نے مدہم آواز میں سرگوشی کرتے ہوئے اسے مطلع کیا تو اس نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے اسے موبائل تھمانے کو کہا۔

اگلے چند لمحوں کے بعد اس کی انگلیاں تھرکتی ہوئیں ایک نمبر پہ آ کے ٹھہر گئیں تو اس کی آنکھیں ایک پل کو چمکیں۔

السلام علیکم! شہریار آفریدی اسپیکنگ!" پہلی ہی بیل پہ فون اٹھانے پہ اس نے گھمبیر آواز میں سلام کیا تو دوسری جانب خاموشی چھائی رہی۔

"آج کی اس کال سے میں کیا سمجھوں کہ کل کی ملاقات نے دل کو بات کرنے پہ آمادہ کر ہی لیا ہے؟" اس کی خاموشی کے باوجود وہ پرسکون انداز میں بولتا اس کی خاموشی کو تہہ و بالا کر گیا۔

"غلط سمجھے ہیں آپ بلکہ یہ کال اس لیے ہے کہ کسی کی ناگوار قربت وصورت سے بچا جاسکے۔" وہ چبھتے ہوئے ڈنک مارتے الفاظ کے ساتھ گویا ہوئی تو اس کے ماتھے کی مخصوص رگ پھڑکنے لگی۔

"اور قدرت کی ستم ظریفی دیکھیے کہ اتنا عرصہ آپ یہی 'ناگوار قربت' جھیلتی رہی ہیں اور بہت پر شدت انداز میں جھیلتی رہی ہیں۔" اپنے تاثرات پہ مکمل قابو پاتے ہوئے وہ معنی خیز مگر سرد انداز میں بولا تو دوسری جانب ایسی ذومعنویت پہ اس کے حواس جھنجھنا اٹھے۔

"آپ۔۔ آپ کتنے بدتمیز انسان ہیں۔" حیا اور غصے کی ملی جلی کیفیات کے ساتھ وہ گویا تو اس کے ہونٹوں پہ زہر خند سی مسکان پھیل گئی۔

"آپ کو ابھی بھی اس بات پہ شک وشبہ ہے؟" اس نے پر تپش لہجے میں استفسار کیا تو وہ چپ سی ہو گئی۔

"کال کیوں کی مجھے؟" وہ بات پلٹتی بے مروت انداز میں بولی۔

"اس پہر کوئی شوہر اپنی بیوی کو کیوں کال کرتا ہے؟" بھاری گھمبیر لہجے کی ذومعنویت اس کو لرزا کے رکھ گئی جبکہ چہرے کی رنگت مارے حیا کے دہکنے لگی۔

"آپ۔۔۔" حیا کے پر زور غلبے نے سارے الفاظ سارے سلب کر رکھے تھے۔

"کل کی ملاقات سے بھی آپ نہ جان سکیں کہ مجھے آپ کو اس وقت کیوں کال کرنی ہے؟" اس کا خمار آلود لہجہ سن کے اسے بے اختیار اپنی گردن اور رخسار اس کے جارحانہ لمس کے احساس سے سلگتے ہوئے محسوس ہوئے تو دل گویا ہاتھوں سے نکلنے لگا۔

"ایک پل کو سوچیں فرشتے کہ جو جرم آپ میرے کھاتے میں ڈالے بیٹھی ہیں اس کا مجرم میں نہ ہوا تو اپنے کھوئے ہوئے رشتوں سے اپنے اس عمل کا مداوا کیسے کریں گی؟" اس کی حالت کا اندازہ کرتے ہوئے اس نے کچھ باور کرواتے کچھ جتاتے انداز میں کہا تو وہ برافروختہ ہو اٹھی۔

"مجھے اپنی بصارت پہ کسی قسم کا شک وشبہہ نہیں ہے شہریار آفریدی اس لیے مجھے وہ بات فرض کرنے کو مت کہیں جس کا کوئی وجود ہی نہیں۔" وہ ایک لمحے میں اس کے غیر محسوس سے مان کی دھجیاں اڑا گئی۔

"جانتی ہیں آپ کہ میں گزشتہ چند سالوں کو سوچوں کو خود پہ بے ساختہ رشک آتا ہے کہ آپ مجھ سے وابستہ ہیں لیکن اگر ان بیتے ہوئے چار دنوں کو سوچوں تو اس وابستگی پہ ہنسی آنے لگتی ہے۔" اس کی بات پہ وہ سلگتے ہوئے سپاٹ لہجے میں بولا تو وہ چیخ اٹھی۔

"یوں ڈائیلاگ بازی کے ذریعے آپ خود کو معصوم ثابت نہیں کر سکتے اور نا ہی آپ کا جرم اس قدر ہے کہ آپ کو معاف کیا جاسکے۔" اس کے الفاظ کی گہری کاٹ کی اذیت سے وہ بلبلا اٹھی۔

"پھر آپ مجھے کڑی سے کڑی سزا تو ضرور دلوانا چاہیں گی؟" اس کی باتوں کے جواب میں اچانک وہ قطعی بدلے ہوئے لہجے میں بولا تو وہ فوراً بولی۔

"ضرور دلوانا چاہتی ہوں اگر میرے بس میں ہوتا تو آپ کے کیے کی سزا میں خود آپ کو دیتی۔" وہ اپنے دل کے یوں کرچیاں کرچیاں ہو جانے پہ روتی زور سے بولی تو اس کے ہونٹوں پہ ایک عجیب سی مسکان پھیل گئی۔

"وکیل بن جائیں میری ملزم کی؟" اس کی اچانک کہی بات پہ وہ بھونچکی رہ گئی۔

"کیا؟" وہ متعجب سی فقط اتنا ہی کہہ سکی۔

"کھلی آفر دے رہا ہوں جانم! اسے استعمال کریں۔" وہ پر سکون انداز میں بولا تو اس کے طرزِ تخاطب پہ وہ لحظہ بھر کو گڑبڑائی لیکن سنبھلتے ہوئے گویا ہوئی۔

"کیا مطلب کیسی آفر؟" وہ الجھی۔

"ایک بات میں ڈنکے کی چوٹ پہ بتا رہا ہوں کہ اگر اس ملک کے تمام وکلاء بھی اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا لیں تو تب بھی شہریار آفریدی کو اس کی مرضی کے بنا سزا نہیں دلوا سکتا ماسوائے فرشتے یوسف زئی کے۔" وہ مضبوط لہجے میں بولتا اسے حیرت و بے یقینی کی اتھاہ گہرائیوں میں لے گیا۔

"کیا مطلب یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟" وہ حیران کن انداز میں بڑبڑائی۔

"آج سے چار دن قبل آپ کی ہی بدولت میں یہاں اس جیل تک پہنچا ہوں اور اب مجھے سزا تک لے جانے کی جرات بھی صرف آپ کر سکتی ہیں۔" وہ بہت خوبصورتی اور مہارت کے ساتھ اپنا جال بچھائے جا رہا تھا۔

اس یقین کے ساتھ کہ اس کا جال ضائع نہیں جائے گا جبکہ وہ جانتا تھا اگر 'آفریدی حویلی' میں سے کسی کو اس بات کا علم ہو جائے کہ وہ 'فرشتے یوسف زئی' کو اپنے ہی جرم کا چشم دید گواہ بن کے عدالت میں پیش ہونے پہ مجبور کر رہا ہے تو بنا اس کا کوئی لحاظ کیے سب اس پہ چڑھ دوڑیں گے۔

"تعجب ہے آپ اپنی بیوی کو عدالت میں آنے کے لیے فورس کر رہے ہیں۔" جبکہ اس کی بات کو بغور سمجھتی وہ چند لمحوں بعد اچانک لگنے والے شاک سے سنبھلتے ہوئے وہ طنزیہ لہجے میں بولی۔

"میں خود اس لیے آپ کو بلا رہا ہوں کہ میرے لیے یہ ناقابلِ برداشت ہے کہ آپ کسی اور کے کہے پہ وہاں آئیں کیونکہ جلد یا بدیر آپ کو عدالت جانا ہی پڑے گا۔" وہ اپنے مخصوص انداز میں بولا تو اسے ایک بار پھر سے بے ساختہ اپنے آغا جان سے شکوہ ہوا جنہوں نے ایک بار بھی اس کے بارے میں نا سوچا۔

"تو بس پھر انتظار کریں آپ کہ میں کسی اور کے بلاوے پہ ہی آنا پسند کروں گی نا کہ آپ کے۔" وہ تلخی سے کہتی بنا اس کی مزید کوئی بات سنے کال بند کرتی فون کو سوئچ آف کرتی اوندھے منہ لیٹ گئی جبکہ دوسری جانب شہریار کی آنکھیں شدتِ ضبط سے سرخ پڑنے لگی تھیں۔

"بات ہوئی آپ کی شیری سے؟" شہیر نے ظہیر آفریدی سے استفسار کیا۔

"نہیں وہ ہم میں سے کسی کے ساتھ بھی رابطے میں نہیں ہے ماسوائے سجاول کے۔" انہوں نے سنجیدگی سے جواب دیا تو اس نے الجھ کے انہیں دیکھا۔

"پھر موبائل کس لیے چاہیے تھا اسے؟" وہ متعجب لہجے میں گویا ہوا۔

"اپنی 'بیوی' سے بات کرنے کے لیے۔" وہ سپاٹ وشاکی لہجے میں بولتے اس کی سماعتوں پہ بم گرا گئے، اس نے شاکڈ انداز میں ظہیر صاحب کے ساتھ پر سکون بیٹھے ایبک اور حاکم آفریدی کو دیکھا۔

"فرشتے سے بات کرنے کے لیے؟" اس نے بے یقینی کے ساتھ کہتے ہوئے اپنے الفاظ پہ زور دیا تو ظہیر صاحب نے خفگی سے اسے گھورا۔

"میری آخری اطلاعات کے مطابق تو اس کی ایک ہی بیوی ہے جس کا نام 'فرشتے' ہے لیکن اگر تم کسی دوسری بیوی کو جانتے ہو تو اس کا نام کم از کم مجھے نہیں پتہ۔" انہوں نے بہت ٹھنڈے انداز میں یوں طنز کیا کہ وہ شرمندگی سے چہرہ جھکا تا داڑھی کھجانے لگا۔

"لیکن اکا جان اسے فرشتے سے بات کیا کرنی ہے؟" وہ اچنبھے سے بولا۔

"اپنی وکیل بنانا چاہتا ہے اسے۔" وہ نالاں انداز میں گویا ہوئے تو وہ اچھل پڑا۔

"اور آپ کو لگتا ہے کہ وہ اپنی ہی 'بیوی' کو اپنے ہی کیس کے لیے استعمال کرے گا؟" وہ ان سب کے چہروں کو دیکھتا سنجیدگی سے گویا ہوا تو وہ چونکے۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" حاکم آفریدی اپنی بارعب آواز میں بولے۔

"مطلب یہ کہ وہ کوئی گیم کھیل رہا ہے آپ سب سمیت فرشتے کے ساتھ بھی، اسے ان کے ذریعے جیل سے نکلنا ہوتا تو وہ کبھی جیل جاتا ہی نا۔" وہ سنجیدگی سے بولتا ان سب کے لیے گہری سوچ کے کئی در وا کرتا چلا گیا۔

موبائل فون کی تاریک سکرین کو چند لمحے گھورنے کے بعد اس نے سر جھٹکتے ہوئے موبائل سینے پہ رکھا اور سگریٹ سلگاتے ہوئے ہونٹوں میں دباتے ہوئے پلکیں موندلیں۔

"گلالئ! بس کر دو، شادی میری نہیں ہے۔" کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے اس کے ہاتھ ڈور ناب پہ ہی جمے رہ گئے جب اس کی جھنجھلائی آواز اس کے کانوں میں پڑی تو دل میں اترتا سکون اس کے ہونٹوں پہ ہلکی سی مسکان بکھیر گیا۔

"بھاجائی! کچھ نہیں ہوتا، آپ شادی کے بعد پہلی دفعہ جا رہی ہیں تو سب کو پتا ہونا چاہیے کہ ہماری بھاجائی کتنی حسین ہے۔" گلالئ پشتو لہجے میں فر فر اردو بولتی اس کے بالوں کو سنوار رہی تھی۔

اس نے دروازہ کھولتے ہوئے کمرے میں قدم رکھا تو نگاہ اس پہ پڑتے ہی ٹھٹھک کے رہ گئی کہ وہ دروازے کی جانب چہرہ کیے رائل بلیو کلر کی روایتی فراک زیب تن کیے، ہم رنگ ڈوپٹے ہاتھ میں پکڑے، ہلکے پھلکے میک اپ اور جیولری میں کھلے سنہرے بالوں کے ساتھ کھڑی اس کے سبک رو جذبات کو بری طرح بہکا گئی۔

وہ چاہ کے بھی اپنی نگاہ کی اس گستاخی کو روک نہ سکا اور اس کے لمحہ بہ لمحہ گلابی پڑتے چہرے پہ نظریں جمائے اس کی جانب بڑھا۔

"لالے! بھابھی خوبصورت لگ رہی ہیں نا؟" اس کی آمد کو محسوس کرتی گلالئی فوراً چہکی تو وہ جزبز سی ہو کے رہ گئی۔

"اونہوں! جان لیوا۔" گلالئی کے سوال کے جواب میں کی گئی اس کی گھمبیر سرگوشی پہ اس کا چہرہ مارے خفت کے تپ اٹھا وہ جلدی سے دوپٹہ کندھوں پہ پھیلاتی رخ موڑتی بیڈ کے پاس پڑی سینڈل پہننے لگی۔

بھائی کی وارفتگی اور بھابھی جھجھک محسوس کرتی گلالئی انہیں یونہی چھوڑے غیر محسوس انداز میں وہاں سے کھسک گئی۔

شہریار کی بے باک نگاہ اس کے صبیح و ملائم چہرے سے پھسلتی ہوئی اس کے گلابی ہوتے پیروں کی طرف گئی تو بے ساختہ اس کا دل ان کی نرماہٹ کو محسوس کرنے کے لیے مچلنے لگا جبکہ اس کی گہری نگاہیں خود پہ محسوس کرتی فرشتے کے ہاتھ سٹریپ باندھتے لرز رہے تھے لیکن اس سے قبل کے اپنے دل میں پنپتی خواہش پوری کرنے کے لیے وہ اس تک پہنچتا وہ سٹریپس بند کرتی سیدھی ہوئی تو کھلے بال جھٹکا کھاتے شانوں پہ بکھر گئے۔

"گلالئی کہہ رہی تھی کہ آپ خوبصورت لگ رہی ہیں، میری آنکھیں کہہ رہی ہیں کہ آپ دلفریب لگ رہی ہیں لیکن میرا دل پتہ ہے کیا کہہ رہا ہے؟" اس کے بے حد قریب آ کے ٹھہرتے ہوئے وہ اس کی وہاں سے ہٹنے کی کوشش ناکام بناتا بھاری لہجے میں بولا تو اس کے انداز پہ ناچاہتے ہوئے بھی اس کا چہرہ گل ہو گلزار ہونے لگا۔

"میرا دل کہتا ہے کہ آپ کا ہر روپ جان لیوا ہے۔" پر تپش لہجے میں کہتے ہوئے اس نے چہرہ اس کے بالوں میں چھپایا تو اس کی دھڑکنیں سست پڑیں۔

"پ۔۔پیچھ۔۔۔۔" اس نے فاصلہ بڑھانے کی سعی کی جو وہ فوراناکام بناتا اس کے وجود کے گرد اپنی مضبوط بانہوں کا حصار قائم کر گیا۔

"کیونکہ جس قدر آپ حسین ہیں اسی قدر آپ میرے لیے جان لیوا ہیں کہ جب جب آپ کو دیکھتا ہوں یہ آنکھیں مجھے خود سے بیگانہ کرتیں یہ بات ثابت کر دیتی ہیں کہ جو خوبصورت ہوتے ہیں وہی جان لیوا بھی ہیں۔" اس کی مسکارے سے بوجھل آنکھوں پہ اپنا گہرا لمس چھوڑتے ہوئے انہیں مزید بوجھل کرتا اس کی ٹھہری دھڑکنیں پاگل کر گیا۔

"پلیز!" اس کی پر تپش سانسوں کی حدت گردن پہ محسوس کرتی وہ بے اختیار پکار اٹھی۔

"اب یہ مزاحمت بیکار ہے زما کرانا!" معنی خیز لہجے میں کہتے ہوئے اس نے گہری نگاہ اس کے دلکش سراپے پہ ڈالی تو مارے حیا کے اس حواس جھنجھنا اٹھے جبکہ وہ اس پہ جھکتا ہوا کمال جرات کا مظاہرہ اس کی تھوڑی اور گردن کا اپنے لمس سے دہکاتا چلا گیا۔

"ب۔۔بس کریں پلیز۔" دونوں ہاتھ اس کے کندھوں پہ جماتی وہ بمشکل فاصلہ قائم کرتی رخ بدل گئی۔

ہمیشہ کی طرح اس کی پر فسوں قربت میں بہکتی وہ اپنے یہاں آنے کے مقصد کو فراموش کرتی چلی گئی تھی اور یہی بات اسے ہمیشہ کی طرح چڑا گئی۔

"اتنے ہتھیاروں سے لیس ہوتے ہوئے مجھ سے ایسی التجا؟" عقب سے اسے حصار میں لیتے ہوئے اس نے اس کے جھمکے کو ہلکا سا چھوا تو اپنی بے بسی پہ وہ تپ اٹھی۔

"چھوڑیں مجھے، باہر جانا ہے۔۔۔" لہجے میں تلخی سموئے وہ اس کی گرفت سے نکلنے کی تگ و دو میں تھی جب اس کے مضبوط ہاتھ کا لمس اپنے نچلے ہونٹ پہ محسوس کرتے ہوئے وہ یکلخت خاموش ہوئی۔

"میری موجودگی میں تو کم از کم آپ ان مصنوعی رنگوں کی محتاج نہیں زما کرانا!" بڑے سے شیشے میں دکھائی دیتے اس کے شرم و حیا اور ہلکے سی خفگی میں ڈوبے وجود کو حصار میں لیے اس نے گہری نگاہ اس کے ہونٹوں پہ ڈالتے ہوئے اس کی سرخ ہوتی گردن پہ جمائی تو اس کے کانوں کی لوئیں تک سرخ پڑ گئیں۔

اس نے آہستگی سے انگوٹھا اس کے ہونٹوں پہ پھیرتے ہوئے اس پہ ٹھہرا مہرون رنگ چرایا تو وہ ہولے ہولے کانپنے لگی۔

"محبت میں دیا ہوا ایک لمس تک برداشت نہیں کر پاتی آپ اور کہاں یہ نفرت پالنے کا روگ لے رکھا ہے؟" گہرے پر تپش لہجے میں کہتے ہوئے اس نے جھٹکے سے اس کا رخ اپنی جانب موڑا اور بے باک سی گستاخی کے ارادے سے اس کے چہرے پہ جھکا تو اس نے بے ساختہ کانپتے ہاتھ اس کے چہرے پہ جمائے۔

"خ۔۔خدا کے لیے، مجھے شادی پہ جانا ہے اور میں برقعہ پہن کے نہیں جا سکتی آپ یہ سب بعد میں بھی کر سکتے ہیں۔" اس کے لمس کی شدتوں سے گھبراتی وہ چڑے ہوئے انداز میں بولتی چلی گئی تو اس کی

سیاہ آنکھوں کی گہری ہوتی چمک اور چہرے کے محظوظ کن تاثرات پہ بات سمجھتی وہ خجالت کا شکار ہوتی ہاتھ اس کے چہرے سے ہٹانے لگی جنہیں نرمی سے چومتے ہوئے اس سے اپنے مضبوط ہاتھوں میں تھام لیا۔

"وعدہ کرتی ہیں پھر کہ شادی سے آنے کے بعد کا سارا ٹائم میرا ہے؟" والہانہ انداز سے اس کے اک اک نقوش کو دیکھتے ہوئے اس نے کہا تو فرشتے کا دل دھک سے رہ گیا۔

وعدے کے لفظ پہ وہ کسی گہرے خواب سے چونکی۔

"وعدہ کرو فرشتے کہ تم میرے کہے ہر ایک لفظ پہ عمل کرو گی، وعدہ کرو۔" کسی کے مان اور استحقاق بھرے الفاظ یاد آتے ہی اس نے ایک جھٹکے سے ہاتھ اس کی محبت بھری گرفت سے نکالے تو شہریار نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"ونی ہو کے آنے والیوں کے ساتھ وعدے وعید نہیں کیے جاتے۔" تلخ لہجے میں بولتی وہ بنا اس کے تاثرات کا جائزہ لیے وہاں سے نکلتی چلی گئی جبکہ وہ دونوں مٹھیاں زور سے بھینچے وہیں کھڑا اس کے آخری الفاظ کی تلخیاں پیتے اس کی خوشبو میں گھرا رہا۔

"خاناں! شیری!" اس کے خیالات کا سلسلہ اس کی پاٹ دار سرگوشی نما آواز پہ ٹوٹا تو اس نے وہیں لیٹے لیٹے گردن گھما کے اسے گھورا۔

"کیا تم پر یہ لازم ہے کہ تم ہی آ کے میرے اچھے موڈ کو تباہ کرو گے؟" وہ سپاٹ انداز میں بولتا سیدھا ہو بیٹھا۔

"اس چار دیواری میں جسے عرفِ عام میں لوگ جیل کہتے ہیں اس میں اچھے موڈ کا تذکرہ صرف اور صرف بیرسٹر صاحب ہی کر سکتے ہیں اور یہ اچھا موڈ یقیناً بیگم سے بات کرنے کے بعد ہوا ہو گا۔" سجاول بنا بریک کے شروع ہوا تو پھر بولتا چلا گیا۔

"کام کی بات بولو کیوں اس ٹائم آئے ہو؟" اس کی بک بک کا کوئی بھی جواب دیے بغیر وہ سرد آواز میں بولا تو سجاول نے ایک لمحے کے لیے اسے گھورا۔

"تمہارے والدِ محترم کا پیغام لایا ہوں تمہارے لیے۔" اس نے بھی اسی کے انداز میں کہا تو وہ چونکا۔

"کیسا پیغام؟" استفہامیہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"ان کا کہنا یہ ہے کہ اپنی اگلی پیشی تک کوئی نئی گیم کھیلنے کی کوشش مت کرنا اور۔۔۔" اس نے ان کا کہا ان تک پہنچانے کی کوشش کی تو اس نے سنجیدگی سے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"یہ اتنی اچانک اور رات کو اتنے شک وشبہے کی سمجھ نہیں آئی؟" اس نے تجاہل عارفانہ کا مظاہرہ کیا تو سجاول اس کی اداکاری پہ عش عش کر اٹھا۔

"ان کا کہنا ہے کہ اگر تمہارے اپنے اوپر لگے الزامات سے بری ہونے کے لیے اپنی بیوی کو اپنا وکیل بنانا ہے تو پھر اتنے آرام سے بیوی کی ایف آئی آر پہ جیل جانے کی ضرورت کیا تھی؟" اس نے من و عن ان کے الفاظ دہرائے تو چند لمحوں کے لیے بے ساختہ چپ سا ہو گیا۔

"اس کے علاوہ کچھ کہا انہوں نے یا تم نے کچھ کہنا ہے؟" چند ثانیے بعد وہ اس کی بات کا جواب دیے بغیر گویا ہوا تو سجاول نے گلا کھنکارتے ہوئے گویا ہمت یکجا کرنے کی کوشش کی۔

"تمہیں جیل بھیجنے کا مقصد تمہاری ریپو خراب کرنا نہیں تھا بلکہ بھابھی کی گمشدگی ہے اور یہ کام جس کے زریعے ہو گا اسے تم مجھ سے بہتر جانتے ہو۔" سجاول نے سنجیدگی سے کہا تو اس کے پرسکون چہرے کے تاثرات فورا متغیر ہوئے۔

"کیا کہہ رہے ہو تم ؟" دونوں ہاتھ ٹھنڈی سلاخوں پہ جمائے وہ دھاڑا تو سجاول ایک پل کو اس کے غصے سے گھبرایا۔

"شیری! تم۔۔۔" اس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے اسے ریلیکس کرنا چاہا۔

"ان کا پہلا وار میں تھا جو میں اپنی بیوی کے لیے برداشت کر گیا لیکن اب کی بار اگر انہوں نے میری بیوی کو ہاتھ لگانے کی کوشش بھی کی تو پھر اندر کے وحشی انسان کو دنیا کی کوئی جیل، کوئی عدالت نہیں روک پائے گی۔" وہ بپھرے ہوئے شیر کی مانند دھاڑا تو سجاول آنے والے وقت کا سوچتے ہوئے متفکر کھڑا اس کے غیض و غضب کو دیکھ رہا تھا۔

آج پھر پولیس کی بھاری نفری کے ساتھ شہریار میر آفریدی ہاتھوں پہ ہتھکڑی لگائے کورٹ جا رہا تھا جبکہ دوسری جانب اس کے جسمانی ریمانڈ پہ خوش یوسف زئی بھی کورٹ کی طرف گامزن تھے۔

پولیس وین سے نیچے اترتے ہوئے شہریار کی نگاہ سیاہ گاڑی سے نکلتی فرشتے پہ پڑی جو چہرہ کالی چادر سے ڈھکے ہیزل گرین آنکھوں میں سوگواری لیے اسے پہلی ملاقات کی یاد دلا گئی اسی لمحے فرشتے کی نگاہ اٹھی تو پھر چند لمحے پلٹنا بھول گئی۔

"فرشتے!ہوش کرو بچے؟" اس کی نگاہ کی بے اختیاری کو ناگواری سے تکتے حاقان صاحب نے سرد لہجے میں کہا تو وہ خفت زدہ سی ہوتی فوراً نگاہ پھیر گئی اور اسی لمحے شہریار میر نے سپاہی کے اشارہ کرنے پہ قدم کورٹ کی جانب بڑھا دیے۔

"آغا جان!میں واش روم جا رہی ہوں۔" جیسے ہی شہریار میر کو کٹہرے میں بلایا گیا تو وہ ایک جھٹکے سے کھڑی ہوتی آہستگی سے بولتی اپنے ساتھ آئی خاتون ملازمہ کے ساتھ وہاں سے چلی گئی۔

اور پھر اگلے پانچ منٹ میں کوئی بہت خاموشی کے ساتھ فرشتے یوسف زئی کو اس کی بے خبری میں کورٹ کی چار دیواری سے چرا کے لے گیا جبکہ دوسری جانب شہریار میر آفریری کے سامنے دوسرے

کٹہرے میں کھڑی 'بنفشے یوسف زئی' وہاں آج موجود 'آفریدی خاندان اور یوسف زئی خاندان' کے لوگوں پہ حیرتوں کے پہاڑ توڑ گئی۔

کورٹ کی سماعت سے کچھ دیر قبل جب 'آفریدیز' کی گاڑیاں قطار در قطار آتیں کورٹ کے سامنے رکیں تو شہر بھر کا میڈیا ان گاڑیوں کی طرف بھاگا۔

پورے ملک کے لیے 'شہریار میر آفریدی' کے کیس میں اس کے خاندان والوں کی مکمل خاموشی اور عدالت سے مکمل غیر حاضری نے اس قدر ششدر کیا تھا کہ اب انہیں دیکھ کے وہ سب مکھیوں کی مانند ان پہ منڈلانے لگے مگر حاکم آفریدی نے بہت مدبر انداز میں ہاتھ کھڑا کرتے ہوئے ان کے کسی بھی سوال کا جواب دیے بغیر اس رش کو عبور کرتے ہوئے کورٹ کے داخلی دروازے کی جانب قدم بڑھائے۔

اور رش میں 'آفریدیز' کی طرف متوجہ صحافی 'بنفشے یوسف زئی' کا حبیب یوسف زئی کے ساتھ کورٹ میں داخل ہونا نہیں دیکھ سکے۔

وہاں موجود تمام حاقان اور عالم صاحب ابھی بنفشے کی موجودگی کو ہی نہ قبول کر سکے کہ فرشتے کی طویل ہوتی غیر حاضری کی وجہ سے جب وکیل نے چاروناچار بنفشے کو بیان دینے کے لیے کٹہرے میں بلایا تو وہ سب ہل کے رہ گئے۔

وہ لوگ 'کٹہرے' کے لیے 'فرشتے' کو تیار کر کے لائے تھے کہ ان کا اصل مہرہ وہی تھی لیکن اس کی جگہ پہ بنفشے کی اچانک وہاں موجودگی انہیں آگ بگولہ کر گئی۔

"عدالت کو اپنا مکمل نام لکھوایئے میڈم۔" وکیل استغاثہ نے پوری ہمت یکجا کرتے ہوئے استفسار کیا تو پوری عدالت ان کی جانب متوجہ ہوئی۔

"بنفشے یوسف زئی۔" وہ سپاٹ انداز میں نگاہیں غیر مرئی نقطے پہ مرکوز کیے بولی۔

"محترمہ یوسف زئی صاحبہ! ہم جانتے ہیں کہ وہ سب دہرانا آپ کے لیے بہت مشکل ترین ہے لیکن پھر بھی عدالت جاننا چاہتی ہے کہ 'چھبیس اکتوبر' کی رات آپ کے ساتھ کیا ہوا؟" وکیل استغاثہ نے بھرپور کوشش کی کہ وہ مہذب الفاظ استعمال کر سکے کہ وہ ابھی سے خود ان کے شکنجے میں پھنسا محسوس کر رہا تھا۔

Urdu Novels Ghar

لیکن اس کے سوال کے جواب میں بنفشے جب چند لمحے خاموش رہی تو وہ متجسس سا کٹہرے کے قریب ہوا۔

"میڈم! آپ اس رات کے بارے میں کیا کہنا چاہتی ہیں؟ آپ کسی سے خوفزدہ مت ہوئیے کہ آپ کا مجرم پولیس کی حراست میں ہے۔" وکیل کی بات سن کے شہریار کے چہرے پہ استہزائیہ مسکان پھیل گئی جبکہ تمام آفریدی اس کا سکون دیکھ کے متعجب ہو رہے تھے۔

"بہت معذرت لیکن مجھے اس رات کے بارے میں کچھ یاد نہیں۔" اچانک وہ اونچی لیکن سپاٹ آواز میں بولی تو پوری عدالت کو جیسے سکتہ ہو گیا۔

"یہ آپ کیا کیسے کہہ سکتی ہیں؟ کیا آپ اپنے مجرم کو پہچانتی ہیں؟" وکیل نے مضطرب ہوتے سوال تھوڑے ردوبدل کے ساتھ پیش کیا۔

"نہیں۔" اس کے یک لفظی جواب پہ حاکم یوسف زئی کے منہ سے زیرِ لب ایک غیر مہذب سا لفظ نکلا۔

"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟ کیا آپ کا مجرم آپ کا بہنوئی 'شہریار میر آفریدی' نہیں ہے جو اپنی بیوی کے بہانے چوری آپ کی حویلی آ کے آپ کو اپنی ہوس کا شکار کرنے کی کوشش کرتا رہا اور اس رات ج۔۔۔" وکیل بازی کو پلٹتے دیکھ کے اب کہ پورے گھٹیا پن پہ اترتا شہریار کے ضبط کو چھیڑنے لگا جبکہ اس کے الفاظ پہ آفریدیز کے چہرے سرخ پڑنے لگا۔

اس سے پہلے کہ اس کے الفاظ وہاں موجود کسی بھی شخص کے ضبط کی حدیں کراس کرتے.بنفشے کی کاٹ دار آواز گونجی۔

"وکیل صاحب! میں نے کہا کہ میں مجرم کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تو اس میں 'شہریار آفریدی' بھی آتے ہیں جن کو بنا کسی ثبوت کے یہاں لایا گیا ہے کہ وہ تو گزشتہ تین سالوں سے کبھی یوسف زئی حویلی گئے ہی نہیں تھے۔" وہ بلند لیکن کاٹ دار انداز میں بولتی سب کو چکرا گئی۔

خاقان یوسف اور حاکم یوسف شرربار نگاہوں سے اس کا سیاہ چادر میں ڈھکا وجود دیکھ رہے تھے جبکہ حبیب یوسف کی نم آنکھیں شہریار کی جانب اٹھیں اور پھر اگلے ہی پل جھک گئیں۔

Urdu Novels Ghar

"دیکھیے محترمہ آپ۔۔۔" وکیل نے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے کچھ کہنا چاہا جب شہریار کا حکومتی وکیل جلدی سے اٹھا۔

"یور آنر! اب وکیل استغاثہ اپنی موکل کو دباو کا شکار لر رہے ہیں جب وہ پوری عدالت کے سامنے واشگاف الفاظ میں یہ بات کہہ چکی ہیں کہ ان کو ریپ کرنے والا شخص 'شہریار آفریدی' نہیں ہے اور نہ ہی وہ گزشتہ تین سالوں سے ان کی حویلی گئے ہیں تو یہ مسلسل پوچھ پوچھ کے انہیں پریشان نہیں کر سکتے۔" وکیل صفائی جلدی سے اٹھتا بلند مگر تیز لہجے میں بولا تو وہ اپنی پریشانی چھپاتا خاقان صاحب نے نظریں چراتا بنفشے کو واپس اس کی جگہ پہ بھیجتا خود بھی اپنی جگہ پہ ٹک گیا تو جج صاحب کی بارعب آواز گونجی۔

"ملزمہ کی شہریار آفریدی کے حق میں دی جانے والی گواہی سے ثابت ہوا کہ یہ بے گناہ ہیں اور عدالت بغیر ثبوت کے انہیں جیل میں رکھنے کی وجہ سے معذرت خواہ ہے اور انہیں اپنی ہتک عزت کا مقدمہ کرنے کی کھلی اجازت دیتے ہوئے باعزت بری کرتی ہے جبکہ دوسری جانب عدالت پولیس کو ملزمہ بنفشے یوسف زئی' کے مجرم کو تلاش کرنے کا حکم بھی سناتی ہے۔" جج صاحب کے فیصلے پہ جہاں

یوسف زئی خاندان والے پیچ و تاب کھاتے بنفشے کو گھور رہے تھے وہیں آفریدی شہریار کے پر سکون چہرے کو دیکھتے ایک ہی بات سوچ جا رہے تھے کہ وہ غلط کہہ رہا تھا۔

"اس کی وکیل 'فرشتے یوسف زئی' نہیں بلکہ 'بنفشے یوسف زئی' تھی لیکن اس کی اس گیم کا پانسہ پلٹنے کے لیے اسے جس مہرے کی تلاش تھی وہ 'حبیب یوسف زئی' تھے اور یہ بات اس کے دشمن بھول گئے تھے کہ اس سرکاری کھیل کا ماسٹر مائنڈ وہ تھا اور وہ گزرتے ہر لمحے کے ساتھ گیم کو اپنی مرضی سے الجھانا اس کا پسندیدہ کام تھا۔

"خاناں! خاناں!" وہ جو سب اپنی شکست میں پیچ و تاب کھا رہے تھے وہ عدالت کا خیال کرتے بمشکل ضبط کرتے ہوئے اٹھے اور سلگتی نگاہوں سے حبیب یوسف اور بنفشے کو دیکھتے ہوئے ساتھ چلنے کا اشارہ کرتے ہوئے باہر کی طرف بڑھے جب ان کی ملازمہ حواس باختہ سی بھاگتی ہوئی ان کی جانب آئی۔

"خاناں! فرشتے بی بی ادھر نہیں مل رہا ہے، میں سارا غسل خانے چھان مارا لیکن وہ ہم کو نہیں ملا۔" وہ تیز تیز لہجے میں بولتی ان کے سروں پہ بم گرا گئی۔

"کیا بکواس کر رہی ہو تم؟ کدھر گئی ہے وہ اور کب گئی؟" حاقان صاحب زور سے گرجے تو وہ کانپ اٹھی۔

"خ۔۔خاناں! بی بی ہمارا ساتھ غسل خانے گیا لیکن اس کا بعد وہ ادھر سے نکلا نہیں، ہم نے پانچ منٹ انتظار کیا اور پھر جب آگے ہو کے دیکھا تو غسل خانہ خالی تھا۔" وہ گھبرائے لہجے میں تفصیلاً بولی تو میڈیا کے نمائندوں کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کے انہوں نے گارڈز کو ان سے نپٹنے کا کہتے ہوئے قدم ایک سائیڈ پہ بڑھائے اور بری طرح سے دھاڑے۔

"اسی وقت کیوں نہیں بکواس کی تم نے؟" عالم صاحب کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اسے زندہ زمین میں گاڑھ دیں لیکن عدالت اور صحافیوں کی وجہ سے وہ بمشکل خود پہ قابو رکھ سکے۔

"خاناں! وہ سارا دنیا عدالت میں اکٹھی تھی اس لیے ہم نہیں بتا سکا اور پھر ہم بار بار سارے کا سارے کچہری چھان کے آئی ہے۔" وہ پشتون لہجے میں بولتی رودی تو وہ پریشان ہوا ٹھے۔

"عدالت میں اکٹھی دنیا کی پروا تھی تمہیں اور اب جو باہر دنیا کو پتہ چلے گا تو کیا کچھ ہو گا اس کا اندازہ ہے تمہیں زلیل عورت۔" وہ دانت پیستے ہوئے غرائے اور پھر بھاگتے ہوئے قدموں کے ساتھ واپس

اندر کی جانب لپکے اس سارے عرصے میں اگر کوئی بے تاثر کھڑا تھا تو وہ حبیب یوسف اور بنفشے یوسف زئی تھے۔

وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ فرشتے تھی کس کے پاس؟ لیکن وہ اس بات کے لیے پر سکون تھے کہ شہریار اب جیل میں نہیں تھا اور اس کی آزادانہ موجودگی میں کوئی اس کی بیوی کو چھو نہیں سکتا تھا اور یہی یقین ان باپ بیٹی کو پریشان نہ کر سکا۔

"کیا ہوا خاناں! اتنے آگ بگولہ کیوں ہو رہے ہو؟" حاکم صاحب کو سرخ چہرے کے ساتھ مغلظات بکتے ہوئے واپس آتے دیکھ کے خاقان صاحب نے جلدی سے پوچھا تو وہ بپھر اٹھے۔

"وہ ذلیل انسان ایک بار پھر سے ہماری ناک تلے گیم کھیل گیا ہے۔" وہ ہاتھ میں دبی چھوٹی سی چٹ ان کے سامنے لہراتے دہاڑے۔

"شہہ مات۔" سرگوشی نما آواز میں اس چٹ کو پڑھتے ہوئے ان کا وجود ساکت پڑ گیا۔

"میرا بیٹا! میرا شہزادہ" زونائیشے بیگم اسے سینے سے لگائے مسلسل زار و قطار روئے جا رہی تھیں۔

"خانم! میں بالکل ٹھیک ہوں آپ روئیں مت۔" وہ اپنے مخصوص انداز میں کہتا انہیں بازو کے حلقے میں لیتا ایک آفریدی کی بیگم زمرہ آفریدی کی جانب بڑھا اور انہیں ملنے لگا۔

"انہوں نے مارا تو نہیں آپ کو؟" زونائشے بیگم اس کے پاس ہی بیٹھتی اس کا چہرہ چھوتے ہوئے بولیں تو ظہیر آفریدی جل اٹھے۔

"کچھ نہیں ہوا ہے آپ کے بیٹے کے ساتھ، جیل میں بیٹھے سگریٹ پھونکتے ہوئے آپ کی بہو سے ہی بات چیت میں مصروف رہتے تھے۔" انہوں نے طنزیہ انداز میں کہا تو تمام خواتین نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"آپ نے جب اتنا خیال کیا تھا تو بدلے میں آپ کی بہو کا خیال کرنا تو میرا فرض تھا نا۔" جتاتی نگاہوں سے انہیں دیکھتے ہوئے اس نے سکون سے کہا تو سب نے ہونق انداز میں انہیں دیکھا۔

"آپ لوگ کیا بات کر رہے ہیں؟" زرلالے نے متجسس انداز میں فوراً پوچھا۔

"کچھ نہیں بھاجائی! شہیر آئے تو میرے کمرے میں بھیج دیجیے گا۔" وہ دانستاً بات بدلتا اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا۔

Urdu Novels Ghar

"مورے! خانم! میں کپڑے بدل کے آتا ہوں۔" وہ دادی اور ماں سے کہتا مضبوط قدموں سے چلتا ہوا سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا۔

"تمہارا اندازہ اس بار غلط ہے عالم زئی کہ شہریار میر گزشتہ تین ہفتوں سے جیل میں ہے اور ہر کسی کو ملنے سے بھی انکاری ہے اور پھر جب ہماری لڑکی غائب ہوئی تب وہ کٹہرے میں موجود تھا۔" خاقان یوسف زئی شہریار پہ شک کرنے میں متامل ہو رہے تھے۔

"یہ بات مت بھولیے کہ اس کا چہیتا دوست جاتا رہا ہے جیل میں اس کے پاس۔" وہ سخت لہجے میں بولے۔

"اور ان دونوں کی ملاقات کے دوران ہمارا آدمی ان کے پاس ہی موجود رہتا تھا اس لیے اس کا کام نہیں ہو سکتا ہے یہ۔" وہ اس بار نجانے کیوں شہریار پہ شک نہ کر سکے یا پھر وہ اپنی کوششوں کے بیچ اس کے اس قدر جرات مندانہ عمل کو برداشت نہیں کر پا رہے تھے۔

"یہ بات میں پتہ لگوالوں گا مگر ہمیں جلد از جلد فرشتے کی گھر واپسی کو یقینی بنانا ہے کہ اگر یہ بات پچھلی اور آفریدی اس میں شریک نہ ہوئے تو جو تباہی وہ فرشتے کی غیر موجودگی کا سن کے یہاں مچائیں گے وہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے اور اس سے پہلے ہمیں حبیب اور بنفشے سے نپٹنا ہے۔" عالم صاحب اپنے اعصاب پہ قابو پاتے ہوئے سارے معاملات کو سبھاو کے ساتھ لیے آگے بڑھ رہے تھے۔

"مرجان کا کیا کروگے ؟فرشتے کے اغوا کا سن کے جو رونا دھونا وہ مچائے گی؟" خاقان صاحب کو اچانک خیال آیا۔

"کہیے گا اپنے شوہر کے ساتھ بھاگ گئی۔" وہ پراسرار انداز میں کہتے ہوئے باہر نکل گئے جبکہ ان کے جواب پہ خاقان صاحب بھی کمینگی سے مسکرا دیے۔

"تمہیں پتہ ہے کہ ایک نمبر کا کمینہ انسان ہے تو؟" کمرے کا دروازہ کھول کے اندر آتے ہی وہ اونچی آواز میں بولا تو اس نے گردن گھما کے اسے دیکھا۔

"کچھ نئی اطلاع ملی ہے تو وہ دو۔" اس کا بے نیاز انداز اسے آگ لگا گیا۔

"تمہیں شرم نہیں آتی بیک وقت اتنے لوگوں کی دوڑیں ہلاتے ہوئے؟" سجاول نے شرم دلانے والے انداز میں کہا تو پرفیوم کا بے دریغ استعمال کرتا ہوا اس کی جانب مڑا۔

"اس ساری فضول گوئی کا مقصد؟" اس کے سوال کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے اس نے سرد آواز میں پوچھا تو وہ اسے گھور کے رہ گیا۔

"تمہیں کچھ کہنے کا فائدہ نہیں ہے لیکن جب بھابھی واپس حویلی آئیں تو مجھے کبھی ان کے سامنے مت کرنا کہ جو کام آج تو مجھ سے کروا چکا ہے نا اس کے بعد میں ان سے آخری دم تک شرمندہ رہوں گا۔" وہ طنزیہ انداز میں کہتا صوفے پہ ڈھے گیا۔

"یہ کام میں تمہارے کہے بغیر بھی بخوبی سرانجام دے رہا ہوں کیونکہ مجھے اپنی بیوی کو چھپا کے رکھنا زیادہ پسند ہے۔" بیش قیمت گھڑی کو کلائی کی زینت بناتا وہ مغرور انداز میں بولتا اسے پیچ و تاب کھانے پہ مجبور کر گیا۔

"کہاں جانے کی تیاری ہے؟" اس کو نک سک سا تیار ہوتے دیکھ کے وہ اپنی لڑائی بھولتا متجسس انداز میں بولا۔

"تمہاری بھابھی سے ملنے۔" سکون سے کہتے ہوئے اس نے سائیڈ ٹیبل نے گاڑی کی چابی اٹھائی جبکہ سجاول وہیں حیران و بے یقین بیٹھا اسے دیکھتا رہ گیا۔

خدا جانے کہ ایسا کیوں ہمارے ساتھ ہوتا ہے

کہ جن کو آسمانوں پر ہمارے نام لکھا ہے

زمیں پر ہم سے ملنے میں بہت ہی دیر کرتے ہیں

کچھ اتنی دیر کہ ہم تو بھلا دیتے ہیں یہ سب کچھ

کہ کوئی آسمانوں پر ہمارے نام لکھا ہے

ہمیں بس اس سے ملنا ہے

خدا جانے کہ ایسا کیوں نہیں ہوتا؟

کہ جیون کے کٹھن رستے اکیلے پار ہو جائیں

جسے اپنا نہیں ہونا ہم اس سے مل نہیں پائیں

ہماری راہ میں آئیں تو راہیں خود بدل جائیں

خدا جانے کہ ایسا کیوں نہیں ہوتا؟

کہ دل بس اس سے مل پائے

جسے دور آسمانوں پر ہمارے نام لکھا ہے

عاطف سعید

رو رو کے اس کا گلا خشک ہو گیا تھا لیکن ابھی تک اس کی آواز سن کے کوئی بھی اس کمرے تک نہ آیا تھا۔

کچھ دیر پہلے اسے ہوش آیا تو یہ انکشاف اس کی جان نکال گیا کہ اسے اغوا کیا جا چکا ہے، اسے یاد آیا کہ جیسے ہی وہ واش روم میں داخل ہوئی، دروازے کے پیچھے چھپے وجود نے ڈھک سے دروازہ بند کیا اور اس کے مڑنے سے قبل کلوروفام میں بھیگا رومال اس کے چہرے پہ رکھ دیا اور وہ اپنے ہوش و حواس کھوتی وہیں بکھرتی چلی گئی اور اب ہوش آنے پہ روئے جا رہی تھی۔

اسے نجانے روتے ہوئے مزید کتنی دیر گزری تھی کہ دروازہ کلک کی آواز کے ساتھ کھلا اور مضبوط قدموں کی چاپ دروازے کے پاس محسوس کرتے ہوئے اس نے ایک جھٹکے سے سر اٹھایا تو سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کے ہفت اقلیم اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم گئے۔

"آ۔۔آپ؟" اس کے لب سرسرائے۔

"کیسی ہیں آپ؟" اس کی بے یقینی کو سرے سے نظر انداز کرتے ہوئے اس نے قدم اس کی جانب بڑھاتے ہوئے خوشدلی سے کہا جبکہ نگاہیں اس کے سوگوار سراپے میں الجھ رہی تھیں جو سرمئی رنگ کی فراک پاجامے میں ملبوس سیاہ چادر کندھوں پہ رکھے اسے ہمیشہ کی طرح پر سکون کر گئی۔

"آپ۔۔آپ مجھے ادھر لائے ہیں؟" اسے بدستور اپنی جانب بڑھتے دیکھ کے وہ ہوش میں آتی پیچھے کی جانب قدم اٹھاتی حیرت سے بولی۔

"یہ جرات صرف میں ہی کر سکتا ہوں۔" وہ سکون سے معترف ہوا تو اس کے اطمینان پہ وہ بپھر اٹھی۔

"کیوں؟ کیوں کیا ایسے؟ پہلے میری بہن کے ساتھ برا کیا اور اب یوں مجھے ادھر لا کے کون سا بدلہ لینا چاہتے ہیں آپ؟" اس کے کالر کو دونوں مٹھیوں میں جکڑتی ہوئی وہ ہذیانی انداز میں چلائی تو شہریار

نے سہولت سے دونوں بازو اس کے گرد پھیلاتے ہوئے اپنے بے حد نزدیک کرتے ہوئے سینے سے لگایا۔

"عدالت ملنے کے لیے بہترین جگہ نہیں تھی اور اپنی بیوی سے بہترین ملاقات کے لیے یہ کام مجھے کرنا ہی پڑا۔" سرد انداز میں کہتے ہوئے اس کی مزاحمت کو محسوس کرتے اس نے گرفت مزید مضبوط کی تو وہ پھڑ پھڑائی۔

"چھوڑیں۔۔ چھوڑیں مجھے، میں اس بار خود آپ کے خلاف گواہی دوں گی کہ آپ جیل توڑ کے مجھ سے ملنے آتے رہے ہیں اور آج بھی اپنے کیس کے۔۔۔۔" وہ غصے و حیا سے تمتماتے چہرے کے ساتھ بولتی اس کے حصار کو توڑنے کی کوشش کر رہی تھی جب اس نے سرعت سے اس کی بات کاٹی۔

"اور کتنی غلط بات ہے کہ میرے جیل توڑ کے جانے کے باوجود بھی آپ مجھ سے نہیں ملتی رہیں اسی لیے تو ادھر لایا ہوں کہ بغیر کسی رکاوٹ کے آپ سے مل سکوں۔" ذو معنی لہجے میں بولتے ہوئے اس نے دھیرے سے اس کے رخسار کو چھوا تو شدید غصے کے باوجود اس کی قربت پہ اس کا دل اس کے لمس سے پاگل ہونے لگا، اس کے لمس کی آگ میں جھلستی وہ اپنی لڑائی فراموش کرنے لگی۔

"آپ مجھے چھو۔۔۔" اگلے ہی لمحے اس کی نگاہیں اپنے ہونٹوں پہ مرکوز پاتے ہوئے وہ گھبراتی ہوئی اس کا حصار توڑتی فاصلہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگی جب اس نے سرعت سے اسے اپنے نزدیک کیا۔

"یہ کام کبھی مت کیجیے گا، میں ہر چیز برداشت کر سکتا ہوں لیکن آپ کا مجھ سے دور کیے جانے میرے اندر سوئے برسوں کے وحشی انسان کو جگا دیتا ہے جسے سلانا میرے لیے بہت مشکل ہو جاتا ہے اس لیے آئندہ یہ غلطی مت کیجیے گا۔" پر تپش لہجے میں کہتے ہوئے وہ اس پہ جھکتے ہوئے اس کی سانسوں پہ یوں قابض ہوا کہ اس کے مزاحمت کے لیے تیار ہر لفظ کو خود میں سمیٹتا وہ اس کی دھڑکنوں کو مدہم کرتا چلا گیا۔

دونوں ہاتھ اس کے کالر پہ جمائے وہ اس کے پر شدت لمس کو برداشت کرنے کی سعی کرتی اس کے بازوؤں میں اسی کے سہارے کھڑی بے حال تھی۔

نجانے مدہوشی کا یہ سلسلہ کب تک اسے یونہی بے حال رکھتا کہ اس کے ایک دم لڑکھڑانے پہ وہ ہوش میں آتا اس کی سانسوں کو رہائی بخشتا سیدھا ہوا تو اپنی بکھرے سانسوں کو بمشکل بحال کرتی فرشتے کا لرزتا کانپتا ہاتھ اس کے رخسار پہ اپنی چھاپ چھوڑ گیا۔

اگلے ہی لمحے اپنے عمل کی سفاکیت کا اندازہ ہوتے ہی فرشتے نے خوفزدہ انداز میں دونوں ہاتھ نیم وا ہونٹوں پہ جماتے ہوئے ششدر نگاہوں سے اسے دیکھا۔

جو انگارے کی طرح دہکتے سرخ چہرے اور پر تپش نگاہوں کے ساتھ اسے گھورتا اس کی سانسیں سینے میں ہی اٹکا گیا۔

"مم۔۔۔وہ۔۔میں۔۔۔" کانپتے ہاتھ چہرے سے ہٹاتے ہوئے اس نے لرزتے لہجے کے ساتھ اپنی صفائی پیش کرنے کی ناکام سعی کی۔

"میں ہمیشہ ایک مرد کے عورت پہ ہاتھ اٹھانے کے خلاف رہا ہوں اور جب یہ کام ایک عورت کے ہاتھوں سرانجام دیا گیا ہو تو سزا تو بنتی ہے۔" اس کی سرد آواز میں سنگلاخ چٹانوں کی سی سختی تھی جسے

محسوس کرتے ہی فرشتے کا چہرہ فق پڑا اس نے بے اختیار پیچھے کو کھسکنا چاہا لیکن شہریار کے آگے بڑھتے قدموں کی بدولت فاصلہ گھٹتا چلا گیا۔

اس نے شعلے اگلتی نگاہوں سے اس کا خوفزدہ چہرہ دیکھتے ہوئے ہاتھ آگے بڑھایا تو وہ مارے ڈر کے آنکھیں میچ گئی۔

"ڈریں مت، ہاتھ نہیں اٹھاوں گا کیونکہ میں ابھی بھی اپنی بات پہ قائم ہوں۔" اس کی سرکتی چادر سے جھانکتے بالوں کو مضبوط انگلیوں سے سہلاتے ہوئے اس نے بھاری گھمبیرتا سے کہتے ہوئے چہرہ جھکایا تو اس سے پہلے کہ وہ اس کی بات کا مطلب سمجھتی گردن پہ محسوس ہوتے شدت بھرے لمس پہ وہ سسکی بھر کے رہ گئی۔

"شہریار!" اس کے ہونٹ بے ساختہ لرزے لیکن وہ اس کی پکار سنے بغیر اس کے کانپتے ہاتھ کے تھپڑ سے اپنے اندر لگی آگ کو اسی کی قربت سے مٹاتا اسے اپنے شدت بھرے لمس سے نواز رہا تھا۔

"اتنا خوفزدہ کیوں ہو رہی ہیں آپ؟ آپ کی طرح مار دھاڑ تو نہیں کر رہا بلکہ خاصے 'پیار' سے آپ کی جرات کا انعام لٹا رہا ہوں۔" اس کی سرخ ہوتی گردن سے چہرہ اٹھاتے ہوئے اس نے بھرپور نگاہوں

سے اس کے تھر تھر کانپتے وجود کا جائزہ لیتے ہوئے ذو معنی الفاظ میں کہا تو خفت و شرم کے احساس سے دہری ہونے لگی۔

"آ۔۔۔ آپ مار دھاڑ کر لیں۔" اس کی نگاہوں کا فوکس اپنے ہونٹوں پہ محسوس کر کے وہ جس بے ساختگی سے گویا ہوئی وہ شہریار کو محظوظ کن احساسات بخش گئی۔

"جب کام پیار سے ہو رہا ہو تو کیا ضروری ہے کہ آپ کی طرح کی جرات کا مظاہرہ کیا جائے؟" سپاٹ انداز میں کہتے ہوئے اس نے اس کے دائیں کان کی لو کو ہونٹوں سے چھوا تو وہ دہلی جبکہ وہ اس کے خوبصورت چہرے کو دیکھتا ایک قدم آگے کو بڑھا تو اس کے ارادوں سے خوفزدہ فرشتے فوراً پیچھے کھسکی اسے یاد آیا کہ یہ شخص کس قدر بے باک ہوا کرتا تھا اور اس کی اسی بے باکی نے آج انہیں اس موڑ پہ لا چھوڑا تھا۔

اس کے گریز کو خاطر میں نا لاتے ہوئے شہریار نے دونوں ہاتھ نرمی سے اس کے پہلوؤں پہ رکھے اور واپس اپنی طرف کھینچا تو وہ ایک جھٹکے سے اس کے کشادہ سینے سے جا لگی۔

اس سے پہلے کے وہ سنبھلتی وہ اس کے چہرے پہ جھکتا اس کی سانسوں پہ قابض ہوتا اسے اس کی حرکت کی سزا دیتا یہ باور کروا گیا کہ وہ کبھی بھی اسے اس کے حق سے باز نہیں رکھ سکتی تھی۔

اس کے شدت بھرے لمس کی گرفت بڑھنے پہ وہ ہمت کھوتی دونوں ہاتھ اس کے گریبان پہ جماتی خود کو سہارا دینے لگی جبکہ اس کی قربت و لمس پہ اس کے تڑپتے دل کو ایسا سکون ملا کہ اس کی طلب بڑھتی چلی گئی اور وہ یوں اس کی سانسوں پہ قابض ہوا کہ وہ گہرے سانس بھرنے لگی جنہیں محسوس کر کے وہ بمشکل پیچھے ہٹا لیکن اسے اپنی گرفت سے آزاد نہیں کیا۔

"میں سب کچھ برداشت کر سکتا ہوں لیکن آپ کی دوری نہیں اور اگر اس دوری کا سبب آپ ہوں تو میری وحشت کو جھیلنے کے لیے خود کو تیار رکھیے گا۔" پر تپش انداز میں کہتے ہوئے اس نے پھر سے اس کی گردن کو ہونٹوں سے چھوا تو وہ کانپ اٹھی۔

"میں سب کو بتاوں گی کہ آپ جیل توڑ کے م۔۔ مجھ سے ملنے آتے ہیں۔" اس کی گستاخیوں کا سلسلہ جب حدیں کراس کرنے لگا تو وہ دھمکی آمیز لہجے میں بولی تو اس کے ہونٹوں پہ بڑی پراسرار سی مسکان پھیل گئی۔

اس کے کندھے سے ہونٹ ہٹاتے ہوئے وہ سیدھا ہوا اور اگلے ہی پل اسے دونوں بازووں پہ ہٹاتا بیڈ کی جانب بڑھتا اسے بوکھلا گیا۔

"یہ۔۔یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟" وہ بے ساختہ چیخی۔

"ملنے لگا ہوں آپ سے۔" گہری بے باک نگاہیں اس کے سراپے پہ ڈالتے ہوئے اس نے اسے بیڈ پہ لٹایا تو وہ پھرتی سے اٹھی۔

"تو ادھر ہی مل لیتے نا آپ، ایسے کون ملتا ہے؟" اس کی ہڑبڑاہٹ عروج پہ تھی جو شہریار کے اس سے نالاں دل پہ گہرا اثر چھوڑ رہی تھی۔

"کیسے مل لیتے؟" وہ یکسر انجان بنتا ہوا اس کے قریب بیٹھتا دونوں ہتھیلیاں اس کے ارد گرد بیڈ پہ ٹکاتے ہوئے اس کی فرار کی راہیں مسدود کرتے ہوئے بولا تو وہ دیر ہو جانے کے احساس سے جلدی سے اس کے کشادہ سینے سے لگی۔

"ایسے ملتے ہیں نا۔" تیز تیز سانس لیتے ہوئے اس نے اس کے سینے سے سر اٹھانا چاہا لیکن دوسری جانب سینے پہ اس کا نرم گرم لمس محسوس کرتے اس کے تڑپتے دل کو سرشاری و خماری نے یوں چھوا کے وہ بے خودی میں دونوں بازو اس کے گرد کستا اسے خود میں پیوست کر دینے کو تھا۔

"آہہہہ!" پسلیوں کو توڑ دینے والی گرفت اپنے گرد محسوس کرتی وہ اپنی بے وقوفی پہ ماتم کرتی کراہ اٹھی۔

"شہریار! نہیں پلیز، مم۔۔مل تو لیا ہے نا؟" وہ نہیں چاہتی تھی کہ ایک بار پھر سے یہ شخص اسے اپنی شدت بھری قربت سے نوازتا اس کے دل کو اپنی طرف مائل کرے تبھی اس کے ہاتھ اپنی کندھوں سے ڈھلکتی چادر کو پرے کرنے کو اس کے آگے بڑھے ہاتھ کو پرے کرتی ملتجی ہوئی تو وہ ان سنی کرتی بہت سہولت کے ساتھ چادر ایک سائیڈ پہ کر گیا۔

"آپ مل چکی ہیں لیکن ابھی میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اتنے عرصے بعد جب شوہر 'ملنا' چاہتا ہو تو کیسے ملتے ہیں؟" اپنی جارحانہ پیش قدمی جاری رکھتے ہوئے اس نے پر شوق لہجے میں کہا تو وہ نگاہوں کی بے باک لپک سے گھبراتی اپنی بے بسی چھپانے کو اسی کے کندھے پہ زور زور سے سر مارنے لگی۔

"آپ انتہائی برے انسان ہیں، چھوڑیں مجھے گھر جانا ہے۔" وہ اس کے ہاتھوں کی بڑھتی ہوئی گستاخیوں پہ مچلتے ہوئے بولی تو اس کی مزاحمت کے انداز پہ وہ زیرِلب مسکراتا ہوا اس کے کندھے کو نرمی سے چھو گیا۔

"ایسے مت کیا کریں فرشتے، میں بھولنے لگتا ہوں کہ میری مجرم ہیں آپ۔" گھمبیر لہجے میں بولتا ہوا وہ اس کی متورم آنکھوں پہ جھکا تو اس کی دھڑکنیں تیز تر ہونے لگیں۔

"یہ جو آپ خود سے میرے قریب آئی ہیں نا اس کے بدلے آپ کا ایک جرم معاف کر چکا ہوں لیکن آپ کے جرائم کی فہرست اتنی لمبی ہے کہ اسے ختم کرنے کی شرائط پہ پورا اترنے کا حوصلہ آپ میں نہیں ہے۔" اس کی شہہ رگ کو انگوٹھے سے سہلاتے ہوئے اس نے اس کا سر تکیے پہ رکھنا چاہا تو اس نے بے ساختہ دونوں ہاتھوں سے اس کا کالر جکڑا۔

"ایسا مت کریں شہریار، آپ۔۔ آپ جانتے ہیں کہ اگر کسی کو خبر ہو گئی تو۔۔۔" اس نے اسے ان لمحات کے اثر کی جانب متوجہ کرنے کی سعی کی لیکن اس شخص کے دل میں جانے کیا تھا۔

"ششش! ہر سوچ کو ہر خوف کو ذہن سے پرے ہٹا دیں اور کچھ لمحے میرے ساتھ یونہی رہیں جس طرح سے فرشتے آفریدی کو شہریار آفریدی کی پناہوں میں ہونا چاہیے، سرشار اور ہر غم سے آزاد۔"

مضبوط و بھاری لہجے میں بولتا ہوا وہ اس کی گردن پہ جھکتا اس کی دونوں ہتھیلیوں پہ گرفت مضبوط کرتے ہوئے اس کی مزاحمت کی ہر سعی کو ناکام بناتا گزرے وقت کی ہر بندش کو مٹاتا جذبات کے بپھرے ہوئے سمندر میں اسے ساتھ لیے بہکتا چلا گیا جبکہ اس کی شدت بھری پیش رفت پہ آنکھیں موندتی وہ اس پل نا چاہتے ہوئے بھی اس کی قربت کے احساس سے مہکتی چلی گئی۔

"بتا کہاں چھوڑ کے آئی ہے تو اسے؟" عالم صاحب نے پیر کی زوردار ٹھوکر صدوری کو مارتے ہوئے بلند آواز میں پوچھا تو وہ زور زور سے رونے لگی۔

"خاناں! میرے کو بالکل علم نہیں ہے بی بی غسل خانے گیا تھا لیکن واپس نہیں آیا۔" وہ روتے ہوئے اپنی صفائی پیش کرنے کی کوشش کر رہی تھی جو وہ ماننے کو تیار نہیں تھے۔

"بکواس کرتی ہے؟ بتا اس شہریار میر نے تجھے کتنے پیسے دیے تھے اس کام کے لیے؟" وہ غصے سے دھاڑے تو وہ زور زور سے نفی میں سر ہلانے لگی کیونکہ اب کی بار کی ٹھوکر منہ پہ لگنے کے باعث وہ بول نہیں پا رہی تھی۔

"خاناں! مجھے یہ شہریار آفریدی سے زیادہ کسی اور کا کام لگتا ہے کیونکہ شہریار اور اس کا خاندان اس سارے عرصے میں ہمارے سامنے موجود رہا ہے اور شہریار میر اپنی عزت پہ کسی کی نگاہ برداشت نہیں کر سکتا کسی اور کے زریعے اس کا اغوا کیسے کروا سکتا ہے وہ۔" حاقان صاحب پر سوچ انداز میں بولے تو عالم صاحب نے ٹھٹھک کے انہیں دیکھا۔

"پھر کون ہے ایسا جو ہماری پیٹھ پیچھے وار کر گیا؟" وہ بھرے سانڈ کی مانند غرائے۔

"عجیب بات ہے، یہاں میری بیٹی کو ڈھونڈنے کی بجائے اس کے مجرم کے تکے لگائے جا رہے ہیں اور تم کیسی بے حس ماں ہو جو یہاں بیٹھی تماشا دیکھ رہی ہو۔" کب سے خاموش تماشائی بنے حبیب صاحب نے زہر خند لہجے میں کہا تو وہ ان کی جانب مڑے۔

"آپ تو خاموش ہی رہیے لالے صاحب! نا آپ وہاں اپنی دوسری صاحبزادی کو لے کے پہنچتے تو نہ یہ سب ہوتا۔" عالم صاحب تو پہلے ہی بنفشے کے بیان پہ تپے ہوئے تھے لیکن اس وقت اگر وہ بنفشے پہ کوئی جبر کرتے تو ایسی حقیقت سامنے آتی جو حویلی کے درو دیوار ہلا جاتی اسی لیے وہ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا کے رہ گئے۔

"میری بیٹی کے کیس کا فیصلہ اس کے بیان کے بغیر نا ممکن تھا۔" وہ دوبدو بولے۔

"ہاں اور اس کا بیان یہ ثابت کر گیا کہ برسوں سنپولی کو دودھ پلاتی رہی ہوں میں۔" مرجان بیگم جو شوہر کے طنز پہ بلبلا رہی تھیں اچانک وار کرتی ہوئی بولیں تو حبیب صاحب نے زخمی نگاہوں سے انہیں دیکھا اور پھر بنا کچھ کہے وہاں سے چلے گئے جبکہ وہ تینوں نڈھال صدوری کو ان کے حکم پہ لے جاتی ملازمہ کو دیکھتے اپنی اپنی سوچوں میں گم تھے۔

"کیوں پریشان ہیں؟" اس کے کھلے کھلے چہرے پہ نظر آتے متفکر تاثرات کو دیکھتے ہوئے اس نے اس کے قدرے نم ہوتے بالوں کو چھوا تو اس نے ترش انداز میں اس کا ہاتھ پرے جھٹکا۔

"سخت برے لگ رہے ہیں اس وقت آپ مجھے اس لیے اپنے ہاتھ دور رکھیں مجھ سے۔" وہ گھڑی کی سوئیوں کو بھاگتے دیکھتی نم آواز میں بولی۔

"کس کس چیز پہ پابندی لگائیں گی کہ میرا تو پورا وجود آپ کا دیوانہ ہے۔" اس کے نم بالوں میں چہرہ چھپاتا وہ خماری سے بولتا اس کے لیے خطرے کی گھنٹی ایک بار پھر سے بجا گیا۔

"آپ کو جیل نہیں جانا کیا؟" اس کے سینے پہ ہاتھ جماتے ہوئے اسے بر وقت اسے روکنے کا بہانہ سوجھ گیا۔

"نہیں۔" اس کے چہرے پہ بکھرے اپنی قربت کے رنگ دیکھتے ہوئے اس نے سنجیدگی سے کہا تو اسے جھٹکا لگا۔

"کیوں؟" وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"کیونکہ مجھے جیل میں رہنے سے زیادہ لوگوں کو جیل میں بھیجنا پسند ہے۔" اس کی گہری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس نے پر اسرار لہجے میں کہا تو وہ شل سی بیٹھی رہ گئی۔

"خاناں! میرے خیال سے اب ہمیں ان لوگوں پہ مزید بھروسہ نہیں کرنا چاہیے اور ان کے اگلے کسی وار سے قبل فرشتے کو واپس لے آنا چاہیے کہ جیسے بھی ہو لیکن آفریدی خاندان کی بہو ہے۔" ایبک آفریدی نے حاکم آفریدی سے کہا تو انہوں نے جواب طلب نگاہوں سے ظہیر آفریدی کو دیکھا۔

"شہریار کا کہنا ہے کہ ابھی وہ وہیں رہیں گی۔" انہوں نے سنجیدگی سے کہا تو دونوں چونک اٹھے۔

"وہ کیوں؟" شہریار کی جانب سے ایسے حکم پہ وہ دونوں حیران تھے۔

"کیونکہ اس وقت فرشتے شہریار کے پاس ہے اور اس کا واپس حویلی جانا بہت ضروری ہے کیونکہ اگر ہم اسے ابھی یہاں لے آئے تو ہم کبھی بھی 'عالیان یوسف زئی' کو نہیں پا سکیں گے تو جب جنگ کا اصل ہی نہ حاصل ہو تو جیت کیسی اور مات کیسی؟" انہوں نے نپے تلے انداز میں کہتے ہوئے انہیں سب کچھ نہ بتاتے ہوئے بھی بہت کچھ بتا جسے سن کے وہ ششدر رہ گیا۔

"فرشتے شہریار کے پاس کیسے آئی؟" حاکم صاحب نے بیٹے کی طرف تیکھے انداز میں دیکھا تو وہ گلا کھنکھارنے لگے۔

"کڈنیپ کر کے۔" ان کے مختصر جواب پہ حاکم صاحب نے برہمی سے سر جھٹکتے ہوئے خود کو اپنے اس ضدی پوتے کی جانب سے ہر طرح کی خبر کے لیے مضبوط کیا۔

"خانم! خانم!" موت کا سا سناٹا لیے یوسف زئی حویلی میں ملازمہ کی پرجوش آواز گونجی تو مرجان بیگم نے نخوت سے اسے دیکھا لیکن اس سے پہلے کے اسے ڈانٹتی اس کے ساتھ آتی فرشتے کو دیکھ کے وہ اپنی جگہ ساکت رہ گئیں۔

"تم؟" چند لمحے بعد ہوش میں آتے ہی وہ اس کی جانب لپکیں اسی لمحے اطلاع ملنے پہ خاقان اور عالم صاحب بعجلت ہال میں داخل ہوئے۔

"کہاں تھی تم؟ اور واپس کیسے آئی ہو؟" عالم صاحب نے آتے ہی تابڑ توڑ سوال کیے تو فرشتے نے آنکھوں سے جھلکتی نمی کو چھپانے کے لیے سر مزید جھکایا۔

"کچھ پوچھ رہے ہیں تم سے سب؟ کہاں گئی تھی تم بغیر بتائے؟" مرجان بیگم سے اس کی خاموشی برداشت نہ ہوئی تو وہ چیخ اٹھیں۔

"خانم! میں کچھ نہیں جانتی، میں جیسے ہی واش روم سے نکلی کسی نے صدوری کو بلانے سے پہلے ہی مجھے بے ہوش کر دیا اور کچھ دیر پہلے ہوش میں آنے کے بعد مجھے حویلی چھوڑ گئے۔" اس نے بارہا بار زبان کی نوک پہ آتے نام کو جھٹکتے ہوئے روانی سے جھوٹ بولا تو سب نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔

"ایسا کون مائی کا لعل پیدا ہو گیا جس نے ہماری عزت کو دن دیہاڑے اٹھایا اور ایسے بنا کوئی مطالبہ کیے چھوڑ دیا؟" آفریدی حویلی والوں کے خوف سے وہ فرشتے کی گمشدگی پہ خاموشی سے ادھر ادھر کے علاقے چھان رہے تھے ایسے میں اس کی پراسرار واپسی ان کو ٹھنکا گئی۔

"میں کچھ نہیں جانتی آکا کیونکہ میں نے کسی کا چہرہ نہیں دیکھا۔" اپنا وجود سختی سے سیاہ چادر میں چھپائے وہ اپنی بات میں ڈٹی رہی۔

"کیا کوئی آفریدی خاندان کا شخص تھا؟" حاقان صاحب نے سنجیدگی سے استفسار کیا تو اسے اچانک اپنے بائیں کے نیچے میٹھی سی جلن محسوس ہوئی جہاں کچھ دیر قبل وہ اسے یہاں چھوڑنے آتے ہوئے اپنی شدت آزما چکا تھا۔

"نہیں۔" وہ مختصراً بولی تو وہ دونوں بغور اس کے جھکے چہرے کے اتار چڑھاو کا جائزہ لیتے ہوئے باقی کی خبر گارڈز سے لینے کے لیے باہر نکل گئے تو مرجان بیگم اس کی جانب متوجہ ہوئیں۔

جو اپنی سیال چادر میں اوڑھے کہیں سے بھی گزری رات کی 'اغواشدہ' نہیں لگ رہی تھی۔

"قدرت کی ستم ظریفی ہے کہ میری مسز پہلی دفعہ میرے فلیٹ میں آئی ہے اور یہاں سب کچھ ہونے کے باوجود وہ ایسے ہی جا رہی ہے۔" فریش ہونے کے بعد فرشتے کو واپس اسی کے لباس میں دیکھ کے وہ لو دیتے لہجے میں بولا تو بالوں میں برش کرتا اس کا ہاتھ لرزا۔

"مجھے مزید کچھ نہیں چاہیے آپ کے فلیٹ سے، مجھے حویلی چھوڑ کے آئیں ورنہ اگلا کیس اغوا اور حبس بے جا میں رکھنے کا کر دوں گی اور اس دفعہ مر کے بھی جیل سے نکلنے نہیں دوں گی۔" اس کی شوخ نگاہوں سے پریشان وہ برش ٹیبل پہ پٹختی تلخ لہجے میں بولی تو اس نے بھنویں سکیڑ کے اس کی ہمت کو ملاحظہ کیا اور قدم اس کی جانب بڑھائے۔

"یہ اغوا اور حبس بے جا کی بجائے اگر گزری رات کے حوالے سے کوئی دفع لگائیں گی تو دل و جان سے قبول کرلوں گا قید۔" اس کے نم بالوں کو انگلیوں میں سمیٹتے ہوئے لطیف سی سرگوشی کی تو اس کی پلکیں لرزتے سرخ عارضوں پہ جھک گئیں۔

"اپنے لیے پریشانیاں پیدا مت کریں زما کرانا! میرا دل گزرے تین سالوں نے اس قدر وحشت زدہ کر دیا ہے مجھے اپنے آپ سے خوف آتا ہے لیکن آپ کے سامنے میرا وجود سراپا عشق بن جاتا ہے تو آپ کے لیے بہتر ہے کہ اس وحشت کو جگانے کی بجائے اس عشق کے سائے تلے خود کو پرسکون رکھیں۔" اس کے چہرے کے خوبصورت نقوش کو پوری طرح محسوس کرتے ہوئے وہ استحقاق کو پھول کھلاتا چلا گیا۔

"بب۔۔بس!" چند ہی لمحوں میں اس کی شدتوں سے ادھ موا ہوتے ہوئے جیسے ہی اس نے فاصلہ قائم کرنا چاہا شہریار نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اپنا مخصوص پرفیوم اٹھاتے ہوئے دونوں پہ بے دریغ انڈیلا۔

"اغوا کے بعد اتنی پر سکون کس خوشی میں لگ رہی ہو؟ اغوا کار نے شوہر کی رہائی کی خبر سنائی ہے یا شوہر نے خود مل کے اپنی کارستانی سنائی ہے؟" مرجان بیگم کی سرد کٹیلی آواز پہ وہ خوش کن خیالات کی زد سے نکلی تو بری طرح سے چونکی کیونکہ مرجان بیگم اس کے سراپے کو آر پار پوتی نگاہوں سے دیکھتی جیسے اس کے اندر کو پڑھ رہی تھیں۔

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں خانم؟" اس نے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ استفسار کیا جبکہ نگاہیں نا سمجھی کا تاثر دیتے ہوئے ان پہ مرکوز تھیں۔

"کچھ غلط کہہ دیا کیا میں نے؟" وہ قدم اٹھاتی اس کے نزدیک ہونے لگیں تو وہ بوکھلا اٹھی کہ اس کے دادا اور چچا تو حقے کی سمیل کے باعث اس کے بدن سے اٹھتی مہک محسوس نہ کر سکے لیکن اسے یقین تھا کہ اگر مرجان بیگم دو قدم مزید اس کے نزدیک ہوئیں تو اس کے وجود سے آتی اس کی مخصوص مہک سارے راز افشاں کر دے گی۔

"ارے فرشتے بچے؟" اچانک زمرد بیگم کی مہربان آواز پہ فرشتے کے حلق میں اٹکی جان بحال ہوئی وہ جلدی سے ان کی جانب لپکتی ماں کی شعلے اگلتی نگاہوں سے چھپ گئی جبکہ زمرد بیگم اسے بازووں میں سمیٹے 'اتّی' کے کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔

زمرد بیگم کھوجتی نگاہوں سے اسے تک رہی تھیں جو دادی سے ملتی ہوئی کہیں سے بھی خوفزدہ نہیں دکھ رہی تھی حالانکہ وہ جانتی تھی کہ اس حویلی کے قوانین کس قدر ظالم تھے اور اس کے دونوں بھائی اس سارے میس کے دوران ملک سے باہر تھے ورنہ اس کے غائب ہونے پہ جو تباہی ان کا جذباتی پن مچاتا اسے روکنا بہت مشکل تھا۔

جبکہ یوسفزئی اس وقت بنفشے اور فرشتے دونوں کو ہی کچھ نہیں کہہ سکتے تھے کہ بنفشے ان کے لیے ایک لاٹری تھی اور فرشتے آفریدی حویلی والوں کو انگلیوں پہ نچانے کے لیے مہرہ۔

وہ یہ بات بخوبی جانتے تھے کہ اگر فرشتے کو اس حویلی میں کوئی آنچ بھی آتی ہے تو آفریدی ان پہ قہر بن کے ٹوٹ پڑیں گے اسی لیے جب انہیں اس بات کا علم ہوا کہ اس کے اغوا کے پیچھے شہریار نہیں تو اسے

ڈھونڈنے کے لیے پاگل ہوا ٹھے مگر اب بنا کسی مطالبے بنا کسی بات کے اس کی واپسی سب کے لیے ایک معمہ بن گئی تھی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہیں مورے؟" ان کی نگاہیں کب سے اپنے چہرے پہ محسوس کرتی وہ ان کی جانب متوجہ ہوئی تو ان کی سوچوں کا ارتکاز ٹوٹا۔

"کچھ نہیں۔ بنفشے سے نہیں ملو گی؟" انہوں نے اسے ٹالتے ہوئے استفسار کیا تو وہ دل میں ڈھیروں سوال لیے سر اثبات میں ہلا گئی کہ اس کی اطلاعات کے مطابق بنفشے کی ہی گواہی شہریار آفریدی کی رہائی کا باعث بنی تھی اور اب وہ اس سے بات کرنے کے لیے بے چین ہو رہی تھی۔

" چلیں پھر آپ پہلے اس سے مل لو پھر کھانے کا ٹائم ہو جائے گا۔" انہوں نے اسے اٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا تو وہ سر اثبات میں ہلاتی دروازے کی جانب بڑھی۔

"بڑے خوش لگ رہے ہو آج؟" آج اسے تین چار دنوں بعد اپنے پورشن میں دیکھ کے وہ وہیں چلی آئی لیکن اس کے ہر تھوڑی دیر بعد بلند ہوتے قہقہے پہ کہے بنا نا رہ سکی۔

"حاسدوں کی نظر سے بچا رہوں تو میں ہمیشہ ہی خوش رہتا ہوں۔" آنکھ ونک کرتے ہوئے اس نے شرارت سے کہا تو اس کی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے وہ تپ اٹھی اور کچھ دیر قبل اس کی آمد پہ خوش ہوتے دل پہ فورا لعنت بھیجی۔

"کل تک تو تمہارا تھوبڑا کسی روتلے بچے سے کم نہیں لگ رہا تھا جس کی ناک بھی بہہ رہی ہوتی ہے۔" اس نے بھی جوابی کاروائی جاندار ہی رکھی۔

"کتنے غور سے دیکھتے ہیں نا مجھے کچھ لوگ، ہیں نا؟" بہت معصومیت سے کہتے ہوئے اس نے اس کی بات کا اثر لیے بغیر عائزہ سے استفسار کیا تو وہ دبا دبا سا ہنس دی۔

تمہیں دیکھیں میرے دشمن اور تم کیا کھی کھی کر رہی ہو ادھر؟ کل ٹیسٹ نہیں ہے تمہارا؟" اس نے بھڑکتے ہوئے دونوں پہ حملہ کیا جس کا انہوں نے بالکل اثر نہ لیا۔

"ارے سجاول آیا ہے۔" اس سے پہلے کہ وہ کوئی جملہ کستا نماز سے فارغ ہوتیں رائمہ بیگم وہاں آتیں خوشی سے بولیں تو وہ ان کے احترام میں کھڑا ہوتا سر پہ پیار لینے لگا۔

"بھابھی کیسی ہیں؟کافی دن ہو گئے چکر نہیں لگایا انہوں نے؟" انہوں نے نائلہ بیگم کے بارے میں استفسار کیا جبکہ اب لڑائی بھلائے وہ دونوں بہنیں سجاول کے لیے رکھے اسنیکس کھا رہی تھیں۔

"جی ان کی طبیعت تھوڑی اپ سیٹ تھی تو چکر نہیں لگا سکیں اور میں بھی ادھر نہیں آیا کہ بتا سکتا۔" اس نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ارے کیا ہوا بھابھی کو؟ یہ ملیکہ کو کہتی ہوں کہ یونیورسٹی جانے سے پہلے ایک چکر بھابھی کی طرف لگا کہ آیا کرے یہ بھی تین چار دن سے نہیں جا رہی۔" انہوں نے غصے سے بیٹی کو گھورا تو وہ شرارت سے مسکراتا کچھ کہنے لگا جب اس کا موبائل بجنے لگا، جیب سے نکالنے پہ نمبر دیکھ کہ اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

"السلام علیکم خان صاحب!" اس نے پرجوش آواز میں سلام کیا اور مسکراتے ہوئے اس کی بات سننے لگا۔

"قیدی کدھر گئے آپ کے بیرسٹر صاحب؟" دوسری جانب سے اس کی بات سن کے اس نے سنجیدگی کے لبادے میں شرارت کی تو ملیکہ نے چونک کے اسے دیکھا۔

" چچچچ! کیافائدہ ہوا پھر ایک مجرم بننے کا؟" اچانک وہ قہقہہ لگاتا ہوا بولا تو سب کے اچانک دیکھنے پہ سنبھلتے ہوئے سیدھا ہوا۔

"نہیں میں اس وقت پھپھو لوگوں کے پورشن میں ہوں تم ادھر ہی آجاو چائے پلاتا ہوں تمہیں کیونکہ گھر میں اماں بیمار ہیں۔" چونکہ وہ اس وقت اس کے گھر کے بالکل نزدیک تھا اس لیے اسے اچھا نہیں لگا اسے یوں بھیجنا تو پورے خلوص سے بولا جبکہ اس کی بات سن کے ملیکہ خاصا چونکنا ہو گئی کہ وہ اس وقت 'شہریار آفریدی' کو دیکھنا چاہتی تھی جو سالی کا ریپ کرنے کے جرم میں کچھ دن جیل رہ کے آیا تھا اور وہ اس کے چہرے سے اس کی سچائی جاننا چاہتی تھی۔

لیکن دوسری جانب شہریار نے بہت سبھاو کے ساتھ اسے انکار کرتے ہوئے باہر آنے کا کہتے ہوئے فون بند کر دیا اور وہ وہیں اس سے ملنے کے خواب بنتی دل مسوس کے رہ گئی۔

"کیسی ہو بشے؟" بنفشے کو کوئی کتاب پڑھتے دیکھ کہ وہ ہولے سے اس کے قریب بیٹھتی اسے متوجہ کرنے کو بولی تو وہ چونکی۔

"تم کب آئی؟" وہ اگر اسے اچانک حویلی دیکھ کے حیران بھی ہوئی تھی تو اس نے اس بات کا زیادہ اظہار نہیں کیا اور دھیرے سے بولی۔

"کچھ دیر پہلے ہی آئی ہوں۔" اس نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے اس کا سپاٹ چہرہ دیکھا اور توقف کے بعد بولی۔

"تم نہیں پوچھو گی کہ میں کہاں گئی تھی اور کون لے کے گیا تھا مجھے؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی تو بنفشے نے ایک سرسری سی نگاہ اٹھا کے اس کا چہرہ دیکھا۔

"نہیں۔" اس نے یک لفظی جواب دیا تو فرشتے نے بہت دھیان سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"بشے ایک بات پوچھوں؟" وہ محتاط انداز میں بولی کہ ایک چھوٹے سے حادثے نے دونوں بہنوں کو اس قدر دور کر دیا تھا کہ لفظ زبان کا ساتھ دینے سے قاصر تھے کیونکہ فرشتے کے نام کے ساتھ اس شخص کا حوالہ تھا جو ان سب کے مطابق بنفشے کا مجرم تھا۔

اس کے سوال پہ بنفشے نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے جواب دیا تو فرشتے نے گلا کھنکھارتے ہوئے نظر اس کے چہرے سے دانستاً ہٹائی۔

"تم نے عدالت میں شہریار کے حق میں گواہی کیوں دی تھی؟" اس نے بالآخر دل میں پنپتا سوال پوچھا۔

"کیونکہ میں نے اس رات کسی کا چہرہ دیکھا ہی نہیں تھا۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولتی اپنا تکیہ ٹھیک کر کے رکھنے لگی۔

"لیکن اس رات پھر تم نے یہ کیوں کہا کہ ش۔۔۔" وہ الجھتے ہوئے بولی۔

"میں نے ایسا کب کہا تھا فرشتے؟" وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے ٹھنڈے انداز میں بولی تو فرشتے کا ماتھا ٹھنکا اس نے دماغ پہ زور ڈالتے ہوئے گزرے ہر پل کو یاد کرنے کی کوشش کی لیکن دماغ ایک بھی پل کو گرفت میں نہ لا سکا جب اس نے بنفشے کے منہ سے اس کا نام سنا ہو۔

"یہ سب تم لوگوں کا دماغی خلل تھا کیونکہ رات کو تم سے ملنے کے لیے ہمیشہ شہریار لالہ ہی آتے تھے لیکن اس بات کی گارنٹی تو کسی کے پاس نہیں کہ تب میری عزت پہ ہاتھ ڈالنے والے ہاتھ شہریار لالہ کے تھے یا کسی اور کے؟" وہ سرد انداز میں بولتی اس کا دماغ چکرا رہی تھی، اسے وہ لمحہ یاد آیا جب

.بنفشے کی چیخوں کی آواز پہ وہ بھاگتی ہوئی کمرے سے نکلی تھی تو تب مرجان بیگم کے ہونٹوں پہ ایک ہی نام گردش کر رہا تھا۔

"شہریار میر آفریدی"

حالانکہ اس وقت شہریار کو اس کے پاس سے گئے پانچ منٹ بھی نہ گزرے تھے۔

وہ جتنا سوچے جا رہی تھی اس کا ذہن پراگندہ ہوا جا رہا تھا، اس نے سر جھٹکتے ہوئے.بنفشے کو پر سوچ اور الجھی نگاہوں سے دیکھا۔

"اگر اس دن شہریار نہیں تھے تو پھر کون تھا اور تم نے چہرہ تو دیکھا نہیں تو وہ شہریار بھی تو ہو سکتے نا؟"

وہ سوچوں کے تانے بانے بنتی ہوئی گویا ہوئی تو.بنفشے نے کاٹ دار نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"میں نے چہرہ نہیں دیکھا تو وہ حویلی کا کوئی ملازم بھی ہو سکتا ہے، وہ حویلی میں آیا کوئی مہمان یا حویلی کا ہی کوئی فرد بھی تو ہو سکتا ہے، تمہارا شوہر ہی کیوں؟ ان پہ اعتبار نہیں ہے یا انہیں رنگے ہاتھوں ہر روز پکڑتی ہو؟" اس کے زہر خند لہجے پہ فرشتے کا دماغ بھک سے اڑا اس نے ساکت پتلیوں کے ساتھ اس کے سپاٹ چہرے کو دیکھا جو نجانے کیا ٹھانے ہوئے تھا۔

جبکہ دوسری جانب وہ فرشتے پہ ٹوٹنے والی قیامت سے بے نیاز تکیے پہ سر رکھتی اس کے جانے کا انتظار کیے بغیر لیٹ گئی تو دماغ میں ہوتے دھماکوں کے زیرِ اثر وہ مرے مرے قدموں سے چلتی دروازے کی سمت بڑھی لیکن بنفشے کے کہے آخری الفاظ نے اس قدر گہرا وار کیا تھا کہ اس کے لڑکھڑاتے قدم دروازے تک پہنچنے سے یوں انکاری ہوئے کہ وہ وہیں کاوچ پہ ڈھیر ہو گئی۔

"خاناں! آپ کو بڑے خاناں ہال میں بلا رہے ہیں۔" دستک دیتے ہوئے زمان کی اطلاعیہ آواز پہ کف لنکس کرتے اس کے ہاتھ تھمے۔

"اچھا۔" اس نے پر سکون انداز میں جواب دیا اور پھر اسی انداز میں اپنی تیاری مکمل کرنے کے بعد کمرے سے نکلتے ہوئے اس کے قدم ہال کی جانب بڑھے۔

"السلام علیکم!" بلند آواز میں سلام کرتے ہوئے اس نے ایک طائرانہ نگاہ ہال میں گھمائی وہ وہاں تقریباً سب ہی بڑے موجود تھے۔

حاکم آفریدی اور نعمت بی بی ساتھ بڑے صوفے پہ ایک ساتھ بیٹھے تھے جبکہ ایبک اور ظہیر آفریدی ان کے دائیں جانب رکھے صوفوں پہ براجمان تھے جبکہ زونائیشے اور آئلہ بیگم سامنے صوفے پہ بیٹھی ہوئی تھیں۔

"آپ نے بلایا مجھے؟" سلام کا جواب لیتے ہوئے وہ حاکم صاحب کے بائیں جانب رکھے سنگل صوفے پہ بیٹھا۔

"بات کرنی تھی ہمیں آپ سے شہریار خاناں۔" حاکم صاحب کی بارعب آواز گونجی تو اس نے سر ہولے سے خم کیا۔

"حکم کیجیے آغا جان!" اس نے مودب انداز میں کہا۔

"آپ کی اتنی فرمانبرداری سے ہمیں ہمیشہ آپ کی کسی چال کی ہی خوشبو آتی ہے اس لیے اسے ایک طرف رکھ کے ہمیں یہ بتاو کہ بہو کو حویلی کب واپس لا رہے ہیں؟" اس کے چھپے اور اچانک کارناموں سے نالاں حاکم صاحب سنجیدگی سے بولے تو اس نے اپنے مخصوص انداز میں بھنووں کو حرکت دیتے ہوئے ایک نظر ان کے باریش چہرے پہ ڈالی۔

"آپ کی بہو نے اس حویلی سے باہر قدم آپ لوگوں کی اجازت سے رکھا تھا اس لیے ان کی واپسی آپ کے فیصلے سے مشروط ہے۔" اس کی سنجیدگی آواز میں چھپی چبھن سبھی پہ اس پل واضح ہوئی تھی۔

"اسی غلطی کا خمیازہ بھگت رہے ہیں لیکن اب ہم مزید اس غلطی کو پانی نہیں دے سکتے، ابھی م جیل گئے ہو اب ہم ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے کسی بڑے نقصان کو خوش آمدید نہیں کر سکتے۔" اس کے چہرے پہ چھائے تفکر و غصے کے ملے جلے تاثرات ان کے جذبات کی عکاسی کر رہے تھے۔

وہاں موجود خاموش تماشائی بنے افراد پہ ایک سرسری نگاہ ڈالتے ہوئے شہریار نے کان کی لو مسلتے ہوئے کچھ سوچا اور اچانک بول اٹھا۔

"آغا جان! ایک فیصلہ تین سال پہلے آپ نے کیا تھا اور ایک فیصلہ میں ابھی کر رہا ہوں کہ آپ کی بہو فی الحال حویلی واپس نہیں آسکتی۔" وہ ذہن کو جلدی سے ضرب و تقسیم دیتے ہوئے سنجیدگی سے بولا تو سب نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔

"ابھی تم نے کہا کہ اس کی واپسی ہمارے فیصلے سے مشروط ہے تو پھر یکا یک تمہارا فیصلہ کیوں بدل گیا؟" ظہیر آفریدی نے خشک لہجے میں استفسار کیا۔

"کیونکہ جب غلطی ہو ہی چکی ہے تو اس غلطی سے ہم اپنے مقاصد کو کیوں نہ حاصل کریں؟ فرشتے ونی ہو کے کیوں آئی تھی اس کی وجہ آپ لوگ جانتے ہیں اور مجھے اسی وجہ کو ڈھونڈنا ہے اور پھر وہ وجہ بچانی ہے۔" وہ نپے تلے الفاظ میں اپنے ارادے ان پہ واضح کرتا چلا گیا۔

"وہ وجہ آج سے چار سال پہلے ہی ختم ہو چکی ہے۔" حاکم آفریدی نے آہستگی سے کہا تو نعمت بی بی نے ایک جھٹکے سے شوہر کا چہرہ دیکھا۔

"حالانکہ وہ وجہ آج بھی اسی حویلی کے ایک کمرے میں مقید ہے کہ یہی یوسف زئی خاندان والوں کی چال تھی۔" اس کی سرد آواز پہ سب کی نگاہوں کے سامنے ہفت اقلیم گھوم گئے کیونکہ چار سال پہلے "عالیان یوسف زئی" کے مردہ وجود کو حویلی والوں نے اپنے آبائی قبرستان میں دفنایا تھا۔

"وہ۔۔وہ لاش اور وہ قبر؟" نعمت بی بی نے بدقت رقت آمیز لہجے میں کہا۔

"وہ قبر خالی ہے۔" اس کی سپاٹ آواز پہ سب کو اس بات کا جواب مل چکا تھا کہ وہ تین سال 'فرشتے' سے ناراضگی کے باوجود اس حویلی کیوں جاتا رہا ہے؟

لیکن وہ آج یہ بات جان سکے تھے کہ حویلی جانے کا مقصد وہاں موجود رازوں کی کھوج اور 'زمرد آفریدی' کی واپسی ہے۔

"اگر اس رات واقعی شہریار نہیں تھے تو خانم نے ان کا نام کیوں لیا تھا؟ کیا خانم نے انہیں دیکھا تھا یا یہ محض ان کا وہم تھا؟" بنفشے کے کمرے سے آنے کے بعد وہ مسلسل چکراتے ہوئے یہی سب سوچ جا رہی تھی۔

"اور۔۔۔ اور میں اتنی بیوقوف کیسے ہو سکتی ہوں؟ میں نے آکا جان کے ایک ہی دفعہ کہنے پہ سائن کر دیے تھے اور اگر بنفشے کے کہے کے مطابق وہ واقعی مجرم نہ ہوئے تو۔۔۔؟" سوچ سوچ کے اس کا دم گھٹنے لگا تھا اسے رہ رہ کے شہریار کی باتیں یاد آ رہی تھیں۔

اس کا نڈر اور مضبوط انداز کہیں سے بھی اسے مجرم ثابت نہیں کر رہا تھا۔

"یا اللہ! میں کیا کروں؟" پراگندہ سوچوں کے باعث دکھتے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھامتے ہوئے وہ نم مگر بلند آواز میں بولی اور پھر کچھ دیر بعد سر ہولے سے جھٹکتی سیدھی ہوئی اور اپنی چادر اتارنے لگی۔

چادر کو تہہ لگاتے ہوئے اس کی بھٹکتی ہوئی نگاہ ڈریسنگ مرر پہ پڑی تو بارِ حیا سے اس کی پلکیں لرز گئیں۔

" نفرتوں کا روگ نجانے کیونکر پال رکھا ہے آپ نے جبکہ برداشت آپ میری شدتوں کو نہیں کر پاتیں۔" دھیمی پر تپش سرگوشی نما آواز اور بھاری سانسوں کی دھمک کے ساتھ اپنی گردن پہ نسبتا مدھم ہوتے سرخ نشان پہ اس کی مضبوط انگلی کا لمس محسوس کرتے ہوئے وہ کرنٹ کھا کے پلٹی تو اس کے مضبوط وجود سے جا ٹکرائی۔

"آپ؟" اس کے لب بے آواز ہلے۔

"اب تک تو آپ کو عادی ہو جانا چاہیے میری ایسے اچانک آمد کا لیکن ہر بار آپ کا یوں حیرت سے دیکھنا میرے ساتھ خود آپ کو مشکل میں ڈال دیتا ہے۔" اس کی ہیزل گرین آنکھوں میں جھانکتے ہوئے وہ معنی خیز لہجے میں بولتا اسے گڑبڑانے پہ مجبور کر گیا۔

وہ جلدی سے سنبھلتی ہوئی فاصلہ قائم کرنے کی تگ ودو میں تھی لیکن حیرت سے کھلی آنکھوں پہ جب اس کے نرم گرم ہونٹوں کا لمس محسوس ہوا تو اس کی ساری کوشش عبث جانے لگی۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ خدا کے لیے جائیں یہاں سے ابھی کچھ گھنٹے پہلے ہی تو آپ چھوڑ کے گئے ہیں۔" وہ روہانسے انداز میں چیخی۔

"آپ خوفزدہ کس سے ہیں؟" اس کی حواس باختگی دیکھتے ہوئے اس نے سرد انداز میں پوچھا۔

"آپ سے خوفزدہ ہوں میں، آپ کو سمجھ کیوں نہیں آتی کہ آپ کی یہ دیدہ دلیری اگر یہاں کسی کے علم میں آگئی تو کیسا طوفان مچے گا، میں نے مان لیا کہ میں آپ کی بیوی ہوں فی الحال لیکن آپ بھی یہ بات مان لیں کہ یہ رشتہ مزید قائم نہیں رہے گا کوئی رہنے ہی نہیں دے گا اور ایسا میری منشاء کے مطابق ہو گا۔" وہ زور سے اس کے سینے پہ ہاتھ مارتی بمشکل فاصلہ قائم کرتی دبے دبے انداز میں چیخی تو اس کے آخری الفاظ پہ شہریار کے ماتھے کی رگیں تن گئیں۔

"ایک بات آپ کیوں نہیں مان لیتی میری؟" وہ برفیلے انداز میں یوں بولا کہ فرشتے کا آتش فشاں بنا وجود ٹھٹھر سا گیا۔

"کیسی بات؟" وہ الجھی۔

"آخری بار بول رہا ہوں آج کے بعد کبھی ان الفاظ کو اپنی زبان پہ مت لائیے گا ورنہ جو طوفان میں مچاؤں گا وہ پورا شہر دیکھے گا۔" شعلے اگلتی نگاہوں سے اس کے چادر کے بنا دلکش سراپے کو دیکھتے ہوئے وہ سرد انداز میں بولا تو فرشتے کا پورا وجود سنسنا اٹھا۔

"اور ایک بات اپنے ذہن میں بٹھا لیجیے کہ جب میں نے آپ کو یہاں سے لے جانے کی ٹھانی تو اس حویلی کا کوئی فرد مجھے روک نہیں سکتا، آپ یہاں موجود ہیں کیونکہ میں چاہتا ہوں۔" اچانک اس کے کندھوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں سے جکڑتے ہوئے وہ پر تپش لہجے میں بولا تو وہ بے اختیار کسمسائی اور بولنے کے لیے لب کھولے۔

لیکن اسے بولنے کی مہلت دیے بغیر وہ اس پہ جھکتا ہوا اپنے اندر لگی اس کی سانسوں میں اس شدت سے اتارنے لگا کہ وہ مچل اٹھی لیکن رہائی کسی طور نہ پا سکی۔

چند پر شدت ساعتوں کے گزر جانے کے بعد وہ آہستگی سے سیدھا ہوا اور ایک گہری نگاہ اس کے پل میں بکھرے سراپے پہ ڈالی۔

"آج کے بعد ایسے الفاظ زبان سے مت ادا کیجیے گا وگرنہ میں خود کی وحشت کو روک نہیں پاوں گا۔"

اس کے سرخ ہونٹوں پہ بھرپور نگاہ ڈالتے ہوئے وہ سرد لہجے میں باور کرتا ہوا واپسی کے لیے مڑا جبکہ اس کی بے باکی گستاخی سے بے حال فرشتے وہیں بیٹھتی گہرے سانس بھرتی خود کو سنبھالنے کی سعی کرنے لگی۔

"تم؟" ڈاکٹر سے ماہانہ چیک اپ کروا کے جب وہ ملازمہ کی معیت میں ہاسپٹل سے نکلنے لگیں تو عجلت میں آتے شہریار سے جا ٹکرائیں۔

"اوہ آپ؟" ان کی حیرت زدہ آواز پہ جیسے ہی اس نے گردن گھمائی تو نگاہ ان کی متنفر نگاہوں سے ٹکرائی۔

"کیسی ہیں آپ؟" وہ آگے بڑھنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے ازراہِ مروت بولا۔

"تعجب ہے آج مجھ پہ یہ مہربانی کیوں؟ کیا بیوی سے کچھ گھنٹے کی ہی ملاقات نے ساس کا احترام سکھا ڈالا؟" وہ جواباً گہرے طنزیہ میں بولتیں اپنے تئیں اسے خود کے باخبر ہونے کی اطلاع دینے لگیں جبکہ ان کی بات سن کے وہ خلافِ عادت وفطرت کھل کے مسکرا دیا۔

"حیران ہو رہے ہو نا کہ جو بات کوئی نہیں جانتا وہ میں کیسے جان گئی؟" چونکہ وہ پارکنگ ایریے میں اس جگہ کھڑی تھیں جہاں کسی کی نظر نہیں پڑ سکتی تھی اور ملازمہ خالص پشتون زبان جانتی تھی اس لیے وہ پر سکون انداز میں جملے پھینک رہی تھیں۔

"میں بالکل بھی حیران نہیں ہوں کیونکہ مجھے یقین تھا کہ کوئی اور پہچانے یا نا پہچانے لیکن میری ساس میرے فیورٹ پرفیوم کی دیوانی ہیں۔" وہ چبھتے ہوئے لہجے میں بولا تو وہ لاجواب سی ہو گئیں۔

"پھر بھی اتنی جراٴت کرلی؟ تم جانتے ہو اگر میں حویلی میں بتادوں کہ فرشتے کو لے جانے والے تم تھے اور اس میں فرشتے کی بھی مرضی شامل تھی تو سوچو پھر تمہاری بیوی کا کیا حال ہو گا؟" وہ آنکھیں سکیڑتی ہوئیں گویا اس کی دکھتی رگ پکڑنے کی کوشش میں تھیں۔

"آپ ایسا کبھی نہیں کریں گی کیونکہ آپ یہ کبھی نہیں چاہیں گی کہ آپ کی حویلی والے یہ جانیں کہ آپ یہاں اس ہاسپٹل اپنے ماہانہ چیک اپ کے لیے نہیں آتیں بلکہ آپ یہاں ہر مہینے اس ڈاکٹر کا منہ پیسوں سے بند کرنے آتی ہیں جس کی مدد سے آپ نے "شہریار میر آفریدی اور فرشتے آفریدی" کے بچے کا قتل اس کی ماں کی بے خبری میں کیا تھا۔" شہریار کی سلگتی سپاٹ آواز پہ مرجان بیگم کا پورا وجود گویا ہوا میں معلق ہو گیا تھا۔

"کک۔۔کیا بکواس کر رہے ہو تم؟" کچھ دیر بعد وہ اس اچانک ہوئے حملے کے بعد بولنے کے قابل ہوئیں تو اس پہ گرجتے ہوئے بولیں۔

"یہ بات آپ مجھ سے بہتر طریقے سے جانتی ہیں کہ بکواس کون کر رہا ہے؟ میں یا آپ؟" ان سے بھی دگنی ناگواری لیے وہ سپاٹ انداز میں بولتا ہوا ان کو خوفزدہ سا کر گیا۔

انہیں یونہی ساکت کھڑے چھوڑ کے وہ ایک باور کرواتی نگاہ ان پہ ڈالتے ہوئے اندر کی جانب بڑھ گیا اور وہ ملازمہ کی موجودگی کا احساس کرتے ہوئے جلدی سے اپنی بڑی سی چادر سنبھالتیں گاڑی کی جانب بڑھ گئیں جبکہ دماغ اس کے کیے گئے دھماکے سے نپٹنے کے لیے تانے بانے بننے لگا۔

"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟" عالم یوسف زئی نے حیرت و بے یقینی میں ڈوبے میں ہوئے مرجان بیگم کو دیکھا۔

"سچ کہہ رہی ہوں میں۔" وہ اپنی بات پہ زور دیتے ہوئے بولیں۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ حویلی میں کوئی ایسا بندہ موجود ہے جو ہماری مخبری کیے جا رہا ہے؟" وہ پر سوچ انداز میں بولتا ہوا انہیں بھی ٹھٹھکا گیا۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ یہاں ایسا اس کا سگا کون پیدا ہو گیا جس کے دل میں اس کی ہڑک جاگ اٹھی ہے اور اگر ایسا بالفرض ہو بھی چکا ہے تو اتنی اہم بات اس مخبر تک بھی کیسے پہنچ سکتی ہے جسے اس حویلی کے در و دیوار سے بھی چھپایا گیا تھا؟" وہ عجیب بے ربط سوچوں سے الجھتی بولتی چلی گئیں۔

"اس کا سگا یہاں آپ کی جٹھانی کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے؟" اچانک وہ زہر خند لہجے میں بولتے انہیں چونکا گئے۔

Urdu Novels Ghar

"نہیں یہ کام میری اولاد کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔" وہ ان کے خیال کی نفی کرتی ہوئی بولیں تو ان کا چہرہ مارے طیش کے سرخ پڑنے لگا۔

"فرشتے؟" انہوں نے یوں اس کا نام لیا جیسے اسے کچا دانتوں تلے چبا جائیں گے۔

"نہیں۔بنفشے یوسف زئی۔" ان کے ہونٹوں سے نکلے اس تین لفظی جواب نے عالم صاحب کے حواسوں کو ایسا جھٹکا دیا کہ وہ ٹھٹھر اٹھے۔

"یہ کیسے کہہ سکتی ہیں آپ؟" انہوں نے آنکھیں سکیڑتے ہوئے اپنی بھر جائی کو دیکھا جو چہرے پہ ناقابل فہم تاثرات سجائے انہیں ہی تک رہی تھیں۔

"کورٹ میں اچانک اس کی آمد اور شہریار کے حق میں دیا گیا اس کا بیان یہی ثابت کر رہا ہے کہ وہ ہمارے بچھائے جال میں پھنسی نہیں ہے اور پھر آپ کے پوچھنے پہ اس کا انداز مجھے بہت کچھ سوچنے پہ مجبور کر رہا ہے۔" وہ پراگندہ خیالات کو الفاظ کے روپ میں پروئے جا رہی تھیں۔

"تو پھر اس کا مطلب ہے کہ وہ اس کے 'زندہ' ہونے کے بارے میں بھی جانتا ہو گا؟" اچانک عالم صاحب کی پر سوچ آواز پہ مرجان بیگم کا پورا وجود ہل گیا۔

"یہ بات 'اس' سے بہتر کوئی نہیں بتا سکتا۔" بڑبڑانے کے سے انداز میں کہتیں وہ انہیں مزید کچھ کہنے کا موقع دیے بغیر عالم صاحب کے کمرے نکلتی حویلی کے پچھواڑے کی جانب بڑھ گئیں۔

سیاہ تارکول سے بنی کشادہ سڑک پہ اس کی گاڑی تیزی سے چلتی ہوئی اپنی منزل کی طرف گامزن تھی اور اس کی گاڑی کو فالو کرتے گارڈز کی گاڑی بھی اسی سپیڈ سے دوڑتی جا رہی تھی۔

خلافِ معمول آج گاڑی ڈرائیور کی بجائے وہ خود ڈرائیو کر رہا تھا۔

سیاہ سوٹ میں ملبوس وہ دائیں ہاتھ میں ادھ جلا سگریٹ پکڑے وہ بایاں ہاتھ سٹیرنگ پہ دھرے پر شکن پیشانی اور آنکھوں میں ناقابل فہم تاثرات سجائے گاڑی کی سپید اور تیز کرتے ہوئے اپنا اندرونی فشار کم کرنے کی ناکام کوشش میں تھا۔

چند منٹس کی ریش ڈرائیونگ کے بعد گاڑی 'آفریدی حویلی' کے دیوہیکل گیٹ کے سامنے پہنچی تو چوکیدار نے مستعدی سے گیٹ کھولا جسے پار کرتے ہوئے وہ پورچ تک پہنچا اور اسی انداز میں گاڑی سے باہر نکلتا وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا اندر کی جانب بڑھ گیا۔

"خاناں! کیا بات ہے؟ کیوں اس قدر غصے میں ہو؟" قہوے سے سجی ٹرے لیے کچن سے نکلتی عرشیہ آفریدی نے اسے اس انداز میں آتے ہوئے دیکھا تو وہ فورا بولی لیکن وہ بنا اس کی بات کا جواب دیے بغیر سامنے سے آتی گلالہ اور مالا کو نظر انداز کرتا ہوا سیدھا آغا جان کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

"لالہ بہت غصے میں دکھ رہے ہیں۔" مالا نے سرگوشی نما آواز میں کہا تو دونوں نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

"مجھے لگتا بھا جائی کی کوئی بات ہوئی ہے۔" اس کے غصیلے اور ریزورڈ انداز سے ہمیشہ کی طرح خائف ہوتی گلالہ نے اپنا اندازہ پیش کیا تو عرشیہ نے فورا اثبات میں سر ہلایا۔

"میں قہوہ دینے جاتی ہوں شاید کوئی سن گن مل جائے۔" عرشیہ نے فورا ٹرے پہ گرفت مضبوط کی اور قدم آگے بڑھائے۔

"اگر اندر سے سن گن نہ ملی تو آپ شہیر لالہ سے پوچھ لیجیے گا بھابھو۔" مالا نے فورا مفت کا مشورہ دیا تو وہ چیخ اٹھی۔

"ہاں وہ تو جیسے بتانے کو تیار بیٹھے ہیں نا، شہریار خاناں کے ہی بھائی ہیں وہ بھی۔" وہ جل کے کہتی ہوئی قدم آگے بڑھا گئی جبکہ ٹینس کھڑی مالا اور گلالہ اس کی بات سن کے ناچاہتے ہوئے بھی ہنس دیں۔

"آپ مجھے بتائے بغیر ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟" وہ چلا نہیں رہا تھا لیکن اس کی سپاٹ آواز سے جھلکتی وحشت اس وقت کمرے میں موجود تمام افراد پہ بھاری پڑ رہی تھی۔

"کیوں ہمارا کوئی حق نہیں ہے کیا تم پہ یا تمہاری بیوی پہ؟" حاکم صاحب نے تیکھے مگر ہلکے سے بلند انداز میں استفسار کیا تو اس نے زور سے بائیں ہاتھ کو مٹھی کی صورت میں بھینچا۔

"آپ کا حق ہے اور اسی حق کو استعمال کرتے ہوئے آپ نے آج سے تین سال پہلے انہیں میری اجازت کے بغیر اس حویلی سے جانے کی اجازت دی تھی یہ جانتے ہوئے بھی کہ ان کا حویلی سے نکالا ہوا ایک قدم انہیں یہاں سے صدیوں کے فاصلے پہ لے جائے گا۔" وہ ایک ایک لفظ پہ زور دیتا ہوا اپر تپش انداز میں بولتا جا رہا تھا جبکہ سیاہ آنکھوں کی بڑھتی ہوئی سرخی زونائیشے اور آئلہ بیگم کو خائف کر رہی تھی۔

"تو کیا تین سال پہلے کیے گئے فیصلے کے بعد وہ حق ختم ہو چکا ہے؟" حاکم صاحب اسی انداز میں بولے تو اس کے ماتھے کی مخصوص رگ نمایاں ہونے لگی جو اس کے کڑے ضبط کی نشانی تھی۔

"ابھی حقوق و فرائض کی جنگ کو مت چھیڑیے آغا جان کیونکہ جو کام ابھی آپ کر چکے ہیں وہ اب ایسی تباہی مچانے والا ہے جو دونوں حویلیوں کی بنیادیں ہلا ڈالے گا۔" وہ سر سراتے انداز میں بولتا ان سب کو ٹھٹھکنے پہ مجبور کر گیا تھا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟" زونائیشے بیگم بے ساختہ اپنی جگہ سے کھڑی ہوتیں مستفسر ہوئیں تو اس نے اپنی لال نگاہیں ان پہ ٹکائی۔

"آپ سب کو لگتا ہے کہ میرے لیے اپنی ہی بیوی کو واپس گھر لانا اتنا ہی مشکل ہے کہ میں تین سال اس انتظار میں رہا ہوں کہ کب آپ سب اسے واپس لانے کے لیے اس کے گھر والوں کو مفاہمتی پیغام بھجوائیں گے؟" وہ کاٹ دار انداز میں بولتا واپس نگاہیں ظہیر آفریدی کے پاس بیٹھے حاکم آفریدی پہ ٹکا گیا۔

Urdu Novels Ghar

"آپ کو کیا لگتا ہے کہ مجھے جیل فرشتے کو طلاق دلوانے کے لیے بھجوایا گیا تھا؟ نہیں بلکہ مجھے منظر سے ہٹا کے میری ہی بیوی کو غائب کرنے کا پروگرام تھا اور جس دن انہیں میں کورٹ سے اپنے ساتھ لے گیا تھا اسی دن وہاں سے اسے میری جگہ کوئی اور لے کے جانے والا تھا۔" وہ ہلکی سے بلند آواز میں بولتا سب کے چہرے فق کر گیا۔

"تو ایسی سچویشن میں بھی تم اسے ادھر رکھنے پہ بضد ہو؟" ظہیر آفریدی کچھ لمحوں بعد سنبھلتے ہوئے بھڑک اٹھے۔

"میں بضد نہیں ہوں لیکن مجھے وہاں سے صرف فرشتے کو نہیں واپس لانا بلکہ مجھے وہاں موجود ہر وہ شخص جو درد میں مبتلا ہے اسے بھی وہاں سے نکالنا ہے۔" وہ اپنی بات پہ ڈٹے ہوئے بولا لیکن اس سے پہلے کے وہ مزید کچھ کہتے یا وہ بات آگے بڑھاتا ایک دم سے دروازہ زور زور سے کھٹکھٹایا گیا۔

"خاناں! آپ کا دوست آئی ہے۔" ملازمہ کی بلند آواز پہ اس کے ماتھے پہ پر سوچ سی شکنیں نمودار ہوئیں اس نے فوراً قدم دروازے کی جانب بڑھائے اور تیزی سے مہمان خانے کی جانب بڑھ گیا جبکہ باقی سب بھی اس کی تقلید کرتے ہوئے باہر کی جانب لپکے۔

Urdu Novels Ghar

"خیریت ؟تم پریشان کیوں لگ رہے ہو؟" سلام دعا کرنے کے بعد اس نے مضطرب سے کھڑے سجاول سے استفسار کیا۔

"بھابھی کو کڈنیپ کر لیا گیا ہے اور یہ کام ان کی حویلی والوں سے نہیں کروایا۔" بنا کسی تمہید کے کہے اس کے الفاظ نے سامنے کھڑے شہریار کے وجود پہ گویا کھولتا ہوا پانی انڈیل دیا ہو جبکہ مہمان خانے میں آتے افراد کے قدم وہیں ساکت رہ گئے۔

"کیا کہہ رہے ہو تم ؟" وہ سائیں سائیں کرتے دماغ کے ساتھ بولا۔

"وہ کالج جا رہی تھیں لیکن راستے میں ہی ڈرائیور اور گارڈز کو قتل کرتے ہوئے ان ک۔۔۔۔" وہ اس کے لمحہ بہ لمحہ انگارہ ہوتے چہرے کو دیکھتا ہوا بول رہا تھا جب وہ بپھرے ہوئے شیر کی مانند دھاڑتے ہوئے اس کے گریبان کو جھکڑ گیا۔

"اور تم مجھے اب یہ بات بتا رہے ہو؟ پرویز اور سالک کہاں مرے ہوئے تھے؟" اس نے فرشتے کی حفاظت پہ مامور افراد کے بارے میں استفسار کرتے ہوئے اس کے گریبان کو چھوڑتے ہوئے اسے پرے دھکیلا۔

"پرویز اور سالک بھی انہیں کور کرتے ہوئے موقع پہ جاں بحق ہو چکے ہیں۔" سجاول کے کہے الفاظ پہ اس کا سر گھوم گیا۔

وہ وہیں اسے چھوڑتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا کمرے سے نکلا اور بھاگنے کے سے انداز میں قدم خارجی دروازے کی جانب بڑھا دیے جبکہ اس کے انداز و تاثرات سے گھبراتا سجاول بھی تیزی سے اس کے پیچھے لپکا۔

محتاط نگاہوں سے گھپ اندھیرے میں ادھر ادھر دیکھتے ہوئے وہ حویلی کے پچھواڑے میں بنے کمروں میں سے دوسرے کمرے کی جانب بڑھتی جا رہی تھیں۔

کمرے کے پاس پہنچتے ہی انہوں نے آہستگی سے دروازہ کھولا تو جھلنگا سی چارپائی پہ لیٹے ہوئے اس وجود میں ہلکی سی حرکت ہوئی۔

اس نے ہلکی سی گردن گھما کے دروازے کی جانب دیکھا تو مدھم سی روشنی میں دکھائی دیے جانے والے وجود کو دیکھ کے اس کی آنکھیں جل اٹھیں۔

"تم سے کچھ پوچھنے آئی ہوں بنا کسی دیری کے مجھے سچ سچ اس کا جواب دے دینا۔" بنا کسی تمہید کے وہ دروازہ ہلکا سا بند کرتیں دو قدم آگے بڑھیں۔

"تمہارا حویلی کے کسی فرد سے کوئی رابطہ ہے؟" وہ کھوجتی نگاہیں اس کے جواں سالہ وجود پہ ڈالتی ہوئی بولیں تو اس کے چہرے پہ کرب کے سے تاثرات بکھر گئے۔

"ہاں!" اس کے یک لفظی جواب پہ دروازے پہ کھڑے عالم صاحب بھی چونکے۔

"کس کے ساتھ؟" وہ بے تابی سے بولیں۔

"اپنی ماں کے ساتھ۔" اس کے کاٹ دار الفاظ مرجان بیگم کے چہرے پہ کسی طمانچے کی صورت برسے جس کی جلن سے ان کا پورا وجود جھلس اٹھا۔

"بکواس بند کرو اپنی اور جو پوچھا ہے اس کا جواب دو۔" سبکی و اہانت کے احساس کو زائل کرنے کے لیے وہ اس کے دائیں گال پہ تھپڑ رسید کرتی ہوئیں غرائیں تو اس کے چہرے کا رنگ سرخ پڑ گیا۔

وہ اگر چاہتا تو با آسانی اس تھپڑ کو روک سکتا تھا لیکن ہمیشہ کی طرح وہ اس وجود کو زک نہ پہنچا سکا جو اسے دنیا میں لانے کا باعث تھا۔

"جو سچائی تھی میں وہ آپ کو بتا چکا ہوں، اپنی تسلی آپ اپنے انداز میں کروا لیجیے گا۔" مدھم سے لہجے میں بولتا ہوا وہ رخ بدل گیا تو اس کے انداز پہ وہ سلگ اٹھیں۔

"یہ نخرے اور انداز تم جیسے 'ہیجڑوں' کو زیب نہیں دیتے اس لیے اپنی اوقات کو فراموش مت کیا کرو۔" نفرت انگیز لہجے میں بولتے ہوئے ایک متنفر نگاہ اس کی پشت پہ ڈالتے ہوئے وہ جھلستی ہوئی دہلیز پار کر گئیں کہ جواب انہیں مل چکا تھا۔

جبکہ دیوار کی جانب رخ موڑ کے کھڑے 'عالیان یوسف زئی' کی آنکھوں سے آنسو قطار در قطار بہتے اپنی وقعت کھوتے چلے جا رہے تھے۔

الارم کی آواز پہ اس نے کسلمندی سے کروٹ بدلتے ہوئے ہاتھ بیڈ پہ مارتے ہوئے موبائل پکڑا اور الارم بند کرتے ہوئے نوٹیفیکیشنز چیک کرنے لگی۔

جہاں حسبِ معمول اس کی جانب سے 'مارننگ اور بیسٹ وشز' کا میسج جگمگا رہا تھا، گزشتہ ملاقات میں ہوئی تلخ کلامی کے بعد وہ ناحویلی آیا تھا نا اس نے کال کی تھی لیکن صبح و شام اس کے وشز سے بھرے میسج اس کی موجودگی کا احساس اسے بھرپور انداز میں کروا دیتے تھے۔

اس سے نفرت کی دعویدار ہونے کے باوجود اس کی اتنی سی لاتعلقی بھی اس کی ذات پہ گراں گزر رہی تھی۔

بہت کشیدہ حالات میں شدید ترین ناراضگی کے باوجود اس نے حویلی آنا نہیں چھوڑا تھا لیکن گزشتہ ملاقات میں اس کے کہے الفاظ نے اسے یہ سب کرنے پہ بھی مجبور کر دیا تھا۔

پراگندہ سوچوں کا ذہن سے جھٹکتے ہوئے وہ گزرتے وقت کا احساس کرتی ہوئی اٹھی اور کالج جانے کے لیے تیار ہونے لگی۔

گزرے وقت میں جہاں اور بہت سی تبدیلیاں آئی تھیں وہیں لڑکیوں کو وومن کالجز میں پڑھنے کی اجازت دینا بھی یوسف زئی والوں کی طرف سے لڑکیوں کے لیے ایک انمول تحفہ ہی تھا۔

وہ جلدی جلدی تیار ہوتی، اپنی سیاہ چادر کو اپنے وجود کے گرد اچھی طرح سے لپیٹتی ہوئی وہ چہرہ چھپاتی کمرے سے باہر نکلی تو قدم ڈائننگ ایریے کے پاس ٹھہر گئے جہاں خلاف معمول جنت بی بی، مرجان بیگم اور زمرد بیگم تینوں موجود تھیں جبکہ باقی اپنے کمروں میں ہی تھیں۔

"السلام علیکم!" سب کو مشترکہ سلام کرتی ہوئی وہ دادی کے سامنے جھکی۔

"ناشتہ نہیں کرنا بچے؟" سلام کا جواب دیتے ہوئے اس کی صبیح پیشانی کو چومتے ہوئے انہوں نے فکر مندی سے پوچھا۔

"اٹّے! مجھے پہلے ہی بہت دیر ہو گئی ہے میں وہاں سے کچھ کھا لوں گی۔" ان کے ہاتھ محبت سے چومتے ہوئے وہ ان کی تسلی کرواتی ہوئی جانے کے لیے باہر نکلی جہاں مستعد ڈرائیور نے اسے دیکھتے ہی گاڑی سٹارٹ کی۔

وہ چادر دوبارہ سے اپنے چہرے اور وجود کے گرد اچھی طرح سے سیٹ کرتی ہوئی پچھلی سیٹ کے کھلے ہوئے دروازے کی جانب بڑھ اور پھر اگلے چند لمحوں میں گاڑی حویلی کے بڑے سے گیٹ سے باہر نکل گئی۔

سیٹ کی پشت سے سر ٹکائے وہ اپنے خیالات میں گم جب ایک دم سے گاڑی کو جھٹکا لگنے کے باعث اس کے خیالات میں خلل پیدا ہوا۔

"کیا ہوا بابا؟" اس نے گاڑی کو ہچکولے کھا کے بند ہوتے دیکھا تو فکر مندی سے بولی۔

"بی بی خاناں! سامنے گاڑیاں راستہ روکے کھڑی ہیں۔" بابا کی آواز سے مترشح پریشانی پہ اس کا ماتھا فورا ٹھنکا، اسے نے اختیار کورٹ میں ہوئی اپنی گمشدگی یاد آئی تو دھیان بے ساختہ اس ستم گر کی جانب گیا۔

لیکن اگلے ہی لمحے یہ خیال بھر بھری ریت کی مانند پھسلتا چلا گیا جب اچانک فائرز کی آواز پہ اس نے چیختے ہوئے سامنے دیکھا جہاں دو نقاب ان کی گاڑی کے ٹائرز کو نشانہ بنانے کے بعد بابا پہ نشانہ باندھنے لگے۔

غیر متوقع اور دل دہلا دینے والی اس اچانک صورتحال نے اس کے اعصاب کو اس قدر مخدوش کر دیا تھا کہ وہ ان نقاب پوشوں سے اچانک الجھنے والے ان اجنبی باڈی گارڈز کو بھی نہ دیکھ سکی جو اس کی جان

وعزت کی رکھوالی کرتے ہوئے اچانک نقاب پوشوں کی تعداد میں اضافہ ہونے کے باعث اپنی جان کی بازی ہار گئے تھے۔

وہ دونوں ہاتھ کانوں پہ دھرے آنکھیں میچے زور زور سے روتی ہوئی مسلسل ایک ہی نام پکارے جا رہی تھی جب اچانک اپنی جانب کا دروازہ کھلنے کی آواز پہ اس نے تڑپ کے دیکھا اور اس سے پہلے کے وہ کوئی رد عمل دیتی نووارد نے کلوروفارم میں بھیگا ہوا رومال اس کی ناک پہ رکھا تو وہ ہوش وحواس کھوتی وہیں سیٹ پہ لڑھک گئی۔

وہ گولی کی سی رفتار سے گاڑی بھگاتا ہوا بنا کسی انجام کی پرواکیے یوسف زئی حویلی پہنچا تو چوکیدار نے اس کے درشت انداز میں ہارن دینے پہ میکانکی انداز میں گیٹ کھول دیا۔

گاڑی پتھریلی روش پہ کھڑی کرتے ہوئے وہ بجلی کی سی تیزی سے باہر نکلا اور بنا دروازہ بند کرتے ہوئے اندر کی جانب بڑھا تو وہاں موجود تمام ملازمین اس کے بپھرے انداز پہ اپنی سانسیں تک روک گئے۔

حویلی کا اندرونی دروازہ ایک جھٹکے سے کھولتے ہوئے اس نے جب قدم اندر رکھا تو اندر ہال کمرے میں موجود حاقان صاحب، حبیب صاحب اور عالم صاحب سمیت تینوں بڑی خواتین نے ایک ساتھ مڑ کے دروازے کی جانب دیکھا لیکن دروازے سے اندر آتے سرخ چہرے اور بکھرے بالوں کے ساتھ شہریار آفریدی کو دیکھ کے وہ سب چونک اٹھے۔

"تم؟" عالم صاحب طیش سے بولتے ہوئے آگے بڑھے جب اس کے اگلے قدم پہ زمرد بیگم کے منہ سے ایک چیخ سی نکلی۔

"میری بیوی کہاں ہے؟" عالم صاحب کے گریبان کو مضبوط ہاتھوں میں جکڑتے ہوئے وہ غرایا تو ایک پل کو وہاں موجود نفوس سمیت گویا ہر شے ساکت ہو گئی۔

"کک۔۔۔ کیا مطلب ہے تمہارا؟ اور یہ کیا طریقہ ہے پوچھنے کا؟" اس کے ہاتھوں سے اپنا گریبان چھڑانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے عالم صاحب نے غصے سے کہا تو اس نے مزید اپنی گرفت مضبوط کی۔

"میں نے کہا میری بیوی کہاں ہے؟" ان کی بات کے جواب میں وہ اتنی زور سے دھاڑا کہ اس کے گلے کی رگیں دکھائی دینے لگیں۔

"شہریار آفریدی! عالم خاناں کے گریبان سے ہاتھ ہٹاؤ ورنہ تم اس حویلی سے اپنے قدموں پہ نہیں بلکہ چار کندھوں پہ چل کے جاؤ گے۔" خاقان صاحب اسے یوں اپنی ہی حویلی میں نہتا ان کے ہی بیٹے کے گریبان کو جھکڑے دیکھ کے غیض وغضب کا شکار ہوتے گرجے تو اس نے سرخ آنکھوں سے انہیں دیکھا۔

"مجھے موت کا ڈر اوامت دیجیے کیونکہ میں اس وقت مر ہی رہا ہوں یہ سوچ کے کہ میری بیوی کو غیر محرم اپنے ہاتھوں سے چھوتے ہوئے انہیں ان ہی کی گاڑی سے کڈنیپ کر کے لے جا چکے ہیں۔" وہ ایک جھٹکے سے عالم صاحب کا گریبان چھوڑتے ہوئے بلند آواز میں دھاڑا تو جنت اور زمرد بیگم نے دہل کے سینے پہ ہاتھ دھرا جبکہ اپنا اکھڑا سانس بحال کرتے ہوئے عالم صاحب نے چونک کے اسے دیکھا۔

"کیا کہہ رہے ہو آپ؟ آپ کو کیسے پتہ چلا اور کہاں ہے فرشتے؟" حبیب یوسف زئی تڑپ کے اس کے نزدیک آئے تو اس نے سرخ نگاہوں سے ان کا متفکر چہرہ دیکھا۔

"یہ بات آپ اپنی بیگم اور بھائی سے پوچھیے جو مجھے شکست دینے کے لیے، میرے خاندان کی عزت مٹی میں ملانے کے لیے اپنے ہی گھر کی بیٹی کو کڈنیپ کروانے کا پلان بناتے بناتے آج اس پہ عمل کر بیٹھے ہیں۔" اس نے ایک کاٹ دار نگاہ مرجان بیگم پہ ڈالتے ہوئے سرد انداز میں کہا تو اس کے الفاظ پہ وہ جھلس اٹھیں۔

"بکواس بند کرو اپنی، اپنا کیا ہوا ہم پہ ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے، پہلے ہماری ایک بیٹی کی عزت خراب کی اور اب ہم سے بدلہ لینے کے لیے اپنی ہی بیوی کو غائب کروا دیا لیکن اس بار اگر یہ سچ میں تمہارا کام ہوا تو اب کی بار میں تمہیں جیل م۔۔۔۔" خود پہ بات آتے ہی مرجان بیگم آپے سے باہر ہوتیں بے ربط سے انداز میں بولتیں اپنا آپ صاف رکھنے کے چکر میں تھیں۔

""یہ دھمکی مجھے مت دیجیے گا کیونکہ ابھی اس دنیا میں ایسی کوئی جیل نہیں بنی جو شہریار میر آفریدی کو اس کی مرضی کے خلاف قید میں رہنے پہ مجبور کر سکے۔" اپنی سیاہ چمکدار آنکھیں ان کی آنکھوں میں گاڑھتے ہوئے اس نے ان کی بات کاٹتے ہوئے بے لچک انداز میں کہا۔

اس کے بپھرے انداز پہ حاقان صاحب نے چند ثانیے بغور اسے دیکھا اور پھر ایک اشارہ اس کی جانب بڑھتے عالم صاحب کو کیا۔

"تمہیں ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے خاناں، فرشتے بالکل ٹھیک ہے اور اپنے کالج گئی ہے اور کچھ ہی۔۔۔۔" وہ ٹھہرے ہوئے انداز میں بولتے اس کی بات کی نفی کرتے ہوئے اس کی بات کی نفی کرنے لگے کہ انہیں ابھی پلان مکمل ہونے کی خبر نہیں ملی تھی۔

"مجھے غلط فہمی نہیں ہوئی بلکہ ایسا ہو چکا ہے اور اگر میری بیوی کی گمشدگی میں ایک فیصد بھی آپ سب کا ہاتھ ہوا تو میں بھول جاوں گا کہ آپ کا فرشتے سے کوئی رشتہ ہے یا آپ زمرد آفریدی کے شوہر ہیں۔" ایک طائرانہ نگاہ سب پہ ڈالتے ہوئے اس نے شرربار نگاہوں سے عالم صاحب کو دیکھا جو اس

کی جانب نہیں دیکھ رہے تھے بلکہ ان کی پھٹی پھٹی نگاہیں اپنے موبائل کی سکرین پہ شو ہوتے میسج پہ تھیں۔

جہاں انہیں یہ خبر سنائی جا رہی تھی کہ ان کے مقررہ جگہ پہ پہنچنے سے قبل کوئی کاروائی مکمل کرتا ان کا 'مہرہ' اڑا لے گیا تھا۔

اس اچانک ہوئے دھماکے پہ ان کا دماغ چکرا کہ رہ گیا اور وہ شہریار میر کا زمرد بیگم کو سینے سے لگا کے حویلی کی دہلیز پار کر جانا بھی محسوس نہ کر سکے۔

"آپ سب اس طرح سے کیوں پریشان ہو رہے ہیں اس آدمی کی بکواس پہ، حبیب خاناں یوں بزدلوں کی طرح سر جھکا کے کیوں کھڑے ہو؟ حاقان یوسف کی پوتی پہ پاتھ ڈالنے کی جرات کوئی مائی کا لعل نہیں کر سکتا۔" اس کے یوں دھمکیاں دے کے چلے جانے پہ آگ بگولہ ہوتے حاقان صاحب غصے سے گرجے اور زمرد بیگم، جنت بیگم کے ساتھ ساتھ حبیب صاحب کے پژمردہ وجود کو دیکھ کہ سلگ اٹھے تھے۔

"فرشتے اغوا ہو چکی ہے آغا جان۔" عالم صاحب کی سپاٹ آواز نے سب کے کانوں پہ صور سا پھونک دیا۔

مرجان بیگم نے ایک جھٹکے سے گردن گھما کے انہیں دیکھا لیکن ان کے چہرے پہ چھائے تاثرات دیکھ کے انہیں کسی انہونی کا احساس ہوا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ خاناں؟" وہ لپک کے ان کے نزدیک پہنچی اور سخت لہجے میں استفسار کیا۔

"فرشتے کو کوئی کالج کے راستے سے اٹھا کے لے جا چکا ہے۔" انہوں نے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے گویا بہت کچھ باور کرواتے ہوئے الفاظ دہرائے تو وہ لڑکھڑا سی گئیں۔

"میری بیٹی کو تمہارے کیے کا ہرجانہ بھگتنا پڑا تو میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا مرجان بیگم۔"

حبیب صاحب کفِ افسوس ملتے اپنی بیوی کو وارننگ دیتے ہوئے باہر نکلے اور مختلف ملازموں کو آوازیں دیتے ہوئے گاڑیاں تیار کرنے کو کہا اور بیٹی کی تلاش میں نکل پڑے۔

ان کے حویلی سے نکلتے ہی عالم صاحب بھی اپنے آدمیوں کو ساتھ لیے علاقے کا چپہ چپہ چھان مارنے کو نکل پڑے جبکہ زمرد بیگم بہتی آنکھوں اور بند ہوتے دماغ کے ساتھ جنت بیگم کو دلاسا دیتے ہوئے مرجان بیگم کو تک رہی تھیں جو کسی بے جان مورتی کی مانند بیٹھیں فرش کو گھور رہی تھیں۔

"مجھے لاء اینڈ آرڈرز مت سکھائے چوہان صاحب! اگر مجھے میری بیوی صبح کا سورج نکلنے سے پہلے نہ ملی تو آپ کے لاء اینڈ آرڈرز کی جو دھجیاں میں بکھیروں گا وہ آپ کا پورا سسٹم نہیں سمیٹ پائے گا۔" دونوں ہاتھ شیشے کے میز پہ جمائے وہ آگے کی جانب جھکا دھاڑا تو کمرے کی کشیدہ فضا مزید کشید گی سمیٹ لائی۔

"آفریدی صاحب! میری بات سمجھنے کی کوشش کیجیے، ہم یوں بنا کسی وجہ سے کیسے پورا سسٹم ہیک کر سکتے ہیں؟" اس کے انداز پہ بمشکل خود پہ قابو پاتے ہوئے چوہان صاحب نے مصلحانہ انداز اختیار کیا۔

"ہم بالکل ویسے ہی وہ سب کریں گے جب دو سال قبل آپ کی کزن کی بازیابی کے وقت کیا گیا تھا۔" آنکھیں ان کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں گاڑھتے ہوئے وہ بے لچک لہجے میں بولتا انہیں لاجواب کر گیا۔

اور پھر اگلے ایک گھنٹے کے اندر اندر شہر کے ارد گرد کے تمام راستوں کو پوری طرح سے بلاک کرتے ہوئے وہاں سے گزرتی ہر گاڑی کو چیک کیا جارہا تھا لیکن مسلسل ناکامی کا سامنا اسے پاگل کیے جارہا تھا۔

"شہری ریلیکس! تم اتنے جذباتی ایکشن لوگے تو اس سے باقی لوگ فائدہ اٹھائیں گے۔" اس کی بپھرے شیر کی مانند ہوتی حالت کو دیکھتے ہوئے سجاول نے اسے ریلیکس کرنا چاہا۔

"لوگ میری خاموشی کا ناجائز فائدہ اٹھا چکے ہیں لیکن اب انہیں شہریار میر آفریدی کے اصل روپ سے ملنا ہی ہو گا۔" زخمی شیر کی مانند دھاڑتا ہوا وہ روڈ پہ چوکس کھڑے آفیسرز اور ان کے ساتھ چوکنا سے کھڑے آفریدیز کو دیکھنے لگا جو اپنے خاندان کی عزت بچانے کے لیے جان توڑ کوششیں کیے جا رہے تھے۔

اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے جسم کو بری طرح سے ہچکولے دیتے ہوئے آہستہ آہستہ گہری کھائی میں پھینکا جا رہا ہو، اپنے خیال کی تردید کرنے کے لیے اس نے پھوڑے کی طرح دکھتے سر کے درد پہ قابو پاتے ہوئے مندی مندی آنکھیں کی کوشش کی جب ایک کرخت سی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

"صاحب! کام ہو چکا ہے وکیل صاحب کی گھر والی اس وقت ہمارے قبضے میں ہمارے پاس ہے۔" فرنٹ سیٹ پہ بیٹھے ہوئے شخص نے موبائل کان سے لگائے شاید دوسری جانب اطلاع دی تھی لیکن اس کے کہے الفاظ پہ پچھلی سیٹ پہ لیٹی ہوئی فرشتے کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔

اسے کچھ دیر قبل کا منظر یاد آیا تو دل ہول سا گیا وہ جو یہ سمجھی تھی اب کی بار بھی یہ 'اس' کی ہی کوئی چال ہو گی اسے پاس بلانے کی لیکن اب سنائی دینے والے الفاظ پہ اس کا دل لرز سا اٹھا۔

"صاحب! آپ فکر نہیں ہو، وکیل صاحب اب جتنی مرضی کوشش کر لیں چاہے سارے ملک میں کرفیو لگوا دیں ہم ان کے ہاتھ نہیں آنے والے ہیں۔" وہ سینہ چوڑا کیے اونچی آواز میں بولا تو اس کی

بات سن کے فرشتے کا دل یہی سوچ کے دھڑک اٹھا کہ وہ اسے ڈھونڈنے کے لیے کوششیں کیے جا رہا ہے۔

"صاحب آپ فکر مت کیجیے، جب تک آپ کا کیس حل نہیں ہو جاتا یہ چھوری ہمارے پاس ہی رہے گی اور اگر اس وکیل نے کوئی تڑی دکھائی تو اس کی بیوی کی ایسی حالت کر دوں گا کہ آج جو یہ دیوانہ بنا شہر کی سڑکیں بلاک کر رہا ہے کل اسے دیکھے بنا انہی سڑکوں پہ پھینک دے گا۔" نفرت انگیز سفاک آواز پہ اس کا دل دھک سے رہ گیا۔

اسے اس پل یہ انکشاف ہوا کہ وہ واقعی 'اغوا' ہو چکی ہے اور اغوا ہونے والی لڑکیوں کے ساتھ یہ معاشرہ اور خاص طور پہ ان کا علاقہ جو سلوک کرتا تھا وہ سوچ کے ہی اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

اور پھر اسی سوچ کے ساتھ اس کے دماغ میں کلک سا ہوا اور اس نے ایک ہاتھ دروازے پہ رکھتے ہوئے لاک ٹٹولنے کی کوشش کی جبکہ دوسرے ہاتھ سے بیگ اور فائل کو مضبوطی سے تھاما کہ اس میں اس کا سارا پرسنل ڈیٹا تھا۔

اس کی اس ساری کاروائی کے دوران آگے بیٹھے دونوں افراد بے نیاز باتوں میں مگن تھے کہ ان کے مطابق تو وہ نازک سی جان اب بارہ گھنٹوں سے قبل اٹھ نہیں سکتی تھی لیکن اس کی مزاحمت اور موٹی چادر کی وجہ سے کلوروفام اس کی سانسوں میں اس حد تک تحلیل نہیں ہوا تھا کہ اسے اتنے گھنٹے بے ہوش رکھتا۔

اس نے ایک لمحہ کے لیے آنکھیں بند کرتے ہوئے دل ہی دل میں کلمہ پڑھا اور اگلے ہی لمحے تیزی سے دروازہ کھولتی وہ چلتی گاڑی سے چھلانگ لگا گئی اور جتنی دیر تک اگلے بیٹھے افراد کو خبر ہوئی اور گاڑی کو بریک لگی تب تک وہ لڑھکتی ہوئی سڑک کے دوسرے کنارے سے گرتی ہوئی نیچے درختوں کے جھنڈ کی جانب لڑھک گئی۔

حبیب صاحب اور عالم صاحب کو گھر سے نکلے کافی گھنٹے ہو چکے تھے لیکن ابھی تک ان کی واپسی نہیں ہوئی تھی اور نا ہی ان سے کسی قسم کا کوئی رابطہ ہو پا رہا تھا۔

جہاں حاقان صاحب جلال کا شکار زور زور سے بڑبڑاتے ہوئے شہریار کو برا بھلا کہہ رہے تھے وہیں اپنے کمرے میں اضطرابی حالت میں چکر کاٹتیں مرجان بیگم کا دل خوف سے بیٹھا جا رہا تھا۔

انہیں صرف ایک ہی بات کھائے جا رہی تھی کہ اگر فرشتے کو غائب ان کے کہے کے مطابق نہیں کیا گیا تھا تو پھر آخر کون تھا ان سے دشمنی نبھانے والا؟

شہریار کا وہ مر کے بھی نہیں سوچ سکتی تھیں کیونکہ جو جنونی ردعمل وہ اس خبر کے بعد دے کے گیا تھا وہ یہ بتانے کو کافی تھا کہ وار اس دفعہ بہت گہرا ہوا تھا اور ان کی طرح وہ بھی دشمن سے بے خبر تھا۔

انہوں نے ایک دفعہ پھر ہاتھ میں تھامے موبائل سے عالم صاحب کا نمبر ڈائل کیا لیکن ناکامی کا سامنا کرنا پڑا جبکہ دوسری جانب جنت بی بی کے کمرے میں زمرد بیگم آنسو بہاتی ہوئیں ساس کے پاس بیٹھی بنفشے کو آغوش میں سمیٹے مسلسل محوِ مناجات تھیں۔

"کچھ پتہ چلا؟" ایبک آفریدی اور ظہیر آفریدی ایک ساتھ آفس میں داخل ہوئے تو ایبک آفریدی نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے سوال کیا جو نیوی بلیو شرٹ کے بازو کہنوں تک فولڈ کیے، گریبان کے دو

بٹن کھولے بکھرے بالوں اور بھینچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ 'نعمان حسن' اور اس کی ٹیم کے سامنے رکھے ہوئے لیپ ٹاپس کو گھور رہا تھا۔

"سر امید ہے کہ ہم جلد ہی کوئی کلیو ڈھونڈ لیں گے۔" نعمان نے لیپ ٹاپ پہ تیزی سے انگلیاں چلاتے ہوئے پروفیشنل انداز میں کہا تو شہریار نے زور سے اپنی مٹھیاں بھینچیں۔

"شہریار! آپ سے بات کرنی ہے مجھے، دو منٹ ادھر آیئے۔" ظہیر آفریدی نے ایک سنجیدہ نگاہ اس کے پتھریلے چہرے پہ ڈالتے ہوئے حکم دیا تو وہ گہری سانس بھرتا ہوا پیچھے ہوا اور پھر ان کی تقلید کرتا ہوا دروازے کی جانب بڑھا۔

"آپ حویلی کیا کرنے گئے تھے اور یہ کیا طریقہ ہے بہن بیٹیوں کے گھر جانے کا؟" انہوں نے بلا تمہید زمرد بیگم کا حوالہ دیتے ہوئے استفسار کیا تو اس کے تاثرات مزید سخت ہونے لگا۔

"آپ کی بہن کا گھر ہے لیکن میری بیوی کا میکہ ہے اور اس وقت میں اپنی بیوی کے میکے گیا تھا۔" وہ سکون سے بولا تو اس بے نیازی پہ وہ سلگ اٹھے۔

"بیوی کے میکے بھی ایک شریف اتنی غنڈہ گردی نہیں دکھاتا بلکہ جو بھی بات ہو تحمل سے کر سکتا ہے۔" بھائی کے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے ایبک آفریدی نے معاملہ ٹھنڈا رکھنے کو نرمی سے کہا۔

"میں شریف نہیں ہوں اور یہ بات آپ بہت اچھی طرح سے جانتے ہیں۔" وہ صاف گو لہجے میں بولتا ہوا انہیں بہت کچھ باور کرواتا چلا گیا۔

"یہ بات بتلانے کی ضرورت نہیں ہے ہم جانتے ہیں آپ کو لیکن آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ فرشتے کا کڈنیپ حویلی والوں نے نہیں کروایا۔" ظہیر آفریدی طنزیہ آواز میں بولے لیکن اس کے تاثرات میں کوئی تغیر نمودار نہیں ہوا۔

"یہ بات میں بہت اچھی طرح سے جانتا ہوں۔" وہ سکون سے بولا تو وہ دونوں چونک اٹھے۔

"تو وہ تماشا کیا ہے جو آپ حویلی لگا کے آئے ہو؟" ظہیر آفریدی کا ٹیمپر لوز ہونے کو تھا۔

"وہ ان سب کو باور کروانے کے لیے تھا کہ وہ جتنا بے خبر مجھے سمجھ رہے ہیں اتنا میں ہوں نہیں، اغوا اگرچہ ان کے کارندوں نے نہیں کیا لیکن ایسا انہوں نے پلان کیا ہوا تھا اور مجھے ان کو اسی سے باز رکھنا

تھا کیونکہ اسی پلاننگ کی وجہ سے کوئی تیسرا فائدہ اٹھاتا ہوا گھر اوار کر گیا ہے۔" وہ سرد لہجے میں بولتا انہیں بہت کچھ سوچنے پہ مجبور کر گیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتے نعمان کی پرجوش آواز پہ فوراً اندر کی جانب بھاگے۔

"سر! گاڑی کی لوکیشن مل چکی ہے جس میں میم کو لے جایا گیا تھا۔" اس کی پرجوش اطلاع پہ شہریار کے تنے ہوئے اعصاب تھوڑے سے ڈھیلے پڑے۔

"لوکیشن جلدی سے میرے نمبر پہ سینڈ کرو۔" اس نے حکم دیا اور اگلے ہی لمحے اس کی مضبوط انگلیاں موبائل سکرین کو چھوتیں ایک نمبر پہ آ ٹکیں۔

"پورا دن سڑکوں کی خاک چھانتے ہوئے تم لوگ یہ خبر لے کے آئے ہو کہ تمہیں اپنی بیٹی کے بارے میں کوئی خبر نہیں ملی؟" حاقان صاحب ان کے ناکام چہرے دیکھتے ہوئے گرجے تو مرجان بیگم نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

"سڑکوں کی خاک تو ہم تب چھانتے جب ان سڑکوں پہ لگے ناکے کھلتے وہ منسٹر کی اولاد سارے شہر کو لاک کرتا ہوا اپنی بیوی کی بازیابی کے لیے پاگل ہوا جارہا ہے۔" عالم صاحب تلملاتے ہوئے بولے تو حبیب صاحب نے عجیب سی نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

"چلیں کوئی تو اتنا جی دار ہے نا کہ جسے اپنی عزت کی پرواہ ہے۔" وہ کٹیلے انداز میں کہتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے جبکہ ان کی بات سن کہ عالم صاحب کے سر پہ لگی اور تلووں پہ جا بجھی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" وہ متنفر لہجے میں بولے۔

"وہی جو آپ سب سمجھ رہے ہیں اور آپ سب یہ بھی سن لیں کہ اگر شہریار کے کہے ایک بھی لفظ میں سچائی ہوئی تو اپنی بیٹی کی ہی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ میں بھول جاوں گا کہ میرا اس حویلی اور اس حویلی کے مکینوں سے کوئی رشتہ ہے۔" وہ سب پہ ایک باور کرواتی نگاہ ڈالتے ہوئے ہال سے نکل گئے جبکہ حاقان صاحب نے زور سے سر جھٹکتے ہوئے عالم کو دیکھا جو غصے سے آگ بگولہ ہوا جارہا تھا۔

"غصہ تھوک دو خاناں! اس کا دماغ بیٹی کی گمشدگی نے خراب کر دیا ہے لیکن یہ کیا اس وکیل اور اس کے خاندان کا دماغ گھاس چرنے گیا ہے جو ہماری بیٹی کی گمشدگی کا چرچا سڑکوں پہ کر رہا ہے؟" اچانک یاد آنے پہ وہ بھڑک اٹھے۔

"یہ کام وہ خود پردے میں رہ کے کروا رہا ہے۔" عالم صاحب نے مختصر جواب دیتے ہوئے سگار ہونٹوں سے لگایا جبکہ حویلی سے چھائی سوگواری محسوس کرتیں زمرد بیگم آنکھوں سے پھسلتے آنسو اپنی چادر سے صاف کرتیں وہیں دروازے سے پلٹ گئیں۔

"بھاجائی! نہیں دکھے گا یہ، آپ ایک بار مجھے یہ دوا لگانے تو دیں۔" گل سانگہ نے اس کے ہاتھ پہ آئی اس رگڑ کو دیکھتے ہوئے کہا جو صبح اپنے ہی غصے الجھتے ہوئے وہ اچھی خاصی خود کو لگوا چکی تھی لیکن اب گزرتے وقت کے ساتھ اس میں محسوس ہوتے درد اور اس میں سے رستے خون کو دیکھتے ہوئے جب اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں تو اس کے کمرے میں آتی گل سانگہ فکرمندی سے اس کا ہاتھ دیکھتی فورا ایمرجنسی ٹریٹمنٹ دینے کے لیے شاہ میر کا رکھا باکس اٹھا لائی۔

لیکن جیسے ہی اس سے پائیوڈین سے نم روئی اس کے ہاتھ کی جانب بڑھائی وہ اچھلتے ہوئے پیچھے ہٹی۔

"مجھے نہیں لگوانی یہ، بہت جلن ہوتی ہے اس کی وجہ سے۔" وہ نم آواز کے ساتھ بولتی زخمی ہاتھ کمر کے پیچھے لے گئی۔

"ارے بھاجائی! کچھ نہیں ہو گا دیکھنا آپ کو محسوس بھی نہیں ہو گا۔" اس کے اچانک ردعمل پہ حیران ہوتی گل سانگہ بمشکل ہنسی ضبط کرتی ہوئی بولی لیکن وہ اپنی ضد پہ بدستور اٹکی ہوئی تھی۔

وہ دونوں اپنی اقرار وانکار کی تکرار میں الجھی ہوئی تھیں جب دروازے کو ہولے سے دستک دیتے ہوئے وہ اندر داخل ہوا تو اس کے کانوں میں گل کی نرم آواز پڑی۔

"دیکھیے گا آپ کا پتہ بھی نہیں چلے گا، آپ آنکھیں بند کر کے لگوالیں۔" ہر دم شیرنی بنی ہوئی بھابھی کا یہ غیر متوقع سا روپ نہارتے ہوئے گل سانگہ نے اپنی مسکان کو زبردستی روکتے ہوئے ایک بار پھر کوشش کی۔

"میں نے لگوانی ہی نہیں ہے، چھوٹا سا ہی تو زخم ہے ابھی ٹھیک ہو ج۔۔۔" ہاتھ کو بدستور پیچھے کی جانب کیے وہ اپنی ضد پہ قائم و دائم تھی جب کسی کی موجودگی کا احساس ہوتے ہی اس نے گردن گھمائی تو اس کی زبان کو بریک لگا۔

"لالہ آپ؟ السلام علیکم!" اس کے اچانک خاموش ہونے پہ گل نے مڑ کے دیکھا تو اسے دیکھ کے چہکتی ہوئی بولی اور فوراً سے اسے سلام جڑ دیا۔

"وعلیکم السلام! خیریت یہ باکس ادھر کیوں رکھا ہوا ہے؟" اس کے سر پہ نرمی سے ہاتھ پھیرتے ہوئے اس نے خود کو قطعی انجان ظاہر کرتے ہوئے استفسار کیا تو فرشتے نے کمر کے پیچھے چھپائے ہاتھ کی مٹھی زور سے بھینچی۔

"بھاجائی کا ہاتھ تھوڑا سا زخمی ہو گیا ہے لیکن اب یہ دوا نہیں لگوا رہی ہیں۔" گل نے فوراً سے پیشتر اپنا مسئلہ بیان کیا تو کف لنکس نکالتے ہوئے اس نے ایک گہری نگاہ اس کے سراپے پہ ڈالی جو مسٹرڈ اور گرے کنٹراسٹ کے دیدہ زیب لباس ملبوس دوپٹہ اوڑھے سر جھکائے بے نیاز سی بیٹھی ہوئی تھی۔

"اس میں اتنا پریشان ہونے کی کیا بات ہے؟ ان کا موڈ نہیں ہو گا ابھی اور موڈ بن گیا تو ریلیکس رہو میں ہیلپ کر دوں گا ان کی، آپ جلدی سے مورے کو کہیں میرے لیے چائے تیار کروا کے بھیجیں۔" وہ خلافِ عادت خاصی لمبی بات کرتا ہوا ایک ہی دفعہ میں دو سے تین باتیں سمیٹ گیا جبکہ اس کی آخری بات پہ گل مسکراتی ہوئی سر اثبات میں ہلاتی ہوئی باہر نکل گئی جبکہ وہ ایک چور نگاہ اس ہی ڈالتی ہوئی ہاتھ سامنے لاتی باکس میں چیزیں واپس رکھتی اسے بند کرنے کی کوشش میں تھی جب اس کی گھمبیر آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"بند مت کیجیے اسے۔" اس کی بات پہ اس کا ہاتھ جہاں کا تہاں رہ گیا لیکن اگلے ہی لمحے اس کی بات کا پسِ منظر سمجھتی وہ اور زیادہ تیزی دکھاتی چیزیں سب اس کے اندر رکھتی اس کو بند کرنے لگی جب اس کے نازک ہاتھوں پہ ایک مضبوط ہاتھ آن ٹکا۔

"ایک طرف مجھ سے اور ہمارے درمیان بنے رشتے سے نالاں رہتی ہیں اور دوسری جانب اسی رشتے میں پنپتے جذبات کو فروغ دینے کے لیے بیویوں جیسی ضد بھی کرتی ہیں۔" مدہم مگر گھمبیر آواز میں کہتے ہوئے اس نے اپنے مضبوط ہاتھوں میں اس کے نازک ہاتھوں کو نرمی سے تھاما تو وہ کسمسائی۔

"بیوی نہیں ہوں میں آپ کی اور نا ہی میں آپ نے کوئی ضد کر رہی ہوں۔" ہاتھ اس کی گرفت سے نکالنے کی کوشش کرتی وہ خائف سے لہجے میں بولی تو اس نے بغور اس کا اس سے کترایا ہوا سہانا روپ آنکھوں کے راستے دل میں بسایا۔

"آپ میری بیوی نہیں ہیں لیکن اس وقت میرے ہی بیڈروم میں، میرے ہی بیڈ پہ، میرے ہی نام اپنے گلے کی زینت بنائے میرے وجود کا حصہ بنی ہوئی ہیں۔" اس کے سبز کٹیلے نینوں میں سیاہ آنکھیں ڈالنے کی کوشش کرتے ہوئے اس نے پر تپش لہجے میں بولتے ہوئے آخری الفاظ کہتے ہوئے ایک جھٹکے سے اسے اپنے نزدیک کرتے ہوئے اپنے وجود کا حصہ بناتے ہوئے بازووں کے مضبوط گھیرے میں سمیٹا تو مچلی۔

"چھوڑیں مجھے۔" اس کے سینے پہ دباو ڈالتے ہوئے اس نے مزاحمت کرنے کی کوشش کی لیکن اپنی تھوڑی پہ محسوس ہوتے ایک نرم گرم لمس پہ اس کے اگلے الفاظ اس کے حلق میں ہی دب کے رہ گئے۔

"میرا غصہ مجھ پہ نکالنے کی بجائے خود کو نقصان پہنچائیں گی تو مجھ سے خود کا بچاو کرنا آپ کے ناممکن ہو جائے گا۔" اس کی تھوڑی سے صراحی دار گردن کا سفر کرتے ہوئے وہ چند ہی شریر گستاخیوں سے اس کی سانس حلق میں اٹکا چکا تھا،اس نے بے ساختہ اس سلگتے لمس و قربت سے دوری اختیار کرنے کو پیچھے کھسکنا چاہا جب گرفت مزید سخت تر ہوتی اسے اس کے کشادہ و مضبوط سینے سے پیوست کر گئی۔

"اونہوں ڈونٹ موو!" اس کی شفاف گردن میں چہرہ چھپاتے ہوئے وہ گہری گھمبیر تا لیے پر تپش لہجے میں گویا ہوتا اس کی گردن پہ اپنے شدت بھرے لمس اتارنے لگا تو وہ مچل اٹھی۔

"شش۔۔۔شہریار "!

"شہریار!پلیز۔۔" اس کا شدت بھرا لمس کندھے پہ محسوس کرتے ہی وہ تڑپی اور تیزی سے اپنا زخمی ہاتھ اس کے سامنے کیا۔

"آپ۔۔آپ میرے ہاتھ پہ دوا لگا دیں لل۔۔لیکن مجھ سے دور ہو کے بیٹھیں۔" اس کی جان لیوا اور سحر انگیز قربت کو برداشت کرنے سے کہیں بہتر اس وقت اسے ہاتھ پہ ہونے والی ہلکی سی جلن لگی تھی۔

اس کے یوں اچانک ہاتھ سامنے کرنے پہ قدرے اس کی جانب جھکے شہریار نے سر اوپر اٹھایا اور اس کے سرخ ہاتھ کو دیکھتے ہوئے بھرپور انداز میں مسکرا دیا۔

اس کی گھنی مونچھوں تلے نمودار ہوتی مسکان دیکھ کے اس نے شاکی انداز میں اسے گھورتے ہوئے ہاتھ پیچھے کھینچنے کی کوشش کی۔

"اونہوں! ایسے کام نہیں کریں ورنہ میں کچھ کر بیٹھوں گا ویسے بھی آپ آج بہت پیاری لگ رہی ہیں۔" اس کے نرم ہاتھ کو اپنی مضبوط گرفت میں لیتے ہوئے اس نے بے باک انداز میں کہا تو اس نے خائف انداز میں اسے دیکھا جو اس کی نگاہوں سے بے نیاز کاٹن سے ہاتھ پہ جما ہوا ہلکا سا بلڈ صاف کرنے لگا تو اس نے لب دانتوں تلے دبائے۔

"مجھ پہ آیا ہوا غصہ آپ ہر طرح سے مجھ پہ نکال سکتی ہیں لیکن آپ میں جب صبح نکلتا ہوں تو آپ کو اپنی امانت کے طور پہ آپ کے حوالے کر کے جاتا ہوں اور اس امانت میں خیانت میں برداشت نہیں کروں گا۔" اس کے چہرے کے بے چین تاثرات کا جائزہ لیتے ہوئے اس نے بھاری انداز میں بولنا

شروع کیا تو ہاتھ میں ہوتی جلن کو یکسر بھلائے وہ اس کے لہجے کے اتار چڑھاو میں کھونے لگی لیکن اس کے خاموش ہوتے ہی اس کے الفاظ نے اس کے دل و دماغ کو ٹھٹکا سا دیا۔

"میرے لیے بہت قیمتی ہیں آپ، میری بیوی ہیں اور میری آنے والی نسل کی امین ہیں آپ اس لیے اختلاف ہونے کے باوجود خود کو زک پہنچانے سے گریز کیجیے گا۔" اس کی آنکھوں میں اپنی چمکتی ہوئی سیاہ آنکھیں گاڑھتے ہوئے اس نے سنجیدگی سے کہا تو وہ اپنی چوری پکڑے جانے پہ اپنی جگہ چور سی بن گئی۔

وہ نجانے کتنے لمحے اس سبکی کے احساس میں ڈوبی رہتی لیکن اپنے ہاتھ کی انگلیوں کی پوروں پہ اس کا نرم گرم لمس محسوس کرتے ہی وہ تڑپ کے حواسوں میں آئی۔

"نا میں آپ کی آنے والے نسل کی امین ہوں اور نا ہی آپ کے لیے قیمتی ہوں بلکہ میں خون کے بدلے اس حویلی میں 'ونی' ہو کے آئی ہوں۔" وہ تلخ و متنفر لہجے میں بولتی ہوئی اپنے اندر بننے والا زہر و غبار باہر نکالنے لگی۔

اس کے زہر میں بجھے الفاظ پہ اس کے ماتھے کی رگیں پھولنے لگیں جبکہ ضبط کی شدت سے اس نے زور سے مٹھیاں بند کرتے ہوئے کھولیں۔

"ونی ہو کے آنے والیوں کے لیے خون کی ہولی کھیل کے بارات نہیں لے کے جائی جاتی یہ بات آپ بہتر جانتی ہیں۔" ایک گہری باور کرواتی نگاہ اس کے پر سوز سراپے پہ ڈالتے ہوئے اس نے دونوں ہاتھوں میں اس کے صبیح چہرہ تھاما۔

"آج کے بعد ایسی بچگانہ حرکت مت کیجیے گا ورنہ ایک قانون دان کا وحشت ناک روپ دیکھیں گی۔" اس کی دونوں آنکھوں کو اپنے لمس سے مہکاتا وہ اس کے زخمی ہاتھ کو دھیرے سے چھوتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"آہہہ!" بے خیالی میں سر پیچھے دیوار سے لگنے پہ درد کا احساس ہونے پہ اس نے سسکتے ہوئے خراش زدہ ہاتھ اپنی آنکھوں پہ دھرتے ہوئے گویا اس کے احساس کو چھونا چاہا تھا۔

"شہریار!" اس کے لبوں سے سرسراتی ہوئی سرگوشی نکلی اور وہ اردگرد کے ہیبت ناک ماحول کا جائزہ لیتی ہوئی اپنے ٹوٹے بدن میں ہوتی دردناک ٹیسوں کو برداشت کرتی پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی۔

"میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی، کبھی بھی۔" دل ہی دل میں اس سے شکوہ کناں ہوتی وہ ہچکیوں کے ساتھ روتی اپنے گھٹنوں میں سر دیتی ارد گرد پھیلتے تاریک ساوں سے چہرہ چھپانے کی کوشش کرنے لگی۔

"اماں! میری فائلز کہاں رکھی ہیں آپ نے؟" بجلی کی سی رفتار سے گھر میں داخل ہوتے ہوئے اس نے سامنے بیٹھیں رابعہ بیگم اور ملیکہ کو عجلت میں سلام کیا اور سیدھا کمرے کی جانب بڑھ گیا مگر چند ہی لمحوں بعد اس کی جھنجھلائی آواز پہ وہ دونوں متوجہ ہوئیں۔

"بیٹا! سٹڈی ٹیبل کے دراز میں پڑی ہیں تمہاری سب فائلز۔" رابعہ بیگم نے اس کے کمرے کی جانب چہرہ موڑتے ہوئے قدرے بلند آواز میں جواب دیا۔

"کہاں جارہے ہو بیٹا؟ کھانا تو کھالو۔" اسے نیلے رنگ کی فائل ہاتھ میں لیے واپس جاتے دیکھ کے جہاں رابعہ بیگم پریشان ہوا ٹھیں وہیں بیٹھی ملیکہ اپنی ناقدری پہ جھلس اٹھی۔

"تائی اماں! جانے دیں انہیں، یہ اور اس کے وہ گھمنڈی دوست جن کے مسائل ہی ختم نہیں ہوتے، کبھی ان کی بیوی روٹھ جاتی ہے کبھی یہ جیل چلے جاتے ہیں اور کبھی یہ خوامخواہ سڑکوں میں کرفیو لگوا دیتے ہیں اور ان کے محترم دوست کے یہ سبھی کام اس کی غیر موجودگی میں تو ہونے سے رہے۔" اس کے جواب دینے سے قبل وہ بنا بریک لیے اس کے چہرے کے تاثرات کو سرے سے نظر انداز کیے بس بولتی چلی گئی۔

"ہو گئی تمہاری بکواس ختم؟" اس کے خاموش ہوتے ہی وہ طنزیہ انداز میں بولا تو وہ سبکی کے احساس سے چپ سی ہو گئی جبکہ ان کے چہرے ٹکر ٹکر دیکھتیں رابعہ بیگم خاموش کھڑی تھیں۔

"یہ بکواس نہیں بلکہ حقیقت ہے جو ظاہر ہے تمہیں کڑوی لگے گی۔" وہ چند لمحوں بعد مضبوط آواز و انداز میں گویا ہوئی۔

"تمہیں جو حقائق بیان کرنے ہوتے ہیں نا وہ مہربانی کر کے میرے بارے میں ہی کیا کرو کہ میں صرف وہی برداشت کر سکتا ہوں، شہری کے بارے میں فضول گوئی سے گریز کیا کرو۔" قطعی غیر متوقع انداز میں کہتا ہوا وہ رابعہ بیگم کو خدا حافظ بولتا دروازے کی جانب بڑھ گیا جبکہ نم آنکھوں سے اسی جگہ

کو گھورتی ملیکہ کی آنکھوں کے پیالے نمکین پانیوں سے بھرنے لگے تو وہ رابعہ بیگم کی پکار کو نظر انداز کرتی اپنے پورشن کی جانب بھاگ گئی۔

"سراب ناکے ہٹوادیں۔" گاڑی کی لوکیشن ٹریس ہوتے ہی وہ سب گاڑیوں کی جانب بڑھے تو شہر یار کے ہائیر کیے سپیشل آفیسرز میں سے ایک نے اسے مخاطب کیا۔

"نہیں ابھی تک کوئی بھی کہیں سے بھی ناکہ نہیں ہٹوائے گا بلکہ جب تک ہم اس گاڑی تک نہیں پہنچ جاتے ہر بندہ اپنی پوزیشن پہ ایکٹو ہی رہے گا۔" ظہیر آفریدی اور حاکم آفریدی کی سیاسی پوزیشنز کا پوری طرح فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ ان آفیسرز کو انسٹرکٹ کرتا ایک وکیل نہیں بلکہ انہی کا ٹیم میمبر لگ رہا تھا۔

ان سب کو ہدایات دیتے ہوئے وہ بھاگتے قدموں سے گاڑی کی جانب بڑھا اور باقی سب کا انتظار کیے بغیر گاڑی فل سپیڈ سے دوڑانے لگا۔

"ساری گاڑیاں ایک ساتھ نہیں جانی چاہیے بلکہ کچھ گاڑیوں کو دوسرے راستے سے آنے کا کہو میں کسی قسم کا رسک نہیں لینا چاہتا۔" وہ اسٹیئرنگ کو لٹو کی طرح گھماتے ہوئے اچانک یاد آنے پہ کان میں لگے آلے میں بولتا ہوا انہیں ہدایت دینے لگا۔

موبائل فون پہ اچانک نوٹیفکیشن ملنے پہ اس نے گاڑی کی سپیڈ مزید تیز کی اور دھڑکتے دل کے ساتھ مطلوبہ جگہ پہنچنے کی دعا کرنے لگا۔

"اے!اے لڑکی!" اپنی باتوں اور گھمنڈ میں ڈوبے شیخیاں بگھارتے ہوئے وہ پچھلی سیٹ پہ بے ہوش پڑی فرشتے کو بھول چکے تھے لیکن کلک کی آواز کے ساتھ دروازہ کھلتے ہی اس کے باہر کودنے کی آواز پہ انہیں ایک دم سے ہوش آئی۔

لیکن جب تک انہیں ہوش آتی یا وہ گاڑی کو بریک لگا پاتے تب تک وہ سڑک کے داہنی طرف بنے گھنے درختوں کی جانب لڑھکتی چلی گئی۔

"یہ کیا ہو گیا؟ وہ لڑکی کہاں چلی گئی؟" گاڑی کو ریورس کر کے اسی جگہ کھڑا کرتے وہ پاگلوں کی طرح نیچے کی طرف دوڑتے اس جھنڈ کو دیکھنے لگے لیکن انہیں کہیں بھی اس کی جھلک نہ دکھائی دی تو وہ پریشان ہوا ٹھے۔

"لڑکی کو جلدی سے تلاش کرو ورنہ باس سے تو شاید جان چھوٹ ہی جائے لیکن اس وکیل کو اگر خبر مل گئی تو پشاور کے کتوں کو کھانے کے لیے ہماری لاش تک نہیں ملے گی۔" گاڑی کو ڈرائیو کرتے اس شخص نے اپنے ساتھی کو مخاطب کرتے ہوئے قدرے خوفزدہ لہجے میں کہا تو وہ بھی پریشانی سے ادھر ادھر درختوں کے جھنڈ میں اس لڑکی کو تلاش کرنے لگا جسے کڈنیپ کرتے ہوئے انہیں اس کے شوہر کا اتنا خوف نہیں آیا جتنا اس کے یوں ان کے ہاتھوں سے غائب ہونے پہ آرہا تھا۔

لیکن ان کی لاکھ کوششوں کے باوجود اسے نہیں ملنا تھا تو وہ انہیں نا ملی تب ہی انہیں سڑک پہ بیک وقت بہت سی گاڑیوں کے رکنے کی آواز آئی تو دونوں کا وجود سن ہوتا گویا ہوا میں معلق ہو گیا۔

"بکواس بند کرو اپنی اور مجھے سچ سچ بتاؤ میری بیوی کہاں ہے؟" زوردار مکہ اس موبائل پہ بات کرنے والے شخص کے منہ پہ مارتے ہوئے اس نے اسے زمین پہ گرنے پر مجبور کر دیا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں، ہمیں نہیں پتہ کہ تمہاری بیوی کدھر ہے۔" بمشکل سیدھے ہوتے ہوئے اس نے مدہم آواز میں بولنے کی کوشش کی۔

"تم اتنی جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے شہریار میر آفریدی کی بیوی کو سرِ راہ اغوا کرتے ہو اور پھر تم یہ نہیں جانتے کہ وہ گئی کہاں ہے؟ پاگل سمجھا ہوا ہے مجھے؟" پے در پے مکے اس کے منہ پہ مارتے ہوئے وہ بول نہیں رہا تھا بلکہ غرا رہا تھا۔

"سس۔۔صاحب ہم سچ کہہ رہے ہیں کہ اس لڑکی نے بیچ راستے گاڑی سے چھلانگ لگا دی تھی اس کے ب۔۔بعد ہم نے بہت ڈھونڈا لیکن نہیں ملی۔" مخدوش حالت میں وہیں سڑک پہ پڑے ڈرائیور نے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے اس سے کہا تو اس کے یوں چھلانگ لگا کے کودنے کا سن کے شہریار کا دل پل بھر کو سکڑا۔

"میری بیوی کو اگر کوئی نقصان پہنچا تو میں تمہیں تمہارے انجام پہ رونے کا بھی موقع نہیں دوں گا۔" زوردار ٹھوکر ان کے ادھ موئے وجود پہ مارتے ہوئے اس نے پیچھے کھڑے آفیسر ز کو اشارہ کیا۔

"لے جائیں انہیں، ان کو اتنی جرات بخشنے والوں کے نام میں بعد میں پوچھوں گا تب تک انہیں خاص پروٹوکول دیں۔" آفیسر ز سے کہتے ہوئے وہ تیزی سے نیچے ڈھلوان کی جانب اترنے لگا تو سجاول سمیت بہت سے آفیسر ز نے جلدی سے اس کا پیچھا لیا۔

"خاناں! بہو مل گئی شہر یار خاناں کو یا نہیں؟" نعمت بی بی حاکم آفریدی کے ہال میں داخل ہوتے ہی متفکر لہجے میں گویا ہوئیں تو وہ گہری سانس بھرتے ہوئے صوفے پہ ٹک گئے تب تک زونائشے اور آئلہ بیگم بھی وہاں آچکی تھیں۔

"آپ نے جواب نہیں دیا آغا جان؟" ان کی خاموشی پہ زونائشے بیگم نے بے چینی سے استفسار کیا۔

"مل جائی گی بہو، آپ سب پریشان مت ہوں سارے اسی بھاگ دوڑ میں لگے ہوئے ہیں۔" انہیں گاڑی سے فرشتے کی غیر موجودگی کی اطلاع مل چکی تھی لیکن اس کے بارے میں وہ گھر میں بتا کے سب کو پریشان نہیں کرنا چاہتے تھے اس لیے نپے تلے انداز میں انہیں تسلی دی۔

"یہ کر کیا رہی ہے آپ کی ساری پولیس؟ پورا دن گزر گیا ہے رات سر پہ چڑھ آئی ہے اور بچی کا ابھی تک کسی کو پتہ نہیں چل سکا۔" نعمت بی بی مارے پریشانی اور تفکر کے بولتی ہوئیں اپنے شوہر پہ خفا ہونے لگیں۔

"پھونک مارنے سے ایسے کام نہیں ہوتے نعمت بی بی! عورت ذات کا معاملہ ہے اور ہم اسے اچھال نہیں سکتے وہ آفریدی خاندان کی بہو ہے ہمیں ہر کام سوچ سمجھ کے کرنا ہے ورنہ تاک میں بیٹھے دشمن فوراَبلوں سے باہر آجائیں گے۔" یوسف زئی خاندان کی چپ پہ ہی متعجب حاکم آفریدی نے اپنے مخصوص رعب دار انداز میں انہیں جواب دیا تو وہ سر جھٹکتی ہوئی تسبیح کے دانے گراتی اپنے بچوں کے لیے دعا گو ہو گئیں۔

"بچے! گلالہ کو کہو کہ میرے لیے قہوہ تیار کروائے۔" حاکم صاحب نے آئلہ بیگم کو شہیر کی بیوی کا حوالہ دیتے ہوئے کہا اور خود اپنے کمرے کی جانب چل دیے جبکہ آئلہ بیگم زونائشے بیگم کا کندھا تھپکتی ہوئیں کچن کی جانب چل دیں۔

گاڑی سے چھلانگ لگانے کے بعد جیسے ہی وہ لڑھکتی ہوئی درختوں کے جھنڈ کے پاس آگری تو درد کے احساس نے کچھ لمحوں کے لیے اس کے وجود کو سن سا کر دیا تھا لیکن اگلے ہی لمحے ان دونوں کی آواز اور گاڑی کے پہیے چرچرانے کی آواز سن کے وہ لڑکھڑاتی ہوئی اٹھی اور اپنی پوری جان لگاتے ہوئے ایک طرف بھاگنے لگی۔

اس کے سر پہ لی ہوئی چادر کندھوں پہ آگری تھی جس کا احساس ہوتے ہی اس نے چادر کا سرا سر پہ رکھا اور کندھے سے کمر کے گرد لٹکائے بیگ کو تھامتی وہ آگے بڑھنے لگی اور اللہ کا نام لیتی وہ وہ قدرے ایک سائیڈ پہ بنے درختوں کے موٹے تنوں کے بیچ بنی جگہ میں چھپتی ہوئی اپنی عزت کے بچاو کے لیے دعائیں مانگتی کسی معجزے کے انتظار میں تھی۔

لیکن چند ہی لمحوں بعد اسے وہاں بھاگتے دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی تو وہ دونوں ہاتھ ہونٹوں پہ جماتی ہوئی اپنی سانسیں تک روک گئی۔

جب وہ کافی دیر تک انہیں یونہی درختوں کے گرد منڈلاتی ہوئی دیکھتی رہی تو اسے محسوس ہونے لگا جیسے یہ اس کے آخری پل ہوں لیکن شاید خدا کو اس پہ رحم آ گیا تھا اور اچانک بہت سی گاڑیوں کے ٹائیر زچر چرانے کی بھیانک آواز سن کے وہ دونوں وہاں سے بھاگے تو وہ شکر کا سانس لیتی فوراً وہاں سے نکلی کیونکہ اس کے خیال میں گاڑیوں میں موجود افراد ان کے ساتھی تھے تبھی وہ اتنی مہلت پاتی اپنے زخموں اور خراشوں سے چور بدن کو گھسیٹتی ایک جانب چل دی۔

"وہ اتنی پاگل کیسے ہو سکتی ہیں؟ کیا انہیں اتنا یقین نہیں تھا کہ میں انہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا؟"

اڑھائی پونے تین گھنٹے اس ایریے کی تلاشی لینے کے بعد بھی جب انہیں ناکامی ہوئی تو وہ زوردار پنچ درخت کے مضبوط تنے پہ مارتا ہوا سجاول کے سامنے غرایا۔

"شہری!ریلیکس رہو جہاں اللہ نے اتنی مدد کی ہے وہیں وہ مز۔۔۔" اس کے مضبوط کندھے پہ ہاتھ دھرے وہ اسے کچھ کہنے کو تھا جب اس کی نگاہ اچانک شہریار کے وجود سے ہٹی۔

"شہری!وہ دیکھ خون کے نشان۔" وہ اچانک اسے متوجہ کرتا ہوا جوش سے بولا تو شہریار نے ایک جھٹکے سے سر گھما کے دیکھا تو خون کے نشانات دیکھ کے اس کے خوبرو چہرے پہ ایک تاریک سا سایہ لہرایا۔

"سر میرے خیال میں میڈم اس جانب کو گئی ہیں۔" خون کو دیکھتے ہوئے ایک آفیسر نے اپنا خیال پیش کیا تو وہ ایک قوت اپنے اندر مجتمع کرتا ہوا آگے بڑھنے لگا اور خدا سے کسی بڑے نقصان کے نا ہونے کی خدا کرنے لگا۔

"کیا کوئی خبر ملی ہے فرشتے کے بارے میں؟" گہری ہوتی رات کو دیکھتے ہوئے مرجان بیگم نے ہال میں اکٹھے ہو کے بیٹھے سب افراد پہ طائرانہ نگاہ ڈالتے ہوئے عالم صاحب سے استفسار کیا۔

"ابھی کوئی اطلاع نہیں ملی بھاجائی!ہمارے آدمی شہر کے چاروں کونوں میں پھیلے ہوئے ہیں لیکن ہمیں ابھی تک کوئی ایسی مشکوک گاڑی نہیں دکھی اور شاید نا ہی آفریدی اس بارے میں کوئی پتہ لگوا سکے ہیں

کیونکہ کچھ گھنٹے پہلے سارے ناکے کھل چکے ہیں۔" سارے ممکنہ دشمنوں کی فہرست ذہن میں دہراتے ہوئے عالم صاحب نے بھر جائی کو تفصیلی جواب دیا تو جنت اور زمرد بیگم کے چہرے سفید پڑنے لگے۔

"ایسے کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ کیا سوئی کی نوک میں میری بیٹی کو پرو کے لے گئے ہیں جو دو خاندانوں کے سینکڑوں لوگ بھی انہیں ڈھونڈ نہیں پا رہے، وہ آفریدی ہمارے ساتھ کوئی کھیل کھیل رہے ہیں مجھے لگتا ہے کہ فرشتے انہیں مل چکی ہے۔" زمرد بیگم پہ کاٹ دار نگاہ ڈالتے ہوئے مرجان بیگم نے متنفر لہجے میں کہا۔

"آفریدیوں کو اگر فرشتے مل بھی چکی ہے تو آپ لوگوں کو یہ خوش فہمی کب سے ہونے لگی کہ وہ اسے واپس یہاں چھوڑ کے جائیں گے جہاں کے رہائشیوں پہ بے یقینی وہ چند گھنٹے قبل دکھا چکے ہیں۔" حبیب صاحب کی تلخ اور طنزیہ آواز پہ سب پل بھر کو ساکت رہ گئے۔

"وہ کون ہوتے ہیں میری بیٹی کو یہاں نہ بھیجنے والے؟" مرجان بیگم اچانک بھڑ اٹھیں۔

"اس کے سسرالی ہوتے ہیں وہ۔" وہ اپنے الفاظ پہ زور دیتے ہوئے بولے۔

"جب شوہر سے ہی تعلق نہ رکھنا ہو تو سسرال کی کیا حیثیت ہے؟ اگر وہ کوئی کھیل ہی کھیل رہے ہیں انہیں فرشتے مل چکی ہے تو انہیں اسے واپس حویلی بھجوانا ہو گا۔" حاقان صاحب متکبر لہجے میں گویا ہوتے مرجان اور عالم صاحب کے دل کی آواز کو زبان دے گئے۔

"وہ یہ غلطی ایک بار کر چکے ہیں اور ایسا خمیازہ بھگتنے کے بعد وہ یہ غلطی کبھی نہیں کریں گے۔" سرد انداز میں کہتے ہوئے وہ وہاں سے چلے گئے جبکہ ان کے الفاظ پہ وہ تینوں جھلس اٹھے۔

کافی دیر چلنے کے بعد بھی جب اسے راستے کی سمجھ نہ آئی اور نہ ہی کوئی جگہ ملی جہاں وہ رک سکے تو اس کے انگ انگ میں تھکن اور بے بسی اترنے لگی۔

رات کے بڑھتے سائے اور عزت کے خوف کے ساتھ بدن کے درد نے اسے نڈھال سا کر دیا تھا۔

کچھ آگے چلنے کے بعد اسے ایک پرانا ٹیوب ویل دکھائی دیا جو کہ بند تھا تو وہ جلدی سے اس کی جانب بڑھی اور اس تک پہنچتے ہی وہ گھٹنوں کے بل وہاں گرتی زارو قطار روتی اس رات کے بارے میں سوچنے لگی جو اسے اس ویرانے میں گزارنی تھی۔

وہ نجانے کب تک گزری زندگی کے شب و روز کو یاد کرتی رہتی جب اچانک بھاگتے قدموں کی آواز سن کے اس کا دل دھک سے رہ گیا۔

اس نے ایک دم سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس کے بدن کے ناقابلِ برداشت درد نے اسے اپنی جگہ سے ہلنے سے قاصر کیا تو وہ مارے ازیت و بے بسی کے گھٹ گھٹ کے روتی سر گھٹنوں میں چھپاتی آنے وقت سے بچاو کی بیکار سی کوشش کرنے لگی۔

"فرشتے!" اچانک اپنے نام کی پکار سن کے کوئی اسے بڑی شدت سے یاد آیا تو بے قابو آنسو عارضوں پہ بہہ نکلے۔

"فرشتے!" اب کی آواز قدرے نزدیک سے آتی بلند آواز اسے اپنا الوژن نہ محسوس ہوئی تو اس نے ڈرتے ڈرتے سر گھٹنوں سے نکالا تو نگاہ کچھ فاصلے پہ کھڑے شخص پہ پڑی جو ادھر ادھر دیکھتا بلند آواز میں اسے پکار رہا تھا۔

اسے اچانک اپنے سامنے دیکھ کے وہ اپنی طاقت و ہمت جمع کرتی اپنی جگہ سے اٹھنے کی کوشش کرتی ہوئی لڑکھڑائی۔

"شہریار!" اس کی نم سرگوشی نما آواز جب اس ویرانے سے ٹکرائی تو شہریار کے تڑپتے وجود کو پل میں قرار آیا اس نے گردن موڑتے ہوئے آواز کا تعاقب کرنے کی کوشش کی تو نگاہ ٹیوب ویل کی چھوٹی سے دیوار سے ٹکرائی جس پہ ہاتھ جماتی وہ کھڑے ہونے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

"فرشتے! زماکرانا!" اس کی مخدوش و بکھری ہوئی حالت دیکھ کے وہ تڑپ کے اس کی جانب بڑھا تو وہاں موجود آفیسر ز نے فوراً چہروں کے رخ موڑے کہ فرشتے کے چہرے سے چادر ہٹی ہوئی تھی۔

"زماکرانا!" بے قراری سے کہتے ہوئے اس نے اس کے نڈھال وجود کو اپنی بانہوں میں بھرتے ہوئے اس کے وجود کو خود میں سمونے کی کوشش کی تو ٹوٹی ہوئی شاخ کی مانند اس کے وجود پہ آ گری۔

"ز۔۔زہ لہ تا کر کہ لرم۔" (میں آپ سے نفرت کرتی ہوں۔) حواس کھونے سے قبل اس کی کی گئی مدہم سی سرگوشی اسے بانہوں میں سمیٹے کھڑے شہریار سمیت وہاں کے درختوں کو بھی لحظہ بھر کے لیے ساکت کر گئی۔

ماضی

"میں ہرگز اپنی بہن کی شادی اس شخص کے بیٹے سے نہیں کروں گا۔" ظہیر آفریدی نے بھری پنچائیت میں کھڑے ہوتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا تو حاقان یوسف زئی خون کے گھونٹ بھر کے رہ گئے۔

"خاناں! اپنے بیٹے کے غصے پہ قابو پاو ورنہ معاملہ بگڑ سکتا ہے، آپ کے بیٹے (ایبک آفریدی) نے میرے وفادار ملازم کا قتل کیا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ قتل کی سزا کیا ہوتی ہے۔" حاقان صاحب نے اپنے غصے پہ قابو پاتے ہوئے حاکم آفریدی کو مخاطب کیا جن کے سنجیدہ چہرے پہ اس وقت سوچ کی پرچھائیاں تھیں۔

"قتل کا بدلہ قتل ہوتا ہے تو مجھے منظور ہے آپ لوگ اگر چاہیں تو بھری پنچائیت کے سامنے مجھے مار سکتے ہیں۔" ایبک آفریدی نے مضبوط لب ولہجے میں کہا تو پوری پنچائیت کو سانپ سونگھ گیا۔

"لیکن ہمیں خون کے بدلے خون نہیں چاہیے۔" اختر (حاقان صاحب کا ملازم) کے بھائی خیبر کی آواز پہ سب چونکتے ہوئے اس کی جانب متوجہ ہوئے۔

"مجھے خون کے بدلے خون نہیں بلکہ جان کے بدلے جان (لڑکی) چاہیے۔" خیبر خان نے رٹے رٹائے انداز میں آفریدیں پہ بم پھوڑا۔

وہ جو پہلے صرف یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ محض خاقان یوسف زئی کی چال اور مکروہ خواہش ہے لیکن اب مقتول کے بھائی کی زبان سے یہ الفاظ سن کے سب کے سب ٹھٹھر سے گئے تھے۔

"جب میں پوری پنچائیت کے سامنے اس بات کا اعتراف کر چکا ہوں کہ قتل میں نے کیا ہے اور اس کی سزا بھگتنے کے لیے بھی تیار ہوں تو معاملہ خون کے بدلے خون تک ہی رکھا جائے۔" ایک آفریدی نے اپنے دل میں بھڑکتے شعلوں پہ بمشکل قابو پاتے ہوئے سب سے کہا۔

"اس بات کا فیصلہ مقتول کا خاندان کرے گا۔" پنچائیت کے سربراہ نے فیصلہ کن انداز میں کہا تو حاقان صاحب کے چہرے پہ طنزیہ سی مسکان پھیل گئی۔

"جیسا کہ پورا علاقہ جانتا ہے کہ میرا جوان بھائی مرا ہے جس کی کچھ عرصہ پہلے ہی شادی کی ہے تو میرا یہ فیصلہ ہے پنچائیت سے کہ حاکم صاحب کی بیٹی کو میرے بھائی کے قتل کے بدلے میرے نکاح میں دیا

جائے۔" ان پڑھ سے خیبر نے بمشکل پڑھائے ہوئے الفاظ بے ترتیب انداز میں دہرائے تو سب کو سانپ سونگھ گیا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو یہ تم؟" ظہیر آفریدی غصے سے بھڑک اٹھے اور شرر باز نگاہوں سے اسے دیکھا جو پینتالیس کا ہندسہ کراس کر چکا تھا اور 'زمرد آفریدی' اس کا وقت دس سال کی بھی نہ ہوئی تھی۔

"دھیرج رکھیں ظہیر خاناں۔" سرپنچ صاحب جو خود اس فیصلے سے نالاں تھے انہوں نے آہستگی سے ظہیر آفریدی کو ٹوکا۔

"آپ کچھ کہنا چاہیں گے چنگیز صاحب (خاقان یوسف زئی کے والد) اس فیصلے کے بارے میں؟" سرپنچ صاحب نے چنگیز صاحب سے استفسار کیا جو خاموش بیٹھے حالات کا مشاہدہ کر رہے تھے۔

"حاکم اور حاتم دونوں میرے بہت قریبی و عزیز دوست دراب آفریدی کے بیٹے ہیں اور اسی لحاظ سے مجھے ان کی اولاد بھی عزیز ہے، حاکم کی بیٹی کے ساتھ جو کچھ ہوا اس کا مجھے دلی افسوس ہے اور جو کچھ ایبک خاناں غلطی سے کر چکا ہے وہ بھی غلط ہے لیکن اس سب کے باوجود میں نہیں چاہتا کہ اس چھوٹی سی بچی کے ساتھ ناانصافی ہو جو ابھی ان فرسودہ رسموں کے معنی بھی نہیں جانتی۔" چنگیز صاحب

اپنے مخصوص حلاوت آمیز مگر مضبوط لب ولہجے میں بولنا شروع ہوئے تو سب چونکس سے انداز میں ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

"مگر خ۔۔۔" خیبر خان نے کچھ بولنا چاہا جب انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

"اختر ہماری حویلی کا وفادار ملازم رہا ہے اور اس کی موت کا مجھے بھی بہت دکھ ہے لیکن اس کے بدلے میں تمہیں اتنے بڑے ظلم کی اجازت نہیں دوں گی، تمہیں اگر جان کے بدلے جان کا ہی بدلہ چاہیے نا تو ایبک خاناں کی بہن اس علاقے میں آجائے گی لیکن تمہاری ونی کی حیثیت سے نہیں بلکہ عالم یوسف زئی کے نکاح میں۔" ان کی بارعب آواز پہ حاقان صاحب کے سر پہ جیسے پہاڑ سے ٹوٹ پڑے انہوں نے پہلو بدلتے ہوئے باپ کو دیکھا جبکہ آفریوں سمیت باقی پنچائیت بھی انہیں یونہی تک رہی تھی۔

"تم جان کے بدلے جان چاہتے تھے تو اس کام میں ہم نے تمہارا ساتھ دیا ہے۔" انہوں نے آنکھیں سکیڑتے ہوئے اپنے ملازم کو بہت کچھ باور کروانے کی کوشش کی تو وہ چپ رہ گیا۔

حاتم اور ایبک آفریدی اس مقام پہ بہت کچھ بولنا چاہتے تھے لیکن وہ باپ جیسی ہستی کا مقام بھرے مجمعے میں گرانا نہیں چاہتے تھے ویسے بھی یہ فیصلہ پہلے فیصلے کی نسبت قدرے بہتر تھا کیونکہ 'ونی' ہونے کے باوجود چنگیز یوسف زئی کی موجودگی میں 'زمرد آفریدی' کا کوئی بال بھی بیکا نہیں کر سکتا تھا۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ میرے بنے بنائے پلان پہ کیسے آغا جان منٹوں میں پانی پھیر سکتے ہیں؟" حاقان یوسف زئی شراب کے گلاس غٹاغٹ پیتے ہوئے اپنے اندر لگی ہوئی آگ کو کم کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"اتنے برس آفریدیوں سے رشتے داری کو برداشت کیا ہے اور اب پھر سے وہی سب دہرایا جانے لگا ہے۔" وہ شیشے کا گلاس سامنے دیوار پہ مارتا ہوا چلایا جبکہ نگاہوں کے سامنے برسوں پہلے کے مناظر جھلملانے لگے۔

دراب میر آفریدی اور چنگیز یوسف زئی اگرچہ دونوں الگ الگ قبیلوں کے سربراہ تھے لیکن دونوں کے درمیان موجود مثالی دوستی نے دونوں قبیلوں میں امن و خوشحالی کی فضا قائم کر رکھی تھی، روایتی ماحول کو فروغ دینے کی بجائے وہ لوگوں کے مسائل خوش اسلوبی سے حل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے دونوں قبیلوں کو یکساں سہولیات دینے کی کوشش کرتے ہوئے برسوں کی ریت کو توڑتے ہوئے لڑکیوں کی تعلیم کے لیے بھی کوشاں تھے۔

گل خانہ آفریدی (دراب آفریدی کی بیوی) اور فیروزہ گل (چنگیز یوسف زئی کی بیوی) دونوں سگی چچا زاد تھیں اسی لیے دونوں خاندانوں کی دوستی میں زرا برابر فرق نہ آیا۔

جہاں بہت سے لوگوں کو ان کا یہ کٹھ جوڑ بھاتا تھا تو وہیں بہت سے لوگ اس سے خائف بھی تھے ان کچھ لوگوں میں چنگیز صاحب کے چچیرے رشتے دار سرِ فہرست تھے اور وہ کسی ایسے موقعے کی تلاش میں تھے جب وہ ان کے درمیان دراڑ ڈال سکیں۔

شادی کے کچھ عرصے بعد جب دراب خاناں کو خدا نے دو بیٹوں جیسی نعمتوں حاکم آفریدی اور حاتم آفریدی سے نوازا سے تو کچھ ہی مہینوں بعد چنگیز صاحب کو اللہ پاک نے خاقان یوسف زئی عطا کیا

لیکن اس کی پیدائش کے دوران ہونے والے کچھ پیچیدگیوں کے باعث فیروزہ گل بیمار پڑ گئیں تو چنگیز صاحب کو مجبوراً خاقان کی نگہداشت کے لیے اپنی چچیری بہن دردینہ کو بلانا پڑا تو موقعے کی تلاش میں بیٹھی وہ فوراً حویلی پہنچ گئیں۔

جیسے جیسے وقت گزرتا گیا بچے بڑے ہونے لگے تو جہاں حاکم اور حاتم کا لگاؤ باپ کی طرح یوسف زئی حویلی سے بڑھا ویسے ہی دردینہ بیگم کے پڑھائے ہوئے سبق کی وجہ سے خاقان ان سب سے خار کھانے لگا اور یہ نفرت دردینہ بیگم کے جانے اور فیروزہ گل کے اس سے مانوس ہونے کے بعد بھی کم نہ ہوئی۔

حاکم اور حاتم اکثر اس سے دوستی بڑھانے کی کوشش کرتے مگر اس کا نفرت انگیز رویہ دونوں گھروں کو بہت کچھ سوچنے پہ مجبور کر گیا اور پھر مجبوراً دراب صاحب نے بیوی بچوں کو بلاوجہ یوسف زئی حویلی جانے سے منع کر دیا کیونکہ وہ دوست کو شرمندہ و خفت زدہ نہیں دیکھ سکتے تھے جو وہ اکثر اپنے بیٹے کی وجہ سے ہوتے تھے۔

حاکم و حاتم بارہ سال کے تھے جب اللہ نے دراب صاحب کو بیٹی 'پری وش' جیسی نعمت سے نوازا تب حاقان کو چنگیز صاحب نے پڑھنے کے لیے بارہ سال کی عمر میں ہی اپنے دوست کے پاس امریکہ بھیج دیا کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ منظر سے ہٹ کے شاید ان کے بیٹے کی سوچ اور نظریہ تبدیل ہو جائے۔

حاقان کے حویلی سے جانے کے بعد دونوں خاندانوں ملنا ملانا پھر سے پہلے کی طرح ہو گیا جس کی اطلاع دردینہ بیگم سے سن کے سات سمندر پار بیٹھا حاقان اپنے کچے ذہن میں نفرت کے انبار پالنے لگا۔

پری وش سترہ سال کی تھی جب آفریدی حویلی میں "حاکم میر آفریدی" کی شادی کے شادیانے گونج اٹھے۔

'جنت گل' گل خانہ کی بھتیجی تھیں اور حاکم سے دو سال بڑی تھیں لیکن اس کی رضامندی ملتے ہی حویلی میں شادی کی تیاریاں زور و شور سے شروع ہو گئیں جبکہ دوسری جانب امریکہ میں پڑھائی کے نام پہ شراب و شباب کی ہر طرح سے عیاشی کرنے والے حاقان کو باپ کے مسلسل بلاوے پہ پاکستان واپس آنا پڑا تو اس کے آنے کی خبر سن کے سب بے تحاشا خوش ہوئے کہ شاید اب کی بار وہ بدل کے آیا ہو۔

Urdu Novels Ghar

اور وہ واقعی بدل کے آیا تھا لیکن اب کی بار کا بدلا وہ دونوں خاندانوں میں ایسی تباہی مچانے والا تھا جس کے بارے میں کوئی کچھ نہیں جان سکتا تھا۔

بھائی کی شادی اور پیاری سی بھابھی آنے کی خوشی میں پری وش تتلی بنی ادھر سے ادھر اڑتی پھر رہی تھی۔

ملٹی کلر کی گھیر دار شیشوں والی فراک پہ چھوٹے چھوٹے شیشوں سے سجا دوپٹہ وہ وہ دونوں سروں کو بالوں کے نیچے سے باندھے اس کے ہلو سینے پہ لٹکائے معصومیت سے چہچہا رہی تھی۔

ٹھوڑی پہ بنے تین کالے تل نما نشان سجائے وہ خوبصورت و ملائم چہرے کے ساتھ نظر لگ جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی۔

وہ اگر دونوں بھائیوں کی لاڈلی تھی تو باقی گھر والوں کی اس میں جان بستی تھی اور اس کی ہی خوشی کے لیے دراب صاحب نے علاقے میں لڑکیوں کے لیے کالج بھی بنوایا تھا کیونکہ اس کا کہا آفریدی کبھی نہیں ٹال سکتے تھے۔

آج حاکم کی رسمِ حنا تھی اور باپ کے بے حد مجبور کرنے پہ جب حاقان یوسف زئی آفریدی حویلی پہنچا تو وہاں ہوئے چراغاں کو دیکھ کے اس کا دل کیا وہ اس حویلی کو آگ لگا دے جو اس کی دانست میں اس کے باپ کے لیے اس سے بڑھ کے تھے۔

وہ تنے ہوئے چہرے اور بھڑکتے دل کے ساتھ گاڑی سے اترا اور نپے تلے انداز میں حاتم آفریدی سے ملتا ہوا مردان خانے کی طرف بڑھا جب اس کے قدم بے ساختہ ٹھٹھک سے گئے۔

مغرب کی رنگین فضاؤں میں برسوں رہتے ہوئے وہ رنگ برنگی تتلیوں کے سنگ اڑتے ہوئے گھات گھات کا پانی پی چکا تھا لیکن اس لمحے حویلی کے زنان لانے کی چک اٹھائے وہ خوبصورت ہرنی جیسی دوشیزہ جو دوپٹہ سے چہرہ چھپانے کی کوشش کرتی جھانکنے کے سے انداز سے دیکھتی حاتم کو اپنی طرف بلاتی اس کے دل کو ہلا سی گئی۔

اس کے خوبصورت مگر قدرے حجاب آمیز وجود کو دیکھتے ہوئے وہ ارد گرد کی پرواہ کیے بغیر اپنے قدموں کو آگے بڑھنے پہ آمادہ نہ کر سکا اس کا اس پل شدت سے دل چاہا کہ وہ اس حسن کی مورت کا

مکمل جائزہ لے اور اسے کھل کے چھو سکے لیکن اس کی یہ حسرت خاک میں مل گئی جب چنگیز خان نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

"حاقان خاناں! اپنی نگاہیں نیچی کرو۔" انہوں نے تنبیہی انداز میں بیٹے کو ٹوکا تو وہ کھسیا سا گیا۔

"آغا جان یہ حاتم کی منگیتر ہے؟" ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے چند لمحوں بعد سوال کیا کہ حاتم کی منگنی کے بارے میں وہ سن چکا تھا جبکہ اس کا سوال سن کے چنگیز صاحب کا چہرہ سرخ پڑا۔

"ابھی اتنی بے حیائی یہاں نہیں پھیلی جو منگیتریں ایک دوسرے سے ملیں گے یہ حاتم کی لاڈلی بہن ہے ہماری 'پری وش'۔" ناگواری سے کہتے ہوئے پری وش کا زکر کرتے ہوئے ان کا چہرہ نرمی سمیٹ لایا تو ان کے آخری الفاظ پہ وہ زیرِ لب بڑبڑایا۔

"پری وش"!

حاقان کا موڈ جو حویلی سے نکلتے ہوئے بگڑا ہوا تھا لیکن اس وقت اس معصوم ہرنی کے آدھے ادھورے دیدار کے باعث اس قدر خوش دلی میں ڈھل چکا تھا کہ اس کی خوش مزاجی نے پوری حویلی کو متعجب کر ڈالا۔

اس نے 'پری' کے دیدار کے لیے ناچاہتے ہوئے بھی حاکم کی شادی کے ہر فنکشن میں دل کھول کے حصہ لیا جس نے باقی سب کو تو خوشی سے ہمکنار کیا ہی تھا لیکن زنانہ و مردانہ حصے الگ ہونے کے باعث وہ اس کی ایک بھی جھلک نہ دیکھ سکا تو وہ ناکامی کے احساس سے جھنجھلانے لگا اور اسی جھنجھلاہٹ کے باعث وہ ولیمہ کی تقریب کے ختم ہوتے ہی بنا کسی کو اطلاع دیے وہاں سے نکل کے اپنے خفیہ فارم ہاوس کی جانب گاڑی بڑھا چکا تھا۔

"اختر! مجھے وہ لڑکی چاہیے۔" شراب کے گلاس کو غٹا غٹ خالی کرتے ہوئے اس نے اپنے وفادار ملازم کو حکمیہ انداز میں کہا تو وہ فوراً چوکس ہوا۔

"کون سی لڑکی چاہیے خاناں؟ آپ بس حکم کریں۔" وہ ہاتھ سینے پہ رکھتا سر جھکائے مودب انداز میں بولا۔

"حاکم آفریدی کی بہن چاہیے مجھے، اس کی ہرنی جیسی آنکھوں نے اتنے دنوں سے میرا سکون برباد کر رکھا ہے اور حاقان یوسف زئی کا سکون برباد کرنے والے کو سزا دیے بغیر مجھے چین کیسے آئے گا۔" وہ

شراب کے نشے میں دھت اپنی طاقت کے گھمنڈ میں بولتا چلا گیا جبکہ اس کے پہلے ہی فقرے پہ اختر کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔

"حاکم آفریدی کی بہن؟" وہ زیرِ لب بڑبڑایا اور عجیب سے انداز میں اپنے صاحب کو دیکھا اور پھر ڈرتے ڈرتے اس سے مخاطب ہوا۔

"خاناں! اس لڑکی کو لانے کا بس ایک ہی طریقہ ہے۔" اس نے ہمت مجتمع کرتے ہوئے کہا اور یہ ہمت اس وجہ سے تھی کہ وہ اس کے ہر اچھے برے کام میں اس کا ساتھ پوری وفاداری سے دیتا تھا۔

"ک۔۔کیسا طریقہ؟" اس کی آواز نشے کی شدت سے لڑکھڑانے لگی۔

"نکاح، آپ شادی کر لیں ان سے خاناں کیونکہ آفریدیوں کی لڑکی کو ہم اسی ایک طر۔۔۔۔۔" اس نے دھیرے سے کہتے ہوئے اس کی جانب دیکھا جس کا نشہ بھک سے اڑ گیا تھا اور وہ اس کی بات مکمل ہونے کا انتظار کیے بغیر اپنی جگہ سے اٹھا اور چیل کی طرح اس کی جانب لپکا۔

"دماغ خراب ہے تیرا؟ ان آفریدیوں سے رشتے داری کروں گا میں جن کے بارے میں میرا دل کرتا ہے کہ ان سب کا نام ہی میں صفحہ ہستی سے مٹا ڈالوں اور اس لڑکی کو حاصل کرنا میرے لیے ہر گز

مشکل نہیں ہے،اس کی خوبصورتی کو سراہنے کے لیے حاقان یوسف زئی کی پوری زندگی کیونکر داو پہ لگے اس کے لیے تو ایک ہی رات کافی ہے۔" بپھرے اور متنفر انداز میں بولتے ہوئے وہ آخر میں مکروہ لہجے میں گویا ہوا تو اس کی پلاننگ اور آفریدیوں کے ردعمل کا سوچ کے ہی اختر کا دل لرز اٹھا۔

وہ اگرچہ اس کے ہر اچھے برے عمل میں اس کا ساتھ دیتا تھا اکثر اس کی فراخ دلی کے باعث وہ شراب وشباب کے بھی مزے لوٹتا تھا لیکن اب کی بار اس کے حدف کا سوچ کے ہی اختر کا دل خراب ہونے لگا لیکن وہ اس کی منافی نہیں کر سکتا تھا اس لیے ناچاہتے ہوئے بھی اس کا ساتھ دینے پہ مجبور ہو گیا تھا۔

"آپ کا کیا منصوبہ ہے خاناں؟" اس نے اپنے اسی مودب انداز میں استفسار کیا۔

"اگلے مہینے میری شادی ہے تو ظاہر ہے آفریدی حویلی والے تو ضرور آئیں گے تو بس اس دن شادی ایک ہو گی لیکن دلہنیں اور شب زفاف دو ہوں گی۔" وہ مکروہ وشیطانیت زدہ لہجے میں بولتا ہوا اسفاکیت سے قہقہہ لگاتا ہوا شراب کے گھونٹ بھرنے لگا۔

"وشہ بچے آپ نہیں جاوگے شادی پہ؟" کلف لگے ہاف وائیٹ کرتے کے کفس بند کرتے ہوئے حاتم نے پری وش کو یونہی ہی تحت پہ بیٹھے ہوئے دیکھا تو پیار سے بولا۔

"نہیں لالہ! میرا کل پیپر ہے اس لیے میں نہیں جا سکتی لیکن پیپرز کے بعد جاوں گی تو جنت بھاجائی کو مبارک اور تحفہ دے آوں گی۔" وہ عادتا پوری تفصیل سے گویا ہوئی تو وہ اس کی پیشانی چومتا ہوا اسے پیپر کے لیے نیک تمنائیں دیتا باقی سب کو بلانے کے لیے بڑھ گیا۔

جبکہ دوسری جانب دلہا بنے حاقان نے آفریدی حویلی والوں کے ساتھ جب پری وش کو موجود نہ پایا تو اپنے پلان کی اس اچانک ناکامی سے وہ جلتے توے پہ جا بیٹھا اس پل اس کا شدت سے دل چاہا کہ وہ ابھی جائے اور اس کے کومل کے وجود کو بھنبھوڑ کے رکھ دے جس نے اسے اتنے دنوں سے بے چین کر رکھا تھا لیکن موقع کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے وہ بمشکل خود پہ قابو پاتے ہوئے کسی اچھے سے موقع کا انتظار کرنے لگا۔

اور یہ موقع اسے قدرت کی جانب سے بہت جلد عطا کر دیا گیا، اس کی شادی کے ہنگامے سر د پڑتے ہی جب پری وش کے امتحانات ختم ہونے کے بعد اس کا حویلی آنے کا پروگرام بنا تو اطلاع سن کے اس کا

شیطانی ذہن فوراپلان بنانے لگااور اس نے منٹ سے پہلے اختر کو طلب کیااور اپنے ارادے اس کے گوش گزارے جسے سن کے اختر بھی کمینگی سے مسکرادیا۔

"اماں (حاقان کی ماں جسے وہ سب اماں کہہ کے بلاتے تھے)!بھاجائی تو میری سوچ سے زیادہ خوبصورت ہیں۔" جنت کے نرم ونازک ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتی ہوئی وہ اپنے مخصوص چلبلے لہجے میں گویاہوئی تو جنت بی بی جھینپ اٹھیں۔

"میری بچی بہت پیاری ہے نااس لیے۔" اس کی پیشانی چومتے ہوئے اماں نے اسے مشفقانہ لہجے میں کہا تو وہ کھل کے مسکرادی۔

"تم شادی پہ کیوں نہیں آئی؟" جنت بی بی نے استفسار کیا،اسے یہ پیاری سی نازک اندام سی لڑکی بہت پسند آئی تھی۔

"میرے امتحان تھے ایف اے کے بھاجائی اس لیے میں نہیں آسکی لیکن میں نے آپ اور لالہ کے لیے بہت زیادہ دعاکی تھی۔" وہ محبت اور خلوص سے بولی تو جنت بی بی بھی مسکرادیں۔

اسی لمحے ملازمہ نے کھانا لگنے کی اطلاع دی تو وہ ان کے کہنے پہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی، وہ حاتم اور گل خانہ کے ساتھ آئی تھی لیکن گل خانہ اور حاتم کو کہیں جانا تھا اس لیے انہوں نے اسے وہاں چھوڑا اور دو گھنٹے بعد آنے کا کہتے ہوئے چلے گئے۔

جب حاتم اور گل خانہ کے جانے کی اطلاع ملی تو حاقان بہت خوش ہوا لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنے غلیظ ارادوں میں کامیاب ہوتا چنگیز صاحب کی اچانک آمد نے پری وش کو اس شکاری سے بچا لیا۔

وقت کا کام تھا گزرنا اور وہ برق رفتاری سے گزرتا ہوا حاکم اور نعمت بی بی کو ظہیر آفریدی، ایبک آفریدی اور زمرد آفریدی جیسی نعمتیں عطا کر گیا، وہیں حاقان اور فیروزہ گل کے ہاں جبیب یوسف زئی اور عالم یوسف زئی نے جنم لیا۔

جب حاکم کے ہاں ظہیر پیدا ہوا تب حاتم کی شادی گلالہ سے ہوئی اور اب اس کے دو بیٹے شمشیر آفریدی اور فیروز آفریدی تھی۔

Urdu Novels Ghar

گزرتے وقت کے ساتھ آفریدی حویلی نے اپنی چہچہاتی چڑیا کو دراب صاحب کے بھتیجے سے بیاہا تھا لیکن قدرت کی ستم ظریفی کے وہ شادی کے دس ماہ بعد ہی حویلی بیوہ ہو کے واپس آگئی لیکن یہ کوئی نہ جان سکا کہ اس کے شوہر کی موت ایک سوچی سمجھی سازش تھی۔

گزرتے وقت میں اگرچہ بہت کچھ بدلا تھا لیکن حاقان صاحب کے دل میں پنپتی برسوں کی اس غلیظ خواہش نے ابھی بھی ایک آگ بھڑکا رکھی تھی، گزرے سالوں میں نے شمار مواقع ایسے آئے تھے جب اس نے اپنے ارادوں پہ عمل کرنے کی کوشش کی لیکن ہر دفعہ وہ اس کے ہاتھ آتے آتے بچ جاتی تھی۔

آفریدیوں کو ڈھکے چھپے انداز میں نقصان پہنچاتے ہوئے وہ ان سے کھل کے مخالفت مول نہیں لیتا تھا کیونکہ وہ پختہ ارادہ کر چکا تھا کہ وہ ایک نہ ایک دن اپنی اس برسوں کی خواہش کو ضرور پورا کرے گا وہ اس کو اپنے سامنے اس کو بے پردہ ضرور کرے گا۔

اور پھر ایک دن اس کے دل کی مراد بھر آئی، ظہیر اس وقت اٹھارہ، ایبک سترہ اور زمر دس سال کی تھی جب حاقان کے بیٹے عالم کی سالگرہ پہ ساری حویلی والوں کو جانا پڑا۔

ہمیشہ کی طرح عورتیں زنان خانے میں اکٹھی ہو گئیں جبکہ مرد مردان خانے میں گپ شپ لگانے لگ گئے۔

باتیں کرتے ہوئے اچانک پری وش کی نظر حویلی کی ملازمہ کے بیٹے پہ پڑی جو سیڑھیوں کے دہانے پہ کھڑا کسی بھی لمحے گرنے والا تھا، اس نے ایک نظر سب جو دیکھا جو باتوں میں مگن تھیں، وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور بچے کو سیڑھیوں سے ہٹانے کے لیے اس کی جانب بڑھی۔

"خان بی بی! آپ کے لالہ آپ کو باہر بلا رہی ہیں کہتی ہے کہ اندر آنے کا وقت نہیں ہے ایک منٹ بات سن لو۔" اس سے پہلے کہ وہ بچے کو ہٹا کے پلٹتی اچانک ملازمہ کے دھیرے سے کہنے پہ وہ اس کی پوری بات دھیان سے سنے بغیر بنا کسی کو بتائے اسی ملازمہ کی معیت میں اپنے نازک وجود کو سیاہ بڑی سی چادر سے ڈھانپے باہر کی جانب بڑھی۔

اسے حویلی کے داخلی دروازے سے نکلے چند ہی لمحے گزرے ہوں گے جب گہرے ہوتے سائے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک ہیولے نے اسے پیچھے سے دبوچتے ہوئے اس کے چادر سے ڈھکے منہ پہ زور سے ہاتھ جمایا۔

"تم جاؤ یہاں سے۔" ملازمہ کو حکمیہ انداز میں حویلی سے جانے کا کہتے ہوئے اس نے پری وش کے مسلسل مچلتے ہوئے وجود کو زبردستی گھسیٹتے ہوئے عقبی حصے کی طرف قدم بڑھائے جبکہ حویلی کی اس ملازمہ نے اپنی مٹیالی سی چادر کے نیچے پیسوں کی گھڑی چھپائے حویلی کی دہلیز ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پار کر دی۔

"چ۔۔ چھوڑیں مجھے، لالہ! لالہ!" حویلی کے عقبی حصے میں بنے اس گودام میں اسے لاتے ہی اس نے اس کے منہ سے ہاتھ ہٹایا تو وہ تڑپ کے اس سے دور ہٹنے کی کوشش کرتی چلائی۔

"اب تمہارا لالہ تب ہی آئے گا جب تم میرا دل خوش کر چکی ہو گی۔" بھاری مکروہ آواز سنتے ہی اس نے جھٹکتے سے سر اٹھایا تو ہفت اقلیم اس کے سر پہ ٹوٹ پڑے۔

"خاقان لال۔۔۔" اس نے ہونٹ بے یقینی سے پھڑپھڑائے۔

"نا میری جان! لالہ کہہ کے جذبات کا قتل نہ کر دینا کیونکہ آج میں لالہ نہیں ہوں۔" کمینگی سے کہتے ہوئے اس نے اس کے کومل سے وجود کو اپنی بانہوں میں بھرا اور اس کی ہر طرح کی مزاحمت کو بری

طرح سے ناکام بناتے ہوئے وہ درندگی و وحشت کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے اس کی عصمت دری کر گیا۔

جبکہ اس کی درندگی کا شکار پری وش کی چیخیں اور سسکاریاں اس بند کمرے سے ٹکراتیں اس کی کسی بھی قسم کی مدد کرنے سے قاصر تھیں اور وہ شخص اپنی مردانگی و طاقت کے زعم میں اس پھول کو پوری طرح سے مسلتا ہوا سیدھا کھڑا ہوا اور اپنے کپڑے دونوں ہاتھوں سے جھٹکتے ہوئے اس نے ایک ہوس زدہ سی نگاہ اس کے نیم برہنہ ادھ موئے وجود پہ ڈالی۔

"تم ایسی چیز تو نہیں ہو جس سے ایک ہی دفعہ دل بہلایا جایا لیکن کیا کروں حاقان یوسف زئی جو شے ایک بار استعمال کر لے اسے دوبارہ استعمال کرنا اس کی شان کے خلاف ہے۔" اس کے آنسووں سے تر رخسار ہولے سے تھپکتے ہوئے اس نے خباثت سے کہا تو اس کے ادھ موئے وجود میں کوئی حرکت نہ ہوئی۔

"اختر!" ہلکا سا دروازہ کھولتے ہوئے اس نے اختر کو آواز لگائی تو وہ فوراً بوتل کے جن کی طرح حاضر ہوا۔

"حکم خاناں!" اس نے مودب انداز میں کہا۔

"لے جاؤ اس کو اور پھینک دو کہیں آفریدیوں کے راستے میں۔" وہ رعونت سے کہتا ہوا باہر نکلنے لگا جب اختر کی نگاہ اس کے بے پردہ سراپے سے ٹکرائی تو اس کی رال بہنے لگی۔

اس نے ایک نظر خاقان کی پشت کو دیکھا اور پھر کچھ سوچتے ہوئے اپنی چادر اس کے گرد لپیٹی اور اسے کندھے پہ ڈالتے ہوئے اپنی انیکسی کی جانب چل دیا۔

"خاناں کا تو دماغ خراب ہے بھلا ایسی مورت بھی چھوڑنے والی چیز ہے؟ خاناں کے تو اب یہ کسی کام کی نہیں رہی اور آفریدی اس کی ایسی حالت دیکھ کے اسے ویسے قتل کر دیں گے تو اس سے بہتر نہیں کہ میں اس بہتی گنگا میں ہاتھ دھولوں بلکہ نہالوں۔" دل ہی دل میں کمینگی سے بھرپور ارادے بناتے ہوئے وہ اپنے خیالات میں اتنا مگن تھا کہ اسے یہ تک نہ خیال رہا کہ اس کی انیکسی کا راستہ مردان راستے کے پچھلے دروازے کی طرف تھا جہاں کھڑے حاتم آفریدی اور ایبک آفریدی کو کوئی بات کرتے دیکھ کے اس کی روح پرواز کر گئی۔

"کہاں جارہے ہو اختر خاناں اور یہ کندھے پہ کیا لٹکا یا ہوا ہے؟" ایبک اچانک آہٹ سن کے اس کی جانب متوجہ ہوا اور خوش مزاجی سے گویا ہوا کہ وہ اپنی اسی فطرت کے باعث ہر ایک کا دلعزیز تھا۔

"وہ۔۔وہ یہ۔۔یہ گندم کا بوری ہے حاقان خاناں نے کہا ہے گودام میں رکھوا دو۔" بوکھلاہٹ میں کہتے ہوئے اس نے قدم واپس موڑے جب اس کے کندھے پہ دھرے وجود سے اس کی پسندیدہ بھاری پائل ایک چھناکے سے زمین پہ گرتی ان تینوں کو متوجہ کر گئی۔

چھنکار کی آواز سن کے حاتم نے سرسری نگاہ اس طرف ڈالی لیکن اس کی نگاہ اچانک ساکت ہوئی۔

"پھوپھو کی پازیب؟" ایبک کی نگاہیں بے یقینی سے پازیب کو تک رہی تھیں۔

"اوئے رکو!" حاتم نے فوراسے آگے بڑھتے اختر کو آواز دی جو پائل کو گرتے دیکھ کے قدم بڑھا چکا تھا لیکن حاتم کی دھاڑتی آواز پہ اس کے قدم بے ساختہ رکے۔

اس کے رکتے ہی ایبک بھاگتے ہوئے آگے بڑھا اور اس کے تھر تھر کانپتے وجود کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کے کندھے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو کسی وجود کو محسوس کرتے ہی اس کا دل گویا بند ہونے لگا اس نے ایک خالی اور خوفزدہ نگاہ حاتم ڈالی اور کانپتے ہاتھوں کے ساتھ اس وجود کو آہستگی سے نیچے اتارا

تو اسی لمحے ان کی طویل غیر حاضری سے پریشان ظہیر آفریدی بھی باہر آ چکے تھے اور صورتحال سمجھنے کی کوشش کرنے لگے۔

اس وجود کے اترتے ہی اختر نے بھاگنے کی کوشش کی تو حواس بحال کرتے ایک نے فوراً اس کا بازو دبوچا جبکہ حاتم آفریدی پوری ہمت مجتمع کرتے ہوئے چادر کی جانب ہاتھ بڑھانے لگے اور پھر اگلے ہی لمحے چادر سے نمودار ہوتے نیم برہنہ وجود کو دیکھ کہ ان کی آنکھیں پھٹ گئیں جبکہ دل گویا مارے تکلیف کے بند ہونے لگا۔

وہ کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ جس بہن کو انہوں نے ہمیشہ ہاتھ کا چھالہ بنا کے رکھا وہ یوں کسی دوسرے کے گھر میں انہیں ایسے لٹی پھٹی حالت میں ملے گی اور بھی اس عمر میں؟

یہ خیال آتے ہی حاتم آفریدی اس پہ پل پڑے۔

"کمینے، رزیل انسان میں تمہارا خون پی جاوں گا، تمہاری ہمت کیسے ہوئی؟ وہ تینوں اسے بری طرح سے پیٹتے ہوئے دھاڑ رہے تھے جب شور کی آواز سن کے سب مرد باہر آئے تو باہر کی صورتحال دیکھ کے چونک اٹھے لیکن جب نگاہ زمین پہ پڑی پری وش کے وجود پہ پڑی جو اگرچہ اب چادر سے ڈھکا جا چکا تھا

لیکن اس کا زخم خوردہ چہرہ اور ہاتھ اس پہ بیتی ازیت کی داستان سنا رہے تھے جبکہ ہشاش بشاش حاقان نے جب پری وش اور اختر کو ان کے نرغے میں پایا تو اس غیر متوقع صورتحال کو دیکھ کے پریشان ہو اٹھا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ یہ کس نے کیا ہے؟" چنگیز صاحب دکھ اور ازیت سے بولے تو ان کا دھیان تھوڑا بھٹکا جس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اختر نے سامنے کھڑے حاتم کو زوردار دھکا دیتے ہوئے جیب سے پسٹل نکالا۔

"مجھے یہاں یہ نکلنے دیں ورنہ میں سب کو مار دوں گا۔" وہ جرم جس کا وہ ابھی مرتکب نہ ہوا تھا اس میں پھنستے ہوئے اس کے ساتھ جو سلوک ہو رہا تھا یا ہونے والا تھا اس کے بارے میں سوچتے ہی وہ پاگل ہونے لگا اور انجام کی پرواہ کیے بغیر بچگانہ انداز میں انہیں دھمکی دی جس نے اس کے داہنی طرف کھڑے ایبک کو آگ لگا دی اور اسی آگ میں بھڑکتے ہوئے اس نے بنا انجام کی پرواہ کیے اچانک اس کے ہاتھوں سے پسٹل چھینتے ہوئے کسی کے کچھ سوچنے سمجھنے سے قبل چھ کی چھ گولیاں اس کے سینے میں اتار دیں۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے ملازم کو قتل کرنے کی؟" وہاں موجود تمام نفوس جو ایبک کے اس بے اختیارانہ عمل پہ ششدر و جامد کھڑے تھے وہیں ان سمیت گولیوں کی آواز سن کے بوکھلا کے باہر آتیں خواتین بھی خاقان صاحب کی ناگوار آواز سن کے اپنی جگہ سے ہل نہ سکیں۔

چنگیز خان جو کہ اختر کے گھناونے فعل کی وجہ سے اسے کڑی سے کڑی سزا دینا چاہتے تھے لیکن ایبک کے اچانک جذباتی عمل نے اسے حیران و پریشان کر دیا مگر ایسے میں بیٹے کی قطعی غیر متوقع بات سن کے وہ بھڑک اٹھے اس لیے وہ بے یقین و بپھرے ہوئے آفریدیوں کے بولنے سے قبل ہی بول اٹھے۔

"خاقان خاناں! دماغ تو نہیں ہو گیا تمہارا جو ایک مجرم کے مرنے پہ واویلا مچا رہے ہو؟" وہ سخت لہجے میں گویا ہوئے۔

"وہ مجرم ہے یہ بات ابھی ثابت نہیں ہوئی تھی آغا جان۔" چونکہ وہ اپنا کام کر چکا تھا اسی لیے اب وہ آفریدیوں کے خلاف کھل کے سامنے آنے لگا اور برسوں سے اپنے اندر پنپتی اس آگ کو باہر نکالنے لگا۔

"کیسا ثبوت چاہتے ہو تم حاقان؟ میری بہن کا مردہ وجود تمہاری حویلی میں تمہارے ملازم ک۔۔۔"
اذیت و بے بسی کی شدت سے حاکم آفریدی نے لب کچلے تو ان کی بات سن کے گل خانہ لڑکھڑا گئیں جبکہ اپنے چہرے ڈھکے گلالہ اور نعمت بی بی بھاگتی ہوئی آئیں اور سسکیوں کے ساتھ روتے ہوئے اپنی بہنوں ساتھ نند کو خود میں سمیٹتی اندر لے کے جانے کی کوشش کرنے لگی۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ تم لوگوں کی بہن خود اپنی مرض۔۔۔" حاقان نے آنکھیں گھماتے ہوئے کمینگی کی حدیں کراس کرنے کی کوشش کی لیکن حاتم آفریدی کے زوردار مکے سے لڑکھڑا سا گیا۔

"بکواس بند کر اپنی، تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری بہن کے بارے میں ایسے کہنے کی؟ بہن جیسی ہے وہ تمہاری۔" حاتم آفریدی طیش سے گرجے جبکہ باقی سب بھی اختر کی لاش سے بے نیاز غیض و غضب اور دکھ کی مورت دکھ رہے تھے۔

"تو اور کیا کہوں؟ کسی عورت کو اس طرف آنے کی اجازت نہیں ہے نا کوئی مرد اندر جا سکتا ہے تو پھر یہ کیا کرنے آئی تھی رات کے ویرانے میں ادھر۔" وہ سفاکیت سے بولا تو حاکم آفریدی کا ہاتھ اٹھتے اٹھتے رہ گیا جبکہ بیٹی کا مسخ وجود اور اب اس پہ لگے الزامات اور پوتے کی جذباتی حرکت پہ کب سے

ششدر کھڑے دراب آفریدی کے وجود میں لرزش ہوئی اور وہ کھڑے قد کے ساتھ زمین پہ جا گرے۔

پے درپے ہونے والے ان اچانک صدموں سے وہ سب چکرا اٹھے اس پہ مستزاد حاقان کی دھمکی نے سب کے دلوں میں گہرے شگاف کر دیے۔

"میں اپنے ملازم کی بے جا موت کو یوں ضائع نہیں کروں گا بلکہ میں پنچائیت بلا کے اس کی موت کا بدلہ ضرور لوں گا۔" نفرت انگیز لہجے میں بولتا ہوا وہ سب کی دلی کیفیات سے بے پرواہ وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

دراب آفریدی کی اچانک موت اور پری وش کے کومہ میں چلے جانے کی خبر آفریدی حویلی والوں پہ بجلی کی طرح آن گری تھی۔

اس دردناک لمحات میں بھی حاقان نے حویلی کی دہلیز پار نہ کی بلکہ اپنے ساتھ ساتھ اپنی بیوی اور بچوں کو بھی حویلی جانے سے روک دیا،وہ اپنے مقصد کی ادائیگی کے بعد اب کھل کے سامنے آتا ہوا ان کے لیے گہرے گڑھے کھودنے لگا۔

اپنے باپ چنگیز صاحب کے بارہابار منع کرنے کے باوجود اس نے اختر کے گھر والوں پہ دباو ڈالا اور انہیں پنچائیت بلوانے پہ آمادہ کرنے لگا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگرچہ ایبک نے قتل ٹھیک کیا تھا لیکن آفریدی کبھی مر کے بھی بھری پنچائیت میں اپنی بہن بیٹی کی عصمت دری کا ذکر نہیں کرے گا بس اسی بات کو ذہن نشین کرتے ہوئے اس نے داو کھیلنے کی کوشش کی اور حاکم کو اس کے ملے کا بدلہ دینے کے لیے اس کی ہی بیٹی کو ونی کرنے کا مشورہ بھی دیا۔

وہ سب جو ان حادثات سے لڑ رہے تھے ان کے لیے حاقان کا ایسا رویہ ناقابلِ برداشت تھا اور ایسے میں پنچائیت کی خبر سن کے ہی وہ سب ٹوٹ پڑے۔

نعمت بی بی جو ایک طرف نند کی حالت پہ غمگین تھیں تو دوسری طرف انہیں بیٹے کی فکر کھا رہی تھی جس کے ہاتھ خون سے رنگے ہوئے تھے اور پنچائیوں کے ظالم فیصلوں سے کون بے خبر تھا۔

پنچائیت شروع ہوئی تو سارے ثبوت سترہ سالہ ایبک آفریدی کے خلاف تھے جو اس وقت نیلے رنگ کے شلوار سوٹ میں چہرے پہ حد درجہ غصہ لیے بیٹھا کاروائی کو دیکھ رہا تھا۔

جب اچانک حاقان صاحب نے 'زمرد آفریدی' کو اختر کے اپاہج بیٹے کے ساتھ ونی کرنے کا مشورہ پنچائیت کو دیا تو سب بھڑک اٹھے۔

"میں ہرگز اپنی بہن کی شادی اس شخص کے بیٹے سے نہیں کروں گا۔" ظہیر آفریدی نے بھری پنچائیت میں کھڑے ہوتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا تو حاقان یوسف زئی خون کے گھونٹ بھر کے رہ گئے۔

"خاناں! اپنے بیٹے کے غصے پہ قابو پاو ورنہ معاملہ بگڑ سکتا ہے، آپ کے بیٹے (ایبک آفریدی) نے میرے وفادار ملازم کا قتل کیا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ قتل کی سزا کیا ہوتی ہے۔" حاقان صاحب نے اپنے غصے پہ قابو پاتے ہوئے حاکم آفریدی کو مخاطب کیا جن کے سنجیدہ چہرے پہ اس وقت سوچ کی پرچھائیاں تھیں۔

Urdu Novels Ghar

"قتل کا بدلہ قتل ہوتا ہے تو مجھے منظور ہے آپ لوگ اگر چاہیں تو بھری پنچائیت کے سامنے مجھے مار سکتے ہیں۔" ایک آفریدی نے مضبوط لب و لہجے میں کہا تو پوری پنچائیت کو سانپ سونگھ گیا۔

"لیکن ہمیں خون کے بدلے خون نہیں چاہیے۔" اختر (حاقان صاحب کا ملازم) کے بھائی خیبر کی آواز پہ سب اس کی جانب متوجہ ہوئے۔

"مجھے خون کے بدلے خون نہیں بلکہ جان کے بدلے جان (لڑکی) چاہیے۔" خیبر خان نے رٹے رٹائے انداز میں آفریدیں پہ بم پھوڑا۔

وہ جو پہلے صرف یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ محض حاقان یوسف زئی کی چال اور مکروہ خواہش ہے لیکن اب مقتول کے بھائی کی زبان سے یہ الفاظ سن کے سب کے سب ٹھٹھر سے گئے تھے۔

"جب میں پوری پنچائیت کے سامنے اس بات کا اعتراف کر چکا ہوں کہ قتل میں نے کیا ہے اور اس کی سزا بھگتنے کے لیے بھی تیار ہوں تو معاملہ خون کے بدلے خون تک ہی رکھا جائے۔" ایک آفریدی نے اپنے دل میں بھڑکتے شعلوں پہ بمشکل قابو پاتے ہوئے سب سے کہا۔

"اس بات کا فیصلہ مقتول کا خاندان کرے گا۔" پنچائیت کے سربراہ نے فیصلہ کن انداز میں کہا تو حاقان صاحب کے چہرے پہ طنزیہ سی مسکان پھیل گئی۔

"جیسا کہ پورا علاقہ جانتا ہے کہ میرا جوان بھائی مرا ہے جس کی کچھ عرصہ پہلے ہی شادی کی ہے تو میرا یہ فیصلہ ہے پنچائیت سے کہ حاکم صاحب کی بیٹی کو میرے بھائی کے قتل کے بدلے میرے نکاح میں دیا جائے۔" ان پڑھ سے خیبر نے بمشکل پڑھائے ہوئے الفاظ بے ترتیب انداز میں دہرائے تو سب کو سانپ سونگھ گیا۔

"کیا بکواس کررہے ہو یہ تم؟" ظہیر آفریدی غصے سے بھڑک اٹھے اور شرر باز نگاہوں سے اسے دیکھا جو پینتالیس کا ہندسہ کراس کرچکا تھا اور 'زمرد آفریدی' اس کا وقت دس سال کی بھی نہ ہوئی تھی۔

"دھیرج رکھیں ظہیر خاناں۔" سرپنچ صاحب جو خود اس فیصلے سے نالاں تھے انہوں نے آہستگی سے ظہیر آفریدی کو ٹوکا۔

"آپ کچھ کہنا چاہیں گے چنگیز صاحب (حاقان یوسف زئی کے والد) اس فیصلے کے بارے میں؟" سرپنچ صاحب نے چنگیز صاحب سے استفسار کیا جو خاموش بیٹھے حالات کا مشاہدہ کررہے تھے۔

Urdu Novels Ghar

"حاکم اور حاتم دونوں میرے بہت قریبی و عزیز دوست دراب آفریدی کے بیٹے ہیں اور اسی لحاظ سے مجھے ان کی اولاد بھی عزیز ہے، حاکم کی بیٹی کے ساتھ جو کچھ ہوا اس کا مجھے دلی افسوس ہے اور جو کچھ ایبک خاناں غلطی سے کر چکا ہے وہ بھی غلط ہے لیکن اس سب کے باوجود میں نہیں چاہتا کہ اس چھوٹی سی بچی کے ساتھ ناانصافی ہو جو ابھی ان فرسودہ رسموں کے معنی بھی نہیں جانتی۔" چنگیز صاحب اپنے مخصوص حلاوت آمیز مگر مضبوط لب و لہجے میں بولنا شروع ہوئے تو سب چونکس سے انداز میں ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

"مگر خ۔۔۔" خیبر خان نے کچھ بولنا چاہا جب انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

"اختر ہماری حویلی کا وفادار ملازم رہا ہے اور اس کی موت کا مجھے بھی بہت دکھ ہے لیکن اس کے بدلے میں تمہیں اتنے بڑے ظلم کی اجازت نہیں دوں گی، تمہیں اگر جان کے بدلے جان کا ہی بدلہ چاہیے نا تو ایبک خاناں کی بہن اس علاقے میں آجائے گی لیکن تمہاری ونی کی حیثیت سے نہیں بلکہ عالم یوسف زئی کے نکاح میں۔" ان کی بارعب آواز پہ حاقان صاحب کے سر پہ جیسے پہاڑ سے ٹوٹ پڑے انہوں نے پہلو بدلتے ہوئے باپ کو دیکھا جبکہ آفریوں سمیت باقی پنچائیت بھی انہیں یونہی تک رہی تھی۔

"تم جان کے بدلے جان چاہتے تھے تو اس کام میں ہم نے تمہارا ساتھ دیا ہے۔" انہوں نے آنکھیں سکیڑتے ہوئے اپنے ملازم کو بہت کچھ باور کروانے کی کوشش کی تو وہ چپ رہ گیا۔

حاتم اور ایبک آفریدی اس مقام پہ بہت کچھ بولنا چاہتے تھے لیکن وہ باپ جیسی ہستی کا مقام بھرے مجمعے میں گرانا نہیں چاہتے تھے ویسے بھی یہ فیصلہ پہلے فیصلے کی نسبت قدرے بہتر تھا کیونکہ 'ونی' ہونے کے باوجود چنگیز یوسف زئی کی موجودگی میں 'زمرد آفریدی' کا کوئی بال بھی بیکا نہیں کر سکتا تھا۔

"نہیں، میں اپنی بیٹی کو اس جہنم میں ہر گز نہیں بھیجوں گی جہاں ہمارے عزت کو تار تار کیا تھا، میں اپنے بیٹے کی زندگی پہ بیٹی کو نہیں واروں گی خاناں!" زمرد کے کم سن وجود کو سینے سے لگائے نعمت بی بی کی آہیں اور چیخیں عروج پہ تھیں جسے سن کے سب کے سینے شق ہونے لگے تھے۔

"جائیں حاکم خاناں! میرے بیٹے کو لے جائیں اور انہیں کہیں کہ اسے اس کے جرم کی سزا دیں، میں ہر گز اپنی بیٹی کو قربان نہیں کروں گی۔" سہمی سی زمرد کو بری طرح اپنے ساتھ چمٹائے انہوں نے وحشت زدہ نگاہوں کے ساتھ ایبک کو دیکھا جو سر جھکائے بیٹھا آنسو ضبط کرنے کی کوشش میں تھا۔

"نیک بخت! کیا تمہیں لگتا کہ ہم نے کوشش نہیں کی یا ہم جانتے بوجھتے ہوئے بیٹی کو قربان کر رہے ہیں لیکن اس رذیل آدمی کے گھر والوں کی یہی شرط ہے۔" حاکم آفریدی نم آواز میں بولے تو سسک اٹھیں۔

"حاقان نے تو پیٹھ پیچھے چھرا گھونپ ڈالا ہے مورے، ہماری بچیوں کی زندگیوں کا دشمن بن گیا ہے، کیا اسے نہیں خبر تھی کہ ہماری وشہ کیسی تھی جو اس نے اس کے مجرم کے حق میں گواہی دی تھی، اللہ کرے حاقان تو بھی یونہی تڑپے جیسے تو ہماری ممتا کو تڑپا رہا ہے۔" بہکے ہوئے انداز میں بے ربط سا بولتے ہوئے وہ حاقان کے لیے بولیں تو سب کے دل بے ساختہ آمین بول اٹھے۔

"اماں! مجھے معاف کر دیں۔" جب زور زور سے چلاتی ہوئی زمرد کو گلالہ بیگم کمرے میں لے کے گئیں تو ایبک روتے ہوئے ان کے قدموں میں جا بیٹھا۔

"اس میں تمہارا کیا قصور ہے بیٹا، قصور تو یہاں کے فرسودہ نظام میں ہے جہاں نام کی تبدیلی آئی تھی وگرنہ بیٹیوں کے لیے آج بھی یہی پنچائیتی نظام ہے جہاں ہمیشہ بیٹیوں کو ہی قربان کیا جاتا ہے۔" وہ دوپٹہ منہ پہ رکھتے ہوئے پھبھک پھبھک کے رونے لگیں جبکہ ایک ماں کی آہ وبکا میں جب اس کی دس سالہ بیٹی کو رعونت بھرا چہرہ لیے عالم یوسف زئی کے ہمراہ بھیجا گیا تو چنگیز اور فیروزہ گل کی ہزار تسلی کے باوجود سب کے دل رو پڑے تھے۔

وقت کا کام تھا گزرنا اور وہ بہت سے زخم مندمل کرتا ہوا سبک روی سے گزرتا جا رہا تھا۔

حویلی میں چھائی مردنی اور بے سکونی کو ختم کرنے کے لیے گل خانہ بیگم نے حاکم اور نعمت کی منت کرتے ہوئے ظہیر آفریدی کی شادی پچیس سال کی عمر میں ہی کروادی اور ایک آفریدی کو اس حادثے کی وجہ سے شہر پڑھنے کے لیے بھیج دیا کہ وہ کسی قسم کا رسک نہیں لینا چاہتے تھے لیکن ظہیر کی خوشیاں دیکھنے سے قبل ہی گل خانہ بیگم کی وفات کے بعد فیروزہ گل کی موت کی خبر نے ان کے دل افسردہ سے کر دیے تھے۔

جبکہ دوسری جانب یوسف زئی حویلی میں حاقان صاحب نے ہمیشہ دونوں بیٹوں کو اپنے ساتھ رکھا اور یہ ملن اس قدر رنگ ضرور لایا تھا کہ عالم یوسف زئی پہ حاقان صاحب کا رنگ نمایاں نظر آنے لگا جبکہ حبیب اپنی ریزورڈ فطرت کے باعث باپ کے بلانے کے باوجود دادا کے ساتھ مگن رہتا تھا۔

جب زمر دونی ہو کے حویلی آئی تو حاقان صاحب نے عالم کا ذہن اس بری طرح سے گندہ کر رکھا تھا کہ وہ زمرد کو چنگیز صاحب کی غیر موجودگی میں ادنیٰ ملازموں کی طرح ٹریٹ کرتا تھا اور پھر جب زمرد پندرہ سال کی ہوئی تو اس کی اچانک پریگنینسی کی خبر نے چنگیز صاحب کو ششدر کر دیا کیونکہ ان کا حکم تھا کہ جب تک زمرد سترہ سال کی نہیں ہو جاتی وہ عالم کے ہر طرح کے حقوق و فرائض تھی لیکن بری عادتوں میں ملوث عالم نے نشے میں دھت اس پہ ایک کالی رات میں اپنا رنگ چڑھاتے ہوئے اس سے اس کا بچپن چھین لیا۔

ونی کے اصول کے مطابق وہ نکاح کے اتنے عرصے بعد بھی اپنے گھر والوں سے نہ ملی تھی، پہلے پہل تو اس نے بہت شور مچایا تھا لیکن پھر آہستہ آہستہ وہ ساری باتیں سمجھتی چپ سادھ گئی۔

اور پھر اس کی کم عمری کی وجہ سے پیچیدگیاں ہونے کے باعث اس کے ہاں مردہ بچے نے جنم لیا تو وہ گھر والوں کو یاد کرتی پھوٹ پھوٹ کے رودی جبکہ اس کے دکھ کی تاب نہ لاتے ہوئے چنگیز خان اپنے وعدوں کو وفا نا ہوتے دیکھ کے مارے شرمندگی کے آنکھیں موند گئے۔

چنگیز خان کی وفات کے بعد حاقان اور عالم کی کمینگی کھل کے سامنے آنے لگی اور زمرد کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک ہونے لگا۔

زمرد بیس سال کی ہوئی جب حبیب کی شادی حاقان صاحب نے اپنی بھتیجی مرجان بیگم نے کی جو طبیعتاً بہت شاطر، چالاک اور حاسد تھیں۔

زمرد کے ہاں جب اوپر تلے پانچ مردہ بچوں نے جنم لیا تو سب اسے ناکارہ اور منحوس سمجھنے لگے جبکہ دوسری جانب مرجان بیگم کے ہاں منصور یوسف زئی، ثوبان یوسف زئی، فرشتے یوسف زئی اور بنفشے یوسف زئی کی پیدائش نے ان کا حویلی میں ڈنکا بجوا دیا اور پوری حویلی میں ان کا راج چلنے لگا۔

Urdu Novels Ghar

دوسری جانب جب ظہیر آفریدی کے ہاں پہلا بیٹا ہوا تو اس کا نام نعمت بی بی نے 'شہریار میر آفریدی' رکھا تھا اور اس کی پیدائش کے کچھ ہی عرصے بعد ایبک آفریدی نے سب کی باہمی رضامندی کے ساتھ اپنی فیلو عائلہ بیگم سے پسند کی شادی کی۔

شہریار تین سال کا تھا جب اللہ نے ایبک کو بیٹا شہیر آفریدی جبکہ ظہیر کو جڑواں بچے زرسانگہ اور اسفندیار آفریدی عطا کیے تھے۔

شہیر کے دو سال بعد شاہ میر اور اس کے بعد گلِ رو کی پیدائش نے ان کا خاندان مکمل کر دیا جبکہ حاتم آفریدی شہر میں شفٹ ہو چکے تھے۔

گزرتے وقت نے زخموں کو کم از کم اس حد تک مندمل ضرور کر دیا تھا کہ اب وہ کسی خوش کن لمحے کی امید میں مسکرانے لگے تھے۔

"مورے! پریٹی اینجل ہر وقت سوئی کیوں رہتی ہیں اور جب جاگتی ہیں تو روتی کیوں ہیں؟ کیا کوئی ان کو ہرٹ کرتا ہے؟" دس سالہ شہریار نے اپنی مخصوص سنجیدگی کے ساتھ سیاہ آنکھیں نعمت بی بی کے چہرے پہ گاڑھتے ہوئے سوال کیا تو وہ چونکیں۔

کچھ سال قبل پری وش کومے سے تو نکل آئی تھی لیکن نہ وہ کسی سے بات کرتی تھی اور نہ ہی کمرے سے نکلتی تھی ہاں جب بچے اس سے ملنے جاتے تھے تو اس کے سرد تاثرات میں ہلکا سا تغیر ضرور برپا ہوتا تھا۔

جبکہ اتنے سالوں سے یہ چیزیں نوٹس کرتا ہوا شہریار آج رہ نہ سکا تو پوچھ بیٹھا۔

"ہاں بیٹا اس کو کوئی بہت تنگ کرتا ہے بہت زیادہ۔" نعمت بی بی کا لہجہ گلوگیر ہونے لگا۔

"کون کرتا ہے انہیں تنگ؟" اچانک اس کے لہجے میں اپنی عمر سے کئی گنا زیادہ سختی جھلکی تو وی چونکیں اور فورا سنبھلیں وہ ایک جیسا جذباتی پن نہیں چاہتی تھیں۔

"کوئی تنگ نہیں کرتا اسے آپ جاو میرا بچہ اور سکول کا کام کرو۔" انہوں نے سنبھلتے ہوئے اسے مصروف کرنا چاہا جبکہ وہ ان کے چہرے کو بغور دیکھتا ہوا باہر کی جانب بڑھا اور پھر کچھ سوچتے ہوئے

دائیں جانب مڑتے ہوئے ہولے سے پری وش کے کمرے کے سامنے جا کھڑا ہوا اور پھر آہستگی سے کمرے کا دروازہ کھول دیا۔

اس نے دھیرے سے قدم اندر رکھتے ہوئے سامنے دیکھا جہاں وہ ہمیشہ کی طرح سفید لباس پہ سفید ہی چادر اوڑھے چپ بیٹھیں غیر مرئی نقطے کو تک رہی تھیں۔

"سویٹ اینجل!" ہوش سنبھالتے ہی جب اس نے پہلی دفعہ انہیں دیکھا تو بے ساختہ بول اٹھا کہ یہ وائٹ وائٹ سی تو اینجل ہیں اور تب سے ہی وہ انہیں سویٹ اینجل ہی پکارتا تھا۔

اس کی مدہم پکار پہ انہوں نے دھیرے سے پلکیں اٹھا کے اسے دیکھا جو اب ان کے پاس بیٹھ رہا تھا۔

"ایک بات پوچھوں آپ سے؟" اس نے اپنی ذہانت سے چمکتی سیاہ آنکھیں ان کے ویران چہرے پہ ٹکاتے ہوئے پوچھا تو اس نے بنا کچھ کہے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"آپ کو کون ہرٹ کرتا ہے؟" اس کے سوال پہ ان کے پورے وجود کو گویا جھٹکا لگا، انہوں نے متغیر ہوتے چہرے کے ساتھ اسے تکا تو وہ بنا گھبرائے دوبارہ بولا۔

"مورے کہتی ہیں کہ آپ کو کوئی ہرٹ کرتا ہے اس لیے آپ روتی ہیں۔" اس نے اب کہ اپنی سمجھ کے مطابق سوال کھول کے بیان کیا تو پری وش کے وجود میں ازیت کی لہر سی دوڑ گئی۔

"مجھے۔۔مجھے میرا وجود ہی ہرٹ کرتا ہے۔" نجانے کس رو میں بھٹکتے ہوئے ان کے لب سرسرائے تو شہریار نے نا سمجھی سے انہیں دیکھا۔

"آپ مجھے نام بتائیں اس کا جو آپ کو ہرٹ کرتا ہے، میں اسے ضرور پنش کروں گا۔" وہ ان کے سپید ہاتھوں پہ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ رکھتا تسلی دیتے ہوئے بولا تو ایک ہولناک سی رات کا منظر پری وش کے پورے وجود کو آری کی مانند چیرنے لگا۔

"اسے کوئی پنش نہیں کر سکتا، اسے کوئی نہیں ہرٹ کر سکتا۔" وہ بڑبڑاتی ہوئیں بولیں تو شہریار نے بغور ان کے لفظ لفظ کو سنا۔

"وہ کون ہے اینجل اور آپ کو کیوں ہرٹ کرتا ہے؟" وہ ہلکے سے غصیلے مگر متجسس لہجے میں بولا تو ان کی آنکھیں بھر آئیں۔

"وہ م۔۔ میرے اندر کو ہرٹ کرتا ہے، آپ۔۔ آپ اسے پنش کرو گے؟" وہ اچانک اس کے ہاتھوں کو جھکڑتی ہوئیں بولیں تو شہریار کی نگاہ ان کی بند مٹھی سے ٹکرائی جو اکثر یونہی بھینچی رہتی تھی اور سب کے اصرار کے باوجود نہیں کھلتی تھی۔

"میں اس کو ضرور پنش کروں گا، آئی پرامس۔" وہ مضبوط لہجے میں بولا تو اپنے دس سالہ پوتے کی زبان سے یہ الفاظ سنتے ہی پری وش پھوٹ پھوٹ کے رونے لگیں۔

ان کے ہوش میں آنے کے بعد کسی نے بھی ان کی ازیت کا خیال کرتے ہوئے اس حادثے کے بارے میں استفسار نہیں کیا تھا کیونکہ ان کی دانست میں تو مجرم مارا جا چکا تھا لیکن اب عرصے بعد شہریار کے کریدنے پہ وہ خود پہ قابو نہ رکھ پائیں اور سب کچھ نہ بولتے ہوئے بھی بہت کچھ بولتیں اس کے ننھے زہن کو الجھا گئیں۔

انہوں نے ایک نظر شہریار کے پرامس کے لیے آگے بڑھے ہاتھ پہ نظر ڈالی تو پھر اپنی بند مٹھی لرزتے ہوئے اس کے سامنے کی تو شہریار نے دھیان سے انہیں دیکھا جو مٹھی کھول رہی تھیں۔

مٹھی کھلتے ہی تعویز نما پرانا لاکٹ جس پہ ایچ اور وائے H اور Y کنندہ تھے ان کی پسینے سے نم ہتھیلی پہ پڑا اپنی اصل حالت کھو چکا تھا۔

ان حروف کو دیکھ کہ وہ اپنے ارد گرد کے لوگوں کو ذہن میں لانے لگا کہ کس کس کے نام میں ایچ اور وائے آتا ہے لیکن اس کا ذہن یہ پہیلی نہ بوجھ سکا۔

"یہ کس کا ہے اینجل؟" اس نے ان کے چہرے کو دیکھا تو وہ چونکیں۔

"جو مجھے ہرٹ کرتا ہے لیکن آپ اسے پنش مت کرنا، میرے ایبک نے بھی اسے پنش کرنا چاہا تھا لیکن میری زمرد چلی گئی، اب اگر آپ نے اسے پنش کیا تو زرسانگہ چلی جائے گی۔" ان کی ذہنی رو بھٹکی تو ایبک اور زمرد کے نام پہ شہریار مزید الجھا۔

وہ اگرچہ باقی تمام بچوں کی نسبت کم عمر ہونے کے باوجود بے حد فہم و فراست کا مظاہرہ کرتا تھا اور نہایت باریک بینی سے ہر کام ہر بات کا جائزہ لیتا تھا لیکن پری وش کے بات و انداز نے اس کو الجھا سا دیا تھا لیکن ایبک کا نام سنتے ہی اس کے دماغ نے کلک کیا تو پری وش سے ملتا ہوا فوراً ان کے کمرے سے باہر نکلا۔

"خانم! آپ مورے سے ایسے بات کیوں کرتی ہیں گندی طرح سے؟" آٹھ سالہ فرشتے نے ناگواری سے ماں کو مخاطب کیا کہ اسے چلاتی ہوئی ماں کبھی بھی اچھی نہ لگی تھی لیکن ہمیشہ کی طرح اس کی طرفداری پہ مرجان بیگم جھلس اٹھیں۔

"کیونکہ تمہاری وہ بانجھ اور ونی مورے اس قابل نہیں ہے کہ اس سے مہذب طریقے سے بات کی جائے اور آج کے بعد اگر تو مجھے اس کے پاس نظر آئی یا اس کی حمایت میں ایک لفظ بھی بولا تو کالی کوٹھڑی میں بند کر دوں گی۔" سخت انداز میں اسے گھورتے ہوئے وہ چلائیں تو ماں کے اس انداز پہ اس کی آنکھیں فوراً نم ہوئیں۔

"میں باباجان کو بتاوں گی۔" اس نے روتے ہوئے کہا تو وہ مزید سلگیں۔

"جا کے بابا کے بابا سے بھی کہہ دے لیکن خبردار جو اس کے آس پاس بھی بھٹکی تو، خود تو بچے پیدا نہیں کر سکی اور لگی ہے مجھ سے میرے بچے چھیننے۔" مزاحمت کرتی فرشتے کا بازو زبردستی اپنی مضبوط

گرفت میں لیتیں وہ اونچی آواز میں بڑبڑاتیں اپنے کمرے کی جانب چل دیں جبکہ کچن میں ملازمہ کا ہاتھ بٹاتیں زمرد بیگم کی آنکھوں سے دو آنسو بہتے ان کی چادر میں جذب ہوتے چلے گئے۔

"شہریار خاناں! آپ کھانا کیوں نہیں کھا رہے ہیں ٹھیک سے؟" زونائیشے بیگم نے بے چین سی شہریار کو بے دلی سے کھانے کو دیکھتے ہوئے پوچھا تو اس نے گردن گھما کے انہیں دیکھا۔

"مجھے کاکا جان (ایبک آفریدی) سے بات کرنی ہے اور وہ ابھی تک آئے نہیں۔" اس نے صاف گو انداز میں اپنا مسئلہ پیش کیا تو وہ اسے دیکھ کے رہ گئیں کہ اب تو یہ کھانا تب ہی اس کے حلق سے اترنا تھا جب وہ اپنی بات کر لے گا۔

"کھانا کھائیں آپ، کاکا جان آتے ہیں تو بات بھی کر لینا۔" ظہیر آفریدی اپنے مخصوص بارعب انداز میں بولے تو وہ برے برے سے منہ بناتا اپنی پلیٹ پہ جھک گیا۔

"حویلی کی کوئی خیر خبر آئی ہے؟" اچانک حاکم صاحب کی مدھم سی آواز گونجی تو بہت سے ہاتھوں کی رفتار سست پڑی۔

"سب ٹھیک ہے حویلی میں۔" ظہیر آفریدی تنے ہوئے چہرے کے ساتھ بولے تو حاکم آفریدی نے ہولے سے ہنکارہ بھرا۔

"حبیب خاناں کے کتنے بچے ہیں؟" کچھ ہی دیر بعد وہ دوبارہ گویا ہوئے تو اب کی بار شہریار نے نوالہ پلیٹ میں رکھ دیا اور وقت گزاری کے لیے ان کی باتیں سننے لگا۔

"چار بچے ہیں فی الحال، منصور، ثوبان، فرشتے اور بنفشے۔" ظہیر آفریدی نے ملی ہوئی اطلاع انہیں دی تو ان کی بات پہ شہریار کچھ اشتیاق اور جوش کی ملی جلی کیفیات سے بولا۔

"فرشتے مینز اینجل؟" ہزار کوشش کے بعد وہ اپنی گفتگو میں انگریزی کے الفاظ شامل ہونے سے نہیں روک پاتا تھا کہ اس بات کی حویلی میں سختی تھی لیکن اس کی زبان اکثر پھسل پڑتی تھی لیکن اب کی بار اس کے سوال پہ معمول کی طرح جھڑکنے کی بجائے حاکم اور ظہیر صاحب نے بیک وقت گردن ہلائی تو اس کے چہرے پہ حیرانگی پھیلی۔

"تو کیا وہ اینجل کی ہی طرح پریٹی اور سویٹ ہیں؟ کیا وہ بھی وائٹ ڈریس میں ہی ہوتی ہیں؟" اس کے علم کے مطابق اینجل ہے تو سویٹ اور وائٹ تو ضرور ہونی چاہیے تھی۔

Urdu Novels Ghar

"اتنی تحقیق ہم نہیں کر سکے برخوردار اور شاید اس کے والدین نے بھی نہیں کی ہو گی بچی کا نام رکھنے سے پہلے کہ آیا کہ وہ وائٹ ہے یا نہیں؟" اس کے سوالوں پہ زچ ہوتے ظہیر صاحب سنجیدگی سے بولے تو اس نے نروٹھے پن سے انہیں دیکھا۔

"اگر وہ سویٹ اور وائٹ نہیں ہیں تو ایسا نام رکھا ہی کیوں؟" وہ حویلی جس کے افراد کا ذکر یہاں عرصے بعد سوچ سمجھ کے لیا جاتا تھا آج اسی حویلی کی بیٹی کو ان کا بیٹا پورے استحقاق سے موضوع گفتگو بنا کے بیٹھا اور باقی سب خاموش تماشائی بنے انہیں دیکھ رہے تھے۔

"اور اگر ایسی غلطی ہو گئی ہو اس کے والدین سے کہ بغیر سویٹنیس اور وائٹنیس کو دیکھے نام رکھ دینے کی تو اب کیا کرنا چاہیے؟" اچانک حاکم صاحب اسی کے انداز میں یوں بولے جیسے انہیں اس گفت و شنید نے لطف اندوز کیا ہو۔

جبکہ ان کے سوال پہ وہ چند لمحے کچھ سوچتا رہا اور پھر ایک نظر سب پہ ڈالتا ہوا بولا۔

"میں ان سے ملوں گا اور اگر وہ سویٹ اور وائٹ نہ ہوئیں تو انہیں کہوں گا کہ اپنا نام چینج کر دیں۔" وہ اطمینان سے بولتا وہاں بہت سوں کو بے اطمینان کر گیا۔

"شہریار بچے کھانا کھائیں آپ، آپ کو کسی کے نام سے لیا دینا ہے؟ اس کے پیرینٹس جانیں اور وہ۔" اچانک سب کی خاموشی محسوس کرتے ہی عائلہ بیگم اس سے نرمی سے بولیں تب ہی ایبک آفریدی کی گاڑی کا ہارن سنتے ہی وہ چوکس ہو کے بیٹھ گیا۔

"کہیے جناب کیوں ملنا چاہتے تھے آپ اپنے کاکا جان سے؟" ایبک آفریدی اسے ساتھ لیے اپنے کمرے میں آئے اور اسے اپنے پاس صوفے پہ بٹھاتے ہوئے بولے۔

"آپ سے کچھ پوچھنا ہے مجھے، مورے اور اینجل سے پوچھا تھا لیکن عجیب سی آدھی بات کر کے چپ ہو جاتیں ہیں۔" اس نے بلا جھجھک جھنجھلائے ہوئے انداز میں کہا تو ایبک صاحب فوراً چونکے۔

"کیا پوچھا تھا آپ نے ان سے؟" وہ بغور اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے مستفسر ہوئے۔

"یہی کہ اینجل کو ہرٹ کون کرتا ہے لیکن دونوں نے ہی نہیں بتایا جبکہ میں نے اینجل کو کہا بھی تھا کہ میں اس کو پنش کروں گا لیکن کہتی ہیں کہ اسے کوئی پنش نہیں کر سکتا آپ نے بھی نہیں کیا۔" اس

نے منہ بنا کے بولنے پہ ایبک صاحب کا پورا ہل گیا، اس کے آخری الفاظ پہ ایبک صاحب کا پورا وجود جیسے سائیں سائیں کرنے لگا۔

"میں نے۔۔۔میں نے کیسے نہیں کیا؟ مجھے پوری بات بتاو بیٹا کیا کہتی ہیں آپ کی اینجل؟" وہ مضطرب انداز میں گویا ہوئے۔

"یہی کہ وہ بہت برا ہے کوئی اسے پنش نہیں کر سکتا، کہتی آپ نے پنش کرنے کی کوشش کی تو زمرد چلی گئی اب اگر میں کروں گا تو زرسانگہ چلی جائے گی لیکن کاکا جان یہ زمرد کون ہیں اور کہاں گئی ہیں؟" اس نے من و عن ان کی بات دہرائی تو ایبک آفریدی کی سانسیں گویا سست پڑنے لگیں۔

"تو کیا پھپھو کا اصل مجرم ابھی زندہ ہے؟" ان کے دل و دماغ میں جھکڑ میں چلنے لگے۔

"اور۔۔۔اور کچھ بتایا انہوں نے؟" وہ سرسراتے ہوئے انداز میں اسے دیکھتے ہوئے بولے جبکہ کشادہ پیشانی پسینے سے تر ہونے لگی تھی۔

"اور کچھ نہیں کہا لیکن مجھے یہ لاکٹ دیا ہے انہوں نے کہتی ہیں یہ اسی کا ہے جو انہیں ہرٹ کرتا ہے۔" اس نے بولتے ہوئے جیب سے لاکٹ نکالتے ہوئے ان کے سامنے رکھا تو انہیں اپنا وجود گہری کھائیوں میں اترتا ہوا محسوس ہونے لگا۔

"حاقان یوسف زئی!" ان کے ہونٹ بے آواز ہلے تو شہریار نے بغور انہیں دیکھا اور بہت باریک بینی کے ساتھ ان کے تاثرات کا جائزہ لیتا رہا۔

"یہ کون ہے کاکا جان؟" اس نے اب کے بہت سنجیدگی سے استفسار کیا تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"ڈیٹس ناٹ فیئر کاکا جان۔" ان کی خاموشی پہ وہ شاکی لہجے میں بولا۔

"آئی پرامس کاکا کی جان، میں آپ کو سب بتاوں گا لیکن ابھی نہیں ابھی میری طبیعت مجھے ٹھیک نہیں لگ رہی۔" وہ نرمی سے اسے سمجھاتے ہوئے بولے تو وہ سر اثبات میں ہلاتا وہاں سے چلا گیا جبکہ آج ایک بار پھر سے اصل مجرم سے آشنائی ہونے پر ایک پری وش کے غم پہ پھوٹ پھوٹ کے رونے لگے لیکن اب کی بار اس غم میں زمرد آفریدی کا حصہ بھی شامل تھا۔

آج ایک بار پھر سے یوسف زئی حویلی والے بہت بے چینی کے ساتھ آپریشن تھیٹر کے باہر کھڑے منتظر تھے کیونکہ مرجان بیگم اندر ایک دفعہ پھر سے اس حویلی کو وارث دینے والی تھیں تبھی تو حاقان صاحب خود ہاسپٹل میں موجود سب کو یہ باور کروانے کی کوشش میں تھے کہ ان کے لیے اپنی نسل بہت عزیز ہے اور اسی چیز کا مان کرتے ہوئے تو مرجان بیگم زمرد بیگم کو کسی کھاتے میں نہیں لاتیں اور پوری حویلی کے سامنے انہیں بانجھ اور ونی کہتی تھیں۔

اور یہ ان ہی کی کہی باتوں کا نتیجہ تھا کہ سب بچے جان چکے تھے کہ زمرد بیگم یہاں اپنے بھائی کے جرم کا کفارہ ادا کرنے کو موجود تھیں لیکن اس سب کے باوجود فرشتے اور بنفشے کی ان سے دلی وابستگی کسی طور کم نہ ہو سکی بلکہ وہ اکثر ان کے ساتھ بیٹھی ہوتی تھیں۔

صبر آزما انتظار کے بعد پریشان صورت ڈاکٹر باہر نکلی تو سب ان کی جانب لپکے۔

"ہمارا پوتا کہاں ہے ڈاکٹر؟" حاقان صاحب نے بے تابی سے پوچھا تو وہ لحظہ بھر کو چپ رہ گئیں۔

"پوتا نہیں ہوا ہے یوسف زئی صاحب۔" وہ مدھم لہجے میں بولی تو انہوں نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"کچھ عرصہ پہلے اسی ہسپتال والوں نے بتایا تھا کہ بیٹا ہے ہماری بہو کے ہاں اور اچانک پوتی کہاں سے آ گئی؟" وہ اپنی توقعات کے الٹ ہونے پہ طیش سے بولے تو ڈاکٹر نے اضطراب سے پہلو بدلا۔

"پوتی بھی نہیں۔" اس نے مختصراً کہا تو سب چونکے۔

"پوتا نہیں، پوتی نہیں تو کیا ہیجڑا ہے وہ؟" وہ اچانک اپنے آپ پہ قابو کھوتے زور سے چلائے تو شوہر کی بات سن کے جنت بی بی نے فوراً استغفار پڑھا جبکہ ڈاکٹر نے گہری سانس بھرتے ہوئے ان سب کو دیکھا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں یوسف زئی صاحب، آپ کی بہو کے ہاں تیسری جنس کے بچے نے جنم لیا ہے۔" ڈاکٹر کے لبوں سے نکلنے والے الفاظ نے وہاں موجود افراد کے کانوں میں گویا صور پھونک ڈالا تھا۔

"لے جائیں اسے یہاں سے کیوں لے کے آتی ہیں بار بار اسے میرے کمرے میں؟" جیسے ہی جنت بی بی بلکتے ہوئے 'عالیان یوسف زئی' کو سینے سے لگائے مرجان بیگم کے کمرے میں داخل ہوئیں تو گزشتہ پانچ چھ دنوں کی طرح آج بھی وہ بری طرح سے بھڑک اٹھیں۔

"اتنی ظالم نہ بنو بہو، یہ تمہارے ہی وجود کا حصہ ہے، اسے اس کے حق سے محروم نہ رکھو اور اسے اس کی خوعاک دو۔" انہوں نے اس ننھے وجود کو سینے سے مزید چپکاتے ہوئے ملتجی انداز میں کہا تو وہ مزید غصے سے بھڑکیں۔

"نہیں ہے یہ میرے وجود کا حصہ اور نہیں ہوں میں اس جیسے نجس وجود کی ماں۔" وہ سفاک لہجے میں بولتیں ممتا کو ہی گالی دے گئیں تو جنت بیگم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

اور یہ پچھلے ایک ہفتے سے ہو رہا تھا، اس معصوم کی آمد کا سنتے ہی خاقان اور عالم صاحب فوراً غیض و غضب کا شکار ہوتے ہی وہاں سے چلے گئے تو وہاں بے جان کھڑے حبیب صاحب کی گود میں جب اسے آ کے تھمایا گیا تو وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دیے۔

"مورے! اس عورت کے تکبر کی کتنی سخت سزا ملی ہے مجھے۔" وہ اونچی اونچی آواز میں رو رہے تھے۔

"رو نہیں میرا بچے، اللہ کی آزمائش ہے یہ اسے صبر سے برداشت کرو اور اٹھو وضو کر کے آؤ اور بچے کے کان میں اذان دو۔" آنسو بہاتیں جنت بیگم اپنے چہرے کو ڈھکی چادر سے آنسو پونچھتی بیٹے کو تسلی دیتے ہوئے بولیں تو وہ وضو کرنے چل دیے۔

اس کے کان میں اذان دینے کے بعد ڈاکٹر نے انہیں بلایا۔

"میں جانتی ہوں حبیب صاحب! جو ہوا ہے وہ آپ کے لیے ناقابلِ یقین ہو گا اور ایسا سو میں سے دو تین کیسز میں ہوتا ہے بعض اوقات اندرونی پیچیدگیوں کے باعث انسانی کروموسومز کی تقسیم ابنارمل ہو جاتی ہے اور یہی آپ کے بچے کے ساتھ ہوا ہے اس کے مردانہ کروموسومز کے ساتھ ایک کروموسوم دوسری جنس کا بھی شامل ہو گیا جس کی وجہ سے ایسا ہوا ہے لیکن یہ ایک بہت بڑی آزمائش ہے جسے ہمت سے برداشت کریں اور بچے کی تعلیم وتربیت اچھے سے کریں کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ ایسے بچے جن کو ان کا خاندان قبول نہیں کرتا ان کے ساتھ یہ معاشرہ کیسا برتاو کرتا ہے۔" حاقان صاحب کے دل شکن ردعمل سے فطری طور پہ پریشان ہوتی ڈاکٹر اپنی نرم دلی کی وجہ سے حبیب صاحب کو بلاتی پیشہ ورانہ انداز میں ہر بات کھول کے سامنے رکھ گئی۔

جبکہ ڈاکٹر کی آخری بات پہ ان کے دل کو نجانے کیا سوچ کے دھچکا سا لگا اور انہیں نے اس تک پہنچتے ہی ڈاکٹر کے کہے کے مطابق کے ان کے بچے میں مردانہ کروموسومز زیادہ ہیں اس کا نام 'عالیان یوسف زئی' رکھا اور حویلی کی جانب چل دیے۔

مرجان بیگم کو دانستا بے ہوش رکھا گیا اور حویلی پہنچتے ہی جیسے ہی انہیں ہوش آنے پہ بتایا گیا وہ غصے سے مغلظات بکتیں اس کے وجود سے ہی انکاری ہو گئیں۔

بقول ان کے کہ یہ ان کا وجود کا حصہ ہو ہی نہیں سکتا بلکہ یہ زمرد بیگم کی بد نظری اور بد دعاوں کا نتیجہ ہے جس کی وجہ سے انہیں ایسا بچہ ہوا تھا۔

"اتنا واویلا کیوں مچا رہی ہو تم؟ کیا کسی نے زبردستی اسے تمہاری کوکھ میں رکھا تھا؟ یہ بات مان کیوں نہیں لیتی کہ یہ بھی تمہارا ہی بیٹا ہے اور اس کے لیے دل نرم کر لو خدا کے لیے۔" اس کی ایک تکرار اور چیخ و پکار پہ بچوں کو سہمتے ہوئے دیکھ کہ حبیب صاحب ناگواری و بے بسی کی ملی جلی کیفیات سے بولے۔

"میرا بیٹا نہیں ہے یہ، میرے صرف دو ہی بیٹے ہیں صبور اور ثوبان اس لیے میرے سامنے اس کا ذکر مت کیا کریں۔" وہ سفاکیت کا مظاہرہ کرتیں کہیں سے بھی ایک پڑھی لکھیں خاتون نہیں لگ رہی

تھیں جبکہ اس کی ہٹ دھرمی کے باعث ایک دن اس کی طبیعت سے پریشان جنت بی بی عالیان کو بازووں میں لیے زمرد بیگم کے پاس پہنچیں۔

"بہو خاناں! میں آج تم سے کچھ کہنے آئی ہوں اس کے لیے مجھے معاف کر دینا کہ آج مجھے اپنی خود غرضی پہ خود افسوس ہو رہا ہے، میں آج تک تمہارے لیے کچھ نہ کر سکی لیکن آج اس بچے کے لیے میں خود غرض ہو گئی ہوں لیکن آج تم میری التجا سمجھ کے اس بچے کو اپنی گود میں سمیٹ لو ورنہ اس بچے کے قتل میں ہم سب شریک ہوں گے۔" وہ سسکتے ہوئے بولیں تو زمرد بیگم نے تڑپ کے ان کے ہاتھ تھامے۔

"ایسامت کہیں مورے اور خدارا مجھے گنہگار مت کریں، آپ کا ہونا ہی میرے لیے بہت بڑا سہارا ہے اور معافی کیسی؟ آپ نے تو میری تڑپتی ممتا کو سکون بخشا ہے چاہے وسیلہ جو بھی اور جیسا بھی ہے۔" حلاوت آمیز لہجے میں بولتے ہوئے وہ ان کی گود میں ہولے ہولے سسکتے عالیان کو اپنی آغوش میں سمیٹتی نرمی سے اس کی پیشانی پہ لب رکھتیں جنت بی بی کو پر سکون کر گئیں۔

"پھپھو سائیں! میں آج آپ سے کچھ پوچھنا آیا ہوں اور آج خدا کے لیے خاموش مت رہیے گا ورنہ میرا دل بند ہو جائے گا۔" بلا تمہید اذیت آمیز لہجے میں بولتے ہوئے ایبک آفریدی نے جب پری وش کے سامنے جگہ سنبھالی تو وہ چونکیں۔

"آپ کا اصل مجرم کون تھا؟ وہ ملازم جو میرے ہاتھوں اپنے انجام کو جا پہنچا ہے یا پھر خاقان یوسف زئی؟" ان کے دوٹوک انداز میں اتنی وحشت تھی کہ پری وش کا چہرہ پھیکا پڑنے لگا جبکہ دل گویا کانوں میں دھڑکنے لگا تھا۔

"وہ۔۔وہ۔۔۔" ان کے لب لرزے۔

"خدا کے لیے پھپھو سائیں! آج خاموش مت رہیے گا۔" وہ ان کی خاموشی پہ تڑپ اٹھے۔

"و۔۔وہی ہے اصل مجرم لیکن پھر اس کا مم۔ملازم بھی۔۔۔۔" بے ربط انداز میں بولتیں پری وش ان کے وجود کے پرخچے اڑا گئیں، وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے ان کا چہرہ دیکھتے واپس پلٹے جب وہ بے ساختہ انہیں پکار اٹھیں۔

"ایک ! دبی راکھ میں سے چنگاری کو مت بھڑکاوسب ختم ہو جائے گا۔" اس کے تاثرات دیکھتیں وہ جلدی سے بولیں تو انہوں نے جھٹکے سے مڑ کے انہیں دیکھا۔

"آپ چاہتیں ہیں کہ میں بزدلوں کی طرح بیٹھ جاوں؟" وہ دبا دبا سا چلائے تو وہ گھبرا اٹھیں۔

"میں کچھ بھی نہیں چاہتی سوائے اس کے کہ تم کوئی جذباتی قدم نہ اٹھاو کہ شاید تم یہ بھول گئے ہو کہ وہاں زمرد ہے اور ونی کی گئی ہے اور کیا تم نہیں جانتے کہ جب تم یہ چنگاڑی بھڑکاوگے تو یہاں سب کھڑے کھڑے اپنی بیٹیوں کے غم میں ختم ہو جائیں گے اور حاصل تب بھی کچھ نہیں ہو گا کہ یہاں انصاف نہیں ملتا بالکل نہیں ملتا، انصاف کرنے والے دراب اور چنگیز مر گئے ہیں۔" وہ پھوٹ پھوٹ کے روتے ہوئے اپنے اندر کا غبار نکالتی ہوئیں انہیں بہت کچھ باور کروا گئیں۔

"ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ، مجھے جذباتی قدم نہیں اٹھانا چاہیے۔" ان کے اچانک بدلے ہوئے لہجے پہ وہ چونکتی ہوئیں ان کی طرف متوجہ ہوئی۔

"برسوں پہلے ایک آفریدی نے اپنی پھپھو کی عزت وزندگی کے لیے ایک جذباتی قدم اٹھایا تھا اور آج برسوں بعد شہریار آفریدی اپنی پھپھو کی زندگی و عزت کے لیے قدم اٹھائے گا لیکن اب کی بار قدم

جذباتی نہیں بلکہ قانونی ہو گا کیونکہ آپ نے کہا ہے نا کہ انصاف نہیں ملتا تو اب کی بار انتقام کی جنگ انصاف کے لیے قانونی انداز میں لڑی جائے گی۔" وہ مضبوط و بے لچک لہجے میں بولتے ہوئے انہیں یونہی ششدر چھوڑتے ہوئے کمرے کی دہلیز پار کر گئے۔

"مورے! یہ ہیجڑا کیا ہوتا ہے؟" بنفشے نے ایک محتاط نگاہ ارد گرد ڈالتے ہوئے زمرد بیگم سے استفسار کیا جبکہ اس کے پاس بیٹھی فرشتے بہت خاموش کے ساتھ ان کی گود میں پر سکون لیٹے عالیان کو تک رہی تھی۔

"یہ کہاں سے سیکھا ہے آپ نے؟ یہ بہت گندی بات ہوتی ہے بچے، ایسا لفظ منہ سے نہیں نکالتے۔" اس کے منہ سے یہ لفظ سن کے زمرد بیگم شاکڈ رہ گئیں لیکن کچھ ہی ثانیوں بعد شاک سے نکلتے ہوئے انہوں نے تادیبی انداز میں کہا۔

"خانم کہتی ہیں کہ عالیان ہیجڑا ہے اور اس کے پاس ہر گز نہیں جانا ہے۔" بنفشے نے سادگی سے جواب دیا تو ان کے چہرے پہ تکلیف پھیل گئی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے بچہ، یہ آپ لوگوں کا بھائی ہے جیسے صبور اور ثوبان ہیں ویسے ہی، آپ کی خانم ویسے اس سے ناراض ہوں گی لیکن خانم کے ناراض ہونے سے بھائی تو نہیں ناراض کرتے۔" وہ نرم لہجے میں سمجھاتی ہوئی بولیں تو فرشتے نے اچانک اپنے ننھے ہاتھ آگے بڑھائے۔

"میں اسے اٹھالوں؟" اس کی اچانک فرمائش پہ حیرانگی وخوشی سے مسکراتیں زمرد بیگم نے ہولے سے عالیان اسے تھمایا۔

اور پھر جیسے ہی مرجان بیگم نے اپنی بیٹیوں کو عالیان کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا تو آو دیکھا نا تاوانہیں بری طرح سے پیٹتے ہوئے اس سے دور رہنے کو کہا لیکن ان کے روکنے پہ مزید ضدی پن کا اظہار کرتی فرشتے مزید عالیان اور زمرد بیگم کے ساتھ اٹیچ ہوتی چلی گئی اور پھر آنے والے وقتوں میں ننھے عالیان کے لیے صرف دو ہی دوست تھے ایک اس کی ماں (زمرد بیگم) اور دوسرا اس کی بہن (فرشتے) تھیں۔

Urdu Novels Ghar

بنفشے اگرچہ اسے وقت دیتی تھی لیکن مرجان بیگم کے خوف سے وہ کم کم ہی آتی تھی اور باقی سب گھر والوں بشمول مرجان بیگم کے میکے والوں کے لیے تو وہ ایسا اچھوت تھا کہ وہ اسے دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے تب ہی اس کی دنیا فقط اپنی ماں کا ہی کمرہ تھی۔

وقت پر لگاتے ہوئے بہت تیزی سے گزرا اور زندگی کے بہت سارے قیمتی سال کھاتا ہوا بڑوں کو بزرگی اور بچوں کو نوجوانی کی دہلیز پہ لا کھڑا کر گیا۔

سولہ سالا شہریار نے آہستگی سے ہاتھ میں پکڑے لفافے کو غور سے دیکھا جس پہ لکھا ایبک آفریدی کا نام واضح کر رہا تھا کہ وہ اپنا وعدہ پورا کر گئے ہیں۔

اسے اب بھی یاد تھا کہ جب پانچ چھ سال اس نے ان سے ضد کی آپ نے پرامس پورا کیوں نہیں اور کیوں نہیں بتایا کہ کون ہرٹ کرتا ہے سویٹ اینجل کو؟ تو تب انہوں نے اس سے وعدہ کیا تھا جس دن اس نے میٹرک کا امتحان پاس کر لیا اسی دن وہ اسے ساری سچائی سے آگاہ کر دیں گے اور آج بالآخر یہ دن آن پہنچا تھا۔

اس نے لفافہ اپنی جیب میں رکھا اور جلدی سے کالج گیٹ کی جانب بڑھائے جہاں وہ آج اپنے ایڈمیشن کے سلسلے میں آیا تھا لیکن اب اسے جلدی سے ہاسٹل جا کے اس لفافے کو کھولنا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ گیٹ کراس کرتا سائیڈ سے آتی آواز سن کے وہ لاشعوری طور پہ رک سا گیا۔

"فرشتے!" اس نام کی پکار سنتے ہی اس نے بے ساختہ مڑ کے دیکھا تو سیاہ چادر میں لپٹے نازک سے وجود کی کمر سے نگاہ ٹکرائی تو وہ بے حد بدمزہ ہوا۔

"کیا اسی میں ہوئے تھے تمہارے پیپر؟" اس کے ساتھ کھڑی لڑکی نے قدرے اونچی آواز میں پوچھا تو وہ لڑکی جس کا نام شاید فرشتے تھا وہ جھنجھلائی۔

"تم نا اعلان کرواو میرے نام کا ادھر اور پھر آغا جان کی گولیوں کا نشانہ بنتے ہوئے دیکھنا مجھے، دماغ خراب ہے میرا غیر لڑکوں کے کالج پیپر زدوں گی، لڑکیوں والے حصے میں ہوئے ہیں میرے پیپر۔" وہ تیز تیز بولتی ہوئی تھوڑے غصے میں لگ رہی تھی۔

اپنی باتوں اور حلیے سے وہ پندرہ سولہ سال کی لگ رہی تھیں جبکہ ان سے کچھ فاصلہ رکھ کے کھڑے گارڈز جب شہریار کی نظروں میں آئے تو نجانے اس کے دل میں کیا سمائی کہ اس نے قدم بے ساختہ

واپس موڑے، اسے اپنی کچھ سال پہلے کی گفتگو یاد آئی تو اس کا دل مچل اٹھا کہ وہ اس 'فرشتے' نامی لڑکی کو دیکھے کہ آیا کہ اس نام کی لڑکیاں واقعی سویٹ اور وائٹ ہوتی ہیں یا نہیں؟

وہ ان سے چند فرلانگ کے فاصلے پہ ہی تھا جب اس لڑکی نے اپنا داہنا ہاتھ اپنی سیاہ چادر سے نکالا تو وہ وہیں منجمد سا ہو گیا۔

چھوٹے چھوٹے سرخ و سفید ہاتھ جن پہ لگی ٹکی نما مہندی کا کھلتا ہوا رنگ ان ہاتھوں کی خوبصورتی میں ایسا اضافہ کر رہا تھا کہ وہ چند پل اپنی نظریں نہ ہٹا سکا۔

"دیر نبکلی (بہت خوبصورت)۔" وہ بے ساختہ بڑبڑایا لیکن پھر اپنی غیر اخلاقی حرکت کا اندازہ ہوتے ہی اس نے فوراً سر جھٹکتے ہوئے نظریں ہٹائیں اور قدم واپس موڑے۔

"اگر جو کبھی آغا جان کو میری اس حرکت کا پتہ چل جائے تو آفریدیوں کی شان میں پورا لیکچر دیں گے لیکن خیر میں کون سا ہر لڑکی کو دیکھتا ہوں یہ تو فرشتے نام کی وجہ سے ہے اور یہ تو وہ جانتے ہیں کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟" وہ اپنی ہی سوچوں میں گم سوال و جواب کر رہا تھا، وہ اس عمر تک ہی اپنی روایات کو سمجھتا ہوا اپنی اٹل اور ضدی طبیعت کی وجہ سے سب کی جان سولی میں اٹکائے رکھتا تھا لیکن طبیعت میں

ٹھہراو اور سمجھداری آنے کے باوجود اس کے لیے کسی بھی فرشتے (اینجل) کا سویٹ اور وائٹ ہونا بے حد ضروری تھا۔

انہی سوچوں میں گم وہ ہاسٹل پہنچا اور بنا کھانا کھائے وہ سیدھا اپنے کمرے میں آیا اور اسے لاک لگاتے ہوئے بنا چینج کیے بیڈ پہ بیٹھا اور لفافہ جیب سے نکالتے ہوئے چاک کرنے لگا۔

"السلام علیکم ! کاکا کی جان، مجھے امید ہے کہ آج میں جن رازوں سے پردہ اٹھانے جارہا ہوں وہ آپ سمجھو گے بھی اور انہیں اپنے میں ہی دفن رکھو گے۔" اس نے ایبک آفریدی کے ابتدائی الفاظ پڑھے کو پیشانی پہ پر سوچ تاثر دیتے ہوئے بل نمایاں ہونے لگے۔

"آپ کے پردادا دراب میر آفریدی اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" جیسے جیسے وہ پڑھتا گیا اس کے چہرے کی رنگت سرخ جبکہ آنکھیں لال انگارہ ہوتی دہکنے لگیں۔

دونوں ہاتھوں میں اس خط کو دبوچے وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کے رونے لگا۔

اس کے ذہن کے لیے یہ سب قبول کرنا آسان نہیں تھا، اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ ابھی جائے اور جا کے اس حویلی کو تہس نہس کر دے جو ان سب کی بربادی کا زمہ دار تھی اور اس نے ایسا ہی کیا۔

ہاسٹل سے پرمیشن لیتے ہی اس نے ہاسٹل کے باہر اسی کے لیے کھڑے ڈرائیور کو حویلی چلنے کا کہا تو اس کا لال بھبھوکا چہرہ دیکھتے ہوئے وہ حویلی سے اجازت بھی نہ لے سکا اور اسے لیے حویلی کی جانب چل دیا۔

"ارے شہزادے! یہ تیز گام بنے کہاں سے آرہے ہو؟ اور کدھر جارہے ہو؟" حویلی پہنچتے ہی اس کا پہلا سامنا شہیر سے ہوا جو اس سے تھا تو تین سال چھوٹا لیکن اس سے پنگے لینے سے باز نہ آتا تھا۔

جبکہ اس کی بات کا جواب دیے بغیر وہ درشتگی سے اسے سامنے سے ہٹاتا پری وش کے کمرے کی جانب بڑھا ہی تھا جب ہال میں آتے ایبک آفریدی کی نگاہ اس پہ پڑی تو وہ چونک اٹھے لیکن پھر اس کا آتش فشاں بنا وجود دیکھ کے ہی ساری بات سمجھتے وہ اسے کسی اور کی نظر میں لائے بغیر اپنے کمرے میں لے گئے۔

"خاناں! اتنے غصے میں آپ پھپھو سائیں کمرے میں کیوں جارہے تھے؟" اپنے کمرے میں لاتے ہی انہوں نے اس سے نرمی سے استفسار کیا تو وہ بھڑک اٹھا۔

"کیوں چھپایا انہوں نے ہم سے یہ سب؟ کیوں برداشت کرتی رہی ہیں اکیلے ہی؟ میں زندہ نہیں چھوڑوں گا انہیں۔" وہ جذباتیت کا مظاہرہ کرتا ایک دم سے چلا اٹھا تو ایبک آفریدی نے نرمی سے بازو اس کے کندھے پہ پھیلاتے ہوئے اپنے نزدیک بٹھایا۔

"کیا میں نے یہ سب اسی شہریار کو بتایا ہے جو بہت سمجھداری کا مظاہرہ کرتا ہے؟" ان کے سنجیدگی سے پوچھنے پہ شہریار نے سرخ آنکھوں سے ان کا چہرہ دیکھا۔

"جب برسوں پہلے میں نے اس رات پھپھو سائیں کو دیکھا تو میں بھی اسی جذباتیت کا مظاہرہ کر گیا جس کے بدلے آج تک اپنی بہن کی جھلک دیکھنے سے محروم ہوں اور پھر چند سال قبل مجھے اصل مجرم کا پتہ چلا تب بھی دل چاہا کہ اس کا وجود اس روئے زمین سے مٹا دوں لیکن تب مجھے پھپھو سائیں نے ہی احساس دلوایا کہ اسے کیا اتنی آسانی سے سزا دے دیں گے ہم؟ نہیں اسے اتنی آسانی سے سزا نہیں مل سکتی خاناں۔" ایبک آفریدی نرمی سے اسے سمجھا رہے تھے۔

"میں چاہتا تو یہ سب آپ کو نہیں بتاتا لیکن میں یہ سچائی باقی سب پہ نہیں آشکار کرنا چاہتا ورنہ پیوند لگے دل ٹوٹ جائیں گے اور پھر ہمیں مجرموں کو ان ہی کے انداز میں تڑپانا ہے جس کے لیے آپ کا باخبر

ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ اب کی بار انتقام کی جنگ قانون کے روپ میں لڑی جائے گی۔" ان کے آخری الفاظ پہ وہ بری طرح سے چونکا اور الجھ کے انہیں دیکھا۔

"آکا جان (حاتم آفریدی، ظہیر وایبک کے چچا) بچوں کی فیملیوں سمیت کل پاکستان آرہے ہیں اور ہمیں برسوں بعد ایک ہوئے اپنے خاندان کو توڑے بغیر مجرموں کو ان کے انجام تک پہنچانا ہے۔" وہ مزید بولے تو ان کے لفظ لفظ کو دل و دماغ میں اتارتا وہ اپنے آپ سے ایک وعدہ کر چکا تھا۔

حاتم آفریدی کی زوجہ گلالہ فوت ہو چکی تھیں جبکہ وہ اپنے دونوں بچوں شمشیر آفریدی اور ان کی اہلیہ گل بانو اور فیروز آفریدی اور ان کی اہلیہ پشمینہ کے ہمراہ پاکستان سے باہر رہتے تھے۔

لیکن اب جبکہ بچوں کے بھی بچے جوان ہونے لگے تو وہ دل کو مضبوط کرتے ہوئے پاکستان جانے کا پروگرام بنانے لگے۔

شمشیر آفریدی کے بچے شاہ میر آفریدی, شاہ زیب آفریدی اور شہر گل آفریدی تھے جبکہ فیروز آفریدی کی دو بیٹیاں زرتاج آفریدی اور زرتاشے آفریدی تھیں۔

Urdu Novels Ghar

حاتم آفریدی کے واپس وطن لوٹنے کی خبر نے حویلی والوں کو پھر سے جیسے زندہ کر دیا تھا جبکہ نوجوان ہوتی نسل ایک جتنے کزنز کو دیکھ کے بے حد خوش دکھائی دے رہی تھی ایسے میں شہریار کے 'لاء' پڑھنے کی خواہش نے سب کو حیران کر دیا۔

"خاناں! یہ بیٹھے بیٹھے وکیل اور جج کے چکر میں کیوں پڑ رہے ہو، پہلے اپنا بارہ جماعتیں پوری کرو اور ڈاکٹر بنو۔" حاکم آفریدی بارعب انداز میں بولے۔

"آغا جان! میں بارہ جماعتیں پڑھنے کے بعد ہی لاء پڑھنے کا کہہ رہا ہوں نا۔" وہ سنجیدگی سے بولا جبکہ دسترخوان پہ بیٹھے سب افراد خاموشی سے انہیں تک رہے تھے۔

"پہلے تو آپ ڈاکٹر بننا چاہتے تھے؟" ظہیر آفریدی اچانک بولے۔

"لیکن اب وکیل زیادہ اچھے لگتے ہیں مجھے، پہلے اس لیے بتا دیا ہے کہ پھر اچانک آپ لوگ حیران نہیں ہوں۔" وہ اسی انداز میں بولا۔

"جو آپ انداز ہے اس پہ میں آپ کا احسان مند ہوں جو آپ نے ابھی بھی یہ مہربانی کر دی۔" اس کے انداز پہ ظہیر صاحب چڑ ہی گئے لیکن وہ بنا اثر لیے کھانا کھاتا رہا۔

"ویسے شہری! تمہیں نہیں لگتا کہ وکیلوں کو بہت گالیاں سننا پڑتی ہیں؟" اچانک شاہ میر اس سے مخاطب ہوا۔

"نہیں کیونکہ میں ابھی وکیل بنا نہیں ہوں اپنا ارادہ بتایا ہے۔" وہ آہستہ سے بولا جبکہ ایبک آفریدی بہت باریک بینی کے ساتھ اس کا مشاہدہ کر رہے تھے۔

وہ اپنے ارادوں میں اٹل اور اتنی سی عمر میں ہی گہرے سمندر کی مانند بہت سے رازوں کو دل میں ہی دفنانے کا ہنر جانتا تھا۔

"عالی! کتنا گند مچاتے ہو تم؟ مورے کے بیٹے تو لگتے ہی نہیں ہو تم؟" سولہ سالہ فرشتے آٹھ سالہ عالیان سے مخاطب ہوئی جس کی کتابیں زمرد بیگم کے پلنگ پہ پڑی ہوئیں تھیں۔

یہ حبیب صاحب کی ہی مہربانی تھی جو عالیان کو سکول جانے کی اجازت ملی تھی اور اس بات پہ مرجان بیگم اور خاقان صاحب نے اس قدر ہنگامہ کیا کہ ننھا عالیان تھر تھر کانپنے لگا تھا۔

ان لوگوں کے بقول اگر کسی کو اس بات کا علم ہو گیا کہ وہ 'لڑکا' نہیں ہے تو ان لوگوں کی عزت کا کباڑہ ہو جائے گا لیکن حبیب صاحب مضبوطی سے اپنی بات پہ ڈٹے رہے اور اسے سکول بھجوا کے ہی دم لیا۔

عالیان آج تک یہی سمجھتا چلا آ رہا تھا کہ زمرد بیگم ہی اس کی ماں تھیں اور کسی نے بھی اس کی غلط فہمی دور کرنے کی کوشش نہ کی تھی لیکن کچھ باتیں تھیں جن پہ وہ بچپن سے ہی بہت حیران و پریشان ہوتا تھا۔

مورے کے شوہر ہونے کے ناطے وہ عالم کو اپنا باپ سمجھتا تھا لیکن انہوں نے کبھی اسے ہاتھ تک نہ لگایا تھا بلکہ اپنا کمرہ زمرد بیگم سے الگ کر لیا تھا، وہ زمرد بیگم کے کمرے کے علاوہ کہیں اور نہیں جا سکتا تھا نا کسی کے ساتھ کھانا کھا سکتا تھا، یہ باتیں اس کے کچے ذہن کو بہت خراب کرتیں تھیں لیکن جب فرشتے اور بنفشے اس کے کمرے میں اس سے کھیلنے آتیں تو وہ سب کچھ بھول جاتا اور پھر جب حبیب صاحب گود میں اٹھاتے یا جنت بی بی ماتھا چومتیں تو وہ ہر چیز بھلائے اپنی دنیا میں مگن ہو جاتا تھا۔

"خور (بہن)! یہ خانم میرے ساتھ بولتی کیوں نہیں ہیں؟" فرشتے کی ڈپٹ کا اثر لیے بغیر اس نے جھجکتے ہوئے پوچھا تو مرجان بیگم کے رویے اور اس کی وجہ کو جانتی وہ چپ سی ہو گئی۔

"خانم کسی سے بھی نہیں بولتیں، دیکھا نہیں کیسے مجھے اور بشے کو ڈانٹتی رہتی ہیں انہیں منصور اور ثوبان لالہ سے ہی پیار ہے۔" وہ ہلکے پھلکے انداز میں بات لپیٹتی ہوئی بولی۔

"عالی! تمہیں پتہ ہے فرشتے کالج جاتی ہے اب۔" موضوع بدلنے کو بنفشے نے بھی اس کا ساتھ دیا تو وہ چونکا۔

"کالج مطلب جہاں زیادہ جماعتیں پڑھتے ہیں؟" اس نے اشتیاق سے پوچھا تو وہ مسکرا دیں۔

"بالکل اسے ہی کالج کہتے ہیں اور ایک دن میرا دن میرا عالی بھی کالج جائے گا اور بہت بڑا آدمی بنے گا۔" فرشتے محبت سے بولی۔

جب ان بہن بھائیوں کو اس کے بارے میں سچائی پتہ چلی تھی تو منصور اور ثوبان نے خاص رد عمل نہ دیا تھا کیونکہ ماں کے کہنے پہ وہ پہلے ہی اس سے کنارہ کشی کر چکے تھے لیکن ایسی بات سن کے بھی وہ دونوں بہنیں خود کو روک نہ سکیں بلکہ اور زیادہ توجہ اور محبت اسے دینے لگیں جس کو دیکھتے ہوئے انہیں کبھی احساس تک نہ ہوا تھا کہ وہ ان سے الگ تھا۔

"ویسے شہری! کیا میں بھی اس کالج میں پڑھوں گا تو میرا دماغ مجھے بتادے گا کہ مجھے انجینئرنگ نہیں پڑھنی بلکہ کوئی اچھی سی لڑکی دیکھ کے شادی کرنی ہے؟" فرسٹ ایئر کی پہلی کلاس لینے جاتے ہوئے شہیر کی زبان پھڑکی اور اس نے ایک شرارتی نگاہ ایل ایل بی کی کلاسز جوائن کرنے کے لیے جاتے ہوئے شہریار کو چھیڑا تو اس نے گھور کے اسے دیکھا۔

اس کے ایف ایس سی کرنے تک سب کو لگا کہ وہ محض ویسے ہی اس کا خیال تھا لیکن جیسے ہی اس نے ایف ایس سی کے بعد لاء ٹیسٹ دینے کی تیاری شروع کی تو سب بہت حیران ہوئے کہ وہ جانتے تھے کہ ڈاکٹر بننا اس کا خواب تھا لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ انصاف و انتقام کی اس جنگ کے لیے اس نے اپنے خوابوں کی قربانی دی تھی۔

"اس نیک کام کے لیے تمہیں کالج کا نام بدنام کرنے کی ضرورت نہیں ہے سیدھا آکا جان کے پاس جاو اور خواب پورا کروا لینا۔" اس نے اپنے مخصوص سنجیدہ انداز میں اسے چڑایا تو وہ چڑ بھی گیا۔

"خواب تو پورا نہیں ہوگا ہاں جسم کی سینکائی ضرور ہوگی۔" وہ منہ بناتے ہوئے بولا تو شہریار نے اب کی بار کوئی جواب نہیں دیا۔

"شہری! کیا اس کالج میں لڑکیاں نہیں پڑھتی ہیں؟" اس نے ادھر ادھر گردن گھماتے ہوئے جائزہ لینے کے بعد پھر سے منہ کھولا تو اب کی بار شہریار رکا اور تنقیدی نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا۔

"لڑکیوں کے ساتھ پڑھنا تھا تو پہلے بتاتے آکا سائیں سے کہہ کہ تمہارا ایڈمیشن علاقے میں بنے گرلز کالج میں ہی کروا دیتے ہم۔" اس کے ٹھنڈے انداز میں کیے جانے والے طنز پہ بری طرح خجل ہوتا اب وہ تابعداری سے منہ بند کرتا ہوا اپنی کلاس کی جانب بڑھ گیا۔

"آغا جان! میں اس نجس کا وجود اس گھر میں برداشت نہیں کر سکتی، آپ کو اپنے بیٹے سے بات کرنا ہو گی ورنہ میں اسے دھکے دے کے اس گھر سے نکلوا دوں گی۔" آج پھر بہت عرصے بعد مرجان بیگم کو دورہ پڑا تھا وجہ بہت واضح تھی، عالیان کی آٹھویں کلاس میں شاندار کامیابی پہ جب جنت بی بی، حبیب صاحب، زمرد بیگم اور ان دونوں بہنوں نے مل کے جو ہلکی پھلکی تقریب ایک کمرے میں سجائی تھی وہ ان کے دل کو جلا کے راکھ کر گئی اور وہ جلتی بھنتی صبح حبیب کے نکلتے ہی خاقان صاحب کے سر ہو گئیں۔

"بہو خاناں! جلدی مت مچاو، ایسے سختی کرو گی تو گھر کے سائیں کو بھی کھو دو گی بہتر ہے کہ ایسا موقع تلاش کرو کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔" انہوں نے شاطر انداز میں جواب دیا تو وہ چونکیں جب عالم صاحب بھی وہیں آ پہنچے۔

"سانپ اور لاٹھی کا کھیل کھیلنے کے لیے ہمیں تو کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی بلکہ اس کام کے لیے ہمیشہ کی طرح 'آفریدی' استعمال ہوں گے۔" عالم صاحب نے خباثت سے کہا تو ایک دم سے اس کی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے خاقان صاحب کھل کے مسکرا دیے جبکہ مرجان بیگم بھی اب کھلتے ہوئے چہرے کے ساتھ ان کا پلان سن رہی تھیں۔

جب ایک آفریدی نے اسے سمجھایا تھا تو اس نے تب ہی ان کی بات کو ذہن نشین کرتے ہوئے لاء پڑھنے کی ٹھانی اب وہ ان کے جیسی ہی گیمز قانونی انداز میں کرنا چاہتا تھا تب ہی اس نے لاء جوائن کیا اور اب اسے ایل ایل بی کرتے ہوئے تیسرا سال تھا جب شہیر اور شاہ میر کے ساتھ حویلی جاتے ہوئے وہ تینوں ٹھٹھک سے گئے اور فوراً گاڑی روکی۔

"خیریت خان بابا! یہ اتنی گاڑیاں کیوں کھڑی ہیں کالج کے باہر؟ سب خیریت ہے نا؟" ان کے لیے حیرانگی کا باعث وہ گاڑیاں نہیں تھیں بلکہ گیٹ پہ کھڑے چوکیدار کے چہرے سے جھلکتی پریشانی تھی تب ہی وہ فوراً اس کے پاس آتے پشتون لہجے میں بولے۔

"خاناں! وہ پچھلے کچھ دنوں سے ایک مرد استاد بچیوں کو تعلیم دینے آتا ہے تو آج جیسے ہی حویلی والوں کو خبر ملی ہے تو وہاں سے عالم خاناں کے ساتھ کچھ لوگ آئے ہیں اس استاد کو اٹھوانے۔" چوکیدار چونکہ ان سے واقف تھا تب ہی فوراً اپنے روایتی انداز میں انہیں بتانے لگا تو حویلی والوں کا نام سن کے شہریار کی آنکھوں میں خون اترنے لگا۔

"شہری! تو کہاں جارہا ہے؟" اگرچہ بات ان دونوں کے لیے بھی ناقابلِ برداشت تھی لیکن جیسے ہی شہریار گیٹ کی طرف بڑھا تو وہ دونوں بوکھلا گئے کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی بھی کسی قسم کی گڑبڑ ہو کہ انہیں ہمیشہ سے یوسف زئی حویلی والوں سے الجھنے سے روکا گیا تھا۔

Urdu Novels Ghar

"میں ان لوگوں کو یہ بتانے جارہاہوں کہ اگر وہ میل استاد یہاں کی بچیوں کے لیے نامحرم ہے اور انہیں پڑھانہیں سکتا تو وہ کون سی محرم رشتے کی سند لے کے اپنے غنڈے ساتھ لیے کالج میں گھسے ہیں۔" وہ بپھرے ہوئے انداز میں کہتا انہیں کچھ سمجھنے یا بولنے کا موقع دیے بغیر کالج میں داخل ہو چکا تھا۔

"او سنی دیول کی اولاد! اگر آغا جان کو اس بارے میں خبر ہوئی تو وہ تمہیں محرم کی سند دیتے ہوئے کسی پشتون مٹیار کو میڈل کی طرح تمہارے گلے میں لٹکا دیں گے۔" شہیر اسے روکنے کی ناکام کوشش کرتا اس کے غصے کے گراف کو گرانے کے لیے بولتا جارہا تھا۔

"شہری! جذباتیت مت دکھانا خدا کے لیے، یہ کالج ہے اس کے تقدس کا خیال رکھنا۔" شہیر کے برعکس شاہ میر نے اب کے اس کی مخصوص رگ کو دبایا تو اس کے تیز قدموں کی رفتار میں کمی آئی تو دونوں نے تشکر بھرا سانس لیا۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تمہارے الفاظ طلمساتی ہیں جو اس کو کسی دیو کی مانند اپنی قید میں کر لیتے ہیں۔" شہیر کی زبان موقع کی نزاکت کو سمجھے بغیر پھر پھسلی تو ایک ساتھ دھاڑے۔

"شٹ اپ ایڈیٹ!" دونوں کی بلند آواز پہ پریشان پرنسپل فوراباہر آئیں۔

"آپ؟" ان کا پریشانی و بے یقینی ان کی نقاب سے جھلکتی آنکھوں سے عیاں ہو رہی تھی۔

"معذرت خواہ ہیں میم! بغیر اجازت کے اندر چلے آئے ہیں لیکن باہر گاڑیاں دیکھیں تو رہا نہیں گیا اور مسئلہ پوچھنے کے لیے یہاں تشریف لے آئے۔" شہریار نے سبھاو کے ساتھ بات شروع کی تو متفکر پرنسپل ان لوگوں کی جھکی نظریں دیکھتیں پریشانی سے صورتحال بتانے لگیں کہ وہ لوگ اب اس استاد کو کلاس سے پکڑنے گئے تھے جبکہ باقی لوگ کالج کی تلاشی لے رہے تھے۔

ان کی بات سن کے اس کا غضب پھر عود کر آیا اور وہ بنا کسی سے کوئی بات کیے اپنے چہرے کو ڈھکتا ہوا کمروں کی جانب بڑھ گیا۔

"آکا جان! ایسا ظلم مت کریں، وہ ہمارے استاد ہیں اور آپ کی عمر کے ہی ہیں ان کی بے عزتی مت کریں۔" اچانک ایک کمرے سے آتی روتی گڑگڑاتی آواز پہ اس کے قدموں کی رفتار سست پڑی۔

"بکواس بند کرو اپنی ورنہ تمہیں بھی پکڑ کے گھر میں بٹھا دوں گا، آج ایک آیا ہے کل کو یہاں چھوکروں کی لائن لگ جائے گی۔" عالم صاحب بلند آواز میں دھاڑے اور بنا ادھر ادھر دیکھے اسے سامنے سے پرے ہٹاتے ہوئے تیز قدموں سے کمرے سے باہر نکلے۔

تو ان کے بری طرح سے سامنے سے ہٹانے پہ پیچھے کو ہوتی روتی ہوئی فرشتے اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکی اور کمرے میں داخل ہوتے شہریار آفریدی کے مضبوط وجود سے جا ٹکرائی۔

وہ جو عالم کی بلند آواز سن کے خود پہ قابو نہ رکھ پایا تھا اور کمرے کی جانب بڑھا ہی تھا کہ عالم صاحب کے طیش سے باہر نکلنے پہ وہ آگے بڑھا ہی تھا اس کے ٹوٹی ہوئی شاخ کی مانند خود سے ٹکرانے پہ اس نے بے ساختہ بایاں بازو اس کی کمر کے گرد حمائل کرتے ہوئے اسے سہارا دیتے ہوئے جیسے ہی نگاہ اٹھائی تو نگاہ ساکت ہو گئی۔

بڑی سی نیوی بلیو رنگ کی چادر میں اپنے نازک سے وجود کو سمیٹے وہ ہری آنکھوں میں ڈھیروں آنسو لیے اسے دیکھتی اس کو بری طرح سے مسمرائز کر گئی۔

اس کے دیکھتے ہی دیکھتے ان آنسو بھری آنکھوں میں پہلے حیرت، پھر بے یقینی اور پھر رفتہ رفتہ ناگواری کے بادل اس طرح سے پھیلے کے اس سے چند انچ کے فاصلے پہ کھڑے شہریار نے شدت سے ان بادلوں کے بدلتے رنگوں کا مشاہدہ کیا تھا۔

"ماپریردہ (چھوڑیں ہمیں)۔" ہلکی سی ناگواری لیے اس کی قدرے خوفزدہ سی آواز اور اس کی پرزور مزاحمت اسے اس ٹرانس سے نکالنے کا باعث بنی لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنی بے اختیاری پہ خفت محسوس کرتا ہوا اسے اپنی گرفت سے آزاد کرتا، فرشتے نے اپنے بہتے آنسوؤں کو صاف کرنے کے لیے جیسے ہی اپنا بایاں ہاتھ چادر سے نکالتے ہوئے چہرے کی طرف بڑھایا تو شہریار کی نگاہ پھر سے بھٹکنے لگی۔ اسے کچھ سال پہلے کالج کے سامنے کا منظر یاد آیا تو ذہن میں فورا ایک نام لہرایا۔

"فرشتے"!

اب اس کے سرخ و سفید نازک سے ہاتھ دیکھتے ہوئے نجانے کیوں اس کا دل بول رہا تھا کہ یہ وہی لڑکی تھی اور یہ وہی 'فرشتے' تھی جس کے بارے میں کبھی اس نے کہا تھا کہ اگر یہ وائٹ یا سویٹ نہ ہوئی تو

وہ اسے نام بدلنے کو کہے گا لیکن اب اس کی بھیگی آنکھیں اور ہاتھ دیکھتے ہوئے اس کا دل بے ساختہ یہ بولنے کو مچل اٹھا۔

"دیرہ نبکلی (بہت خوبصورت)۔"

اس کے ہونٹوں سے نکلنے والے الفاظ سن کے فرشتے کے تن بدن میں آگ لگ گئی، اس نے پوری قوت لگاتے ہوئے اپنا آپ اس کی مضبوط گرفت سے چھڑوایا۔

"تاسولیونی یاست (پاگل ہو گئے ہو تم؟)۔" وہ بھڑکتے ہوئے بولی کہ اس کے مضبوط بازو کا لمس اپنے وجود کے گرد اسے دہکتے انگاروں کی مانند محسوس ہو رہا تھا۔

"ستاسولا سونہ اوستر کی نبکلی دی (آپ کے ہاتھ اور آنکھیں بہت خوبصورت ہیں۔)" اس کی ناپسندیدگی و ناگواری کو نظر انداز کیے وہ پوری طرح سے اس کا راستہ روکے کھڑا اس کے سر پہ پہاڑ توڑ رہا تھا۔

اس کے واشگاف انداز میں یوں کالج میں اس کے خاندان کے مردوں کی موجودگی میں اس کا خود پہ تبصرہ کیا جانا فرشتے کے پورے وجود کو جلا کے راکھ کر گیا۔

اس نے شرربار نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جو رومال سے چہرہ ڈھانپے اپنی سیاہ چمکتی آنکھیں اس پہ گاڑھے یوں کھڑا تھا کہ اس سے الجھنے کو تیار فرشتے کو اپنے وجود پہ چیونٹیاں سی رینگتی محسوس ہوئیں تب ہی اچانک باہر سے آتے شور کی آواز سن کے اس کے پیروں تلے سے زمین کھسک گئی۔

اس نے جھٹکے سے اسے پرے ہٹایا اور باہر کو بھاگی کہ اگر کوئی اسے یوں کسی انجان کے ساتھ ایک کمرے میں دیکھ لیتا تو اس علاقے کی ہر لڑکی کے لیے تعلیم جیسی سہولت ختم ہو جاتی۔

جبکہ اس کی موجودگی کے احساس کو پوری طرح سے محسوس کرتا وہ زیرِلب مسکراتے ہوئے مضبوط قدموں سے باہر کی جانب لپکا۔

"ہم لوگوں کو کیا اتنا بے غیرت سمجھ رکھا ہے تم نے کہ تم ہمارے علاقے میں آ کے ہماری بچیوں کو ورغلاو گے اور ہم منہ بند کیے بیٹھے رہیں گے۔" عمررسیدہ سے پروفیسر کو گریبان سے تھامے عالم صاحب غرائے تو وہ بنا کچھ بولے ان کے ہاتھ ہاتھ جوڑنے لگے،وہاں موجود طلباء کمروں میں چھپی یہ تماشا دیکھتیں خوفزدہ ہورہی تھیں کہ عالم صاحب کے آدمی ادھر ادھر پھیلے ہوئے تھے۔

"ہم تمہیں ایک منٹ بھی اس کالج کیا اس گاوں میں بھی رہنے نہیں دیں گے، ہم اس بے حیائی کی اجازت کسی کو نہیں دے گا۔" ان کی بلند آواز پورے کالج میں گردش کر رہی تھی، وہ حکمیہ انداز میں کہتے ہوئے اپنے آدمیوں کی جانب مڑے ہی تھے کہ ایک مضبوط اور سرد آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی۔

"آپ یہ دعویٰ تب کر سکتے تھے جب آپ خود اس جگہ کے تقدس کا احترام کرتے ہوئے ان لوگوں کو محرم اور غیر محرم کا درس دیتے ہوئے اس عمارت سے باہر کھڑا رکھتے۔" سامنے کھڑے بائیس تائیس سالہ شخص کی آواز سن کے انہوں نے غیض و غضب کا شکار ہوتے ہوئے اسے دیکھا جو چہرہ چھپائے، ہاتھ سینے پہ باندھے پر سکون انداز میں کھڑا انہیں سلگا گیا۔

"کون ہو تم؟" انہوں نے بھڑکتے ہوئے جواب دیا جبکہ ان کے ایک طرف کھڑی فرشتے تھر تھر کانپتی ہوئی اسے تک رہی تھی جس کے گھنے سیاہ بال اس کے ماتھے پہ بکھرے اس کی آنکھوں تک آ رہے تھے۔

"میرے تعارف کو چھوڑیے، کسی دن خاص اہتمام سے متعارف ہوں گا آپ سے لیکن ابھی آپ پروفیسر صاحب کو لے کے نہیں جاسکتے۔" اس کے مضبوط لب ولہجے پہ عالم صاحب کا ماتھا ٹھنکا۔

انہوں نے بغور اسے دیکھا کیونکہ اس کے انداز سے انہیں 'آفریدیوں' کی جھلک نظر آئی تھی لیکن وہ جان نہ سکے کہ آفریدیوں نے بچے علاقے سے باہر پڑھائی کے لیے ہاسٹل میں رکھے تھے اس لیے وہ سامنے شہریار اور اس کے پیچھے کھڑے شہیر اور شاہ میر کو بھی پہچاننے سے قاصر تھے۔

"کون روک سکتا ہے مجھے؟ تم؟" اس نے تحقیر آمیز لہجے میں کہا تو ان کے آدمیوں نے میکانکی انداز میں بندوقوں کا رخ ان تینوں کی جانب موڑا تو سب طلباء سمیت فرشتے کا دل حلق میں آن اٹکا۔

"آج مجھے بندوقوں سے مت ڈرائیے خاناں کیونکہ میں اس سے قبل ہی اپنے 'فرشتے' سے دلپزیر سی ملاقات کر چکا ہوں۔" ایک نامحسوس مگر خاص نگاہ ان کے سائیڈ پہ کھڑی خوفزدہ سی ہرنی پہ ڈالتے ہوئے اس نے ذو معنی انداز میں کہا تو فرشتے کے پیروں تلے سے زمین کھسک گئی جبکہ عالم صاحب ٹھٹھک گئے اور ٹھٹھک تو اس کے عقب میں کھڑے شہیر اور شاہ میر بھی گئے تھے۔

"کیا بکواس کر رہے ہو تم؟" وہ غضبناکی سے بھڑکے تو اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سا تاثر پھیلا۔

"یہ کالج یہاں کے دو معزز خاندانوں کی وجہ سے بنا ہے اب اس خاندان کی مشاورت کے بغیر آپ یہاں کوئی تبدیلی کیسے کر سکتے ہیں؟ آپ کی انصاف پسند پنچائیت اس فیصلے کو ناپسند نہیں کریں گی؟" ان کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے اس نے بات اس انداز میں لپیٹ کے ماری کہ طیش کا شکار عالم صاحب رکے۔

"کون ہو تم؟" وہ اچانک سرد مہری سے گویا ہوئے کہ اس کی باتیں اور انداز عام لوگوں جیسا نہیں تھا، وہ کم عمر ہونے کے باوجود اتنی بندوقوں کی زد میں جس طرح پر سکون کھڑا تھا ایسا ان کے سامنے کوئی نہیں کر سکتا تھا۔

"عنقریب ایک خاص موقعے پہ تعارف کرواؤں گا تفصیلی ابھی چلتا ہوں اور پروفیسر صاحب کو اب چھونے کی کوشش مت کیجیے گا وگرنہ آپ کی سیاست داؤ پہ لگ سکتی ہے۔" ڈھکے چھپے انداز میں انہیں دھمکی دیتے ہوئے وہ ان دونوں کو ساتھ لیتے ہوئے وہاں سے نکل گیا جبکہ وہ پیچ و تاب کھاتے وہیں کھڑے اسے جاتے دیکھتا رہ گئے کیونکہ وہ واقعی کھل کے ایکشن نہیں لے سکتے تھے ورنہ پورا سیاسی کیریئر داؤ پہ لگنے کے چانسز تھے۔

یہی سب سوچتے ہوئے وہ پروفیسر کو وہیں چھوڑتے فرشتے کو ساتھ آنے کا اشارہ کرتے ہوئے کالج کی دہلیز پار کر گئے۔

"او بھائی میرے فرشتے سے ملاقات تو کر کے آیا تھا ہمیں کیوں بائے ون گیٹ ٹو فری کی آفر دیتے ہوئے بندوقوں کے نرغے میں کھڑا کروا دیا تھا؟" گاڑی میں بیٹھتے ہی شہیر کی زبان فوراً چل دی جس کا اثر لیے بنا وہ خاموشی سے باہر کے نظارے دیکھنے لگا۔

"ویسے شہری جس فرشتے سے ملاقات ہوئی وہ 'سویٹ' اور 'وائٹ' تھی میرا مطلب ہے تھا؟" اچانک شاہ میر معنی خیز لہجے میں بولا تو نا چاہتے ہوئے بھی ایک ہلکی سی مسکان اس کے چہرے پہ الوہی سی چمک کی مانند پھیل گئی جسے اس نے فوراً سنجیدگی کے لبادے میں چھپایا۔

"اپنا مونث مذکر ٹھیک کر لو پہلے پھر جواب دیتا ہوں۔" اس نے اپنی بڑھی ہوئی شیو کو کھجاتے ہوئے جواب دیا تو اس نے گھور کے اسے دیکھا۔

Urdu Novels Ghar

"وکالت ہم پہ نہ آزمایا کرو اور یہ باتوں کے گھنجل عدالت میں مارا کرو ابھی یہ بتاؤ کہ کس فرشتے سے ملاقات کا تذکرہ کر رہے تھے تم؟" شاہ میر بنا کسی لحاظ کے گویا ہوا۔

"یہ بعد میں پوچھنا پہلے یہ سوچو آغا جان سے کیسے جان چھڑوانی ہے؟" حویلی کے دیو ہیکل گیٹ کو دیکھتے ہی اس نے آہستگی سے کہا تو اس کی توقع کے مطابق وہ فرشتے کو بھولتے جلاد کا سوچنے لگے۔

"مجھے کل 'آفریری حویلی' کے ہر فرد کی تصویر چاہیے چاہے وہ چھوٹا ہے یا بڑا اور اگر کل صبح تک تو نے یہ کام نہ کیا تو اس لڑکے کا سارا غصہ تم پہ نکال دوں گا۔" عالم صاحب غصیلے لہجے میں اپنے وفادار ملازم کو ہدایت دے رہے تھے۔

"آکا سائیں! آپ کیوں پریشان ہو رہے ہیں؟ آپ کے خیال میں وہ لوگ اتنے بزدل ہیں کہ چہرہ چھپا کے سامنے آئیں گے؟" منصور یوسف زئی نے سکون سے کہا تو وہ بھڑک اٹھے۔

"تمہاری بات بالکل ٹھیک ہے خاناں! وہ بزدل اتنے ہیں کہ چہرہ چھپا کے سامنے آئے اور بہادر اتنے ہیں کہ بیس لوگوں کی بندوقوں کے نرغے میں نہتے کھڑے رہے ہیں اور ایسا دل جگرے والا کام 'آفریدی' ہی کر سکتے ہیں۔" وہ پر سوچ انداز میں بولتے ہوئے سگار سلگانے لگے۔

"پریشان نا ہو خاناں! اگر وہ آفریدی ہوئے تو اس گستاخی کی سزا ضرور بھگتے گے اور اس طرح سے ہمارا دوسرا مسئلہ (عالیان یوسف زئی) بھی حل ہو جائے گا۔" حاقان صاحب نے ایک نظر بیٹے اور پوتے پہ ڈالتے ہوئے اطمینان سے کہا تو عالم صاحب ٹہلنا چھوڑتے ہوئے ان کے پاس پڑے صوفے پہ جا بیٹھے۔

"سچ کہہ رہی ہو تم؟" بنفشے اور عالیان نے ساری بات سنتے ہی بیک وقت حیرانگی و بے یقینی سے استفسار کیا تو وہ چڑ گئی۔

"نہیں ویسے ہی بکواس کر رہی ہوں۔ "

"ہاں ایسا ہی ہو سکتا ہے ورنہ بابا سائیں اور ان کے اتنے لوگوں کی موجودگی میں کوئی شخص آپ کی تعریف تھوڑی کر سکتا ہے؟" اس کی خفگی کو سیریس لیتے ہوئے عالیان نے جس سکون کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ جل بھن اٹھی جبکہ بنفشے کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"عالی! تم اتنے پاگل کیوں ہو؟" وہ زچ ہوتی دبا دبا سا چلائی۔

"اب میں نے کیا کر دیا ہے؟" وہ حیرانگی سے بولا۔

"ایڈیٹ! میں کوئی الف لیلوی داستان نہیں سنا رہی بلکہ سچ بتا رہی ہوں کہ جیسے ہی آغا سائیں کمرے سے نکلے تو وہ کمرے میں داخل ہوا اور پھر جب میں باہر نکلنے لگی تو سامنے کھڑے ہو تا کہنے لگا تم پیاری ہو۔" دانستا اس کی بانہوں میں گرنے کا ذکر کیے بغیر اس نے ساری صورتحال سنسر کرتے ہوئے ان کے گوش گزاری کیونکہ ان سے بات کیے بغیر اسے نیند نہیں آنی تھی۔

"وہ تھا کون؟" عالیان اب کے سنجیدگی سے بولا۔

"یہ پتہ ہوتا تو بابا سائیں کو یا مورے کو بتا دینا تھا، وہ چہرہ چھپا کے آیا تھا اور اسی نے پروفیسر صاحب کو بچایا ہے۔" اس نے آہستگی ہوئے آخر میں دھماکہ کیا۔

"واہ واہ! پھر تو خاصا جی دار بندہ تھا، پہلے تمہاری تعریف کر گیا پھر آ کا سائیں سے ایک شخص کو بچایا، بہت خوب۔" بنفشے اس کی جی داری سے متاثر اس نامعلوم شخص کے گیت گانے لگی تو وہ سلگتی ہوئی دھپ دھپ کرتی اٹھی اور کمرے سے باہر نکل گئی جبکہ وہ دونوں بے ساختہ ہاتھ پہ ہاتھ مارتے ہوئے کھل کے ہنس دیے۔

"دھیان سے میرا بچہ، پرچہ شروع ہونے سے پہلے درودِ پاک اور آیت الکرسی پڑھتے رہنا۔" آج عالیان کا ایف اے کا آخری پیپر تھا اور ہمیشہ کی طرح اسے رخصت کرنے کے لیے اس کے پیچھے پیچھے آتیں مورے اس پہ دعائیں پڑھ کے پھونکتی محبت و فکر مندی سے ہدایت دے رہی تھیں جب ان کی باتوں کا جواب دینے کے لیے اس نے رخ بدلتے ہوئے مڑ کے انہیں دیکھا ہی تھا کہ دھیان بھٹکنے پہ اس کی ٹھوکر سائیڈ پہ پڑے میز سے ٹکرائی اور اس پہ اینٹیک سا شو پیش ایک جھٹکے سے نیچے لمحوں میں کرچی کرچی ہو گیا۔

"بے غیرت۔۔۔۔***** " شوپیس ٹوٹنے کی آواز سن کے جیسے ہی مرجان بیگم اپنے کمرے سے باہر نکلیں تو سامنے کھڑے وجود کو دیکھ کے ان کے منہ سے مغلظات کا طوفان ابل پڑا جسے سن کے عالیان کا چہرہ مارے سبکی واہانت کے سرخ پڑنے لگا۔

"مرجان! بچے کی غلطی نہیں ہے بل۔۔۔" زمرد بیگم عالیان کا چہرہ دیکھتے ہوئے تڑپ کے بولیں جب مرجان بیگم نے بدتمیزی سے ان کی بات کاٹی۔

"اس کی بے جا طرفداری کر کے اپنی مری ہوئی ممتا کو تسکین مت پہنچایا کرو اور اپنے لاڈلے کو کہو کہ آج کے بعد یہ مجھے نظر نہ آئے ورنہ حویلی سے باہر پھینکوا دوں گی۔" وہ ہمیشہ ہی جب جب عالیان کا ذکر ہوتا یونہی سفاکیت و سنگدلی کا مظاہرہ کرتیں تھیں کیونکہ وہ اپنی ہار تسلیم ہی نہ کر سکی تھیں اور پھر زمرد بیگم نے عالیان کو سینے سے لگا کے ان کی ساس اور شوہر کے سامنے فوقیت حاصل کی تھی اس سب کا زمہ دار وہ عالیان کو سمجھتی تھیں۔

"خانم !اس میں مورے۔۔۔" زمرد بیگم سے کی گئی ان کی انتہائی سخت بات سن کے عالیان نے پہلی دفعہ ان کے سامنے بولنے کی کوشش کی جب مرجان بیگم اس کے لفظ 'خانم' پہ پاگل ہو تیں اس کے سرخ وسفید چہرے پہ اپنے دائیں ہاتھ کا نشان چھوڑ گئیں۔

"خبر دار !جو کبھی مجھے خانم کہا تو، تمہارے جیسے ہیجڑے کی ماں بننا بس اس جیسی بانجھ کو ہی مبارک ہو۔" ان کے سفاک اور کاٹ دار بلند لہجے میں کہے گئے الفاظ پہ وہ اپنی جگہ سے بری طرح سے لڑ کھڑ ایا۔

"مرجان!" بے ساختہ آگے بڑھ کے اسے سہارا دیتے ہوئے انہوں نے ملامتی انداز میں انہیں پکارا۔

"آپ ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں؟ بچہ ہے کیا یہ اسے نہیں پتہ کہ اس کی اصلیت کیا ہے اور یہ کون ہے؟" مرجان بیگم عالیان اور زمرد بیگم کے چہرے دیکھتے ہوئے اب کے پر سکون لہجے میں بولیں تو ان کی بات سن کے عالیان کے زہن میں وہ چند لمحے لہرائے جب اس نے زمرد بیگم سے کہا کہ لوگ اسے حیرانی سے کیوں دیکھتے ہیں یا وہ باقی سب سے تھوڑا الگ کیوں تھا اور وہ اسے پیار سے بہلا لیا کرتی تھیں۔

"اس کی اصلیت تو یہی ہے کہ یہ آپ کے وجود کا حصہ ہے آپ ہی کی کوکھ سے جنم لیا ہے اس نے۔" اچانک زمرد بیگم ضبط کھوتی چلا اٹھیں تو اس شور شرابے کو سن کے فرشتے اور بنفشے کے ساتھ جنت بی بی بھی ہال میں پہنچیں تو انہوں نے عالیان کو صدمے کی سی حالت میں ان دونوں خواتین کا چہرہ دیکھتے ہوئے پایا۔

"نہیں ہے یہ میرے وجود کا حصہ، نہیں ہوں میں اس کی ماں، اگر جو کبھی اس نے میرے وجود کا حصہ بننے کی کوشش کی تو میں اس حصے کو کاٹ کے پھینک دوں گی۔" ان کے سنگدلانہ الفاظ کی تاب نہ لاتے ہوئے سپید پڑتے چہرے کے ساتھ عالیان زمرد بیگم کی گرفت سے پھسلتا ہوا نیچے جا گرا۔

"عالیان خاناں! خدا کے لیے کچھ بولو نا، ایسے کیوں چپ کر کے بیٹھے ہو؟" دو تین گھنٹوں کے صبر آزما وقت کے بعد جب عالیان نے آنکھیں کھولیں تو وہ سب بے قراری سے اس کی جانب بڑھیں لیکن وہ لب بستہ سا اجنبی نگاہوں سے انہیں دیکھتا رہا۔

جب اس کی خاموشی اور اجنبیت سے بھرپور نگاہیں زمرد بیگم کو بے چین کرنے لگیں تو وہ اس کے چہرے کو چھوتیں بے قراری و فکر مندی سے بولیں تو سب کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

زمرد بیگم کی محبت و التجا پہ بولنے کی بجائے عالیان نے آہستگی سے چہرہ پھیرتے ہوئے ان کا ہاتھ پرے ہٹایا اور اسی خاموشی کے ساتھ بیڈ سے اترتا ایک سائیڈ پہ کھڑا ہوا تو اس کی اس حرکت کا پسِ منظر جان کے سب کے کلیجے شق ہو گئے۔

"میرا بچہ۔۔۔" وہ بے قراری سے آگے بڑھیں۔

"میں آپ کا بچہ نہیں ہوں بلکہ میں کسی کا بچہ نہیں ہوں آپ پلیز مجھے ہاتھ مت لگائیں گندے ہو جائیں گے۔" اس کی سپاٹ مگر بھاری آواز سن کے زمرد بیگم نے فق چہرے کے ساتھ اسے دیکھا جبکہ جنت بی بی دوپٹہ چہرے پہ رکھتی پھوٹ پھوٹ کے رونے لگیں۔

"تم۔۔تم میرے بچے نہیں ہو؟" زمرد بیگم نے دکھ سے پوچھا تو عالیان کی بے تاثر آنکھوں میں تکلیف کا تاثر جھلکا۔

"اگر تم میرے بچے نہیں ہو تو میں کیوں تمہیں سینے سے لگائے اپنی تڑپتی ہوئی ممتا کو تسکین دینے کی کوشش کرتی رہی ہوں؟" وہ جیسے خود کلامی کے سے انداز میں بولیں تو ان کے لفظ لفظ سے ٹپکتی تکلیف

Urdu Novels Ghar

محسوس کر کے فرشتے کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہونے لگا اور ان دونوں کو شدت سے اپنی ماں کی سنگدلی پہ رونا آیا جو ایک ایسے وجود کو ایسی کام کی سزا دے رہیں تھیں جو اس نے کیا ہی نہیں تھا۔

"میں چلتا ہوں۔" ان کی بات کا کوئی بھی جواب دیے بغیر وہ ان کے پہلو سے نکلنے لگا تو زمرد بیگم بنا کچھ اس کا بازو پکڑتیں اس کے سینے سے لگتیں رونے لگیں تو اپنے ضبط کے سارے بندھن توڑتا ہوا وہ بھی اپنے عظیم نقصان پہ اونچی آواز میں روتا انہیں بھی رلانے لگا۔

اس انکشاف کے بعد وہ جو عالم صاحب کے رویے پہ دلبرداشتہ رہتا تھا اب پرسکون ہو چکا تھا اور حبیب صاحب کی خواہش پہ انہیں بابا کہنے لگا لیکن اس کے بعد وہ پہلے سے بھی زیادہ محتاط ہو گیا اور بنا کسی ضرورت و کام کے کمرے سے نہ نکلتا کیونکہ سچائی پتہ چلنے کے بعد مرجان بیگم، عالم صاحب اور حاقان صاحب کی نفرت بھی کھل کے سامنے آگئی۔

منصور اور ثوبان اگر اس سے بات نہ کرتے تھے تو اس کو تحقیر جان کے مذاق بھی نہ اڑاتے تھے بلکہ ان کے لیے وہ ان کی حویلی میں پڑا غیر ضروری سا سامان تھا جو نظر آ گیا تو سرسری نگاہ ڈال لی۔

اس واقعہ کے بعد اس نے پھر سب کے کہنے اور اصرار کے باوجود پڑھائی نہ جاری رکھی کیونکہ ایک خوف سا اس کے اندر بیٹھ چکا تھا کہ اگر کل کو باقی لوگوں کو اس کے بارے میں پتہ چلا تو وہ کیسا رویہ اختیار کریں گے یہی سب سوچتے ہوئے وہ کسی بھی نامان رہا تھا فرشتے کی بھی نہیں جو اس کے لیے اس کی بہت اچھی دوست تھی۔

اس کی ضد اور اس کے خوف کو سمجھتے ہوئے سب نے اسے ایک دو سال کا وقت دینے کے لیے اسے اس کے حال پہ چھوڑ دیا۔

\-------------------------

"آکا سائیں! ایک بات پوچھوں؟" شہریار نے ایک طائرانہ نگاہ حویلی کی لائبریری پہ ڈالتے ہوئے ایبک آفریدی سے پوچھا جو ایک کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے۔

"پوچھیں۔" انہوں نے نظر اٹھائے بغیر اجازت دی۔

"اگر کوئی لڑکی اچھی لگنے لگے تو کیا کرنا چاہیے؟" اس کے دوٹوک انداز میں کیے گئے سوال پہ وہ فوری طور پہ چونکے لیکن بنا تاثر دیے مطالعہ جاری رکھا۔

"اس کو بتائیں اور اگر بہت زیادہ اچھی لگے تو اس کے گھر اپنے والدین کو لے کے جائیں۔" انہوں نے سنجیدگی سے مشورہ دیا تو اس کے خوبرو چہرے پہ پر سوچ تاثر پھیل گیا۔

"اور اگر لڑکی کا تعلق علاقہ غیر سے ہو تو کیا کرنا چاہیے؟" اس نے خاصے محتاط لفظوں کا استعمال کرتے ہوئے سوال کیا تو اب کی بار ایبک آفریدی نے کتاب بند کرتے ہوئے بغور اسے دیکھا جو سیاہ شلوار قمیض کے نیچے سیاہ کھیڑی پہنے، سیاہ بال ماتھے پہ بکھرائے، کفس فولڈ کیے ہولے ہولے بائیں ہاتھ سے داڑھی کھجاتے ہوئے انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔

"تو لڑکی کو اٹھوا لیں۔" انہوں نے اسی سنجیدگی کا مظاہرہ کیا۔

"اتنے تھکے ہوئے مشورے کی بجائے مخلصانہ مشورہ دیں۔" دائیں کہنی کرسی کے بازو پہ ٹکائے اسی پہ اپنی ٹھوڑی جمائے اس نے بھی جوابی اسی سنجیدگی کا مظاہرہ کیا۔

"لڑکا کون ہے؟" انہوں نے لڑکی کا پوچھے بغیر لڑکے کے بارے میں دریافت کیا تو شہریار نے چند لمحے رک کے انہیں دیکھا۔

"بیرسٹر بن رہا ہے۔" الفاظ کا چناؤ اب بھی محتاط تھا۔

"اور لڑکی؟" الفاظ کا چناؤ دوسری جانب بھی مختصر تھا جبکہ ان کا سوال سن کے وہ سوچ بچار کا شکار ہو گیا لیکن چند لمحوں کے جوڑ توڑ کے بعد وہ ہولے سے بولا۔

"ماسٹرز کی سٹوڈینٹ۔"

"اوکے گڈ لیکن ان بیرسٹری اور ماسٹرز کے طالبعلموں کے نام بھی یقیناً ہوں گے؟" وہ بنا کوئی جاندار سا تاثر دیے اپنے مخصوص انداز میں بولے تو وہ ان کی جانب دیکھتا ہوا قدرے آگے کی طرف جھکا۔

"اور جیسے آپ ان کے ناموں سے واقف نہیں ہیں۔" وہ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتا ہوا اپنے مخصوص نڈر اور بے خوف انداز میں بولا تو وہ گہری سانس بھر کے رہ گئے۔

"میں ان ناموں سے ناواقف ہی رہنا چاہتا ہوں اور آپ کے لیے بھی بہتر ہے کہ اگر نام سے واقفیت ہو چکی ہے تو علاقہ غیر تک نہ پہنچیں یہیں سے واپسی کی طرف مڑ آئیں۔" وہ نپے تلے انداز میں اسے بہت کچھ باور کروا گئے۔

"علاقہ غیر تک تو پہنچنا میرے لیے ویسے بھی لازم وملزوم ہے بس اب کی بار وجہ زرا دلچسپ اور حسین مل گئی ہے اس لیے اس کے علاوہ مشورہ دیں۔" وہ اسی اطمینان اور ڈھٹائی سے بولا تو ایبک آفریدی نے گھور کے اسے دیکھا۔

"بہتر ہے کہ اس بارے میں اپنے باپ سے مشورہ لیں۔" انہوں نے ہری جھنڈی دکھانے کی کوشش کی۔

"لیکن تجربہ آپ کا شاندار ہے۔" اس نے ان کی پسند کی شادی پہ چوٹ کی تو وہ کھسیا سا گئے۔

"کیا کرنا چاہتے ہیں آپ؟" انہوں نے اب کے سیدھے سبھاؤ سے پوچھا۔

"زمرد آفریدی کی اس حویلی میں واپسی کے ساتھ فرشتے یوسف زئی کی رخصتی۔" اس کے دوٹوک اور مضبوط لب ولہجے پہ ایبک آفریدی چند لمحے خاموش رہ گئے۔

"ٹھیک ہے، ڈگری حاصل کریں بیرسٹر صاحب کیونکہ نکمے لڑکے کا رشتہ لے کے جانا 'آفریدیوں' کو زیب نہیں دیتا۔" انہوں نے اب کے ہلکے پھلکے میں اسے اس کا ٹارگٹ سمجھایا تو وہ اثبات میں سر ہلاتا

اپنی بند مٹھی کو غور سے دیکھنے لگا اور وہاں موجود ہر شے سمیت ایک آفریدی بھی اس بات سے بے خبر تھے کہ۔۔۔

"شہریار آفریدی کی مٹھی میں فرشتے یوسف زئی کی پائل تھی جو اسے احساس دلاتی تھی کہ وہ رفتہ رفتہ قدم بڑھاتی اس کے دل کے خانوں میں مقید ہو رہی تھی۔"

\-

"مورے! جب لالہ بیرسٹر بن جائیں گے تو ہم ان کی شادی کریں گے نا؟" کھانے کے بعد جب سب معمول کی طرح ہال میں بیٹھے تھے تو اچانک گل بول اٹھی۔

"نہیں پھر ہم نے اس سے اپنے کیس حل کروانے ہیں۔" شاہ زیب فوراً بولا تو پشمینہ بیگم نے گھور کے اسے دیکھا۔

"اللہ خیر کا وقت لائے تو انشاء اللہ سب کی شادیاں کریں گے۔" نعمت بی بی مشفقانہ انداز میں مسکراتی ہوئی گویا ہوئیں تو اسی لمحے ظہیر آفریدی حواس باختہ سے وہاں داخل ہوئے۔

Urdu Novels Ghar

"کیا ہوا خاناں؟" حاکم صاحب نے ان کا چہرہ دیکھتے ہوئے ان سے استفسار کیا تو وہ بچوں کی موجودگی کو نظر انداز کرتے ہوئے پریشانی سے گویا ہوئے۔

"حبیب کے گھر پیدائش کی لیے جو بچہ پیدا ہوا تھا کیا آپ کو اس کے بارے میں اطلاع ملی تھی؟" ان کے لہجے میں فکر مندی پنہاں تھی جسے محسوس کرتے ہی شہریار مکمل ان کی طرف متوجہ ہوا۔

"نہیں ہمیں تو حبیب کے بس چار بچوں کی اطلاع ملی تھی لیکن ابھی کیا ہوا؟" حاکم صاحب ابھی بھی تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے بول رہے تھے۔

"حبیب کے گھر عرصہ قبل اس کی چھوٹی بیٹی بنفشے کے بعد تیسری جنس کے بچے نے جنم لیا تھا جسے ظاہر ہے ناحاقان نے قبول کیا نا عالم نے لیکن بچے کی قسمت ہے کہ اسے اس کی ماں نے بھی قبول نہیں کیا اور وہ زمرد کے پاس ہی ہوتا تھا بچہ لیکن ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ حویلی والوں نے اگرچہ وہ بڑا ہو چکا ہے لیکن اب اسے خواجہ سراوں کی کمیونٹی بھیجنے کا ارادہ بنایا ہے اور یہ خبر سن کے زمرد بے حد پریشان ہے۔" ظہیر آفریدی نے ملی ہوئی اطلاع ان کے گوش گزاری تو حویلی والوں کی سفاکیت کے بارے میں سن کے سب کو ایک بار پھر سے ان کی زہنیت پہ افسوس ہوا۔

"پاگل ہو چکا ہے حاقان اور اس کی بہو بیٹا، حبیب کدھر ہے اور کیا اس کے باقی بچے نہیں گھلتے ملتے اس بچے سے ؟" حاکم آفریدی غصے و دکھ کی ملی جلی کیفیات کا شکار ہوئے۔

"فرشتے اور بنفشے ہی اسے بھائی مانتی ہیں اور یہ سب پلان حبیب اور بچیوں کی غیر موجودگی میں ہونا ہے۔" ظہیر صاحب نے سنجیدگی سے کہا۔

"آپ کو کس نے بتایا یہ سب ؟" شہریار اچانک بول اٹھا۔

"زمرد جب ادھر گئی تھی تو کچھ عرصے بعد یہاں سے ایک ملازمہ کسی طرح سے حویلی بھیجی گئی تھی جو موقع ملنے پہ زمرد کی حالت اور حویلی کے بارے میں اطلاع دیتی ہے۔" ظہیر صاحب کی بجائے حاکم صاحب بولے تو اس نے اثبات میں سر ہلایا جبکہ باقی سب خاموش تماشائی بنے اس اچانک بنی صورتحال کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"جو اس کی عمر ہے اسے کوئی فورس نہیں کر سکتا لیکن ظاہر ہے جیسا آپ بتا رہے ہیں تو صاف پتہ چلتا ہے اس کی نفسیات سے کھیل کے اسے مجبور کیا جائے گا اور وہ انتہائی قدم اٹھا کے کمیونٹی والوں کے ساتھ چلا جائے گا تو اس کے لیے بہتر حل یہی ہے کہ آپ حبیب آکا کو اطلاع پہنچائیں کسی طرح سے اور یہ

سب ہونے سے روک دیں۔" چند لمحے سوچنے کے بعد وہ سنجیدہ و سپاٹ انداز میں بولتا اپنے لحاظ سے ان کے مشورے کا حل نکالتا صوفے پہ پڑی جیکٹ اٹھا کے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا جبکہ حاکم صاحب نے ظہیر صاحب کو اشارہ کیا تو وہ اپنے موبائل پہ ایک نمبر ملانے لگے۔

"تم کروالو اپنے لالہ کی شادی، تمہیں کہا تھا نا کہ ہم ان سے کیس ہی لڑوائیں گے۔" شاہ زیب گل کے کان میں گھستا ہوا بولا تو وہ اس کی بات سن کے چڑتی دو دھموکے اسے جڑ گئی۔

جب انہوں نے عالیان کو ذہنی طور پہ اپاہج کرتے ہوئے کمیونٹی والوں کے ساتھ بھیجنا چاہا تو حبیب صاحب کی اچانک آمد نے ان کا پروگرام خراب کر دیا لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا گیا ان کی اس سے بیزاریت اور نفرت بڑھتی چلی گئی کیونکہ یہ انہیں اپنی انا کی ہار لگتا تھا اس لیے وہ اسے کسی بھی طریقے سے اپنی زندگیوں سے نکالنا چاہتے تھے۔

"میں اب مزید انتظار نہیں کر سکتی، وہ عورت اور اس کا وہ سنپولیا مجھے اس گھر میں ہرگز قبول نہیں ہیں جو مجھے میری ہار یاد دلاتے ہیں۔" فرشتے جب تئیس سال کی تھی اور اس کے آخری سال کے امتحان

ہونے والے تھے تب ایک دن مرجان بیگم دل میں نجانے کیا ٹھانے ایک بار پھر سے اپنے شوہر اور جیٹھ کے سامنے حاضر ہوئیں تو عالم صاحب نے چند لمحے کچھ سوچا اور پھر مضبوط انداز میں گویا ہوئے۔

"بھاجائی! آپ فکر نہیں کرو، کل کا سورج آپ کو اس کے نجس وجود سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نجات دلا دے گا یہ میرا آپ سے وعدہ ہے۔" ان کے لہجے کی خود اعتمادی پہ حاقان صاحب نے بھی چونک کے انہیں دیکھا۔

"کیا کرنے والے ہو تم خاناں؟" انہوں نے متجسس لہجے میں پوچھا۔

"اب کی بار میں کچھ نہیں کروں گا کیونکہ ہمارے کچھ بھی کرنے سے یہ یہاں سے جانے والا نہیں ہے بلکہ کریں گے ہمیشہ کی طرح ہمارے جانثار اور بلّی کا بکرا بنیں گے ہمیشہ کی طرح 'آفریدی'۔" ان کے پراسرار لہجے میں کیے انکشاف پہ وہ دونوں کھل کے مسکرا دیے۔

انٹر کے بعد لاء ٹیسٹ پاس کرتے ہی اس نے پانچ سالہ ایل ایل بی کیا اور اس میں شاندار کامیابی حاصل کرنے کے بعد اس نے بار ایٹ لاء جوائن کیا تھا اور آج 'بیرسٹر' کی ڈگری ہاتھ میں لیے وہ شاداں و

فرحاں اپنے کزنز کے ساتھ حویلی کی طرف جاتا ہوا خود کو اپنے مقصد کے بے حد قریب محسوس کر رہا تھا۔

"کیسا محسوس کر رہے ہو؟" شاہ میر نے اس کے کھلے کھلے چہرے کو دیکھتے ہوئے اس سے استفسار کیا جو بلیک تھری پیس سوٹ میں ملبوس، بالوں کو اپنے مخصوص انداز میں جمائے آج اپنی روایتی لک سے ہٹ کے بہت پیارا لگ رہا تھا۔

"تمہیں کیا لگ رہا ہے؟" ہمیشہ کی طرح اپنے جذبات خود تک محدود رکھتے ہوئے اس نے جواباً سوال کیا تو شاہ میر نے ہلکا سا گھور کے اسے دیکھا۔

"مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے دھیرے دھیرے تیرے ہاتھ ایک سرخ رنگ کے گھونگھٹ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔" اچانک اس کی بات سن کے اس کے ساتھ بیٹھے سجاول کی زبان پھڑکی تو اس کے الفاظ سن کے اسے جھٹکا لگا۔

"کیا فضول بکواس کر رہا ہے؟" وہ دبا دبا سا غرایا تو وہ ڈھٹائی سے مسکرا دیا۔

ان بیتے سالوں میں جہاں اس نے اپنے مقصد کو حاصل کیا تھا وہیں اس نے سجاول جیسے مخلص دوست کو بھی پایا تھا جو گزشتہ پانچ سالوں سے اس کے ساتھ تھا۔

"غلط نہیں کہہ رہا جیسے تمہاری خانم کو تمہاری ڈگری مکمل ہونے کے بعد تمہاری شادی کا شوق چڑھا ہے نا اس سے تو یہی محسوس ہو رہا ہے۔" اس کی وضاحت پہ شاہ میر اور شہیر کا چھت پھاڑ قہقہہ اس کا کلیجہ ساڑھ سا گیا لیکن اس سے پہلے کے وہ جوابی کاروائی کرتا گاڑی ایک جھٹکے سے رک گئی۔

"کیا ہوا زمان خاناں؟" اس نے فوراً ڈرائیور سے استفسار کیا کہ یہ راستہ خاصا سنسان تھا اور دونوں طرف گھنے جنگل ہونے کے باعث اکثر قتل و غارت کا ساماں بھی بنا رہتا تھا۔

"خاناں یہ پتھ۔۔۔خاناں حملہ!" زمان خان سڑک پہ پڑے پتھر کو دیکھتے ہوئے بول ہی رہا تھا جب اچانک سڑک کے پار سے نمودار ہوتے ہتھیاروں سے لیس افراد کو دیکھتے ہوئے چلایا تو شہریار نے سرعت سے نگاہ باہر دوڑائی۔

"کوئی جذباتی ایکشن نہیں لینا یہ یوسف زئی حویلی والوں کے کارندے ہیں۔" اس کی سپاٹ آواز گاڑی سمیت اس کے کان میں لگے بلیوٹوتھ میں گونجی تو ان کی گاڑی کے پیچھے آتے گارڈز کے کانوں میں بھی

گونجی تو ان تینوں نے حیرت سے اسے دیکھا لیکن سوال وجواب کیے بغیر جیسے ہی گاڑی سے اترے تو چونکہ اس کے دونوں گارڈز اس کے حکم کے مطابق کوئی ایکشن نہیں لے رہے تھے تو ان کی پسپائی کو اپنی جیت سمجھتے ہوئے سامنے کھڑے افراد نے ان کے سوچنے سمجھنے اور بات کرنے سے قبل فائرنگ کھول دی تو ان کی مزاحمت کے دوران ہی بندوقوں سے نکلنے والی گولیاں شہریار کے ایک گارڈ سمیت سجاول اور شاہ میر کو زخمی کر گئیں۔

شہریار جو کہ مصلحت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کھلی جنگ پہ نہیں اترنا چاہتا تھا اچانک سجاول کے بازو سے نکلتے خون کو دیکھ کے اس کے چہرے پہ غضبناکی پھیل گئی۔

اس نے سرخ ہوتی شرربار نگاہوں سے سڑک کے پار غائب ہوتے افراد کو گھورتے ہوئے سجاول اور شاہ میر کو گاڑی میں بٹھایا۔

حملہ آوروں کی گولیاں گارڈ کی بائیں ٹانگ، سجاول کے دائیں بازو کے چھوتی اور شاہ زیب کے کندھے کو زخمی کر گئیں لیکن بروقت طبی امداد ملنے پہ تینوں کی جان بچ گئی تھی۔

شاہ زیب اور سجاول کو کچھ دیر ہاسپٹل رکھنے کے بعد انہوں نے ڈسچارج سلپ لی لیکن گارڈ کو وہیں ڈاکٹرز اور آدمیوں کی مکمل زیرِ نگرانی رکھا گیا۔

"ٹھیک ہو تم دونوں؟" گاڑی میں چھائی خاموشی کو شہریار کی سپاٹ آواز نے توڑا تو سجاول اور زیب نے فوراً اثبات میں گردن ہلائی۔

"تم کیوں خاموش بیٹھے ہو؟" شہریار نے اچٹتی نگاہ ونڈو اسکرین کے پار جھانکتے شہیر کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا جو اس واقعہ کے بعد سے چپ چاپ تھا۔

"میں کچھ سوچ رہا ہوں۔" وہ اس کی بات پہ چونکے بغیر بولا تو وہ تینوں اس کی جانب متوجہ ہوئے۔

"یہ کام تم نے کب سے شروع کر دیا؟" سجاول نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے ماحول کی کثافت دور کرنے کی کوشش کی۔

"جب سے بیرسٹر صاحب نے یہ کام بند کیا ہے۔" اس کے طنزیہ انداز پہ گاڑی ڈرائیو کرتے شہریار نے گردن ترچھی کرتے ہوئے گھور کے اسے دیکھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" اس نے اپنے مخصوص سپاٹ انداز میں استفسار کیا۔

"تو اور کیا کہوں؟ سسر الی لگتے تھے کیا وہ تمہارے جن کے استقبال کے لیے اتنے آرام سے گاڑی سے نکل پڑے اور ساتھ باراتیوں کی طرح ہمیں بھی نکال لیا۔" شہیر بنا بریک لیے بولتا چلا گیا جبکہ اس کی بات پہ شہریار نے زور سے اپنے ہونٹ بھینچے کیونکہ وہ کسی طور پہ اپنے ہونٹوں پہ جھلکتی مسکان ان پہ آشکار نہیں کرنا چاہتا تھا۔

جبکہ اس کی مثال و انداز پہ زخمی ہونے کے باوجود ان دونوں کی ہنسی چھوٹ گئ

"سسر الی ہیں تو نہیں لیکن میں ان سے اسی بابت مذاکرات کرنے جا رہا تھا لیکن شاید انہیں باراتی پسند نہیں آئے۔" اس نے بھی اسی انداز میں سیر کو سوا سیر ٹکرایا تو شہیر بھنا اٹھا۔

"باراتی پسند تھے لیکن دولہا نا قابلِ قبول تھا انہیں۔" اس نے کھا جانے والی نگاہ اس کے خوبرو چہرے پہ ڈالتے ہوئے اپنے اندر کی بھڑاس نکالنی چاہی لیکن اس کے چہرے پہ چھائے محظوظ کن تاثرات دیکھ کہ بڑبڑاتا ہوا سر جھٹک کہ رہ گیا۔

جبکہ دوسری جانب ایک ہاتھ میں اسٹیئرنگ تھامے شہریار نے بائیں ہاتھ کی انگلیاں بالوں میں چلاتے ہوئے سرمستی سے دل میں سرگوشی کی۔

"دلہا تو اب انہیں دل و جان سے چاہتے ہوئے یا نا چاہتے ہوئے قبول کرنا ہی تھا۔"

"کون لوگ تھے وہ؟" چونکہ پہلے اس کی ہدایت کے مطابق حویلی والوں سے حملے کی خبر چھپائی گئی تھی لیکن حویلی پہنچتے ہی جب سب کو حملے کی اطلاع ملی تو سب مردمردان خانے میں اکٹھے ہو گئے۔

"عالم یوسف زئی کے لوگ تھے۔" شہریار نے سنجیدگی سے جواب دیا تو حاکم صاحب کے چہرے کی گھمبیرتا بڑھ گئی۔

"عالم کی جرات بہت بڑھتی جا رہی ہے، وہ اپنے مال کو نقصان پہنچاتا ہے تو یہ بات ہم زمرد خاناں کے لیے برداشت کر لیتے ہیں لیکن اب وہ ہماری جانوں پہ بھی وار کرنے لگا ہے اور یہ ہم قطعی برداشت نہیں کریں گے۔" حاکم صاحب غصے سے بولے تو شہریار نے ایک خاص نگاہ ایبک آفریدی پہ ڈالی اور سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"برداشت کا معاملہ تب تک تھا جب بات صرف ہم تک محدود تھی لیکن انہوں نے سجاول پہ حملہ کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے جس کا خمیازہ انہیں بھگتنا ہو گا اور اس کا فیصلہ آپ کریں کہ ان کا فیصلہ جرگہ کے زریعے ہو گا یا کورٹ کے زریعے؟" اس نے ترپ کا پتہ پھینکا تو اس کی بات سن کے سجاول چونکا۔

"شہری! میں۔۔۔۔۔" اس نے کچھ بولنے کی کوشش کی جب شہریار نے سرعت سے اس کی بات قطع کی۔

"ڈونٹ وری یار میں تمہاری بات سمجھ گیا ہوں، فیروز یہ سجاول کو اس کے کمرے میں چھوڑ آو اس کو ریسٹ کی ضرورت ہے۔" اس کی بات اچکتے ہوئے اس نے بہت آسانی کے ساتھ اس کے کمرے کی راہ دکھائی تو اس کے رویے پہ ششدر سجاول منہ کھولے فیروز کی معیت میں کمرے کی جانب چلا گیا۔

"آغا جان! کیا سوچ رہے ہیں آپ؟" ظہیر آفریدی نے حاکم اور حاتم آفریدی دونوں کو بیک وقت مخاطب کیا۔

"کل جرگہ بلواو ظہیر خاناں، اس طوفانی ریلے کو یہیں روکنا بہت ضروری ہے کہ آج تین لوگ زخمی کیے ہیں بغیر وجہ کے کل کو تعداد مزید بڑھ سکتی ہے۔" حاکم آفریدی نے سنجیدگی سے اپنا فیصلہ سنایا تو

ایبک آفریدی نے گہری سانس لیتے ہوئے اسے دیکھا جو اب قدرے پر سکون نظر آتا انہیں اپنی طرف دیکھتا پا کے کھل کر مسکرا دیا۔

'آفریدی حویلی' کے زنان خانے میں جب حملے اور جرگے کی خبر پہنچی تو سب کے وجود سنسنا اٹھے۔

"مورے! کیوں بلوا رہے ہیں یہ لوگ جرگے؟ کیا یہ لوگ نہیں جانتے ہیں کہ جرگے بیٹوں اور بیٹیوں کو کھا جاتے ہیں؟" زونائیشے بیگم نعمت بی بی کے سامنے روتے ہوئے بولیں تو آنے والے لمحات کے لیے پریشان نعمت بی بی کی آنکھیں بھی نم ہو گئیں۔

"بھا جائی! آپ کیوں پریشان ہو رہیں ہیں؟ حملہ تو دوسری طرف والوں نے کیا ہے نا آدمی تو ہمارے زخمی ہوئے ہیں نا۔" پشیمنہ بیگم نے زونائشے بیگم کو تسلی دینے کی خاطر کہا۔

"حویلی جو بھی ہو پشیمینہ پستی تو ہمیشہ لڑکی ہی ہے اور مجھے تو اس نظام سے ہی وحشت ہونے لگی ہے، باقی ہر شے اب دورِ حاضر کے مطابق ماڈرن ہو گئی ہے، روایات بدل گئی ہیں، لڑکیاں کالجوں میں پڑھ رہی ہیں، لباس میں اب دورِ حاضر کے رنگ نمایاں ہونے لگے ہیں، اب یہ مردان اور زنان خانے کے

فرق کو بھلائے سب مل کے کھانا کھا رہے ہوتے ہیں لیکن نہیں بدلہ تو یہاں کا پنچائتی نظام نہیں بدلہ کیونکہ ان پنچائیتوں میں وہ بیٹوں کو با آسانی بچاتے ہوئے بیٹیوں کی قربانی دے دیتے ہیں۔" زونائیشے بیگم روتے ہوئے دل کی بھڑاس نکالنے لگی۔

"کہنے کو جہالت ختم ہوگئی ہے لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا ہمارے جیسے علاقوں میں اب بھی یہ پائی جاتی ہے لیکن اب کی بار طریقے بدل گئے ہیں، پہلے بیٹیاں زندہ درگور کی جاتی تھیں، زندہ درگور اب بھی کیا جاتا ہے لیکن اب نکاح کی چادر سر پہ اوڑھا پہ 'ونی' کا نام دے دیتے ہیں۔" ساس کے تکیے کے نیچے سے جھانکتی اپنی چھوٹی اور خوبصورت نند کی تصویر دیکھتے ہوئے زونائشے بیگم دکھی دل سے بولتی چلی گئیں تو وہ سب ان کی باتوں کو تسلیم کرتیں دل ہی دل میں آنے والے وقت کے لیے اچھائی کی دعا مانگنے لگیں۔

"کل جرگہ کی جانب سے بلاوا آیا ہے۔" جب معمول کی مانند حاقان صاحب باقی سب کے ساتھ ہال میں بیٹھے تو عالم صاحب نے سوچ کے مطابق بولنا شروع کیا تو حبیب صاحب چونکے۔

"کیوں؟" وہ چونکہ کچھ دیر قبل ہی شہر سے آئے تھے اس لیے وہ دن کو ہوئے واقعہ سے بے خبر تھے جو آج علاقے میں جنگل میں آگ کی طرح پھیلا ہوا تھا۔

"ہمارے کچھ آدمیوں کی آفریدیوں سے لڑائی ہو گئی تھی جس کی زد میں آفریدیوں کے تین آدمی زخمی ہو گئے۔" ان کی دی گئی اطلاع پہ حبیب صاحب کے ساتھ ساتھ زمرد بیگم اور جنت بی بی کے دل دھک سے رہ گئے۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ اور ایسے کیسے بنا کسی وجہ کے لڑائی ہو سکتی ہے؟" حبیب صاحب غصے سے پھٹ پڑے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ایسی لڑائیوں کے بعد جرگے کیسے فیصلے سنایا کرتے تھے۔

"لڑائی بغیر کسی وجہ کے نہیں تھی۔" عالم صاحب نے سنجیدگی سے انہیں نپا تلا سا جواب دیا۔

"اب اس لڑائی کی وجہ پہ بحث کرنے سے بہتر ہے کہ کل کے جرگے کے بارے میں سوچا جائے۔" خاقان صاحب نے ان سب کو اصل مدعے کی جانب متوجہ کیا تو اسی پل فرشتے قہوے کی پیالیوں سے بھرا ٹرے لیے وہاں آن پہنچی۔

"چونکہ غلطی ہمارے آدمیوں سے ہوئی ہے تو ظاہر ہے بھرت بھی ہمیں بھرنا ہے اس لیے تم لوگ کسی بھی بڑے فیصلے کے لیے تیار رہنا۔" حاقان صاحب نے تمہید باندھی۔

"کیسا بڑا فیصلہ؟" مرجان بیگم دلی کیفیت کو چھپاتے ہوئے بے چینی سے گویا ہوئیں۔

"دوسری جانب سے مال مانگنے کی توقع بالکل نہ رکھو بلکہ۔۔۔۔" وہ بولتے بولتے رکے تو بیشتر افراد کی سانسیں بھی رک گئیں۔

"بلکہ جان کے بدلے جان کا ہرجانہ بھی بھرنا پڑ سکتا ہے۔" انہوں نے بات مکمل کی تو انہی افراد کے دلوں کو دھکا سا لگا۔

"میری اولاد کی جانب کوئی آنکھ اٹھا کے بھی نا دیکھے آغا جان! میں اپنے بچوں کو جرگوں میں قربان کرنے کے لیے بڑا نہیں کیا۔" مرجان بیگم اپنے پلان کے مطابق فوراً جذباتی ہو کے بھڑک اٹھیں جبکہ حبیب صاحب خاموش بیٹھے ان سب کے چہروں کا جائزہ لیتے رہے۔

"آپ اپنی اولاد قربان نہ کرو لیکن یہ قربانی کوئی اور تو دے سکتا ہے نا؟" اچانک عالم صاحب نے زمرد بیگم کے کمرے کی جانب نگاہ اٹھاتے ہوئے جس عجیب انداز میں کہا تو سب کو پل نہ لگا ان کی بات کا پسِ منظر جانتے ہوئے اور اس بات کا ادراک ہوتے ہی زمرد بیگم کی آنکھوں سے سیلِ رواں بہنے لگا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟ وہ بھی ہماری اولاد ہے اور جب ہم باقیوں کی قربانی نہیں دے سکتے تو اس کے بارے میں سوچیے گا بھی مت۔" حبیب صاحب غیض و غضب کا شکار ہوتے بھڑک اٹھے تو مرجان بیگم نے ناگواری سے شوہر کو دیکھا۔

"غلطی آپ کے آدمیوں نے کی ہے انہیں کہیں کہ اس کا خمیازہ خود بھگتیں، خبردار کسی نے 'عال۔۔۔۔" وہ اسی کیفیت میں بول رہے تھے جب عقب سے آتی آواز پہ انہیں حیرت کا شدید ترین جھٹکا لگا۔

"میں تیار ہوں اس فیصلے کے لیے بابا سائیں۔" عالیان کی مدہم سپاٹ آواز زمرد بیگم کے سینے پہ برچھیاں چلا گئی، وہ تڑپ کے اپنی جگہ سے اٹھیں۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو آپ؟" وہ لپک کے اس کے قریب جاتیں بے قراری سے گویا ہوئیں جبکہ حبیب صاحب اور فرشتے اپنی جگہ ساکت کھڑے اس کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں مورے، اگر جرگہ ایسا کوئی فیصلہ کرتا ہے تو میں اس سب کے لیے دلی طور پہ تیار ہوں۔" صاف الفاظ میں کہتے ہوئے اس نے ایک سرسری نگاہ مرجان بیگم کے کھلے ہوئے چہرے پہ ڈالی اور وہاں سے چلا گیا۔

اس کے بعد خاقان اور عالم صاحب اور مرجان بیگم کے علاوہ سب نے اسے اس فیصلے سے باز رکھنا چاہا لیکن وہ نجانے کیوں اپنی بات پہ ڈٹا رہا اور صبح کا سورج نکل آیا۔

ان سب میں سے کوئی نہیں جانتا تھا کہ ان سب سے بست کرنے سے قبل وہ تینوں عالیان کے پاس گئے تھے اور اسے اپنے لفظوں کے زریعے اس قدر ٹارچر کیا تھا کہ اس نے چپ چاپ ان کا کہا مانتے ہوئے خود کو سرنڈر کر دیا۔

رات کو شہریار کے کمرے میں آنے سے قبل وہ دوائیوں کی وجہ سے جلد ہی سو گیا تھا لیکن صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو شہریار کو دیکھتے ہی وہ جھٹ سے اٹھ بیٹھا۔

"کیسی طبیعت ہے اب تمہاری؟" شہریار نے اپنی سیاہ قمیض کے بازو کہنیوں تک فولڈ کرتے ہوئے ایک اچٹتی نگاہ اس پہ ڈالتے ہوئے استفسار کیا تو وہ جل اٹھا۔

"میری طبیعت تو ٹھیک ہے لیکن مجھے تمہاری طبیعت بلکہ ذہنی طبیعت خراب لگ رہی ہے۔" اس کے لفظ لفظ سے ان کے اندر کی بھڑاس واضح ہو رہی تھی جو کمرے میں داخل ہوتے شہیر نے واضح انداز میں سنی۔

"اس بات کا تمہیں آج پتہ چلا ہے جبکہ مجھے تب ہی اندازہ ہو گیا تھا جب اس نے ڈاکٹری چھوڑ کے وکالت شروع کی تھی۔" شہیر حسبِ عادت بنا بریک کے شروع ہوا۔

"فضول بکواس میرے سامنے کم کیا کرو اور تم کیا کہہ رہے تھے۔" ناگواری سے شہیر کو گھورتے ہوئے اس نے سجاول کی جانب رخ موڑا۔

"یہ اس زخم کے فیصلے کے لیے جرگہ بلانے کا عقلمندانہ فیصلہ کیونکر کیا تم نے؟" سجاول نے سنجیدگی سے استفسار کیا۔

"تمہیں کس نے کہا کہ ہم جرگے میں جا رہے ہیں؟" اس نے عادتاً بایاں اچکاتے ہوئے اسے دیکھا تو وہ دونوں الجھے۔

"تو پھر کہاں جا رہے ہیں ہم اور یہ تیاری؟" سجاول کا اشارہ اس کے شاندار سے سیاہ شلوار سوٹ اور سکن چادر کی طرف جو وہ سٹائل سے کندھوں کے گرد لپیٹے اپنے پیروں میں پشاوری سیاہ چپل پہن رہا تھا۔

"اپنے نکاح کی تیاری کر رہا ہوں۔" اس کے سنجیدگی سے کہنے پہ دونوں نے جھٹکا کھاتے ہوئے اسے دیکھا جس کے چہرے پہ مذاق کی رمق ڈھونڈنے سے بھی نہ ملی تو وہ مزید الجھے۔

"تیار ہو جاو تم لوگ بھی کیونکہ اب کی بار اگر باراتی اور دلہا پسند نہ بھی ہوئے تو مذاکرات کامیاب بنا کے لڑکی اپنے نام کروا کے ہی آئیں گے۔" بڑے خوبصورت انداز میں کہتا ہوا وہ انہیں وہیں ہونق چھوڑتا کمرے سے نکل گیا۔

"آپ جانتے ہیں خاناں ہمارے تین آدمی زخمی ہوئے ہیں جن میں ایک ہمارا مہمان تھا اور اس پہ آپ ہمیں رقم لینے کا کہہ رہے ہیں؟" سرپنچ صاحب کی بات سن کے حاکم آفریدی غصے سے سرخ ہوتے ہوئے بلند آواز میں بولے تو پورے مجمع میں خاموشی سی طاری ہو گئی۔

"ہمارا مقصد صرف یہی ہے کہ معاملہ خوش اسلوبی سے حل ہو جائے آفریدی صاحب۔" وہ مصلحانہ انداز میں گویا ہوئے۔

"معاملہ حل کسی اور طریقے بھی کیا جاسکتا ہے، جب بات ہی جان (خون) کی ہو رہی ہے تو کیوں نہ اسے جان کے بدلے سے حل کیا جائے؟" ظہیر آفریدی نے سبھاو سے بات آگے بڑھائی تو مجمع میں ہڑبڑی سی مچ گئی۔

"کیسا حل چاہیے تمہیں؟" عالم صاحب نے مغرور لہجے میں کہا تو شہریار نے کاٹ دار نگاہوں سے ان کا پرسکون چہرہ دیکھا اور صرف ایک پل لگا تھا اسے اس سکون کو برباد کرنے میں اور اس نے وہی کیا۔

"ہمیں ثوبان یوسف زئی چاہیے اپنے تین آدمیوں کے خون کے بدلے۔" اس کی سرد آواز پہ حاقان صاحب سمیت حبیب اور عالم صاحب کے وجود کو ڈنک لگا۔

"یہ کیا بکواس کررہے ہو تم؟" عالم صاحب فوراً بھڑک اٹھے تو حاتم آفریدی نے غصے سے اس کے اس عمل کو دیکھا۔

"بکواس نہیں ہے یہ، یہ آپ لوگوں کی ہی روایت ہے جان کے بدلے جان لینے کی تو ہم نے اپنا فیصلہ سنا دیا ہے۔" حاتم آفریدی شہریار پہ بھڑک اٹھنے کے باعث ایک دم سے غصے میں بولے تو عالم صاحب شدتِ ضبط سے مٹھیاں بھینچ گئے جبکہ حبیب صاحب خاموش تماشائی بنے سب دیکھ رہے تھے۔

"ٹھیک ہے اگر تم لوگ جان کے بدلے جان چاہتے ہو تو 'عالیان یوسف زئی' تم لوگوں کو دیا جائے گا۔" یہ جانتے ہوئے بھی ایک دفعہ جرگے میں نام لینے کے بعد اب ان کے کہے کی ویلیو نہیں ہو گی حاقان صاحب نے وہ نام لیا جس کے لیے انہوں نے یہ سارا کھیل رچایا تھا۔

"آپ جانتے ہیں خاناں کہ جو نام ملزمین کی جانب لے لیا جائے وہی حرفِ آخر ہوتا ہے۔" سرپنچ خان نے انہیں ان کے ہی بنائے اصول سے آگاہ کیا تو وہ پیچ و تاب کھا کہ رہ گئے۔

"انہیں اپنی آدمیوں کے خون کا بدلہ لینا ہے نا تو وہ چاہے ثوبان ہو یا عالیان کیا فرق پڑتا ہے؟" عالم صاحب نے ایک بار پھر سے کوشش کی کیونکہ وہ کسی صورت بھی ثوبان یوسف زئی کی قربانی نہیں دے سکتے تھے اور نامر جان بیگم ایسا کرنے دینے والی تھیں کیونکہ حویلی کے دو ہی وارث تھے اور وہ عالیان سے جان چھڑانے کے لیے رچائے گئے کھیل میں اپنے وارث کو قربان نہیں کر سکتیں تھیں۔

"بات آپ کی ٹھیک ہے، لینا تو بدلہ ہے چاہے اب وہ ثوبان یوسف زئی کی جان لے کے لیا جائے یا پھر حویلی کی بیٹی کو ونی کر کے۔" اچانک ان کی بات سے تائید کرتے شہریار کی بات پہ جہاں یوسف زئی حویلی والوں کے دلوں کو جھٹکا لگا تھا وہیں سب آفریدیوں نے حیرانگی سے انہیں دیکھا ماسوائے ایک آفریدی کے۔

"کیا مطلب ہے آپ کا خاناں؟" سر پنچ خان نے حیرت کے ریلے سے بمشکل نکلتے ہوئے سوال کیا۔

"مطلب واضح ہے سر پنچ خاناں! ثوبان یوسف زئی کی جان کی قربانی یا ثوبان یوسف زئی کی بہن کا شہریار میر آفریدی سے نکاح۔" اس کی بات سمجھتے ہوئے اچانک ایک آفریدی نے واضح الفاظ ادا کیے تو وہاں موجود سب یوسف زئی حویلی کے مکینوں کے پیروں تلے سے زمین کھسک گئی۔

اس غیر متوقع صورتحال سے جہاں حاقان اور عالم صاحب پریشان ہو چکے تھے وہیں اپنے بھائی اور باپ کی بے حسی پہ آبدیدہ جبیب صاحب یہ سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ وہ بیٹے کی جان کے لیے روئیں یا بیٹی کے لیے جسے ونی کرتے ہوئے زندہ در گور کیا جا رہا تھا۔

کیونکہ وہ یہ سوچ رہے تھے کہ اگر زمرد بیگم کے ساتھ یہاں یہ سلوک ہو رہا تھا تو فرشتے کے ساتھ بھی تو یہی سب ہونا تھا لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ زمرد بیگم عالم صاحب کی ونی تھیں جبکہ 'فرشتے یوسف زئی شہریار آفریدی کا عشق ہے جسے ایک نظر دیکھ کے وہ خود کو بھول چکا تھا۔'

"ایسا اچانک فیصلہ کیونکر اور کیا سوچ کے کیا ہے شہریار خاناں؟" ان سب کو سوچ بچار کے لیے محدود وقت دیتے ہوئے حاکم صاحب نے پہلی فرصت میں پوتے کو مخاطب کیا جو بہت پر سکون انداز میں ارد گرد کا جائزہ لے رہا تھا۔

"اچانک فیصلہ نہیں تھا آغا جان! مجھے کچھ دیر پہلے خبر ملی تھی کہ یہ سب کھیل انہوں نے عالیان سے جان چھڑانے کو رچایا ہے اور وہ پھپھو سائیں کے جینے کی وجہ ہے تو مجھے مجبوراان کے کھیل کو ان پہ ہی الٹانا پڑا۔" اس نے باپ کی کھوجتی نگاہوں سے نگاہ چراتے ہوئے دادا کو جواب دیا۔

"عالیان کو بچانے کے لیے ثوبان کا نام ہی کافی تھی پھر بچی کا ذکر کیوں کیا آپ نے؟" ظہیر آفریدی نے تیکھے انداز میں سوال کیا تو اس نے بے ساختہ دایاں ہاتھ اپنے چہرے پہ پھیرتے ہوئے اپنے تاثرات چھپانے کی کوشش کی۔

"دشمن کو ہر طرف سے گھیر اڈالنا چاہیے نا تو بس یہی سوچ کے دونوں اطراف سے ان کا ناطقہ بند کرنے کی کوشش کی ہے۔" اس نے فورا بات بنائی۔

"اور اس کوشش کے لیے یہ ایسی تیاری کے ساتھ آیا ہے کہ بر دکھاوا ایسا شاندار رہا ہے کہ نوبت نکاح تک آن پہنچی۔" شہیر سلگتے ہوئے بڑبڑایا تو شہریار نے گھور کے اسے دیکھتے ہوئے اسے فوراحدِ ادب کا شکار کیا جبکہ ظہیر صاحب ابھی تک اسی کو دیکھتے نجانے کیا سوچ رہے تھے۔

جرگے کے فیصلے کا علم جب حویلی میں ہوا تو گویا بھونچال سا آ گیا۔

"میرے بچوں کی جانب کوئی آنکھ اٹھا کے بھی نہ دیکھے میں اس نامرد کی بجائے ہرگز اپنے بچے قربان نہیں کروں گی۔" مرجان بیگم کی بلند دھاڑتی آواز پوری حویلی میں گونجتی عجیب سا ماحول بنا رہی تھیں۔

"خانم کو کیا ہوا ہے؟ کیوں اتنا زور سے چلا رہی ہیں؟" فرشتے نے بنفشے کو مخاطب کیا جو اسی کے کمرے میں موجود تھی۔

"شاید جرگے کا فیصلہ آیا ہے۔" بنفشے نے اظہارِ خیال پیش کیا تو فرشتے نے پیشانی سے اسے دیکھا، یک لخت اسے عالیان کا خیال آیا۔

"کیسا فیصلہ ہوا ہے جرگے کی جانب سے؟" اس کی آواز سے بے چینی و پیشانی مترشح تھی۔

"ابھی کچھ علم نہیں ہے، آغا جان نے کمرے میں بھیج دیا تھا۔" بنفشے منہ بناتے ہوئے بولی تو وہ جلدی سے بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوتی اپنے کمرے کے دروازے کے پاس جا کھڑی ہوئی۔

"بہو خاناں! جذباتی ہو کے مت سوچو، ان ذلیلوں نے ساری گیم کا پانسا پلٹ دیا ہے۔" حاقان صاحب غصے و پریشانی کی ملی جلی کیفیت میں ڈوبے ہوئے بولے تو اسی لمحے حبیب صاحب وہاں آن موجود ہوئے۔

"ثوبان کو بلا لیجیے جلدی سے، جرگے سے بلاوا آ گیا ہے۔" ان کی بات سن کے حویلی کے تمام نفوس کے دل کو دھکا سا لگا جبکہ مرجان بیگم بپھری شیرنی کی مانند دھاڑ اٹھی۔

"میرے بیٹے کا نام نا لیجیے گا خاناں، میرا بیٹا کہیں نہیں جائے گا بلکہ میں اس فساد کی جڑ کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دوں گی جس کی وجہ سے یہ سب ہو رہا ہے۔" وہ غیض و غضب کی مورت بنی زمرد بیگم کے کمرے کے دروازے میں ایستادہ عالیان کی جانب بڑھیں۔

"معاملہ اور خراب نہ کرو بہو خاناں! ثوبان کی قربانی ہم بھی نہیں دینا چاہتے کیونکہ وہ اس حویلی کا وارث ہے۔" حاقان صاحب کی سرسراتی آواز پہ نجانے کیوں دروازے سے لگی کھڑی فرشتے کے وجود میں سنسناہٹ سی ہونے لگیں جبکہ مرجان بیگم اور حبیب صاحب بھی چونک اٹھے۔

"کیا مطلب ہے آپ کا آغا جان؟" حبیب صاحب کی اندیشوں سے بھری مدہم آواز ابھری۔

"یہ برسوں کی ریت چلی آ رہی ہے کہ بیٹیاں بیٹوں کی جان بچاتی چلی آئی ہیں اور یہی ریت فرشتے کو برقرار رکھنی پڑے گی 'شہریار آفریدی' کی ونی بن کر۔" حاقان صاحب کے واضح الفاظ پہ جہاں حبیب صاحب اور مرجان بیگم کے وجود ساکت ہوئے وہیں فرشتے اپنے پوری قد سمیت لڑکھڑائی اور بنفشے کے سنبھالنے کے باوجود اس کے بازووں میں پھسلتی چلی گئی جبکہ بند ہوتی آنکھوں میں ایک منظر پوری شدت کے ساتھ لہرایا جب اس نے 'اس' کو پہلی دفعہ دیکھا تھا۔

وہ فردوس بابا (ڈرائیور) اور ان کے لیے مختص کیے گئے گارڈز کے ساتھ اپنی اور بنفشے کی خریداری کے لیے شہر گئی تھی جب اچانک واپسی میں ان کی گاڑی جھٹکے کھاتی ہوئی بند ہو گئی۔

"کیا ہوا فردوس بابا؟" اس نے متفکر لہجے میں استفسار کیا۔

"خان بی بی! ہم کو لگتا ہے گاڑی کے انجن میں مسئلہ ہو گیا ہے جو گاڑی یوں بیچ رستہ میں رک گئی ہے۔" فردوس بابا ہلکی سی پریشانی لیے گویا ہوئے تب ہی ان سے کچھ فاصلے پہ ایک سیاہ گاڑی آ کے رکی تو وہ چونکے۔

"کیا ہوا زمان خاناں؟" اچانک گاڑی کو جھٹکا لگنے پہ اس نے لیپ ٹاپ پہ جھکا سر اٹھا کہ اسے دیکھا جو سامنے کچی سڑک کو دیکھ رہا تھا۔

"خاناں! زمہ پہ اندیوحة غلط شوی (خاناں! مجھے لگتا آگے کوئی گڑبڑ ہے۔)" زمان خان پشتون لہجے میں بولا تو اس نے لیپ ٹاپ بند کرتے ہوئے سامنے دیکھا جہاں سیاہ کرولا دیکھ کے وہ چونک اٹھا۔

اس کو چونکانے کا باعث وہ سیاہ کرولا نہیں بلکہ اس کی نمبر پلیٹ پہ جگمگاتے YZ کے الفاظ تھے۔

اس نے سر جھٹکتے ہوئے زمان خان کو دیکھا جو اس کے اگلے حکم کا منتظر تھا کہ سامنے کھڑی گاڑی ان کا راستہ بلاک کیے ہوئے تھی۔

"جاو چیک کرو کہ کیا مسئلہ ہے اور اگر ہو سکے تو مدد کر دو۔" بنا زمان خان کو مکمل سچائی سے آگاہ کیے اس نے سنجیدگی سے کہا تو زمان سر اثبات میں ہلاتا باہر نکل گیا۔

کچھ ہی لمحوں بعد زمان خان ہانپتا کانپتا واپس گاڑی کی طرف دوڑتا چلا آ رہا تھا۔

"خاناں! گاڑی یوسف زئی قبیلہ کی خواتین کی ہے اور وہ کہتا ہے ہم کسی غیر مرد سے مدد نہیں لے گی۔" وہ اپنے مخصوص لہجے میں اردو بولتا ہوا اسے ٹھٹھکنے پہ مجبور کر گیا۔

اس نے ایک پر سوچ نگاہ اس گاڑی پہ ڈالی اور پھر گہری سانس بھرتا اپنی سائیڈ کا دروازہ کھولنے لگا۔

"خاناں! یہ کیا ظلم کرتی ہے آپ؟ یہ دشمناں کی چال بھی ہو سکتا ہے اور ہمارا ساتھ گارڈز بھی نہیں ہے۔" وہ اسے نیچے اترتا دیکھ کے جلدی سے متفکر لہجے میں بولا لیکن وہ سکون سے اس کی جانب مڑا۔

"زمان سٹاپ اٹ! کچھ نہیں ہو گا، گاڑی اگرچہ دشمن کی ہے لیکن اس میں خواتین موجود ہیں اس لیے ہمیں ان کی مدد کرنا ہو گی۔" وہ نپے تلے انداز میں کہتا ہوا سیاہ کرولا کی طرف بڑھ گیا۔

"السلام علیکم!" وہ جیسے ہی گاڑی کے نزدیک پہنچا تو گاڑی کے گرد کھڑے دونوں گارڈز اور ڈرائیور نے چونک کے اسے دیکھا اور پھر ساکت رہ گئے۔

"خاناں آپ؟" ڈرائیور کے ہونٹ بامشکل ملے جبکہ گارڈز چونکنا انداز میں شہریار اور اس کے پیچھے کھڑے زمان کو دیکھ رہے تھے۔

"کیا مسئلہ ہے خان؟" اس نے سنجیدگی سے ڈرائیور کو مخاطب کیا۔

"خاناں! گاڑی چلتے چلتے رک گیا اور اب سٹارٹ نہیں ہو رہی۔" وہ مودب انداز میں جلدی سے بولا تو اس نے پیچھے کھڑے زمان کو اشارہ کیا تو وہ پانی کی بوتل سمیت جلدی سے آگے بڑھا اور گاڑی کے

بونٹ پہ جھکتا چھیڑ چھاڑ کرنے لگا جبکہ وہ ہاتھ پشت پہ باندھے اس کے فارغ ہونے کا انتظار کیے بغیر واپس اپنی گاڑی کی طرف مڑا ہی تھا جب ایک نرم و دلکش نسوانی آواز پہ ٹھٹھک کے وہیں رک گیا۔

"فردوس بابا! اگر گاڑی میں زیادہ مسئلہ ہے تو حویلی کال کر کے دوسری گاڑی منگوا لیجیے۔" گاڑی کی ونڈو پہ لگا سیاہ پردہ ہٹائے وہ چہرہ کالی چادر سے ڈھکے ڈرائیور سے مخاطب تھی جبکہ اس آواز کی دلکشی میں نجانے ایسا کیا تھا کہ ان سے کچھ ہی فاصلے پہ کھڑے شہریار میر کے قدموں نے چاہنے کے باوجود آگے بڑھنے سے انکار کر دیا، اس کا دل شدت سے ایک چہرے کو دیکھنے کی تمنا میں فوراً وہیں رک گیا۔

"ہو گیا بچے! خاناں نے مدد کر دیا ہے۔" فردوس بابا جلدی سے بولے تو اس کی خوبصورت پیشانی پہ پڑتے بلوں میں شہریار آفریدی کا دل جھکڑنے لگا۔

"کون سے خا۔۔۔" وہ اپنے دادا اور باپ کے غصے سے خائف ہوتی جلدی سے پوچھنے لگی جب اس کی نگاہ بھٹکتی ہوئی فردوس بابا سے کچھ ہی فاصلے پہ کھڑے سیاہ سوٹ میں ملبوس شہریار آفریدی سے جا ٹکرائی۔

اور اسی لمحے سیاہ چادر سے جھلکتی ان ہیزل گرین آنکھوں نے اس بار بھی اس کی سیاہ آنکھوں کو یوں جکڑا کہ وہ چاہ کے بھی دامن نہ بچا سکا۔

"خاناں! ہو گیا؟" زمان خان کی آواز پہ وہ بری طرح سے چونکا تو دیکھا کہ کھڑکی پہ اب پھر سے سیاہ پردہ آچکا تھا۔

وہ بنا کچھ کہے لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا اپنی گاڑی کی طرف بڑھا جبکہ دوسری جانب اس نے کچھ سوچتے ہوئے گاڑی سٹارٹ کرتے فردوس بابا کو مخاطب کیا۔

"بابا! وہ سیاہ سوٹ والا آدمی کون تھا؟" اس کے سرسری سے انداز میں پوچھے گئے سوال پہ فردوس بابا کے ساتھ ساتھ اس کی بہنیں بھی چونک اٹھیں۔

"بچے! وہ حاکم میر آفریدی کے پوتے 'شہریار میر آفریدی' تھے۔" ان کی ہچکچاتی آواز پہ پوری گاڑی میں موت کا سا سناٹا چھا گیا۔

جبکہ بلاارادہ فردوس بابا کی پشت کو گھورتی فرشتے کی آنکھوں میں کچھ عرصے پہلے کالج میں ہوا ٹکراو یاد آیا تو رومال سے جھلکتی آنکھیں جھٹ سے اس کی آنکھوں کے سامنے لہرائیں اور پھر وہی تصور کچھ لمحے

قبل ملنے شخص کے تصور میں مدہم ہونے لگیں تو وہ سر جھٹکتی ہوئی خود کو ان سب فضول سوچوں سے آزاد کروانے لگی۔

حبیب صاحب کے ہزار واویلے کے باوجود حاقان صاحب اپنے فیصلے سے ایک انچ نا ہلے اور مرجان بیگم کو ثوبان کی زندگی کا لالچ دیتے ہوئے انہوں نے فرشتے کا واپس حویلی میں آنے کا وعدہ کرتے ہوئے اس بات پہ منالیا تو بلکتی وخوفزدہ فرشتے کے رونے میں مزید روانی آنے لگی۔

"مورے! اتّے! خدا کے لیے مجھے بچالیا، مجھے ان فرسودہ رسموں کی بھینٹ نہیں چڑھنا۔" وہ سسکتی ہوئی جنت بی بی اور زمرد بیگم کے سامنے گڑگڑائی تو وہ سسکیاں بھرنے لگیں کہ وہ بھی اتنی ہی مجبور تھیں جتنا کہ وہ خود۔

"خور! مجھے معاف کر دو، اس سب کی وجہ میں ہوں، میری ہی وجہ سے یہ سب کیا گیا تھا اور میں اس کا کفارہ بھی ادا کرنا چاہتا تھا لیکن دوسری جانب کا فیصلہ یہی تھا۔" عالیان روتے ہوئے بولے تو اس کے آخری الفاظ پہ زمرد بیگم پوری طرح سے چونکیں۔

"ونی کا فیصلہ دوسری جانب سے کیا گیا ہے؟" ان کے لہجے میں بے یقینی لرزاں تھیں۔

"جی یہ فیصلہ شہریار آفریدی نے خود کیا ہے۔" عالیان نے بھاری نم آلود آواز میں جواب دیا تو جہاں اس کے جواب پہ زمرد بیگم کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی وہیں فرشتے کو وہ سیاہ آنکھوں والا بے باک سا مرد یاد آیا جو دیدہ دلیری سے اس کو اپنے بازووں میں لیے نہار رہا تھا تو اسے اس سے بے انتہا نفرت محسوس ہوئی۔

مگر ان سب کی چالیں، واویلیں، مزاحمتیں، نفرتیں اور رونا کوئی بھی کسی کام نہ آیا اور شہریار کے کہے کے مطابق انہیں چاہتے ہوئے اور نا چاہتے ہوئے بھی یہ دلہا قبول کرنا پڑا۔

زمرد بیگم نے کانپتے ہاتھوں کے ساتھ اپنی ماں کا خود کو دیا گیا سرخ ڈوپٹہ فرشتے کو اوڑھایا تو مرجان بیگم کھول اٹھیں۔

"ونی ہونے والیوں کو یوں نہیں سجایا کرتے۔" اس نے اس کے سر سے دوپٹہ نوچنا چاہا تو زمرد بیگم نے ان کا ہاتھ تھامتے ہوئے دکھ سے اس سنگدل ماں کو دیکھا جو بیٹی کے اس دن کے حوالے سے اپنی طرف سے بھی کوئی ارمان نہ پورے کرنا چاہتی تھیں۔

وہ جانتی تھیں کہ ایسی عمر میں تو بیٹیاں مر بھی جائیں تو مائیں ان کی میت کو سنوارتی ہیں لیکن یہ کیسی ماں تھیں جو اس کے نکاح پہ اس کے سر سے رنگوں سے بھرا آنچل ہی اتار دینا چاہتی تھیں۔

"بھاجائی! چاہے حالات جیسے بھی ہیں لیکن ہماری بچی کا نکاح ہے اس لیے خدا کے لیے ایسا مت کریں۔" انہوں نے رسانیت سے ان کا ہاتھ پرے کیا تو وہ مارے اہانت کے پھنکار اٹھیں۔

"میں جانتی ہوں آپ کی ان حرکتوں اور خوشی کی وجہ کو لیکن فکر مت کیجیے میں آپ کو کبھی خوش نہیں ہونے دوں گی، آپ کے ہوتے سوتوں کی حویلی میں ایسی آگ پھیلاؤں گی کہ وہ بجھا بھی نہیں پائیں گے۔" وہ اپنے ازلی حسد میں ڈوبیں ان کے کان میں پھنکارتیں فرشتے کو غصے سے ایک نظر دیکھتیں سائیڈ پہ ہو گئیں کہ ان کی دانست میں ان کی بیٹی آج کے دن بھی ان کے ہی رقیبوں کے گلے کا ہار بنی اپنا غم سلط کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

کچھ وقت گزرنے کے بعد جب حبیب صاحب اور خاقان صاحب نکاح خواں کو ساتھ لیے کمرے میں داخل ہوئے تو سرخ دوپٹہ اوڑھے بیٹھی فرشتے کو ایک دم سے اپنا سانس رکتا محسوس ہونے لگا، اس کا دل چاہا وہ سب کچھ یہیں چھوڑتی یہاں سے اتنی دور بھاگ جائے کہ جہاں کوئی بھی اس کی پرچھائی تک کو بھی ڈھونڈ نہ سکے لیکن وہ ایسا نہ کر سکی اور

پھر چند لمحوں کا کھیل تمام ہوا، اس کے نکاح نامے پہ سائن کرتے ہی اس نے اپنی تمام تر ناپسندیدگی اور نفرت کے باوجود اپنا آپ 'شہریار میر آفریدی' کے نام کر دیا۔

"اپنے دانت اندر کر لو ورنہ جرگے میں موجود ہر شخص سمجھے گا کہ تم نے اپنے آدمیوں پہ حملہ جان بوجھ کے کروایا ہے۔" سجاول اس کے خوشی سے دمکتے چہرے کو دیکھتے ہوئے طنزیہ انداز میں بولا تو اس نے آنکھیں سکیڑتے ہوئے اس سمیت سب کزنز کے چہرے دیکھے جو عجیب کھا جانے والی نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے، وہ سب حالات کی سنگینی کو نظر انداز کیے نکاح ہو جانے کے بعد ایک طرف کھڑے اس کو زچ کرنے کی ناکام سعی میں تھے۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے یہ اپنے آدمیوں پہ حملہ جان بوجھ کے ہی کروایا تھا ورنہ کون اتنے ہتھیاروں کے سامنے نہتا جاتا ہے؟" شاہ زیب جلے کٹے انداز میں بولا۔

"بیرسٹر شہریار آفریدی۔" اس نے برجستگی سے جواب دیا تو وہ دانت کچکچا کہ رہ گیا۔

"بیرسٹر صاحب! اب خدارا اپنی منکوحہ کو لیجیے یا پھر آج رات کا طعام سسرالیوں کے ساتھ ہی کرنا ہے؟" اچانک ظہیر صاحب کی طنزیہ آواز پہ وہ جھٹکے سے پیچھے مڑا لیکن چہرے کے تاثرات فوراً کنٹرول کرتے ہوئے ایک نظر ان کے ساتھ کھڑے ایبک آفریدی پہ ڈالتے ہوئے سکون سے بولا۔

"سسرالیوں سے جو چاہیے تھا وہ لے چکا ہوں۔" اس کے انداز و الفاظ پہ ظہیر آفریدی کی چھٹی حس بار بار جو الارم دے رہی تھی وہ اسے اس وقت سننا نہیں چاہتے تھے۔

اسی لمحے حاکم صاحب کی بلند آواز ایک بار پھر سے پورے جرگے کو متوجہ کر گئی۔

"چونکہ نکاح ہو چکا ہے لیکن ہم بچی کو حویلی ساتھ نہیں لے کر جائیں گے۔" ان کے الفاظ پہ پورے مجمع میں سناٹا چھا گیا جبکہ ان سب میں اگر کوئی پر سکون تھا تو وہ صرف شہریار تھا۔

"ہم بچی کو حویلی آج سے چار دن بعد پورے شان سے لینے آئیں گے، یہ ہماری حویلی کے پہلے وارث کی شادی ہے جو چاہے جن بھی حالات میں ہوئی ہے اور بیشک وہ ونی ہوئی یے لیکن ہم اپنے سارے ارمان پورے کرنا چاہتے ہیں اس لیے یہ چار دن ہماری بہو یوسف زئی حویلی میں ہماری امانت ہے اور اگر کسی نے ہماری امانت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی یا اس امانت میں خیانت کرنے کی کوشش کی تو وہ آفریدیوں کے جواب کا منتظر رہے۔" ایک شعلہ باز نگاہ خاقان صاحب اور عالم صاحب پہ ڈالتے ہوئے حاکم آفریدی اپنا فیصلہ سناتے ہوئے اپنے خاندان کو ساتھ لیے حویلی کے رستے کی جانب گامزن ہو گئے۔

وہ حویلی جہاں موجود خواتین جانتی ہی نہیں تھیں کہ کچھ دیر قبل حویلی کا سب سے بڑا اور لاڈلا سپوت بڑی شان اور دھڑلے کے ساتھ کسی کو اپنے سے وابستہ کر کے آرہا تھا۔

جیسے ہی تمام مرد حویلی میں داخل ہوئے تو سب خواتین چوکنا ہو گئیں۔

"مورے! مجھے لگتا ہے کہ شہریار خاناں لوگ آ گئے ہیں۔" زونائیشے بیگم نے بے قراری سے کہا تو نعمت بی بی نے ملازمہ کو بلواتے ہوئے پیغام بھجوایا کہ سب مرد مردان خانے جانے کی بجائے پہلے اندر کی طرف آئیں تو پھر چند لمحوں بعد سب زنان خانے میں داخل ہوئے۔

"السلام علیکم!" سب نے یک زبان ہو کے کہا۔

"کیا فیصلہ رہا جرگے میں؟" سلام کا جواب دیتے ہی نعمت بی بی نے بے قراری سے استفسار کیا تو حاکم اور ظہیر صاحب کی نگاہیں میکانیکی انداز میں شہریار کی جانب اٹھیں جو پر سکون انداز میں انہیں ہی تک رہا تھا گویا کہہ رہا ہو بتا دیں۔

"جرگے کا فیصلہ جو تھا اسے آپ لوگوں کو کھلے دل سے قبول کرنا ہو گا۔" حاکم صاحب نے دھیرے سے تمہید باندھی تو ان کی بے چینی مزید مزید بڑھ گئی۔

"کیا کہا ہے انہوں نے؟" زونائیشے بیگم نے استفسار کیا جبکہ باقی سب بھی استفہامیہ انداز میں انہیں دیکھ رہے تھے اور باقی لڑکیاں کمرے کے دروازے میں کھڑی باتیں سن رہی تھیں۔

"انہوں نے ہمارے سامنے عالیان یوسف زئی کو پیش کیا تھا لیکن۔۔۔" انہوں نے بات کرتے ہوئے وقفہ لیا تو سب نے سانس روکتے ہوئے انہیں دیکھا۔

"اور یہ ہوا بھی فقط اس معصوم سے ہی جان چھڑوانے کے لیے تھا مگر ہمیں ان کی اس سازش کو ناکام بنانا تھا کیونکہ وہ ہماری زمرد کے جینے کی وجہ ہے تو اس سازش کو ناکام بنانے کا صرف ایک ہی طریقہ تھا۔" وہ بات کرتے کرتے پھر سے رکے تو زونائیشے بیگم کے دل کو پتنگے سے لگ گئے۔

"کیسا طریقہ؟" انہوں نے شوہر اور بیٹے کی طرف دیکھا تو نجانے کیوں اس لمحے شہریار نظریں چرا گیا۔

"شہریار کا حاقان کی پوتی کے ساتھ نکاح کیا ہے کچھ دیر پہلے ہم نے۔" انہوں نے بالآخر دھماکہ کیا تو وہ ششدر سی انہیں دیکھتی رہ گئیں۔

"کیا؟" زونائیشے بیگم نے بے یقینی سے شہریار کی جانب دیکھا جو ایک ہاتھ صوفے کی ہتھی پہ ہولے ہولے بجاتا زمین پہ نظریں گاڑھے بیٹھا تھا۔

"شہریار خاناں! آ۔۔ آپ نے وعدہ کرنے کے باوجود ونی جیسی فرسودہ رسم کو فروغ دیے دیا؟"

زونائیشے بیگم کی نم آواز میں تکلیف اور ٹوٹے مان کی کرچیاں تھیں۔

"ایسا کچھ نہیں ہوا ہے مورے! انہیں ونی نہیں کیا گیا بس ان کی سوچ کے مطابق ایک بے گناہ کو بچانے کے لیے ایسا بروقت کرنا پڑا تھا ویسے بھی ونی کی رسم شوہر سے زیادہ اس کے خاندان والے زندہ رکھتے ہیں تو جب آپ اس چیز کے خلاف ہیں تو کوئی کیسے اسے فروغ دے سکتا ہے؟" اس نے سبھاو کے ساتھ بات مکمل کی تو زونائیشے بیگم کے چہرے پہ تذبذب کے تاثرات پھیل گئے جبکہ باقی سب خواتین بھی اس کی بات سن کے اب کچھ سوچتے ہوئے پر سکون ہو چکی تھیں۔

"لیکن بہو کدھر ہے؟" گل مینہ بیگم نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے ان دیکھی بہو کے متعلق استفسار کیا تو سب مردوں نے تشکر بھرا سانس لیا کہ ہمیشہ کی طرح ان کی حویلی کی عورتوں نے انہیں سمجھتے ہوئے اتنی بڑی بات کو مسئلہ بنانے کی بجائے ان کا ساتھ دیا تھا۔

"بہو بغیر ساس اور بارات کے کیسے رخصت ہو سکتی ہے؟" حاکم صاحب نے سنجیدگی سے جواباً سوال کیا تو نعمت بی بی محظوظ ہونے کی بجائے پریشان ہو گئیں۔

"لیکن خاناں آپ سب نے ایسا رسک کیوں لیا وہ بچی کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔" وہ پریشانی سے گویا ہوئیں تو شہریار اچانک اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"وہ انہیں تب تک نقصان پہنچا سکتے تھے جب تک وہ صرف ان کی بیٹی تھیں لیکن اب وہ 'شہریار آفریدی' کی بیوی ہیں انہیں وہ بری نظر سے دیکھنے سے پہلے سو مرتبہ سوچیں گے۔" شہریار کی سنجیدگی سے بھرپور آواز گونجتی سب کو ٹھٹھکنے پہ مجبور کر گئی۔

"وہ کل کا چھوکرا ہمارے ہی علاقے میں آ کے ہمیں ہی ڈاج دے کے چلا گیا۔" حاقان صاحب مغلظات بکتے ہوئے ادھر سے ادھر ٹہلتے اپنا غصہ کم کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"یہ سب آپ لوگوں کے ناکام منصوبوں کی وجہ سے ہوا ہے لیکن میں ہرگز اپنی بیٹی کو ان کے چنگل میں نہیں پھنسنے دوں گی۔" مرجان بیگم بھڑکتے ہوئے بولیں۔

"فرشتے پہ زور زبردستی مت کیجیے گا بھاجائی ورنہ معاملہ مزید بگڑ سکتا ہے۔" عالم صاحب نے فورا انہیں تنبیہہ کی۔

"مجھے کم از کم اس کل کے چھوکرے سے ڈرانے کی کوشش مت کیجیے۔" وہ ناگواری سے بولیں تو عالم صاحب نے یوں انہیں دیکھا جیسے وہ پاگل ہو چکی ہوں۔

"وہ کل کا چھوکرا آج کا نامور بیرسٹر ہے، وہ آفریدی حویلی کا پہلا وارث ہے جو ضد، اکڑ اور بے خوفی و بے باکی میں اپنے باپ کا بھی باپ ہے، وہ آفریدیوں کی آدھی سے زیادہ جائیداد کا مالک ہے اس لیے اس کا اٹھایا گیا ایک قدم ہم سب کے لیے تباہی کا باعث بن سکتا ہے۔" انہوں نے انہیں ان کے 'داماد' کی خوبیوں سے نوازا۔

"تو کیا اب اس کی وجہ سے ہم ڈر کے بیٹھ جائیں اور دشمنوں کے ہاتھ اپنی رگ تھما دیں۔" ان کا ناگوار لہجہ جوں کا توں تھا۔

"نہیں ہم ڈر کے نہیں بیٹھیں گے بلکہ ہم اپنی اسی رگ کو استعمال کریں گے۔" عالم صاحب نے پراسرار لہجے میں کہا تو خاقان صاحب نے چونک کے انہیں دیکھا۔

"کیا مطلب؟" انہوں نے سوال کیا تو مرجان بیگم نے بھی ان کی جانب دیکھا۔

"فرشتے کو اس چیز پہ آمادہ کریں کہ وہ وہاں جا کر اسے خود اس بات کے لیے مجبور کرے کہ وہ اسے واپس چھوڑ جائے کیونکہ اگر ہم نے ایکشن لیا تو حویلی میں تباہی کے ساتھ ہم اس کروڑوں کے حق مہر سے محروم ہو جائیں گے جو وہ اپنی ونی ہوئی بہو کے نام لکھ گئے ہیں، جب فرشتے پاس آ گئی تو اسے راستے سے ہٹانا مشکل نہیں رہے گا۔" عالم صاحب نے کمینگی بھرے لہجے میں کہا تو دونوں کی آنکھیں چمکنے لگیں، اس سے پہلے کہ وہ کوئی بات کرتے اچانک شور کی آواز پہ وہ تینوں چونکے تو دروازے کے پاس کھڑے ششدر سے عالیان پہ نگاہ پڑی۔

"تم یہاں کیا رہے ہو؟" خاقان صاحب گرجے تو وہ آج پہلی دفعہ بنا ڈرے بول اٹھا۔

"آپ کے گھٹیا پلانز سن رہا ہوں جو آپ میری بہن کی زندگی اجاڑنے کے لیے کر رہے ہیں۔" اس کی بے خوف آواز سن کے ان کی آنکھیں مارے غصے سے دہک اٹھیں۔

"بکواس بند رکھو اپنی ورنہ جو پلان بنایا ہے اس پہ عمل کرنے سے پہلے ابھی تمہاری منہ بولی ماں کو ختم کر کے عملاً تمہیں سمجھا دیا جائے گا اس لیے اگر ان سب کی زندگی چاہتے ہو تو اپنا منہ بند رکھنا۔" عالم صاحب سفاک لہجے میں کہتے ہوئے اس کی سانسیں چھین گئے۔

جبکہ وہ تینوں اس کا سپید پڑتا چہرہ دیکھ کے سمجھ گئے کہ تیر نشانے پہ لگا ہے اسی لیے وہ پر سکون ہوتے اسے یونہی ساکت دیکھ کے وہاں سے چلے گئے۔

"بس کرو ناں فرشتے، جو ہونا تھا وہ ہو چکا ہے اب یوں رو رو کے پاگل مت ہو جانا۔" بنفشے نے زمرد بیگم کی گود میں سر رکھ کے لیٹی فرشتے کو روتے ہوئے دیکھا تو تکلیف سے بولی۔

"جو ہونا تھا وہ ہو نہیں چکا بلکہ اب پوری زندگی ساتھ چلنا ہے یہ سب۔" وہ روتے روتے چیخی۔

"تو کیا یوں رونے سے یہ سب ختم ہو جائے گا؟" وہ سنجیدگی سے بولی تو اس کے آنسوؤں میں مزید تیزی آئی۔

"نہیں شاید یوں رونے سے میں ختم ہو جاوں تو یہ سارا تماشا ہی ختم ہو جائے۔" وہ خود ترسی و خود اذیتی کے احساس کے ساتھ بولی تو زمرد بیگم نے دہل کے اسے دیکھا۔

"ایسے کفریہ الفاظ نہ بولو میرا بچہ، ضروری تو نہیں کہ ہر ونی ہونے والی لڑکی کی قسمت زمرد جیسی ہو گی بلکہ تم یقین رکھو کہ شاید تمہاری قسمت کا ستارہ بلند ہو۔" وہ اس کے بال ہولے ہولے سنوارتیں بولیں تو اس کے آنسو میں روانی آئی۔

"مورے! مکافاتِ عمل بھی تو اسی دنیا میں ہوتا ہے جو کل اس حویلی والوں نے کیا وہ آج ان کی بیٹی کے ساتھ بھی تو ہو سکتا ہے نا؟" سب بچے چونکہ زمرد کے آفریدی خاندان سے تعلق سے بے خبر تھے اس لیے وہ تڑپ کے بولی۔

"مکافاتِ عمل بجا ہے لیکن عالم یوسف زئی اور شہریار آفریدی میں فرق بھی تو ہو گا نا؟" انہوں نے نپے تلے انداز میں اسے تسلی دینے کی کوشش کی لیکن اس کے تڑپتے دل کو کیسے سکون آسکتا تھا جبکہ اس شخص کی بے باک اور ضدی طبیعت سے وہ پہلے سے ہی باخبر تھی۔

Urdu Novels Ghar

" کبھی سوچا نا تھا کہ جس لالے کی شادی کے لیے اتنے بے تاب تھے ان کی شادی کی اطلاع ایسے اچانک ملے گی بنا کسی تیاری کے۔" شہرِ گل نے صدماتی انداز میں کہا تو کمرے میں موجود تمام لڑکیوں نے اس کی بات کی تائید کی۔

"تو اور کیا؟ اب کپڑے بنوائیں، ڈھولکی رکھیں یا خود کی تیاری کریں؟" سب کے اپنے اپنے دکھ تھے جنہیں وہ وقتاً فوقتاً یاد کرتیں بازار جانے کی تیاری کر رہی تھیں۔

"اب سب جلدی کرو نا واپس آ کے ہم نے سب رسمیں بھی تو شروع کرنی ہیں نا اس لیے یہ دکھڑے واپس آ کے رونا۔" زرتاج جلدی جلدی مچاتی ہوئی انہیں ساتھ لیے کمرے سے نکل گئی کیونکہ حویلی میں شہریار کی شادی کی تیاریاں زور و شور سے ہو رہی تھیں کیونکہ وہ سب پورے جوش و خروش سے یہ شادی کر کے سب کو بتانا چاہتے تھے کہ ونی کی گئی لڑکیوں کو صرف بے عزت نہیں کیا جاتا بلکہ انہیں پورے مان اور عزت کے ساتھ بھی بیاہ کے رخصت کروایا جا سکتا ہے۔

زمرد بیگم کے کمرے سے نکلتے کے وہ لڑکھڑاتے ہوئے جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئی تو چند ہی لمحوں بعد مرجان بیگم اس کے کمرے میں داخل ہوئیں تو وہ چونکی۔

"میں جانتی ہوں کہ آج جو کچھ ہوا وہ نہیں ہونا چاہیے تھا لیکن ہمیشہ کی طرح ایک بہن کو بھائی کی وجہ سے قربانی دینی پڑی مگر اس سب کے زمہ دار وہ آفریدی ہیں جن کے گھناونے کاموں کی وجہ سے یہ سب ہوا۔" وہ اس کا حال احوال پوچھتیں سیدھا مطلب کی بات پہ آئیں تو ان کے آخری الفاظ پہ وہ چونکی۔

"آفریدیوں پہ حملہ کرنے والے ہمارے آدمی نہیں تھے بلکہ وہ ان کے ہی آدمی تھے لیکن انہوں نے ہمیشہ کی طرح ہمیں نقصان پہنچانے کے لیے ہم پہ الزام لگایا اور یہ سب پھر ان کی چال تھی کہ کیسے بھی کر کے اس گھر کی لڑکی کو وہاں لے جائیں اور اپنے ناجائز مطالبات منوا سکیں۔" وہ دھیرے دھیرے اپنے پتے کھیل رہی تھیں۔

"ا۔۔اگر وہ اتنے ظالم ہیں تو آپ لوگ کیوں مجھے وہاں بھیج رہے ہیں؟" وہ سسکی۔

"ہم تمہیں ایسے یہاں نہیں رکھ سکتے کہ یہ جرگے کا فیصلہ ہے بلکہ تمہیں خود اپنے آپ کو بچانا ہے لیکن وہاں جا کے۔" وہ اب دھیرے دھیرے اس کا دماغ اپنی مٹھی میں کرتیں اس کے زہن کو آفریدیوں کے خلاف گندا کرتی ہوئیں مطمئن انداز میں وہاں سے نکلیں تو غمگین سی فرشتے وہیں ڈھے سی گئی۔

چند ہی لمحوں بعد اس کے موبائل پہ میسج ٹیون ہوئی تو اس نے آلکسی سے موبائل اٹھاتے ہوئے اسے دیکھا تو کسی اجنبی نمبر سے کوئی ویڈیو آئی تھی۔

ویڈیو ابھی اوپن ہی نہ ہوئی تھی کہ اگلے پیغام نے اس کی دھڑکنیں روک دیں۔

"میں چاہتا ہوں کہ ہمارے شادی میں ہونے والی ہر رسم میں آپ میرے ساتھ موجود ہوں تا کہ میں ان پلوں کو پوری خوبصورتی کے ساتھ محسوس کر سکوں۔" اس کی ساکت نگاہیں اسی نمبر کی بھیجی والی ویڈیو پہ مرکوز تھیں جہاں ڈھولک اور علاقائی گیتوں کے بجنے کی آواز نے اس پہ یہ واضح کر دیا کہ اسے یوں میسج کرنے کی جرات کون کر سکتا ہے؟

اس کی بے یقین و ششدر نگاہیں اب پلے ہوتی ویڈیو پہ مرکوز نمودار ہوتے چہرے پہ نمایاں ہوتیں سیاہ آنکھوں کو دیکھتے ہوئے بے پناہ عداوت و نفرت کے باوجود اس کا دل زوروں سے دھڑکتے ہوئے اسے اس شخص سے متعارف کرواگیا۔

"آیئے آپ کو آپ کی نئی فیملی سے تھوڑا متعارف کرواتا ہوں۔" ویڈیو آن ہوتے ہی اس کے خوبرو چہرے کے ساتھ عقب سے آتی زوردار ڈھولکی اور علاقائی گیتوں کی آواز اس کی سماعتوں پہ ہتھوڑے کی مانند لگ رہی تھی اس پر سونے پہ سہاگا اس کا موبائل کے بے حد نزدیک منہ کر کے بولے جانے والا جملہ اور اس کے لہجے سے عیاں ہوتے اطمینان نے اس کے تن بدن کو جلا کے راکھ کر دیا۔

اس سے پہلے کے کیمرہ کسی اور کی طرف مرکوز ہوتا وہ طیش کے عالم میں ویڈیو بند کرتی اس نمبر کو بلاک کر کے موبائل پرے اچھالتی پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی۔

"خانم ٹھیک کہہ رہی تھیں، تم لوگوں کی خوشی اور اطمینان یہ صاف ظاہر کر رہا ہے کہ تم لوگوں نے یہ فیصلہ بدلے کے لیے کیا ہے لیکن میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گی۔" غلط فہمی کی اونچی مسند پہ بیٹھی

وہ پر عزم انداز میں سوچتی اس شخص سے نفرت کرنے کے لیے اپنے دل کو نئے سرے سے مضبوط کرنے لگی جس سے چند گھنٹے قبل اس کا تعلق جڑا تھا۔

"ایک بات تو بتاؤ شہری؟" مردان خانے کی جانب خوبصورت و کشادہ لان میں کرسیاں بچھائے بیٹھے وہ سب ڈھولکی کی آوازیں سنتے اپنی ہی خوش گپیوں میں مصروف تھے جب شہریار کے خوبرو چہرے سے جھلکتے اطمینان کو دیکھتے ہوئے شاہ زیب کی زبان میں کھجلی ہوئی۔

"ہونہہ!" اپنی سیاہ قمیض کی داہنی جیب سے موبائل نکالتے ہوئے اس نے بے نیازی سے ہنکارہ بھرتے ہوئے بولنے کی اجازت دی۔

"یہ ہم پہ جو حملہ ہوا یہ سب دشمن کی ہی چال تھی یا پھر یہ تمہاری ایمر جنسی شادی کروانے کا کوئی پری پلان ایکشن تھا؟" اس نے ہلکا سا آگے کو جھک کے بیٹھتے ہوئے متجسس لہجے میں پوچھا تو سب اپنی اپنی باتیں چھوڑ کے دلچسپی سے انہیں دیکھنے لگے جبکہ اس کے سوال پہ حسبِ توقع اس نے زبردست گھوری سے اسے نوازا۔

"اگر یہ سب پری پلان ہوتا تو میں ان پستولوں اور بندوقوں کی بجائے 'کلاشنکوف' کا انتظام کرتا۔" ایک سرد نگاہ اس کے زخمی بازو پہ ڈالتے ہوئے اس نے جس سپاٹ انداز میں کہا وہ سب اگر اس کے مزاج سے واقف نہ ہوتے تو ضرور خائف ہو جاتے۔

"انتظام اگر کلاشنکوف کا ہوتا تو بارات لے کے کیسے پہنچتے؟" سجاول نے دانت نکالتے ہوئے پوچھا تو اس نے گہری نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"شہریار آفریدی کو بارات لے کے جانے کے لیے بس ایک سائن کی ضرورت تھی جو اسے مل چکا ہے اس لیے اب تو بارات لے جانے سے اسے کوئی بھی نہیں روک سکتا چاہے میدان میں کلاشنکوف والے اتریں یا بندوقوں والے۔" وہ پر سکون اور مضبوط انداز میں بولتا ان پہ اپنے ارادے پوری طرح سے واضح کر گیا۔

"یہ انداز مجبوراً شادی کرنے والوں کے تو نہیں لگ رہے بیرسٹر صاحب؟" شہیر نے مشکوک نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے سوال داغا۔

"مجبوراً کوئی مجھے اپنی جگہ سے بھی نہیں ہٹا سکتا اس لیے یہ بات تو بھول ہی جاو کہ میں اپنی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ مجبوری میں کر رہا ہوں۔" اپنے مخصوص بلنٹ انداز میں کہتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھا تو سب کے منہ شاک سے کھل گئے۔

"تو پھر کیا تم۔۔۔۔؟؟" زیب نے مارے حیرت کے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"تم نے فرشتے میرا مطلب بھا جائی کو کہاں دیکھا؟" شہیر جو روانی میں بول رہا تھا اس کی گھوری پہ فورا لہجہ بدلتے ہوئے بولا تو وہ ایک طائرانہ نگاہ سب پہ ڈالتے ہوئے ان کے حیرت و بے یقینی کی زد میں لپٹے سوالوں کو کمال بے نیازی سے صرفِ نظر کرتے ہوئے وہاں سے نکلتا چلا گیا تو وہ سب پیچ و تاب کھاتے اس کے پیچھے لپکے۔

"خانم! اب اتنے سے وقت میں کیسے تیاری کریں ہم؟" زر تاج جھنجھلائی سی زونائیشے بیگم سے گویا ہوئی جو خود بہت مصروف سی دکھائی دے رہی تھیں۔

"جا کے اپنے آغا جان سے پوچھیں اور ان کے ساتھ جا کے ہی بازاروں کے چکر لگا کے خریداری مکمل کر لیں۔" وہ ملازمہ کو تیزی سے ہدایات دیتی اسی کے سے انداز میں بولیں تو زرسانگہ کھلکھلا اٹھی کیونکہ سب خواتین جہاں فرشتے کے لیے متفکر تھیں وہیں انہیں یہ شکوہ تھا کہ چار دن کی بجائے زیادہ دن کر لیتے شادی کی تیاری اچھی ہو جاتی۔

"آپ لوگ اتنے پریشان کیوں ہو رہے ہیں؟ بابا جان نے کہا ہے کہ کل کپڑے والے حویلی پہنچ جائیں گے سب اپنی مرضی سے پسند کر لیجیے گا اسی طرح باقی چیزوں کا بھی انتظام ہو جائے گا اس لیے ٹینشن فری ہو کے لالے کی شادی انجوائے کریں اور رات کو ہونے والی ابٹن کی رسم کی تیاری کریں۔" زرسانگہ بے فکر لہجے میں بولتی ان سب کی تسلی کروانے کی غرض سے بولی تو زرتاج گہرا سانس بھرتی وہیں اس کے ساتھ دھنستی ہوئی بیٹھ گئی۔

"اللہ خیر کا وقت لائے میں تو کبھی اتنی ایمرجنسی میں شادی نہ کرواوں بلکہ میں تو دو ماہ پہلے ہی تیاریاں شروع کر دوں گی تاکہ تسلی سے شادی ہو میری۔" شہر گل ان دونوں کے پاس آ کے بیٹھتی با آواز بلند اپنے خیالات کا اعلان کرنے لگی جو خوش قسمتی سے مصروف سی ماوں کی سماعتوں سے بچ گیا۔

"جتنا اتاولا تمہارا متوقع دلہا ہے لگتا تو یہی ہے کہ وہ تمہیں خبر ہونے سے پہلے اپنے کمرے میں لے جائے گا۔" زرتاج نے فوراً اس کے خیالات میں حقیقت کا عنصر ڈالا تو وہ تڑپ اٹھی۔

"اب ہر اتاولے کی قسمت شہریار لالہ جیسی تھوڑی ہو سکتی ہے؟" اپنے تاثرات فوراً قابو میں کرتے ہوئے وہ گل بولی تو وہ دونوں مسکرا اٹھیں۔

"لیکن جو لالہ کا دوست ہو اس پہ تھوڑا بہت تو اثر ہو گا نا؟" زرسانگہ آنکھیں گھماتے ہوئے شہیر کا حوالہ دیتی ہوئی بولی تو نا چاہتے ہوئے بھی وہ بلش کر گئی۔

"یہاں ہم لالہ کی شادی کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں نا کہ میری شادی ڈسکس کرنے کے لیے۔" اس نے فوراً سے پیشتر موضوع بدلنے کی کوشش کی۔

"یہ ڈسکشن شروع کس نے کی؟" زرتاج نے گھورتے ہوئے پوچھا تو وہ ڈھٹائی سے ہنس دی۔

"اٹھ جاؤ آپ سب اور نیچے ہال میں پہنچو کپڑے والا آ چکا ہے آ کے کپڑے پسند کر لو۔" آئلہ بیگم کی آواز سن کے کمروں میں چھپی سب لڑکیاں جلدی سے باہر نکلتیں ہال کی جانب بڑھ گئیں۔

"کیا کر رہے ہو؟" موبائل فون کی سکرین کو گھورتے شہریار کو سجاول کی اچانک آواز نے چونکایا تو اس نے گردن گھماتے ہوئے ابرو اچکاتے ہوئے اس سے اس کے مخاطب کرنے کی وجہ مانگی۔

"اتنے مگن انداز میں موبائل کو کیوں گھور رہے ہو؟ مسز شہریار کا میسج تو نہیں آیا؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا اگرچہ یہ سنجیدگی بس لہجے میں ہی تھی جبکہ آنکھیں شرارت سے چمک رہی تھیں۔

"مسز شہریار ایسے اوچھے ہتھکنڈوں کو استعمال نہیں کرتیں بلکہ وہ کمال جرات کو مظاہرہ کرتی ہوئیں روبرو بلاتی ہیں۔" ایک تپتی سی نگاہ موبائل سکرین پہ جگمگاتے 'فرشتے' کے نمبر پہ ڈالتے ہوئے وہ اس کی بلاک کرنے والی حرکت کو یاد کرتے ہوئے سلگتے ہوئے عجیب سے لہجے میں بولا تو سجاول چونکا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ بھابھی سے رابطہ ہوا ہے تمہارا؟" اب کی بار سجاول مکمل سنجیدگی سے گویا ہوا تو شہریار موبائل پاکٹ میں ڈالتا اس کی جانب مڑا۔

"ابٹن کی رسم شروع ہو گئی ہے؟" وہ اس کے سوال کے جواب میں یکسر الٹ سوال پوچھتے ہوئے انگلیوں سے بال سنوارتے ہوئے تنقیدی نگاہوں سے حویلی کی سجاوٹ دیکھنے لگا۔

"ہاں ہونے ہی والی ہے اسی کے لیے تمہیں بلانے آیا ہوں۔" کھوجتی نگاہیں اس کے چہرے پہ جمائے وہ آرام سے بولا تو شہریار مسکرا اٹھا۔

"چلو پھر تمہاری بھابھی کو ابٹن لگا کے آتے ہیں کیونکہ اس رسم پہ اصل حق تو دلہن کا ہوتا ہے۔" دائیں کان کی لو مسلتے ہوئے وہ مزے سے بولتا ہوا آگے بڑھا تو ہونق سے سجاول کو جھٹکا لگا۔

"شہری! رک پاگل ہو گیا ہے کیا؟" وہ بے اختیار اس کا بازو تھامتے ہوئے اسے روکتے ہوئے بولا۔

"بیوی سے ملنا کون سے پاگل پن کے زمرے میں آتا ہے؟" وہ تیکھے انداز میں بولتا نرمی سے اپنا بازو چھڑوا گیا۔

"شہری! پلیز تم جانتے ہو کہ میں کیا کہنا چاہ رہا ہوں۔" سجاول نے سنجیدگی سے اسے بہت کچھ باور کروانا چاہا۔

"ریلیکس! میں سمجھ رہا ہوں سب لیکن تم پریشان نہیں ہو۔" اس کی بات سمجھتے ہوئے اس نے اب کے آہستگی سے کہتے ہوئے قدم باہر کی جانب بڑھائے تو سجاول وہیں کھڑا چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔

"مجھ سے انتظار نہیں ہو رہا آغا جان، اب ہمارے دشمن ہماری دہلیز پہ آ کے دھڑلے سے ہماری لڑکی لے کے جائیں گے۔" مرجان بیگم طیش میں بولتیں خاقان صاحب کے سامنے پڑے صوفے پہ ٹک گئیں۔

"بہو بیگم! صبر کا دامن تھامے رکھو، جو ہم چاہتے تھے کہ وہ بھی آج سے ٹھیک ہفتے بعد ہو جائے گا ہماری راہ کا سب سے بڑا کانٹا (عالیان) اپنی مرضی سے منظر سے ہٹ جائے گا اور ہمارے دشمن کبھی بھی ہماری دہلیز تک نہیں پہنچ پائیں گے اور اگر پہنچ بھی گئے تو منہ کی کھائیں گے۔" خاقان صاحب اپنا منصوبہ مکمل کرتے ہوئے بہت خوش اور پر سکون دکھائی دے رہے تھے۔

"میں بتا رہی ہوں آغا جان میری بیٹی آفریدیوں کی حویلی میں نہیں بسنی چاہیے کیونکہ مجھے صرف ان کی بربادی چاہیے۔" وہ سفاک لہجے میں بولتیں برسوں پہلے کے مناظر میں کھوئی ہوئی تھیں جب ان کے ہزار چاہنے کے باوجود، ان کے بے پناہ محبت و جنونیت دکھانے کے باوجود ایک آفریدی نے ان پہ "عائلہ آفریدی" کو ترجیح دی تھی۔

یہ بات آج تک کوئی نہ جان پایا تھا کہ مرجان بیگم کی آفریدیوں سے نفرت 'ایبک آفریدی' سے شدید ترین محبت کی وجہ سے تھی۔

"کمرے سے کیوں نہیں نکلتی ہو تم؟" بنفشے اس کے بیڈ پہ بیٹھتی اس سے مخاطب ہوئی جو سفید قمیض کے ساتھ ملٹی کلر کی شلوار پہنے اسی کا ہمرنگ دوپٹہ اوڑھے چپ چاپ بیٹھی ہوئی تھی۔

"کیا کروں کمرے سے نکل کے میں؟" وہ سپاٹ لہجے میں بولی تو بنفشے اسے دیکھ کے رہ گئی۔

"پہلے کیا کرتی تھی نکل کے؟ اکٹھے مل کے ہی بیٹھتے تھے نا تو اب بھی بیٹھنا ہی ہے۔" وہ اس کی حالت سمجھتی ضبط سے بولی۔

"پہلے اکٹھے مل کے بیٹھ کے باتیں کرتے تھے لیکن اب تو کرنے کو باتیں ہی نہیں ہیں۔" وہ خود ترسی کی سی کیفیت میں بولی تو بنفشے کی آنکھیں بھر آئیں۔

"تم پریشان کیوں ہوتی ہو؟ تم اچھا گمان بھی تو کر سکتی ہو نا؟" بنفشے اس کا ہاتھ تھامتی ہوئی بولی۔

Urdu Novels Ghar

"اچھے گمان تب کیے جاتے ہیں جب کسی کے بارے میں ناواقف ہوں لیکن ان کے بارے میں تو بھی ہم بچپن سے سنتے آرہے ہیں ایسے میں کون سے اچھے گمان رکھوں میں ؟" وہ نم لہجے میں بولتی اسے بے چین کر گئی۔

"بنفشے خاناں! آپ کو بڑی خاناں بلارہی ہیں۔" اچانک دستک کے ساتھ ہی ملازمہ کی بلند آواز گونجی تو اس سے مزید بات چیت کا ارادہ ترک کرتی.بنفشے اسے ملتی ہوئی اس کے کمرے سے نکلی تو فرشتے گہری سانس بھرتی اپنا تکیہ سیدھا کر کے رکھتی بنادروازہ لاک کیے لیٹ گئی۔

اسے لیٹے ہوئے نجانے کتنی دیر گزری تھی جب اچانک کھٹکے کی آواز سن کے اس کی آنکھیں پٹ سے کھلیں تو اس نے ایک سوئی سوئی نگاہ کمرے میں دوڑاتے ہوئے دوبارہ آنکھیں بند کیں لیکن اچانک ہی ایک عجیب سے احساس کی لپیٹ میں آتے ہی وہ ایک آنکھیں کھولتی ایک جھٹکے سے اٹھ کے بیٹھ گئی۔

اٹھ کے بیٹھتے ہی جیسے ہی اس نے نگاہ گھمائی تو اس کے وجود کو جیسے چار سو چالیس وولٹ کا کرنٹ لگا جس کی شدت سے اچھلتے ہوئے وہ اپنے بیڈ سے اتری۔

"ت۔۔تم؟" اس کی بے یقین و ششدر نگاہیں اس کے خوبرو چہرے پہ جمی ہوئیں تھیں جو سفید کلف لگے سوٹ پہ سیاہ چادر اوڑھے اس وقت پورے ماحول پہ چھایا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

اس کے خوبرو چہرے سے نگاہیں ہٹتی ہوئیں کمرے کے دروازے پہ گئیں تو اس کو لاکڈ دیکھ کے اس کی سانسیں تھمنے لگیں۔

جبکہ دوسری جانب ارد گرد سے بے پرواہ شہریار خمار آلود نگاہوں سے سفید اور ملٹی کلر کے کمبینیشن کے شلوار قمیض میں ملبوس فرشتے کو والہانہ انداز میں تکتا دل کے نہاں خانوں میں چھپانے لگا۔

"کیا کرنے آئے ہو تم یہاں؟" وہ کانپتے مگر خوفزدہ انداز میں بولتی بلا ارادہ پیچھے کو کھسکی جبکہ اس کی حرکت کو گہری نگاہوں سے ملاحظہ کرتا شہریار اس کے طرزِ تخاطب پہ بری طرح بگڑا۔

"عزت سے بلانے اور بلوانے پہ یقین رکھتا ہوں اس لیے آئندہ یہ بات دہرانے کی نوبت نہ لایئے گا اور رشتوں کے ان کے احترام اور لحاظ کے مطابق پکاریں تاکہ انہیں بلانے میں بھی لذت محسوس ہو۔" اپنے مخصوص انداز میں اسے بہت کچھ باور کرواتے ہوئے اس نے ایک قدم آگے بڑھایا تو اس

کی بات پہ بری طرح خجالت کا شکار فرشتے ہوش میں آئی اور اسے یکلخت یاد آیا کہ اس کے کمرے میں اس کے ساتھ موجود شخص ان کا 'دشمن' ہے تو اس کی آنکھیں دہکنے لگیں۔

"اگر آپ میرے نزدیک آئے تو میں چلانا شروع کر دوں گی۔" اس کی طرف خونخوار نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اس نے کانپتے لہجے میں اسے وارن کیا تو اس نے محظوظ کن تاثرات چہرے پہ سجائے ابرو اچکاتے ہوئے اسے دیکھا۔

"یہ غلطی مت کیجیے گا ورنہ بغیر باراتیوں کے دلہن لے کے جانی پڑے گی مجھے۔" اس نے ذو معنی انداز میں کہتے ہوئے اپنا دایاں ہاتھ جیب میں ڈالا تو اس کی بات سن کے فرشتے کے چہرے کا رنگ بڑی سرعت سے بدلا۔

"یہ کیا نکال رہے ہیں آپ؟" اس کی بات سے پریشان اس نے جب اس کے ہاتھ میں چھوٹی سی ڈبیا دیکھی تو گھبرا اٹھی۔

"دو دن قبل چونکہ دلہن کو ساری رسموں اور جوش و خروش کے ساتھ لے جانے کا دعویٰ کیا تھا تو یہ آپ کو ہر رسم میں شامل کرنے کی کوشش ہے۔" اس نے ڈبیا کھولتے ہوئے گہری نگاہوں سے اس کے پریشان چہرے کو دیکھا جس کی ششدر نگاہیں اس ڈبیا میں رکھی گئی 'ابٹن' پہ مرکوز تھیں۔

"ن۔۔نہیں خانم! مورے! دور رہیں مجھ سے۔" اس کے اٹھتے قدموں پہ نظریں جمائے وہ بے ربط سے انداز میں مزاحمت کرنے لگی لیکن اس کے بڑھتے قدم نہ رکے۔

"مسز شہریار آفریدی! اگر آپ کی اس خوبصورت آواز کو سنتے ہوئے اگر اس حویلی کے کسی ایک بھی فرد بھی اس کمرے کی دہلیز کو پار کیا تو اگلے آدھ گھنٹے میں آپ "آفریدی حویلی" میں موجود ہوں گی۔" اس کی مزاحمت پہ چوٹ کرتے ہوئے اس نے اپنے مخصوص انداز میں اسے متوقع نتیجے سے آگاہ کیا تو وہ مارے بے بسی کے لب زور سے بھینچتی اس کی سیاہ آنکھوں کو اپنے ہونٹوں کی جنبش کے ساتھ جھکڑ گئی۔

"میرے ساتھ ساتھ خود پہ ظلم مت کریں۔" اس نے بھاری انداز میں کہتے ہوئے قدم آگے بڑھایا تو اس کی بات ناسمجھی سے سنتی وہ اسے اپنے اس قدر نزدیک دیکھ کے بوکھلاتی دو قدم پیچھے ہٹی۔

"اونہوں! یوں وقت ضائع کرواتے ہوئے مجھے خود میں الجھائیں گی تو میں خود کو روک نہیں پاوں گا۔" نرمی سے اس کا بازو اپنی مضبوط گرفت میں لیتے ہوئے اس نے بڑی سہولت سے اسے اپنے نزدیک کیا تو وہ بے اختیار مچل اٹھی۔

"نہیں پلیز!" اس کے لب بے ساختہ ہلے جن کی پکار کو نظر انداز کرتے ہوئے اس نے ابٹن سے بھرا دایاں ہاتھ اس کے دائیں رخسار پہ ملا تو فرشتے کی آنکھ سے آنسو ٹوٹ کے اس کے رخسار پہ جا گرا۔

"یہ آنسو میرے دل پہ کس قدر گراں گزر رہے ہیں یہ بات پرسوں عملاً بتاوں گا لیکن یہ بات دعوے سے کہہ رہا ہوں آج میری قربت پہ آنسو بہاتے ہوئے آپ یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ کل کو آپ میری قربت میں کھکھلائیں گی۔" اس کے بائیں رخسار پہ ابٹن ملتے اس نے پر شدت لہجے میں بولتے ہوئے دھیرے سے لب اس کی نم پلکوں پہ دھرے۔

اور پھر دھیرے سے چہرہ اس کے بے حد نزدیک لاتے ہوئے اس نے اپنا بایاں رخسار اس کے دائیں رخسار سے مَس کیا تو اس کے لمس کی حدت سے دہکتے ہوئے وہ لرز اٹھی لیکن اس کی مضبوط گرفت سے خود کو چھڑوا نہ سکی۔

"یہ ہم دونوں کی شادی کی رسم ہے جسے ہمیں مل کے منانا ہے۔" اس کی کمر کے گرد گرفت مزید مضبوط کرتے ہوئے وہ اس کے بائیں رخسار کی جانب جھکا تو اس نے بے اختیار چہرہ پرے موڑا۔

"جتنا خود کو مجھ سے دور کرنے کی کوشش کریں گی میں لپک کے آپ کے قریب آن بھٹکوں گا اس لیے مجھ سے بھاگنے کی اتنی کوششیں بھی مت کریں کہ میں آپ کی رگ رگ میں اتر جاوں۔" بھاری لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اب کی بار پر شدت انداز میں اس کے بائیں رخسار سے اپنا دایاں رخسار رگڑا تو بیئرڈ کی چبھن سے وہ سسک اٹھی۔

"سسی!" اس کی سسکی کی آواز پہ شہریار کی شوخ نگاہیں اس کے ہونٹوں پہ گئیں تو فرشتے نے فوراً اپنا ملٹی کلر کا دوپٹہ اپنے ہونٹوں پہ رکھا۔

جبکہ اس کی اس معصوم سی کاوش پہ وہ کھل کے مسکرا دیا جبکہ اس کی مسکراہٹ پہ اہانت کا شکار فرشتے بری طرح مچلی۔

"چھوڑیں مجھے آپ ورنہ میں سچ میں شور مچا دوں گی اور مجھے یہاں سے لے کر جانے سے پہلے آغا جان آپ کو مار دیں گے۔" اس کی نگاہوں کے شوخ تقاضوں سے گھبراتی وہ اس کی دھمکیوں سے مبرا ہوتی

ہٹیلے لہجے میں بولی تو وہ بغور اپنی بانہوں میں مچلتی اس لڑکی کو دیکھنے لگا جو اس کے لمس اور باتوں سے پیدا ہونے والی احساس کو غصے کی آڑ میں چھپانے کی پوری کوشش میں تھی۔

"جانم !اگر سچ میں شور مچانے کی کوشش کی تو میں سچ میں اس دوپٹے کی نازک سی دیوار کو ہٹا تا وہ سب کچھ کر جاوں گا جو سوچ کے آپ نے یہ حفاظتی بند اپنے چہرے پہ سجایا ہے۔" بے باک وزو معنی انداز میں بولتے ہوئے اس نے اس کے ہونٹوں پہ دھرے ہاتھ کے نیچے دبے دوپٹے پہ گہری نگاہ ڈالی تو فرشتے کی سانسیں سست پڑنے لگیں اور وہ بے ساختہ خود میں سمٹتی چلی گئی۔

"پریشان نہیں ہو ہر کام باضابطہ طریقے سے کروں گا، ابھی چلتا ہوں کل انشاءاللہ مہندی کی رسم کرنے آوں گا۔" گھمبیر لہجے میں بولتا ہوا وہ اس کی جانب جھکا تو دل میں نفرتوں کے الاو بھڑکائے کھڑی فرشتے اس لمحے اس کی دھمکیوں کے باعث نجانے کس مصلحت کے تحت لب بھینچتی اپنی آوازوں کا گلا گھونٹنے لگی۔

لیکن اگلے ہی لمحے شدت بھرا لمس اپنی گردن پہ محسوس کرتے ہی اس کے ضبط کا شیرازہ ہولے سے بکھرا اور اس کے لب سر سرائے۔

"ش۔۔شہریار!" بے ساختہ وبلاارادہ اس کے ہونٹوں سے نکلتے اس چند حرفی نام نے جہاں اس کی گردن پہ جھکے شہریار کو ششدر کیا تھا وہیں اپنی بے اختیاری پہ حق دق سی کھڑی فرشتے اپنی سانسیں روک گئی۔

اس کی بے اختیار حرکت پہ بے خود شہریار کی نگاہیں اس کے کپکپاتے ہونٹوں پہ مرکوز تھیں جبھی اپنی بے ساختہ حرکت اور اس کی نگاہوں کے بے باک لمس پہ بری طرح گھبراتی فرشتے سختی سے اپنے لب بھینچ گئی اور نجانے کس جذبے کے تحت ہولے سے سر نفی میں ہلایا۔

"بہت ظالم ہیں آپ۔" وہ سلگتے ہوئے لہجے میں بولتا ایک گہری نگاہ اس کے پیوست ہونٹوں اور متغیر رنگت سے سجے چہرے پہ ڈالتا اس کی پیشانی سے پیشانی ٹکا گیا۔

"جارہاہوں ابھی میں لیکن اگلی بار اگر میری شدتوں کو برداشت کرنے کی ہمت ہوئی تبھی ایسی بے اختیاری دکھایئے گا۔" اپنے مخصوص انداز میں اسے ذو معنی سی دھمکی دیتے ہوئے وہ اس کے نجانے کس احساس سے کانپتے وجود پہ گہری نگاہ ڈالتے ہوئے کچھ قدم پیچھے کو ہٹا تا چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔

اس کی بے باک اور پر تپش نگاہوں کی لپک سے فطری طور پہ بوکھلاتی فرشتے نے بے اختیار رخ بدلا تو شہریار کو جیسے ہوش آیا۔

"میرا یہاں سے چلے جانا ہی بہتر ہے وگرنہ شاید کبھی نہ جاسکوں۔" گہرا ذو معنی لہجہ فرشتے کی سماعتوں میں اترا تو حیا و بے بسی کے احساس سے اس کی پلکیں پھر سے نم ہونے لگیں۔

"خدا حافظ!" سرعت سے اس کے انتہائی قریب آکے ٹھہرتے ہوئے اس نے اس کی کنپٹی کو ہونٹوں سے چھوا اور پھر ایک گہری نگاہ اس کے وجود پہ ڈالتے ہوئے دروازے کی جانب بڑھ گیا۔

جبکہ اس کی اس اچانک و سلگتی قربت سے بے حال فرشتے وہیں بیڈ پہ گرتی اچانک پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی، اس کے روئیں روئیں سے دعا نکل رہی تھی کہ اسے اس شخص سے شدید نفرت ہو جائے، اس قدر کہ یہ شخص اگر سامنے آکے اسے اپنے شرعی حق سے زیر کرنا چاہے تو وہ اس کے سامنے پسپا نہ ہو۔

بیڈ پہ اوندھے منہ پڑی روتی ہوئی ایک ہاتھ سے بیڈ شیٹ کو دبوچے ہوئے تھی جبکہ دوسرا ہاتھ آنسو صاف کرنے کے لیے رخسار سے ٹکرایا تو وہاں لگی ابٹن کو محسوس کر کے اس کے اندر اس دفعہ پھر سے نفرت کے شعلے بلند ہونے لگے۔

وہ چوکنا نگاہوں سے ارد گرد کا جائزہ لیتا بے چینی سے اسٹیئرنگ بجارہا تھا جب اچانک فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے وہ عجلت میں سیٹ پہ بیٹھا۔

"چلیں؟" اس کے انداز کے برعکس اس کے لہجے میں موجود ٹھہراؤ اور سکون پہ وہ جل ہی اٹھا۔

"ارے نہیں، اتنی جلدی تو نہیں جاسکتے نا، اپنی ساس محترم کو سلامی نہیں دو گے؟" وہ اس کے دس منٹس کے ایک گھنٹے میں تبدیل ہونے پہ تپا تپا سا بولا تو شہریار نے دھیرے سے اپنے بکھرے بالوں میں انگلیاں چلائیں۔

Urdu Novels Ghar

"یہ وقت خاص اپنی بیگم سے ملنے کا تھا سو مل لیا جبکہ ساس محترم سے دن کے اجالے میں ملیں گے۔"

اس نے اپنے مخصوص بے نیازانہ لہجے میں جواب دیا تو گیئر تیزی سے بدلتے سجاول کی نظر جیسے ہی اس کے کپڑوں پہ پڑی تو اس کی آنکھیں شرارت سے چمک اٹھیں۔

"ساس سے نا ملنے کی وجہ کیا اپنی بیگم سے ہونے والی دھلائی تو نہیں؟" اس نے شرارتاً کہتے ہوئے اشارہ اس کے سینے کی جانب اشارہ کیا جہاں موجود لاتعداد سلوٹیں حالیہ کاروائی کی روداد سنا رہی تھیں۔

سجاول کے اشارہ کرنے پہ جیسے ہی اس نے خفیف سی گردن جھکا کے اپنی قمیض کی طرف دیکھا تو اس کے چہرے پہ اچانک ایک مسکان سی بکھر گئی جسے اس نے احساس ہونے پہ فوراً اپنے ہونٹوں تلے دبایا۔

"اونہوں! اگرچہ بیگم سے محبت بے حد و حساب ہے لیکن ایسے ثبوت دینے سے قاصر ہوں اس لیے تمہارا یہ بے بنیاد شگوفہ فضول ہے۔" اس نے بلا کے پرسکون لہجے میں کہتے ہوئے اس کی بات کی تردید کی۔

"تمہارے متعلق شگوفے کیا ہماری ہر سوچی یا کہی گئی بات فضول ہی ہوتی ہے اس لیے ہم اب اس کی فکر نہیں کرتے لیکن تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم اتنی آسانی سے حویلی سے ہو کے واپس کیسے آ گئے ہو؟"

سجاول نے بے نیازی سے کہتے ہوئے اختتام متجسس لہجے پہ کیا تو اس کو گھورتے شہریار کے ہونٹوں پہ اس کی آخری پہ مسکان مچل گئی جسے اس نے چھپانے کی قطعی کوشش نہ کی۔

"حویلی کا داماد ہوں اب مجھے دھکے دے کے نکالنے سے تو رہے۔" اس نے محظوظ لہجے میں کہا۔

"ہاں وہی داماد جسے اس کی بیوی اور سسرالی گھاس نہیں ڈالتے اس لیے لے دے کے ملازم ہی بچتے ہیں جنہیں تمہارے عظیم 'عہدے' کا احترام کرنا پڑتا ہے۔" سجاول نے ترچھی نگاہوں سے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے اب کی بار سیر کو سوا سیر ٹکرانے کی کوشش کی جس کا خاطر خواہ اثر اسے ایک دھوکے کی صورت میں ملا لیکن وہ کمینگی سے ہنستا اپنے شانت ہوتے دل کے ساتھ گاڑی کی سپیڈ بڑھا گیا۔

---------------‘---------------

"لالہ! یہ کیسی شادی ہے؟ اتنے پر سکون میں؟ نہ کوئی ڈھول نہ کوئی بینڈ باجا؟" زرسانگہ نے جیسے ہی شہریار کو زنان خانے میں داخل ہوتے دیکھا تو وہ دھپ دھپ کرتی تیزی سے سیڑھیاں اترتی اس کے پاس صوفے پہ بیٹھتی بلا تکلف شروع ہو گئی۔

"بینڈ باجا کل تمہاری اور ہم سب کی بھاجائی بجائیں گی وہ بھی تمہارے لالہ کا اور ڈھول کہتی ہو تو ابھی یہ موٹو کا سر بجانے لگتا ہوں۔" شہیر نے حسبِ عادت شہریار کے بولنے سے قبل ٹکڑا توڑ جواب دیا تو شہریار نے ایک خونخوار گھوری سے اسے نوازا۔

"میرا سر بجانے کی بجائے اگر تم اپنے یہ ہاتھی نما دانت ہولے سے بھی بجاو تو کسی ڈھول سے کم نہیں ہوں گے۔" شاہ زیب نے خود پہ اس کا حملہ محسوس کرتے ہوئے بنا شہری کی گھوری کو خاطر میں لائے خود سے اپنے دل کو تسکین پہنچانے کی کوشش کی۔

"اگر اب تم دونوں میں سے کسی کی بھی مجھے آواز آئی تو تم لوگوں کے خود ساختہ ڈھولوں سمیٹ اس علاقے سے غائب کروادوں گا۔" اچانک وہ اپنے مخصوص سرد وسپاٹ لہجے میں گویا ہوا تو دونوں فورا سیدھے ہو کے بیٹھ گئے جبکہ وہ خوش ہوتی زرسانگہ کی جانب متوجہ ہوا۔

"بچے! آپ جانتی ہو کہ شادی کن حالات میں ہو رہی ہے اس لیے جو ہو رہا ہے اسی کو انجوائے کرو، کل ابٹن کی رسم ہوئی ہے آج مہندی کی انجوائے کرو اور جہاں تک بات ہے ڈھول ڈھماکے کی تو تھوڑی دیر

میں سارا انتظام ہو جائے گا۔" وہ اب کے لہجے میں نرمی سموئے زرسانگہ سے کہتا زونائیشے بیگم کے کمرے کی جانب بڑھنے لگا۔

"لالے! ہم لوگ مہندی کی رسم اکٹھے۔۔۔۔" زرسانگہ نے شہر گل اور زرتاج کے اشارے پہ بات کرنے کی کوشش کی جو اس کی ایک نظر سے ہی دب گئی۔

"اکٹھی رسم میں بھی مہندی مجھے ہی لگانی ہے نا تو میں آجاوں گا زنان خانے میں کرلینا آپ لوگ جو آپ لوگ کرنا چاہوں۔" وہ سنجیدگی سے کہتا ہوا ادھر سے نکلا تو زرسانگہ سمیت شہیر اور زیب نے بھی پرسکون سانس خارج کیا۔

"نجانے اس ہٹلر کے ساتھ بھاجائی گزارا کیسے کرے گی؟" شاہ زیب نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے مصنوعی افسردگی سے کہا جب زرسانگہ، زرتاج اور گل نے گھور کے اسے دیکھا تو وہ فورا جزبز ہوا۔

"اچھا اب ندیدوں کی طرح مجھے نہ نگلو، جا کے مہندی کی تیاری کرو اور رات کو مہندی کا کھانا کھانا۔"

اس نے بات پلٹتے ہوئے انہیں کام سے لگایا تو وہ تادیبی نگاہوں سے انہیں گھورتیں اپنے کمروں کی جانب چلی گئیں جبکہ وہ دونوں بھی اب شہریار کے پیچھے زونائیشے بیگم کے کمرے کی جانب چل دیے۔

دستک کی زوردار آواز پہ اس نے کسلمندی سے کروٹ لیتے ہوئے چہرہ دونوں بازووں میں چھپانا چاہا لیکن اچانک ایک نامانوس سے احساس کے تحت اس کی آنکھیں پٹ سے کھلیں۔

نیند کے خمار سے بوجھل سرخ ہوتی آنکھیں اس نے بغور اپنے بازووں پہ گاڑھیں لیکن وہاں کچھ بھی غیر معمولی محسوس نہ کرتے ہوئے اس کا دایاں ہاتھ میکانیکی انداز میں اس کے گال سے ٹکرایا تو اسے کرنٹ سا لگا۔

خشک ہو چکی ابٹن اس کے گال میں تھوڑا اکڑاو پیدا کر چکی تھی اور یہی اکڑاو محسوس کر کے ہی اس کی آنکھیں کھلیں تھیں اور اب آنکھیں کھلتے ہی اس کا پورا وجود دہل گیا تھا۔

"ت۔۔تو کیا وہ سچ میں یہاں آیا تھا؟" اپنے آپ سے کہتے ہوئے اسے گزری رات کے بیتے ہوئے پل یاد آئے تو اس کا پورا وجود جھنجھنا اٹھا۔

اسے اس لمحے اپنی گالوں پہ لگی ابٹن سے زیادہ اپنے وجود سے لپٹی اس کی خوشبو محسوس ہو رہی تھی جو اس کی دھڑکنیں مدہم کرنے کا باعث بن رہی تھی۔

"و۔۔وہ ایسے کیسے اتنے پہرے کے باوجود میرے کمرے میں اتنی دیر گزار کے جاسکتے ہیں؟" جو باتیں وہ رات کو اس کی اچانک آمد اور گستاخیوں کے باعث سوچ نہ پائی تھی وہ آنکھ کھلتے ہی اس پہ حملہ آور ہونے لگیں لیکن اگلے ہی لمحے ایک دفعہ پھر سے ہونے والی زوردار دستک پہ وہ اچھل سی گئی، لاشعوری طور پہ اس نے فوراً اپنے دونوں گال اپنے دوپٹے سے رگڑے۔

"کون؟" اس نے آہستگی سے استفسار کیا۔

"بی بی خاناں! خان بیگم بلا رہیں ہیں تم کو، آ کے ناشتہ کر لو۔" ملازمہ کی پاٹ دار آواز سنتے ہی وہ ہوش میں آئی اور جلدی سے بیڈ سے نیچے اتری لیکن نیچے اترتے ہی جب نگاہ بڑے سے آئینے پہ پڑی تو سسک اٹھی۔

"رات کے اندھیرے میں دو انگلیوں کے برابر ابٹن میرے منہ پہ مل کے تم کیسے میرے ارمانوں کو دوبارہ جگا سکتے ہو جو میرے یہ سوچتے ہی مر چکے ہیں کہ میری زندگی کا ایک خاص مرحلہ اس علاقے کے فرسودہ رسم ورواج کھا گئے ہیں اور تم جو اپنے علاقے کے پڑھے لکھے آدمی بنتے ہو تم اس رسم کے زریعے برسوں پرانی دشمنیوں کو فروغ دینے کے لیے اس سارے عمل پہ محبت کا پردہ ڈالنا چاہ رہے ہو، کتنے بڑے فریبی اور دھوکے باز ہو تم۔" آئینے میں نظر آتے اپنے عکس کو دیکھتے ہوئے اس نے غائبانہ طور پہ اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا لیکن بات کے اختتام پہ جو آنسووں بہنا شروع ہوئے تو شدتِ گریہ وزاری سے اس کی ہچکیاں بندھ گئیں۔

میرے مرنے کا خزاؤں میں بتانا اس کو

مری تُربت پہ بھی وہ پھول نہ لانے پائے

"کیا بات ہے تمہارے منہ پہ کیوں بارہ بجے ہوئے ہیں؟" وہ جیسے ہی کھانے کی میز پہ پہنچی تو اس کا افسردہ چہرہ دیکھتے ہی مرجاب بیگم سخت لہجے میں گویا ہوئیں کیونکہ اس وقت رات کو شہریار کے حویلی آنے کی اطلاع انہیں مل چکی تھی اور وہ تب سے جلتے توے پہ بیٹھی تھیں۔

"کچھ نہیں خانم! نیند پوری نہیں ہوئی تو شاید اس لیے۔" وہ مرجھائے سے لہجے میں بولتی ہوئی اپنی کرسی پہ ٹک گئی جبکہ اس کی بات پہ مرجان بیگم چونک اٹھیں۔

"کیوں کیا وہ مردود آیا تھا رات کو تمہاری نیندیں اڑانے؟" وہ عجیب سے لہجے میں گویا ہوئیں تو فرشتے کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑنے لگا جبکہ پلکیں فوراً نم ہوئیں، اسے اس لمحے شہریار کے حویلی آنے سے زیادہ ماں کے اس انداز نے برافروختہ کر ڈالا تھا۔

"خانم! آپ ایسے کیوں بول رہی ہیں؟ اگر وہ آئے بھی ہوں تو شرعی و قانونی شوہر ہیں وہ فرشتے کے لیکن آپ تو ایسے کہہ رہی ہیں جیسے فرشتے سے ملنے کوئی دوست آیا ہو اس کا۔" بنفشے کو ماں کا لب ولہجہ اور بہن کا پھیکا پڑتا چہرہ برداشت نہ ہوا تو وہ انجام کی پرواہ کیے بغیر بول اٹھی۔

"بنفشے پچھتاشتہ کروخاموشی سے۔" مرجان بیگم کے چہرے کے بگڑتے زاویے دیکھتے ہی ششدر بیٹھیں زمرد بیگم نے فوراً اسے ٹوکا۔

"آگ لگا کے اسے اپنے میٹھے لہجے سے بھڑکانا تو آپ کا برسوں کا کام ہے۔" مرجان بیگم ان کے یوں بولنے پہ بھڑک اٹھیں تو فرشتے کے ضبط کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

"خدا کے لیے اپنی یہ لڑائیاں بند کریں اور مجھے نکالیں اس جاں گسل عذاب سے، جان چھڑوائیں میری اس زبردستی کے رشتے سے جو فقط آپ لوگوں کی دشمنی کے عوض مجھے نبھانا پڑے گا۔" وہ اچانک چیخ اٹھی لیکن اس کے الفاظ پہ جہاں بنفشے اور زمرد بیگم نے افسوس و بے یقینی سے اسے دیکھا وہیں مرجان بیگم کی باچھیں کھل اٹھیں۔

"کسی مائی کے لعل میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ وہ خاقان یوسف زئی کی پوتی کو اپنی گھٹیا سازشوں کے بدلے لے جائے، خاناں تم فکر نہیں کرو کل وہ چھو کرا ہمارے علاقے کی سرحد پار نہیں کر پائے گا۔" عقب سے نمودار ہوتی خاقان صاحب کی اچانک آواز پہ وہ جھٹکے سے گردن موڑتی انہیں دیکھنے لگی جو شاید نہیں یقیناً اس کی بات سن چکے تھے۔

جبکہ پہلے فرشتے کے الفاظ اور اس پر حاقان صاحب کے سنگدلانہ الفاظ پہ زمرد بیگم کی سانسیں سینے میں تنگ ہونے لگیں انہیں اس لمحے شہریار میر سے زیادہ فرشتے میر پہ ترس آرہا تھا جو ان خود غرض لوگوں کی اناوں کی بھینٹ چڑھنے جارہی تھی لیکن وہ اس بات سے بے خبر تھی۔

"کدھر جارہے ہو اتنے تیار شیار ہو کے؟" وہ جو فراخدلی سے خود پہ پرفیوم کا چھڑکاو کر رہا تھا غیر متوقع نسوانی آواز پہ پوری طرح دروازے کی جانب گھوما جہاں وہ ایک ہاتھ دروازے پہ رکھے اس سے محوِ استفسار تھی۔

"گرل فرینڈ سے ملنے۔" اسے دیکھ کے ہمیشہ کی طرح اس کی رگِ ظرافت پھڑکی۔

"جیسی تمہاری شکل ہے ایسی بات پہ یقین کرنے کو دل انکاری ہے ہاں تمہارے کسی چیڑ اسی سے ملنے جانے پہ شک نہیں کیا جاسکتا۔" اس نے بھی فوراادھار چکایا تو سجاول کے ہنستے چہرے کے زاویے فورا بگڑے۔

"ضروری نہیں کہ ہر لڑکی کا ٹیسٹ تمہاری طرح بکواس ہو کچھ کو مجھ جیسے ہینڈ سم ل۔۔۔۔" اس نے ایک دفعہ پھر سے اسے بھڑکانے کی سعی کرنی چاہی لیکن اس کے حلق سے اُمڈنے والے قہقہے نے اس کی بات وہیں دبا دی۔

"مذاق سننے کا موڈ تو نہیں تھا لیکن بہت شکریہ تم نے موڈ اچھا کر دیا۔" وہ چڑانے والے انداز میں کہتی دروازہ ایسے ہی کھلا چھوڑتی دو قدم آگے بڑھ آئی۔

"خدا کی بڑائی ہے کہ تمہارے جیسے لوگوں کا موڈ بھی اچھا ہوتا ہے۔" وہ حیرانی کا تاثر دیتا ہوا بولا تو ملیکہ نے گھور کے اسے دیکھا۔

"اب اپنی اس بونگی سی اداکاری کو ختم کر کے یہ بتانے کی زحمت کرو گے کہ اتنا تیار ہو کے کہاں جا رہے ہو؟" وہ فوراً سے اپنے مدعے پہ آئی۔

"شہریار کی طرف جا رہا ہوں دو چار دن کے لیے۔" چونکہ اس نے اپنے زخمی ہونے کی اطلاع کسی کو نہ دی تھی تبھی سب اتنے پر سکون تھے اور شہریار کی شادی سے بھی ناواقف تھے۔

"جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے تم آدھی رات کو پہنچے ہو گھر شہریار صاحب کے ہاں سے اور اب پھر سے ادھر ہی جا رہے ہے خیریت ؟" وہ مشکوک سے لہجے میں بولی جبکہ لہجے میں نامعلوم سی تشویش بھی شامل تھی۔

"اس کی مہندی ہے آج اس لیے مجھے دو چار دن ادھر رکنا پڑے گا۔" اب کے وہ بھی شرارت کا ارادہ ترک کرتے ہوئے سنجیدگی سے گویا ہوا تو وہ چونکی۔

"ارے واہ! تمہارے اتنے قریبی دوست کی شادی ہے اور اس نے تمہارے گھر والوں کو بلایا ہی نہیں ہے۔" وہ اب کہ طنزیہ انداز میں بولی کہ اسے پرسنالٹی وائز شہریار جتنا پسند تھا، سجاول کے اسے اہمیت دینے پہ سجاول کے سامنے جان بوجھ کے چڑتی بھی اتنا ہی تھی۔

"نہیں کیونکہ کسی خاندانی مسئلے کی وجہ سے شادی ایمرجنسی میں ہو رہی ہے اور تم جانتی ہو کہ ایسے علاقوں میں جب خاندانی مسائل بنتے ہیں تو بات خون خرابے تک جا پہنچتی ہے۔" وہ اسے نپے تلے انداز میں بات سمجھاتا ہوا گویا ہوا ساتھ ہی ساتھ اس کی مدد سے اپنا بیگ بھی تیار کر لیا۔

"اوکے! تم اپنا خیال رکھنا اور خبردار کوئی لڑکی نہ پسند کر لینا ادھر کیونکہ ہم کسی خاندانی مسئلے کے ساتھ شادی نہیں کر سکتے۔" اسے ہدایت دیتے ہوئے اس نے اپنے اندر کی بے چینی بھی کسی طریقے نکال دی۔

"فکر نہیں کرو، میرا دل آلریڈی ایک مسئلے کے ساتھ دل و جان سے الجھا پڑا ہے مجھے مزید مسائل سے الجھنے کی فرصت ملتی ہی نہیں۔" گہری نگاہوں سے اس کے بے پرواہ وجود کا جائزہ لیتے ہوئے اس نے ذو معنی انداز میں کہا تو وہ اس کی نگاہوں کی زبان سے جز بز ہوتی بکھری لٹیں کانوں کی پیچھے اڑستی رخ موڑ گئی۔

"آپ "یوسف زئی" حویلی گئے تھے کل رات؟" جیسے ہی وہ ان کے سامنے پڑے صوفے پہ براجمان ہوا ظہیر آفریدی نے بنا کسی تمہید کے استفسار کیا تو وہ پہلے تو ان کے اس اچانک سوال پہ ٹھٹھکا لیکن اگلے ہی لمحے اس کی آنکھوں میں ایک دلفریب سا ہیولہ لہرایا جبکہ اس کے چہرے پہ بہت جاندار سی مسکان پھیلی جسے چھپانے کو وہ بایاں ہاتھ نامحسوس انداز میں چہرے پہ پھیرتا خود کو کمپوز کرنے لگا۔

"آپ کے ڈیٹیکٹوز کی کارکردگی بہت سلو ہے باباسائیں۔" اس نے ایک نظر ان کے سنجیدہ چہرے پہ ڈالتے ہوئے ایبک آفریدی کو دیکھا اور ان کی سروس کو نشانہ بنانے کی کامیاب سعی کی۔

"بیشک سلو ہوگی لیکن ہمیں آپ کی فاسٹ کارکردگی بھی کچھ خاص پسند نہیں آئی۔" اس نے اپنی ناپسندیدگی کا برملا اظہار کرنے میں ذرا کنجوسی نہ کی۔

"یہ کارکردگی بہت ضروری تھی کیونکہ میں آپ کی بہو کو یہ محسوس نہیں کروانا چاہتا کہ وہ کسی ان چاہے یا بیڑی شدہ رشتے میں محصور ہونے والی ہیں اس کے علاوہ میں اپنی ساس محترمہ اور چچا سسر صاحب کو یہ باور کروانا چاہتا ہوں کہ وہ مجھے انڈر ایسٹمیٹ کرنے کی کوشش ہر گز نہ کریں کہ جو ان کی حویلی میں اکیلا گھس سکتا ہے کیا وہ کل چند باراتیوں کہ ساتھ ان کے علاقے کی سرحد پار نہیں کر پائے گا؟" اس نے اپنے مخصوص سرد انداز میں کہتے ہوئے اپنی سیاہ آنکھیں ان کے چہرے پہ گاڑھیں تو وہ چند لمحے لاجواب ہو گئے۔

"آپ کو نقصان پہنچا سکتے تھے وہ لوگ۔" ایبک آفریدی نے اسے اس کے فعل کی انجام دہی سے آگاہ کرنا چاہا۔

"یہ ایک ایسا کام ہے جو وہ کبھی نہیں کریں گے۔" اس کی پر سکون آواز پہ وہ دونوں بری طرح سے چونکے اور استفہامیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"وہ کبھی بھی بیرسٹر شہریار آفریدی کو اپنے علاقے، اپنی حویلی میں اس کی بیوی سے ملنے جانے پہ چھونے کا سوچ بھی نہیں سکتے کیونکہ وہ اپنے اس عمل کے نتیجے سے واقف ہیں اسی لیے تو کل وہ لوگ کھل کے سامنے نہیں آئیں گے۔" اس کی سرد آواز میں چٹانوں کی مضبوطی اور سمندر کی مانند ٹھہراو تھا جو اپنے ہزاروں طوفان سمیٹے ہوئے ہو۔

"اس کے لیے ہمیں ذہنی طور پہ تیار رہنا ہو گا۔" ظہیر آفریدی نے ہدایت دیتے ہوئے کچھ پیپر اس کی جانب بڑھائے اور کمرے کی دہلیز پار کر گئے۔

"اپنے بھائی کو سمجھایئے چچا سائیں کہ جوان بیٹے سے یوں کھل کے نہیں پوچھا کہ کیا وہ آدھی رات کو اپنی بیوی سے ملنے گیا تھا کیونکہ اگر بیٹے نے واقعی جواب میں سچ بول دیا تو وہ خوامخواہ شرمندہ ہوں گے۔" ایبک آفریدی کے کھڑے ہونے پہ وہ دبی دبی سی مسکان چہرے پہ سجائے بے باکی سے بولا تو ایبک آفریدی اس کی بات سمجھتے بمشکل اپنے قہقہے کو قابو میں رکھتے دروازہ پار کر گئے جبکہ اس کی سیاہ

آنکھیں اب پوری دلجمعی کے ساتھ ان پیپرز کا مطالعہ کرنے میں مصروف تھیں جو اسے ظہیر آفریدی تھما کے گئے تھے۔

"آفریدی حویلی" میں حویلی کے لاڈلے چشم وچراغ کی شادی کے شادیانے بج اٹھے تھے، حویلی اور اس کے آس پاس کے علاقے کو پوری طرح روشن کرتے ہوئے خوشی کا اظہار کیا جارہا تھا۔

چونکہ مہندی کی رسم مردان خانے میں ہی کھل کے منانی تھی تو اس طرف وسیع پیمانے پہ انتظامات کیے گئے تھے جبکہ حویلی کی تمام لڑکیاں ایک جیسے علاقائی لباس پہنے اتنے بعد حویلی میں ہونے والی شادی کے لیے پرجوش تھیں۔

زنان خانے میں بھی شہریار کے بیٹھنے کے لیے خوبصورت انتظام کیا گیا تھا کیونکہ حویلی کی خواتین نے تو رسم زنان خانے کی طرف ہی کرنی تھی اسی لیے زنان خانے کی ہڑبونگ دیکھنے لائق تھی۔

"بی بی خاناں! جلدی کرو تساں لوگ ادھر مردان خانے میں رسم شروع ہو گیا ہے اور خانم نے بولا ہے اگر جواب دیر کی تو کسی کو بھی رسم دیکھنے نہ دوں گی۔" پھول بی بی کی پاٹ دار آواز کوریڈور میں گونجی تو کمروں میں اپنی تیاری کے لیے لڑتی تمام لڑکیاں گرتیں پڑتیں باہر کو لپکیں۔

"خانم کدھر ہیں؟ اب اس طرح سے دھمکی دے کہ وہ ہم سے کام کروائیں گی؟" گل اپنی ماتھا پٹی کو دونوں ہاتھوں سے ٹھیک کرتی نروٹھے انداز میں بولتی تیز تیز چلتی جا رہی تھی۔

"صبح سے تم لوگ کمرے میں گھس کے بیٹھو گی اور پھر سے وقت پہ تیار نہیں ہو گی تو دھمکیاں ہی دینا پڑیں گی۔" پشمینہ بیگم نے اس کی بات سنتے ہوئے فوراً جواب دیا تو وہ منہ بناتی فوراً مردان خانے اور زنان خانے کو الگ کرتی دیوار کی جانب لپکی جہاں باقی سب جا کے اپنی جگہ بنا چکی تھیں۔

جیسے ہی وہ سب دیوار کے پاس پہنچیں دوسری جانب کے انتظامات دیکھ کے ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، لائیٹوں اور علاقائی گیتوں اور ڈھولوں کا شور اس قدر زیادہ تھا کہ کان پڑی آواز نہ سنائی دے رہی تھی۔

"ہائے!خومرہ پہ زرہ پوری (کتنا مزہ آرہاہے)۔" زرسانگہ اور گلالئی ایک ساتھ بولتیں وہاں موجود لڑکوں کا علاقائی ڈانس دیکھنے لگیں جو ایک ساتھ دائرے میں گھومتے ہوئے اس قدر شاندار لگ رہے تھے کہ نظر ٹھہرتی جارہی تھی۔

"کہ لالہ دلتہ راشی موزبہ ھم حمداسی وکرو(لالہ ادھر آتے ہیں تو ہم بھی بھنگڑا ڈالیں گے۔" زرتاج فوراپرجوش ہوتی بولی کہ اس لمحے سب پہ یہ سب دیکھ کے اپنے علاقے کے رنگ چھانے لگے تھے۔

"جس رفتار سے تمہارا سر اس دیوار کو پار کرتا جارہاہے میرے خیال میں بھنگڑے کی بجائے تمہارا چرغہ نصیب ہوگا ہمیں۔" گل کے کہنے پہ وہ جو واقعی آگے ہوتی جارہی تھی فوراً سنبھلتے ہوئے پیچھے ہٹی اور شرافت کے ساتھ سامنے دیکھنے لگی جہاں اب باقاعدہ مہندی کی رسم کا آغاز کرنے کے لیے حاکم آفریدی کو شہریار آفریدی کے ساتھ بٹھایا جاچکا تھا۔

"آپ سکون سے بیٹھ کے اپنی رسم کرواسکتے ہیں کیونکہ اگر یہ شادی نارمل حالات میں بھی ہوتی تب بھی آپ بھی زوجہ آپ کے ساتھ براجمان نہ ہوتیں۔" اچانک حاکم صاحب کی واسکٹ کا سرا شہریار

کے نیچے آنے پہ وہ تھوڑا سا اپنی جگہ سے سر کا تو اس کے ساتھ بیٹھے سجاول نے فوراً اس کے کان میں سرگوشی کی تو جواباً اس نے آنکھیں سکیڑتے ہوئے اسے دیکھا۔

"درست کہا تم نے کہ اگر حالات نارمل بھی ہوتے تب بھی وہ یہاں موجود نہ ہوتیں کیونکہ میں انہیں سب سے چھپا کے رکھتا لیکن یہ نہ کہو کے وہ رسم میں شامل نہیں ہو سکتیں۔" اس کے مضبوط مگر متبسم لہجے میں دیے جانے جواب پہ سجاول جی جان سے چونکا۔

"مطلب کیا ہے تمہارا؟" وہ مشکوک نگاہوں سے اسے دیکھتا ہوا سرگوشی نما آواز میں بولا کیونکہ اب ظہیر اور ایبک آفریدی سٹیج کی جانب آ رہے تھے۔

"مطلب واضح ہے تمہاری بھابھی کو مہندی لگانی ہے۔" وہ بے نیازی سے بولا تو سجاول نے نتھنے پھلا کے اسے دیکھا۔

"مجھے معاف رکھ میرے بھائی، وہ ابھی تمہیں شوہر قبول نہیں کرتیں تو میری کیا خاک بھابھی بنیں گی اس لیے میں تو نہ جاوں گا اب تیرے ساتھ۔" سجاول فوراً بدکا۔

Urdu Novels Ghar

"اگر یہ اکیسویں صدی کے لیلیٰ مجنوں اپنی محبت بھری باتوں پہ قابو پالیں تو کیا ہی اچھا ہو جائے اور چند تصویریں بھی اچھی بن جائیں گی۔" اس سے پہلے کہ شہریار کچھ کہتا شاہ میر طنزیہ انداز میں بولا تو شہریار نے سرد نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے ہاتھ سے پرے ہونے کا اشارہ کیا۔

"نا چھیڑو آج ان محبت کرنے والوں کو کیونکہ کل سے دونوں بچھڑنے والے ہیں اور ان میں سے ایک بیوفائی کا ٹھپہ خود پہ لگاتے اپنی مسز کے ساتھ ہو لے گا۔" شہیر نے ان دونوں پہ طنز کیا تو شہریار نے بے دریغ اسے گھورا۔

"زمان خاناں! اب اگر ان دونوں میں سے کوئی بولتا ہے تو بنا پوچھے ان دونوں کو باہر کی جانب بھیج دینا۔" اپنے ازلی سرد و سپاٹ انداز میں لوٹتے ہوئے اس نے دونوں کو ایک ساتھ رگیدا تو محفل زعفران بن گئی۔

"فیصلہ کر لے بیرسٹر صاحب! کہ ان دونوں کو حویلی سے باہر بھیجنا ہے یا خود جانا ہے؟" سجاول نے سرگوشی کی تو اس کے ہونٹوں پہ مدھم سی مسکان مچل گئی۔

"فیصلہ ہو چکا ہے برادر! مجھے ان ہاتھوں پہ مہندی ضرور سجانی ہے جن ہاتھوں پہ لگی مہندی نے ہی پہلی دفعہ شہریار آفریدی کی نظر کو جھکڑا تھا۔" وہ سرشار سے انداز میں کہتا ہوا باقی سب کی جانب متوجہ ہو تا رسم کے جلدی ختم ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

"کیا بات ہے فرشتے تمہارا رنگ کیوں زرد پڑتا جا رہا ہے؟". بنفشے نے اضطرابی کیفیت میں پاؤں مسلسل ہلاتی فرشتے کو پکارا تو عالیان نے بھی توجہ سے اسے دیکھا جو واقعی پریشان لگ رہی تھی۔

"کوئی پریشانی ہے لور؟" عالیان نے فکرمندی سے پوچھا۔

"نن۔۔ نہیں بس ویسے ہی کچھ سوچ رہی تھی۔" وہ پھیکا سا مسکراتے ہوئے بولی۔

"پریشان نہیں ہوں آپ، آپ یہی کیوں سوچتی ہیں کہ ونی ہو کے جانے والیاں مورے جیسی ہی قسمت پاتی ہیں آپ اللہ پہ یقین رکھیں نا۔" عالیان اس کی پریشانی دیکھ کے اسے سمجھاتے ہوئے بولا اگرچہ اسے یہ آرڈر دیا گیا تھا کہ ان آخری دنوں میں اسے فرشتے سے بہت دور رہنا ہے اور اس کی شادی کے متعلق کوئی بات نہیں کرنی لیکن وہ چاہ کے بھی ایسا نہ کر پایا۔

"اور دیکھیں نا اگر یہ کوئی انتقامی شادی ہوتی تو کیا اس قدر دھوم دھام سے کرتے کہ اس کے چرچے علاقے بھر میں ہوتے؟" بنفشے نے بھی اسے تسلی دینے کی کوشش کی لیکن اس کے چہرے کے زاویے رتی برابر بھی سیدھے نہ ہوئے جو یہ ثابت کر رہے تھے کہ وہ اپنے الفاظ ضائع کر رہے تھے۔

"انتقامی کاروائیاں کرنے کے بعد لوگ یونہی جشن مناتے ہیں لیکن وہ یہ کیوں بھول بیٹھے ہیں کہ میں کوئی کاروائی نہیں ہوں بلکہ ایک جیتا جاگتا وجود ہوں۔" وہ متنفر لہجے میں گویا ہوئی۔

"خدا کے لیے فرشتے کس نے بھرا ہے یہ خناس تمہارے زہن میں؟ آج سے پہلے تو نہ واقف تھی اس خاندانی انتقامی جنگ سے، کیا تمہاری شادی سے ہی یہ شروع کی ہوئی ہے؟" بنفشے اس کی ایک ہی تان پہ بمشکل اپنے غصے کو دباتی ہوئی بولی۔

"اتنا غلط نہیں سوچتے، آپ اللہ سے اچھا گمان رکھیں تو انشاءاللہ اچھا ہی گا، میں نے دیکھا ہے شہریار لالہ کو مجھے تو وہ بہت اچھے انسان لگے۔" عالیان اپنے مخصوص نرم انداز میں گویا ہوا تو فرشتے کو اس کی آخری بات پہ اچانک وہ سنگدل انسان یاد آیا تو ساتھ ہی اس کی بے باکیاں یاد آنے پہ وہ بے ساختہ دھڑکتے دل کے ساتھ سر جھکا گئی۔

ان دونوں کی موجودگی کو سرے سے فراموش کیے وہ بیتی رات کے بارے میں سوچ رہی تھی جب اچانک وہ بری طرح سے گھبرا گئی۔

"بنفشے آج تم میرے پاس ہی سو جاو نا۔" وہ ملتجی انداز میں اسے کہتی دونوں کو حیران کر گئی کیونکہ سب جانتے تھے کہ اسے اپنے کمرے میں کسی کا بھی سونا پسند نہیں تھا۔

"میں ؟تمہارے کمرے میں ؟" وہ حیرت و بے یقینی کے ساتھ بولی۔

"ہاں کیوں تمہارا دل نہیں کر رہا یہ آخری رات میرے ساتھ گزارنے کے لیے۔" وہ نظریں چراتی ہوئی مدہم آواز میں بولی تو اس کے جواب دینے سے قبل زمرد بیگم دستک دیتی ہوئیں کمرے میں داخل ہوئیں۔

"کیا بات ہے بچے ایسے افسردہ ہو کے کیوں بیٹھے ہو آپ لوگ ؟" وہ ان تینوں کو چپ چپ سا بیٹھے دیکھ کے بولیں۔

"کچھ نہیں مورے! صبور اور ثوبان لالہ کدھر ہیں؟ کیا وہ نہیں ملیں گے مجھ سے ؟" وہ دل میں کب سے پنپتے سوال کو زبان پہ لاتی گلوگیر لہجے میں بولی تو وہ چپ سی ہو گئیں۔

"وہ۔۔۔وہ بچے ان دونوں کو آغا جان نے شہر بھیجا ہوا ہے کیونکہ ان کے خیال میں ان دونوں کا ان دنوں یہاں رہنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔" وہ مدھم سے لہجے میں بولتیں اسے گہرے دکھ سے ہمکنار کر گئیں۔

"وہ لوگ ایسا کر سکتے ہیں میرے ساتھ؟" وہ صدمے و دکھ سے چور آواز میں بولی۔

"کون کیسا نہیں کر سکتا؟" اچانک مرجان بیگم کی سپاٹ آواز گونجی تو سب نے گردنیں گھما کے دیکھا تو وہ دروازے کے پاس کھڑے کینہ توز نگاہوں سے زمرد بیگم اور عالیان کو تک رہی تھیں۔

"خانم! آغا جان ایسا کیسے کر سکتے ہیں میرے ساتھ؟ وہ کیسے صبور اور ثوبان لالہ کو شہر بھیج سکتے ہیں؟"

اب کی بار وہ ماں سے مخاطب ہوئی تو وہ گڑبڑا گئیں لیکن اگلے ہی پل سنبھلتے ہوئے گویا ہوئیں۔

"تم جانتی ہو کہ دشمن گھات لگائے بیٹھے ہیں ان کا یہاں موجود ہونا کسی خطرے سے خالی نہیں ہے۔"

وہ سمجھاتے ہوئے بولیں تو اس نے بے یقینی سے ماں کو دیکھا۔

"خانم! وہ بھائی ہیں میرے، حق بنتا ہے ان کا کہ مجھے رخصت کریں، ان کی زندگی بچانے کو خود کو داو پہ لگا رہی ہوں اور وہ اس دن مجھے چھوڑ کے چلے گئے؟" وہ روتے ہوئے چیخ اٹھی تو زمرد بیگم کے سامنے ایسی باتوں پہ ان کے چہرے کے زاویے بھی فورا بگڑے۔

"رخصتی کے ارمان تم سمیت بہت سے دوسرے لوگ بھی دل سے نکال دیں کیونکہ کل کی تاریخ میں تو تم کبھی رخصت نہیں ہو سکتی اس لیے ان کے نا ہونے کا غم منانے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ سخت وکٹیلے لہجے میں بولتیں واپس پلٹنے کو تھیں جب فرشتے کی آواز نے ان کے قدموں کو جھکڑا۔

"یہی جرات اگر آپ لوگ دو دن پہلے کر لیتے تو میرے نام کے ساتھ ایسا نام تو نہ جڑتا جو فقط مجھے یہ احساس دلاتا ہے کہ میں ایک انتقامی کاروائی میں استعمال ہونے والا مہرہ ہوں، اب رخصتی ہو یا نا ہو میرے وجود کے ساتھ لپٹے جذبات کا جنازہ نکل چکا ہے۔" وہ پر تپش لیکن نم آلود لہجے میں بولتی سبھی کو مزید باتوں کا موقع دیے بغیر جلدی سے واش روم میں گھس گئی جبکہ اس کے منظر سے ہٹتے ہی مرجان بیگم نے نخوت سے سر جھٹکا اور کمرے کی دہلیز پار کر گئیں جبکہ ادھر بیٹھے وہ تینوں اپنی اپنی سوچوں میں غرق آنے والے وقت کے بارے میں سوچنے لگے۔

---------------------------------,--

"اللہ میرے بچے کو ڈھیروں خوشیاں دے آمین!" نعمت بی بی اس کے سر سے پیسے وار کے سامنے رکھی ٹوکری میں رکھتیں اونچی آواز میں بولیں۔

مردان خانے میں ہلا گلا کرنے کے بعد اب سب زنان خانے میں جمع تھے جہاں حویلی کے مرد و خواتین موجود تھے جبکہ سجاول اس وقت حسبِ معمول و عادت ملیکہ سے بات کرنے میں مصروف تھا۔

"اننّے! ڈھیروں خوشیوں کے نام بھی بتا دیں نا۔" شاہ زیب شرارت سے گویا ہوا تو نعمت بی بی نے الجھ کے اس کی جانب دیکھا جبکہ باقی سب اس کی شرارت سمجھتے مسکرا رہے تھے۔

"نام ہم رکھ لیں گے نا جیسے کہ سمندر خاناں، سورج خاناں، چاند خاناں، بجلی خاناں، بادل خاناں، مچھل۔۔۔۔" شہیر نان سٹاپ شروع ہوا تو سب کے قہقہے ابل پڑے جبکہ شہریار نے خشمگیں نگاہوں سے اسے گھورا تو اس کی زبان کو وہیں بریک لگ گئی۔

"تمہاری پسند نوٹ کی جا رہی ہے فکر نہیں کرو ہائی کورٹ یہیں موجود ہے تو تمہاری اپیل درج ہوتی جا رہی ہے۔" اچانک شاہ میر ذو معنی انداز میں بولا تو اس کے لہجے کی ذو معنویت سمجھ کے سب کے حلق پھاڑ قہقہے ابل پڑے۔

"اری بچے کو تنگ نہیں کرو، شہریار خاناں! رسم کروانے کے بعد یہ شہیر خاناں کو ایک دھموکا تو مارنا تا کہ اس کا شادی بھی جلد ہو اور اس کو چین آئے۔" پشیمینہ بیگم اپنے مخصوص انداز میں بولیں تو اب کی بار لڑکیوں نے ہو ہا مچادی۔

"شہریار لالہ! کام ایک دھموکے کا نہیں ہے بلکہ آپ کو اپنی ٹانگوں کو زحمت دینا پڑے گی۔" گلالئی شرارتی انداز میں بولی تو شہیر نے کھا جانے والی نگاہوں سے اسے گھورا۔

"فکر نہیں کرو گلالئی خاناں! بھاجائی آ جانے دو سب سے پہلے تم سب آفت کی پرکالیوں کے خلاف کروں گا انہیں پھر دیکھنا یہ تم لوگوں کا راج دلارا لالہ بھی بیوی کے کہنے پہ تم لوگوں سے آنکھ پھیر لے گا۔" وہ بڑی پکی عورتوں کی مانند جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے لگا۔

"اپنے مستقبل کے ارادے بتا رہے ہو؟" اچانک شہریار کی مدھم مگر سرد آواز گونجی تو سب بے حد محظوظ ہوئے۔

"شکر ہے آپ نے اپنی موجودگی کا احساس دلوا دیا ورنہ ہم تو سمجھے تھے کہ بھاجائی پاس پہنچے ہو آپ؟" زیب نے طنزیہ انداز میں کہا تو اب کی بار سب سے اونچا قہقہہ شہیر کا تھا جبکہ بڑوں کی موجودگی کا لحاظ کر تا وہ سختی سے اپنے لب بھینچتا ان سب کی رسم ختم ہونے کا انتظار کرنے لگا تا کہ وہ اپنے کیے گئے وعدے کے مطابق اپنی بیوی کو مہندی لگا سکے۔

کروٹ بدلتے ہوئے اچانک اس نے نیند سے بھری آنکھیں کھولتے ہوئے گردن گھما کے اپنے پیچھے دیکھا جہاں لحاف میں دبکی بنفشے کو دیکھ کے وہ مطمئن سی ہوتی پلکیں موند گئی اور ایسا یہ شاید دسویں بار تھا جب ایک نامحسوس سے خوف کے تحت وہ بار بار پلٹ کے بنفشے کی وہاں موجودگی کی یقین دہانی کرتی اور سونے کی کوشش کرنے لگ جاتی، ابھی بھی جب بنفشے کو ادھر ہی پایا تو وہ جھٹ سے پلکیں موندتی نیند کی وادیوں میں کھو گئی۔

چند لمحے سرکے ہوں گے کہ بنفشے کے سرہانے پڑا موبائل گنگنایا تو اس نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے موبائل اٹھایا۔

"جی!" وہ نیند میں ڈوبی آواز میں بولی تو دوسری جانب زمرد بیگم کی تکلیف زدہ آواز سن کے اس کی نیند بھک سے اڑی۔

"کیا ہوا امورے؟" وہ فکر مندی سے بولی اور پھر دوسری جانب کا جواب سنتے ہی وہ فوراً اٹھ بیٹھی۔

"آپ پریشان نہیں ہوں، میرے پاس ہے میڈیسن میں آرہی ہوں۔" وہ تیزی سے کہتی ایک نظر بے خبر سوئی فرشتے پہ ڈالتی دروازے کی جانب بڑھی اور پھر آہستگی سے دروازہ کھولتی باہر نکل گئی۔

اس کے باہر جاتے ہی فرشتے کے دروازے سے کچھ فاصلے پہ کھڑا وجود بھرپور انداز میں مسکرایا اور ایک غائب تشکر کسی کو بھیجتے ہوئے اس کمرے کی جانب بڑھا جہاں وہ دشمن جان اس سے بچنے کو حفاظتی اقدامات کیے ہوئے تھی۔

۔،۔------------------------------------

اسے گہری نیند میں گئے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ جب ایک عجیب سے احساس کے تحت اس کی نیند میں خلل پڑا، اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے کوئی دھیرے دھیرے اس کے گال تھپتھپاتے ہوئے اسے پکار رہا تھا اور یکایک چہرے پہ پر تپش سانسیں محسوس ہوتے ہی اس کا سانس سینے میں جھکڑنے لگا تو اس نے بے ساختہ لب ہلکے سے وا کرتے ہوئے لمبا سا سانس کھینچنے کی کوشش کی مگر اگلے ہی لمحے اپنی الجھتی سانسوں میں دہکتی سانسوں کی تپش محسوس ہوتے ہی اس کی آنکھیں ایک جھٹکے سے کھلیں تو دکھائی دینے والے منظر نے اس کے دل و دماغ کو ہلا کے رکھ دیا۔

وہ سیاہ رنگ کے شلوار سوٹ میں ملبوس اس کے پہلو میں بیٹھا اس پہ قدرے جھکا ایک بھرپور بادل کی مانند چھایا ہوا اس کی سانسیں حلق میں ہی اٹکا گیا۔

اس نے ایک امید کے تحت گردن گھما کے دیکھا تو خالی بیڈ اس کا منہ چڑا رہا تھا۔

"نیند کی خرابی پہ معذرت نہیں کروں گا کیونکہ سوتے ہوئے جس قدر حسین آپ لگتی ہیں مجھ سے نا چاہتے ہوئے بھی ایسی گستاخی سرزد ہو جایا کرے گی جو آپ کو نیند سے جگا سکتی ہے اس لیے آپ کو عادی بنا رہا ہوں۔" قدرے اس کی جانب جھکے بھاری مگر مدہم لب و لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اس

کے نیم واہونٹوں پہ گہری نظر ڈالتے ہوئے دایاں ہاتھ بڑھاتے ہوئے اس کے ہونٹوں کو چھوا تو اس کے بولتے لمس پہ اچانک وہ ہوش میں آتی اس کا ہاتھ جھٹکتی اٹھ بیٹھی۔

"آ۔۔ آپ یہاں پھر آ گئے اور بنفشے کدھر ہے؟" وہ شدید بے یقینی و صدمے کی کیفیت میں تھی۔

"مجھے تو آنا ہی تھا کیونکہ کل وعدہ کر کے گیا تھا جبکہ سالی صاحبہ کو کوئی میرا ہمدرد اس کمرے سے باہر لے گیا ہے۔" اس نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا جو سرمئی رنگ کے سوٹ میں ملبوس بنا دوپٹے کے سکڑی سمٹی سی تکیہ کی جانب بیٹھی اپنی خوبصورت آنکھوں میں نیند کا خمار لیے پوری شدت سے اپنی جانب مائل کر رہی تھی۔

"اپنے وعدے وفا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ابھی کے ابھی میرے کمرے سے نکلیں ورنہ میں حویلی والوں کو یہاں اکٹھا کر لوں گی۔" اس کی بے باک نگاہوں کی تمازت محسوس کرتے ہوئے اس نے لپک کے تکیے کے پاس پڑا دوپٹہ اٹھا کے خود کے گرد لپیٹتے ہوئے بنا خوف و خطر کہا تو شہریار نے ابرو اچکاتے ہوئے گویا محظوظ ہونے کا اشارہ دیا۔

" مجھے شدت سے افسوس ہے کہ آپ نے پہلی دفعہ یوں مجھے کچھ کہا ہے اور میں وہ ماننے سے قاصر ہوں۔" پر تاسف لہجے میں کہتے ہوئے اس نے سہولت سے اس کا بازو نرمی سے پکڑتے ہوئے اسے اپنے حصار میں لینا چاہا تو وہ دور بدکتی ایک دم سے چلا اٹھی۔

" آغا جان! خانم!" اس کے یوں ایک دم سے چلا اٹھنے وہ ٹھٹھکا اور پھر بے ساختہ مسکراتے ہوئے اس کو روکنے کی سعی کی۔

" آگے بڑھنے کی کوشش مت کیجیے گا، باباسائیں، آغاج۔۔۔" اس نے فاصلہ مزید بڑھاتے ہوئے بھبھک کے کہا اور ایک دفعہ پھر سے اونچی ہانک لگانے کی کوشش کی جب شہریار نے لپک کے اپنا بایاں ہاتھ مضبوطی سے اس کے ہونٹوں پہ جمایا۔

"ششش! ایسی بیوقوفی کرنے سے گریز کریں کیونکہ اگر اس کمرے کا دروازہ میرے چاہنے سے قبل کھلا تو یہاں آپ کی حویلی والے نہیں آئیں گے بلکہ آپ کو یہاں سے جانا پڑے گا اور میں نہیں چاہتا کہ آپ کو یوں بنا باراتیوں کے رخصت کروا کے لے جاوں۔" اس کے کان میں جان لیوا انداز میں سرگوشی کرتے ہوئے اس نے دھیرے سے اس کے کان کو چھوا تو وہ مچل اٹھی۔

"اپنی مزاحمت کو یہی روک دیں مسز! کیونکہ اگر آپ کی یہ کوشش جاری رہی تو جس دل کو میں بمشکل سمجھا کے لایا ہوں وہ مزاحمت پہ اتر آئے گا اور پھر جو گستاخانہ تلاطم یہاں برپا ہو گا وہ آپ برداشت نہیں کر پائیں گی۔" بھاری گھمبیر تاو تپش لہجے میں سنوئے وہ دھیرے سے اس کے ہونٹوں سے ہاتھ اٹھاتے ہوئے اسی ہاتھ کی انگلی سے لکیر اس کی پیشانی سے لے کے ٹھوڑی تک کھینچتے ہوئے جب اس انگلی کو ٹھوڑی سی نیچے لے جانے لگا تو اس کی بات کی ذومعنویت پہ شرم و غصے کی کیفیت میں ششدر بیٹھی فرشتے نے جھٹکے سے اس کی انگلی تھامی۔

"ا۔۔اگر مجھے تنگ کرنے کی کوشش کی تو میں ب۔۔بہت برے طریقے سے پیش آوں گی۔" اس کی انگلی کو مضبوطی سے پکڑے وہ اس کے چہرے کو تنفر سے دیکھتی لہجے کو مضبوط رکھنے کی تمام تر کوششوں میں تھی کیونکہ رات کے اس پہر اس کے ساتھ تنہا ہونے کا احساس اس پہ بالاتر اس کی بے باک نگاہیں اور پر شدت باتیں اسے کمزور کیے جا رہی تھیں۔

"اپنی ان آنکھوں پہ پہرے بٹھائیے یہ مجھے ڈسٹرب نہیں کریں و گرنہ میں تنگ کرنے پہ اتر آوں گا۔" اس کے سبز نگینوں میں جھلکتی متنفر سی کیفیات اسے بے چین کرنے لگیں تو ان نگینوں کو اپنے

پسندرنگوں میں ڈھالنے کو دھیرے سے کہتے ہوئے اس کی آنکھوں پہ جھکا اور باری باری انہیں اپنے لمس سے مہکاتا بوجھل کر گیا۔

"میں ان آنکھوں میں اپنے لیے ہر احساس ہر جذبہ دیکھ سکتا ہوں ماسوائے اکتاہٹ و نفرت کے۔" پرفسوں لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اس کے گرد گرفت مضبوط کرتے ہوئے اس گھنیری پلکوں کے ساتھ اپنا رخسار رب کرنے کی کوشش کی تو اس کی گستاخیوں پہ ششدر فرشتے اس اچانک و بے ارادہ قربت پہ بوکھلا اٹھی۔

"خدا کے لیے پ۔ پیچھے تو ہوں۔" اس نے اس کے سینے پہ دونوں ہاتھ جماتے ہوئے اسے دور کرنے کی سعی کی لیکن اس کوشش میں وہ مزید اس کے نزدیک ہوتی چلی گئی۔

"آپ سے دوری شاید وہ واحد کام ہو گا جو شہریار آفریدی کر سکنے کے باوجود کبھی نہیں کر پائے گا۔" ایک جذب سے کہتے ہوئے اس نے اس کے اپنے سینے پہ دھرے ایک ہاتھ کو دھیرے کو تھاما تو اس کی گرفت میں مسلسل مزاحمت کرتی فرشتے اس کی اگلی حرکت پہ اپنی سانسیں روک گئی۔

"ان ہاتھوں پہ لگی مہندی نے مجھے ایک دن اس شدت سے اپنی اوڑ کھینچا تھا کہ میرا دل آج ان ہاتھوں پہ اپنے نام کی مہندی سجانے پہ مجبور ہو گیا ہے۔" پر شدت وحدت آمیز لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اپنے دہکتے لب اس کی ہتھیلی کے وسط میں رکھے تو فرشتے کی لب سے روکی ہوئی سانسیں ایک سسکی کی صورت میں خارج ہوئیں۔

"ایسا کچھ م۔۔مت کرنا، مجھے نہیں چاہیے آپ کے نام کی مہندی، میں نہیں دے سکتی صبح سب کو صفائیاں۔" اس کے ارادوں کا علم ہوتے ہی وہ نم آواز میں بولتی چیخ اٹھی اور پر زور مزاحمت سے خود کو آزاد کروانے لگی۔

"صفائیاں ناجائز و چھپے رشتوں میں پیش کی جاتی ہیں اور ہمارا رشتہ ایسا نہیں ہے کہ جس کے لیے آپ کو صفائیاں پیش کرنی پڑیں۔" اپنے خوبصورت انداز میں کہتے ہوئے اس نے دایاں ہاتھ جیب میں ڈالتے ہوئے مہندی نکالی جبکہ بایاں ہاتھ ہنوز اس کے گرد لپٹا ہوا تھا۔

"اگر رشتہ جائز ہے ہمارا تو کیوں یوں رات کے اندھیروں میں بزدلوں کی طرح چھپ کے آتے ہیں؟ کیوں سب کے سامنے آپ یہ سب نہیں کر پاتے جو رات کے اندھیرے میں کر رہے ہوتے

ہیں؟" اس کی بات پہ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد وہ پھنکاری تو اس کو اپنے حصار سے آزاد کرتے ہوئے اس کا ہاتھ بائیں ہاتھ میں تھامتے شہریار نے نگاہیں اٹھا کے اسے دیکھا جو اس سے ہر ممکن طریقے سے نالاں دکھائی دیتی بدگمانی کی سرحدوں کو چھو رہی تھی اور اس کے چہرے پہ صاف لکھا تھا کہ اگر اسے شہریار کی دھمکیوں اور بے باک فطرت کا خوف نہ ہوتا تو وہ اس پل چیخ چیخ کے سب کو اکٹھا کر لیتی۔

"گاڑی آپ کی حویلی کے سامنے کھڑا کر کے آپ کی حویلی کے تمام جاگتے ہوئے ملازمین کے سامنے یہاں تک آیا ہوں اور یہ سب میں سب کے سامنے بھی کر سکتا ہوں اگر مجھے رتی برابر بھی یقین ہو کہ مجھے یہاں کوئی آپ کو نقصان پہنچائے بغیر کرنے دے گا جبکہ مجھے آپ کو آپ کی زندگی کے اس خاص موقع پہ کسی بھی طرح سے ہر لمحے میں اپنے ساتھ لے کے چلنا ہے تاکہ کبھی زندگی میں آپ یہ نہ محسوس کریں کہ ہم نے یہ سب اکٹھے انجوائے نہیں کیا۔" سنجیدگی سے کہتے ہوئے اس نے مہندی کی نوک اس کی ہتھیلی کے وسط میں رکھتے ہوئے ٹکیا بنانے کی کوشش کی تو اس کی باتوں کو سنتی فرشتے نے جب اس ٹکیا میں اسے اپنا نام لکھتے دیکھا تو ہاتھ کھینچنے کی ناکام کوشش کی۔

"اور ویسے جہاں تک بات ہے یہ سب کچھ جو میں کر رہا ہوں وہ سب کے سامنے نہ کرنے کی تو مسز اگر میں یہ سب کچھ سب کے سامنے کر گزرا تو شاید آپ سالہا سال اپنے ہی گھر والوں سے چہرہ چھپاتی پھریں۔" اس کے ہاتھ پہ گرفت مضبوط رکھتے اس نے اس کے خونخوار تاثرات سے سجے چہرے کو پہ نگاہیں جمائے اس کی جانب ہولے سے جھک کے متبسم لہجے میں بولتے ہوئے اس کی گردن کو چھوا تو وہ کانپ اٹھی یکایک اس کا چہرے کا رنگ اس کی بے باک بات و حرکت پہ خوبصورت رنگوں سے سج گیا۔

"آ۔۔ آپ۔۔" وہ فطری حیا و شرمندگی سے دوچار اسے ٹوکنے لگی جب اپنی ہتھیلی پہ نگاہ پڑتے ہی اس کے لب سِل گئے، اس کی ہتھیلی میں گول ٹکی میں لکھا 'شہریار آفریدی' کا نام اس کا منہ چڑا رہا تھا، اپنی ہتھیلی کو تکتی اس کی آنکھیں یکایک نمکین پانیوں سے بھر گئیں۔

"جو سوچ کے آپ رو رہی ہیں اس کا اظہار اس لمحے میرے سامنے مت کیجیے گا کیونکہ میں آپ کے رونے کی وجہ کو سلامت نہیں دیکھ سکتا جبکہ اگر آپ کے رونے کی وجہ اگر ختم ہوئی تو آپ کا میکا چھوٹ جائے گا۔" اس کے دوسرے ہاتھ کو مضبوطی سے تھامتے اس نے اپنے مخصوص سرد و سپاٹ لہجے میں کہا تو سن سی ہو گئی لیکن اگلے ہی لمحے چبھتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"میرے رونے کی سب سے بڑی وجہ تو آپ ہیں کیا خود کو بھی یونہی ختم کر ڈالیں گے مار ڈالیں گے؟"

اس کا دلکش لہجہ بلا کا سفاک تھا۔

"میں زندہ ہی کب ہوں؟ مر تو چکا ہوں آپ پہ۔" اس کی آنکھوں میں اپنی سیاہ آنکھیں گاڑھتے ہوئے اس نے پر فسوں لہجے میں کہا تو فرشتے کو ہوا میں آکسیجن کی کمی محسوس ہونے لگی۔

"بدگمانیوں کی چادر ہٹا کے دیکھیں زندگی حسین ہو سکتی ہے، آج صبح حویلی سے کچھ لوگ آپ کو آپ کا آج کے دن کے لیے ضروری سامان دے کے جائیں گی، ہر بات فراموش کر کے کھل کے خود کو میرے لیے سجائیے گا کیونکہ میں آنے والی رات میں آپ کو بتانے والا ہوں کہ میں کس حد تک آپ پہ مرمٹا ہوں۔" اس کے دونوں ہاتھوں پہ اپنا نام سجا کے وہ دھیرے سے انہیں آزاد کرتا اس کے کندھے پہ ڈھلکے دوپٹہ پہ اپنے لب ہولے سے جماتے ہوئے بھاری لہجے میں بولتا بے ساختہ اس کی ٹھہری دھڑکنیں پاگل کر گیا۔

"میں نے جو نام آپ کی ہتھیلیوں پہ آج رچایا ہے وہ نام میں کل آپ کے وجود پہ ثبت کرنا چاہتا ہوں۔" اس کے کندھے سے سرکتے لب اب فرشتے کی گردن کو چھو رہے تھے جبکہ اس کا بھاری لہجہ کسی سرگوشی سے کم نہ تھا جو اس لمحے فرشتے کے چھکے چھڑوا گیا۔

"بب۔۔بس کریں، شرم تو نہیں آتی ایسی گفتگو کرتے ہوئے میرے ساتھ۔" وہ سرخ چہرے اور کوفت آمیز حیا سے لبریز لہجے میں بولتی خود پہ قابو پانے لگی، اس کی بے باک حرکتوں اور باتوں پہ اسے اپنا دل کنپٹیوں میں دھڑکتا محسوس ہو رہا تھا جبکہ چہرے سے گویا پر تپش شعاعیں نکل رہی ہوں۔

"شرم کا تو علم نہیں لیکن اس لمحے آپ کے چہرے پہ اس قدر خوبصورت رنگ بکھرے ہیں کہ اگر چند لمحے ادھر رکا تو جو کل کرنا چاہتا ہوں وہ آج کر بیٹھوں گا اس لیے چلتا ہوں، کل آوں گا انشاءاللہ!" اس کے چہرے سے بمشکل نگاہ ہٹاتے ہوئے وہ گہرے لہجے میں بولتا ہوا اٹھا تو اس کی آخری بات پہ وہ جیسے کسی گہرے خواب سے چونکی۔

"آپ کل نہیں آئیں گے۔" اس نے گویا اسے اطلاع دی اور شاید یہی ایک وجہ تھی جو اس نے صبر کے گھونٹ بھرتے ہوئے اس کی اس قربت کو برداشت کیا تھا جو اس کے خیال میں آخری بار تھا۔

اس کی بات پہ وہ وہیں بیڈ کے پاس ہی رک گیا اور پلٹ کے استفہامیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"آپ کل حویلی کی دہلیز پار نہیں کر پائیں گے کیونکہ ہر بار ضروری نہیں کہ جیت آپ کی ہو۔" وہ زہر خند لہجے میں بولتی اسے آخری حد تک وارن کرنے لگی جبکہ اس کی بات پہ وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔

"جس کی جیت آپ ہوں وہ کبھی ہار نہیں سکتا، میں کل انشاءاللہ ضرور آوں گا انتظار کیجیے گا۔" پلٹ کے اس کی جانب جھکتے ہوئے اس نے ہولے سے اس کے کان

اور پھر وہ دن آن پہنچا جس کا انتظار آس پاس کے علاقوں کے لوگ بھی کر رہے تھے کہ آیا کیا یہ شادی ہو پائے گی؟ اس شادی کے پیچھے مقصد کیا تھا؟ کیا یوسف زئی حویلی والے اتنی ہی آسانی سے اپنی لڑکی دشمنوں کو لے جانے دیں گے؟ اور کیا آفریدی حویلی والوں کے لیے اس شادی کا مقصد اپنی بیٹی کا بدلہ ہے اور اگر ایسا ہی تھا تو اس شادی کو اس دھوم دھام سے منانے کا مقصد کیا تھا؟ یہ سبھی سوالات بہت سے لوگوں کے دماغوں میں کلبلا رہے تھے تبھی بہت سے لوگ صبح سے دل و دماغ کو چوکنا رکھ کے بیٹھے ہوئے تھے کہ نجانے کب کون سی خبر مل جائے۔

کھٹکے کی آواز پہ اس نے اپنی سوجی ہوئی نگاہیں بمشکل کھولتے ہوئے دیکھا تو نگاہ بنفشے کے ششدر چہرے سے ٹکرائی جسے دیکھ کے ایک دم سے اس کی خماری بھک سے اڑی، اس نے لیٹے لیٹے ہی ہتھیلیاں اٹھاتے ہوئے چہرے کے سامنے کیں تو اس کی سرخ و سفید ہتھیلیوں پہ 'اس' کے نام کی مہندی گہرے رنگ میں جگمگا رہی تھی، اسے مہندی کا رنگ یوں اپنی ہتھیلیوں پہ اس قدر دلفریب لگ رہا تھا کہ وہ بنفشے کی موجودگی کو سرے سے نظر انداز کرتی بے ساختہ ہتھیلیاں ناک کے نزدیک کرتی مہندی کی مہک نتھنوں کے ذریعے خود میں اتارنے لگی۔

"فرشتے! یہ؟ یہ سب کیا ہے؟" بنفشے کی استعجابیہ آواز پہ وہ جیسے ہوش میں آئی تو ہاتھ فوراً پرے کرتی وہ مٹھیاں بھینچتی اٹھ بیٹھی۔

"کیا پوچھ رہی ہو تم؟" وہ نگاہیں چرائے مدہم سے لہجے میں بولتی دونوں ہاتھوں کو بلا ارادہ کمبل میں چھپانے لگی۔

"یہ۔۔۔ یہ مہندی کس نے لگائی ہے تمہیں؟" اس کے استعجابیہ لہجے میں ایک تجسس سا جھلک رہا تھا۔

"جس کے نام کی مہندی ہے۔" وہ سپاٹ سے لہجے میں بولتی چہرہ قدرے جھکا گئی جبکہ اس کی بات پہ بنفشے اچھل پڑی اس نے فورا مڑ کے بند دروازے کو احتیاطاً دیکھا اور پھر اسے جو نظریں یوں چرائے بیٹھی تھی گویا کتنے ہی بڑے جرم کی مرتکب ٹھہری ہو۔

"شہریار لالہ آئے تھے حویلی؟ تمہارے کمرے میں؟ کب؟" اس کے تابڑ توڑ سوالات شروع ہو چکے تھے۔

"جب تمہیں نجانے کون سی بلا نے کہا تھا کہ کمرے سے باہر نکل جاؤ اور وہ کوئی پہلی دفعہ نہیں آئے بلکہ کل بھی آئے تھے۔" اس کے چڑ کے کہنے پہ بنفشے کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"کیا کرنے آئے تھے؟" بنفشے کے احمقانہ سوال پہ فرشتے نے گھور کے اسے دیکھا، اسے اس لمحے بنفشے کے سوالوں پہ چڑ ہو رہی تھی کہ اسے اس کے سوالات دوبارہ اسی کے بارے میں سوچنے پہ مجبور کر رہے تھے۔

"پورے علاقے کے سامنے جو دھوم دھام سے شادی کا وعدہ کر کے گئے تھے اسی کو پورا کرنے کے چکروں میں رات کے اندھیرے میں آتے ہیں کہ کہیں وعدہ خلافی پہ ناک نہ کٹ جائے۔" وہ تلخ لہجے

میں کہتی بنفشے کو پرے دھکیلتی واشروم کی جانب چل دی جبکہ بنفشے وہیں کھڑی اس کی بات کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگی۔

صبح کاذب کی نشانیوں نے جیسے ہی 'آفریدی حویلی' پہ اپنے پر پھیلائے تو وہاں جیسے خوشیوں اور قہقہوں کی برسات ہونے لگی، حویلی میں ہونے والی ہلچل بتارہی تھی کہ آج حویلی کا لاڈلہ اپنی محبت کو جیتنے جارہا ہے۔

"بچی کا سامان لے کے کون جائے گا حویلی؟" حاکم صاحب نے کھانے کی میز پہ آج خلاف معمول سب کے ساتھ اکٹھے بیٹھے سوال کیا تو زونائیشے بیگم نے استفہامیہ نگاہوں سے شوہر کو دیکھا۔

"میرے خیال سے اللہ وسائی اور جزابی بی (ملازماوں) کے ساتھ پشیمینہ اور عائلہ چلی جائیں۔" ظہیر آفریدی نے سنجیدگی سے جواب دیا تو لڑکیوں کے چہرے لٹک گئے۔

"باباسائیں! کیا ہم لوگ نہیں جاسکتے؟" گلالئی نے منہ پھلاتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل جاسکتے ہیں بلکہ جس جس کا دل ہے وہ تیار ہو جائے۔" غیر متوقع طور پہ ان کی سنجیدہ جواب پہ سب نے چونک کے انہیں دیکھا ماسوائے شہریار کے کیونکہ وہ ان کی اگلی بات سے واقف تھا جبکہ سب لڑکیوں کے چہرے کھل اٹھے۔

"لیکن یہ یاد رہے ابھی جو بھی جائے گا وہ بارات کے ساتھ نہیں جائے گا۔" ان کے بات مکمل کرنے پہ سب لڑکیوں کے چہرے لٹک گئے۔

"اطلاع ملی ہے کہ 'آفریدی حویلی' والے ہماری طرف آرہے ہیں۔" اس نے آخری سیڑھی پہ پاوں رکھا ہی تھا کہ اس کے کانوں سے اپنے باپ کی آواز ٹکرائی تو بے ساختہ اس نے نسبتاً لمبی آستینوں سے قدرے چھپائے ہاتھوں پہ مزید آستینیں کھینچتے ہوئے لمبا کرنے کی کوشش کی۔

"وہ کیوں آرہے ہیں حویلی؟" ان کی بات سن کے مرجان بیگم بھڑک اٹھیں۔

"میرے خیال سے فرشتے کو جوڑا دینے آرہی ہیں۔" حبیب صاحب کا لہجہ ابھی بھی سنجیدہ تھا جبکہ ان کی بات پہ غصہ ہوتے عالم صاحب کا ماتھا ٹھنکا تو انہوں نے بھاوج کو مزید بات کرنے سے روکا تو مرجان بیگم بمشکل اپنے لب بھینچتی خاموش ہو گئیں۔

"آپ سب کی مہربانیوں کی وجہ سے میری بیٹی پہ آج ایسا وقت آیا ہے لیکن اب خدارا اپنی خاندانی دشمنی کو کچھ وقت کے لیے بھلا کے اسے رخصت ہونے دیجیے گا میں اس کی زندگی کا مزید تماشا نہیں بنانا چاہتا۔" حبیب صاحب بھائی، بیوی اور باپ کی سازشوں سے تو واقف نہ تھے لیکن وہ اتنا ضرور جانتے تھے وہ اتنی آسانی سے تو یہ سب نہیں ہونے دیں گے اسی لیے سب کو وارن کیا۔

"بیٹی صرف آپ کی نہیں ہے اور آپ کی بیٹی پہ ایسی کوئی قیامت بھی نہیں ٹوٹی اپنے بھائیوں کی زندگی ہی بچانے کا سبب بن رہی ہے نا؟" مرجان بیگم زیادہ دیر تک خود پہ قابو نا رکھ سکیں جبکہ ان کی بات سن کے ہال کے دروازے کے باہر کھڑی فرشتے کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

"توجب جان بچا ہی لی ہے تو پھر یہ سب ڈرامہ کیوں اور جن بھائیوں کے لیے جان بچائی ہے کیا انہیں اتنی توفیق نہیں کہ بہن سے آج کے دن بات ہی کرلیں۔" حبیب صاحب کا لہجہ ان سے زیادہ تلخ تھا جبکہ بات بڑھتی دیکھ کے حاقان صاحب فوراً بیچ میں بول پڑے۔

"ارے خاناں! تم لوگ کیوں جھگڑ رہے ہو؟ آرہے ہیں ادھر سے لوگ سامان لے کے تو آئیں، روکا کس نے ہے؟" انہوں نے مصلحتاً بے پرواہ لہجہ اپناتے ہوئے جواب دیا تو اسی لمحے ملازمہ نے مرجان بیگم کی بہن اور اس کی فیملی کے آنے کی اطلاع دی جسے سن کے سب کے تنے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔

"آپ نے حویلی والوں کو آنے سے روکا کیوں نہیں؟" ملازمہ کو مہمان اندر لانے کا پیغام دے کے مرجان بیگم شوہر کے اٹھتے ہی متنفر لہجے میں گویا ہوئیں تو وہاں سے پلٹ کے جاتی فرشتے کے قدم بے ساختہ رکے۔

"پاگل پن نہ کرو بھاجائی! خود سوچو جو ایسے اچانک نکاح پہ کروڑوں کا حق مہر دیں وہ کیا سامان یونہی بھیج دیں گے؟" ان کے ڈھکے چھپے معنی خیز الفاظ پہ جہاں مرجان بیگم کی آنکھیں ہوس سے چمک اٹھیں وہیں چچا کی یہ بات سن کے فرشتے کا دل اس قدر پھیکا پڑا کہ آج کے دن بھی کسی کو اس کی پرواہ نہیں،

کسی کو بھی اس کے جذبات واحساسات کا خیال نہیں بس یہی سب سوچتے ہوئے اس نے بے دلی سے واپسی کے لیے قدم اٹھا لیے۔

جب 'آفریدی حویلی' والوں کی گاڑیاں 'یوسف زئی' علاقے میں داخل ہوئیں تو ان لوگوں کے ساتھ بہت سے گھروں سے جھانکتے لوگوں کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں کیونکہ وہ آنے لمحات سے ناواقف تھے لیکن ان لوگوں کی توقع کے برعکس ان کی گاڑیاں خیر خیریت سے جب 'یوسف زئی حویلی' میں داخل ہوئیں تو عائلہ بیگم نے پرسکون سا سانس بھرا۔

"السلام علیکم!" ملازمہ کی معیت میں جب حویلی کے زنان خانے کی جانب بڑھیں تو ہال میں داخل ہوتے ہی انہوں نے سلام کیا تو صوفے پہ قدرے بے چین سی بیٹھیں زمرد بیگم ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"زمرد!" شمینہ بیگم اور عائلہ بیگم نے فرطِ محبت سے کہتے ہوئے آگے بڑھ کے انہیں گلے لگانا چاہا جب اچانک جنت بی بی کے ہمراہ بڑے کروفر کے ساتھ مرجان بیگم وہاں پہنچ گئیں تو زمرد بیگم وہیں

رک گئیں لیکن یہ پابندی عائلہ بیگم پہ تو عائد نہ تھی وہ آگے بڑھیں اور بہت محبت کے ساتھ نند کو سینے سے لگایا تو زمرد بیگم کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

عائلہ بیگم کو دیکھتے ہی مرجان بیگم کے سینے میں رقابت کی آگ بھڑکنے لگی اس پل ان کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ یہ خوبصورت چہرہ نوچ لیں جو انہیں 'ایبک آفریدی' سے دور لے گیا تھا۔

"السلام علیکم مورے!" زمرد بیگم سے ملنے کے بعد وہ مرجان کو زبانی سلام کرنے کے بعد جنت بی بی کے سامنے جھکیں جنھوں نے دونوں کو ہی بہت محبت کے ساتھ خوش آمدید کیا۔

"خیریت سے آنا ہوا؟" مرجان بیگم سے ان کا یوں آنا اور بیٹھنا برداشت نہیں ہو رہا تھا اس لیے جیسے ہی جنت بی بی نے ان کی خاطر و مدارت کے لیے ملازمہ کو آواز لگائی اسی لمحے وہ کاٹ دار لہجے میں بول اٹھیں۔

"شہریار خاناں کی بیوی کا سامان لے کے آئیں ہیں، یہ ہماری حویلی کی رسم ہے کہ بہو پہلے دن کا جوڑا سسرال کا دیا ہوا پہنتی ہے، آپ مہربانی کر کے بچی کو بلوا دیں۔" پشمینہ بیگم نے سامان کے پاس

کھڑی ملازماوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بنا تمہید کے فورا سنجید گی سے کہا تو ان کے ماتھے کی تیوریاں چڑھ گئیں۔

"سورہی ہے فرشتے، وہ نہیں آسکتی۔" انھوں نے بنا کسی لحاظ کے روکھے انداز میں جواب دیا تو وہ ان کا چہرہ دیکھ کے رہ گئیں۔

"اچھا کوئی بات نہیں، بچے آپ لوگ یہ قہوہ پیئیں فرشتے تب تک فرشتے جاگ جاتی ہے۔" جنت بی بی نے جب ماحول کو بگڑتے دیکھا تو نارمل انداز میں بولیں جبکہ زمرد بیگم لب بستہ سی بیٹھی تھیں۔

ان کے کہنے پہ دونوں نے ناچاہتے ہوئے بھی قہوے کی پیالیاں تھام لیں تو جنت بی بی پر سکون ہوتیں ان سے ہلکی پھلکی گفتگو کرنے لگیں کیونکہ وہ دور اندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں پوتی کے سسرالی سمجھ کے جتنا ہو سکتا تھا پروٹوکول دینے کی تگ ودو میں تھیں۔

"جاو بی بی! فرشتے خاناں کو بلا کے لاو۔" کچھ دیر کے بعد جب مرجان بیگم ٹس سے مس نہ ہوئیں تو چارو ناچار جنت بی بی نے ملازمہ کو کہا تو مرجان بیگم پیچ وتاب کھا کے رہ گئیں۔

چند لمحوں کے بعد تنے ہوئے تاثرات سے سجے چہرے کے ساتھ فرشتے جبکہ اس کے ساتھ پرجوش سی بنفشے ہال میں داخل ہوئیں تو سب بے ساختہ ان کی جانب متوجہ ہوئے۔

"ماشاءاللہ!" جب دادی کے اشارہ کرنے پہ فرشتے ناچاہتے ہوئے بھی پشیمینہ بیگم کے سامنے پیار لینے کو جھکی تو اس کا خوبصورت وسوگوار چہرہ دیکھ کے ان کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"کیسی ہو آپ بچے؟" عائلہ بیگم نے اپنے مخصوص نرم لہجے میں کہا تو اس نے ہولے سر اثبات میں ہلایا کیونکہ وہ چاہ کے بھی ان لوگوں سے مروت نہیں نبھا پارہی تھی، اس کی اس حرکت پہ پشیمینہ بیگم اسے دیکھ کے رہ گئیں لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتیں، ملازمہ کے ہاتھ میں دبے عائلہ بیگم کے موبائل کی رنگ ٹیون بجی تو سب بے ساختہ چونکے۔

"بیگم خاناں! شہریار خاناں کا فون ہے۔" اللہ وسائی نے سکرین پہ بلنک کرتی شہریار کی تصویر دیکھ کے موبائل آگے بڑھایا تو اس کے نام پہ فرشتے کا دل بے ساختہ دھڑک اٹھا جبکہ آستینوں میں چھپی ہتھیلیاں نم ہو گئیں۔

"السلام علیکم!" عائلہ بیگم نے ایک نظر فرشتے کے جھکے چہرے پہ ڈالتے ہوئے شہریار کا جواب سنا۔

"بس نکلنے لگے ہیں ہم، ابھی فرشتے سے ملے ہیں اب سامان دے کے نکلنے لگے ہیں۔" انہوں نے دانستاً فرشتے کا نام لیا تو مرجان بیگم پہلو بدل کے رہ گئیں جبکہ پشمینہ بیگم نے ملازمہ کو اشارہ کیا جس نے پھرتیلے انداز میں پاس پڑے تھال اٹھائے اور سامنے رکھے میز پہ دھرتے ہوئے ان پہ پڑا اسرخ کپڑا اٹھایا تو دکھائی دینے والے سامان کو دیکھ کے سب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

گہرے سرخ رنگ کا سنہرے زر تاروں سے سجا بھاری لباس اپنی آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی چمک کے ساتھ رنگ بکھیر رہا تھا، سرخ جوڑے کے ساتھ بھاری سونے کے تمام زیورات، جوتے اور بیگ دیکھ کے فرشتے کی سانسیں سینے میں تنگ پڑنے لگیں جبکہ سونے کے تاروں سے سجا لباس اور اتنے سارے بھاری زیورات دیکھ کے مرجان بیگم کی باچھیں کھل اٹھیں انہیں اس لمحے حاقان صاحب کی بات میں صداقت محسوس ہوئی تو وہ کھل کے مسکراتیں اب کہ پر سکون ہو گئیں جبکہ سارا سامان دیکھتیں جنت بی بی اور زمرد بیگم فرشتے کے اچھے نصیب کے لیے دل سے دعا مانگنے لگیں پھر کچھ ہی دیر میں ان لوگوں نے وہاں سے رخصت لی کہ انہیں کچھ ہی دیر میں بارات کے ساتھ آنا تھا۔

"تم تیار ہو؟" واشروم سے نکلتے سجاول نے جب سرمئی کلر کے شلوار سوٹ کے ساتھ آف وائیٹ کلر کی چادر اوڑھے اور پاوں میں سیاہ پشاوری چپل پہنے شہریار کو صوفے پہ بیٹھ کے موبائل یوز کرتے ہوئے دیکھا تو حیرت و بے یقینی سے دیکھا۔

"نہیں! ابھی میک اپ کرنا ہے میں نے۔" شہریار نے اپنے مخصوص انداز میں طنز کیا تو وہ کھسیاسا گیا۔

"کرلو یہ نہ ہو کہ بھابھی کے پہلوئے حور میں لنگور لگو۔" سجاول نے اپنی کھسیاہٹ مٹانے کی کوشش کی لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

"شہری یار کوئی واسکٹ کوئی کوٹ ہی پہن لو، شادی ہے آج تمہاری۔" سجاول کو اس کا اتنا روکھا سوکھا ساحلیہ پسند نہ آیا تو پھر بول اٹھا۔

"میں اسی حلیے میں کمفرٹیبل ہوں اور تمہاری بھابھی بھی مجھے اسی حلیے میں دیکھ چکی ہیں اس لیے یہی بہتر ہے۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا تو سجاول منہ بنا کے رہ گیا۔

"نوشے میاں! ابا حضور بلا رہے ہیں آپ کو نیچے۔" اچانک دروازہ کھولتے ہوئے شہیر اندر داخل ہوا اور بلند آواز میں بولا تو شہریار سر اثبات میں ہلاتے ہوئے باہر نکل گیا۔

"جی بابا سائیں!" اس نے نیچے ہال میں کھڑے ظہیر آفریدی کو مخاطب کیا جو ایبک آفریدی کے پاس کھڑے تھے۔

"گاڑیاں ساری تیار ہیں؟" انہوں نے سنجیدگی سے استفسار کیا جبکہ اتنی انکھوں سے جھلکتی تفکر کی لہریں بہت آسانی کے ساتھ پڑھی جاسکتی تھیں۔

"جی گاڑیاں اور گارڈز سب تیار ہیں۔" اس نے سکون سے جواب دیا۔

"ایبک خاناں تم اور شمروز خاناں تم لوگ جلدی سے سب کو بلا کے خواتین اور بچیوں کو اپنی نگرانی میں گاڑیوں میں بٹھاو اور جلدی نکلنے کی کوشش کرو کہ میں نہیں چاہتا رات کے اندھیرے میں دشمنوں کو کھیلنے کا زیادہ اچھا موقع ملے۔" وہ قدرے مضطرب لہجے میں گویا ہوئے۔

"آپ پریشان نہیں ہوں بابا جان! حویلی کا ایک ایک فرد انشاءاللہ جس طرح سے جا رہا ہے ویسے ہی واپس بھی آئے گا۔" شہریار نے ظہیر صاحب کو تسلی دی تو وہ سر اثبات میں ہلاتے سب کو بلانے لگے کہ باقی کا ہلا گلا واپس آ کے کریں گے۔

جس جس نے فرشتے کے آئے ہوئے سامان کے بارے میں سنا دانتوں میں انگلیاں داب کے رہ جاتا کہ ان کے لیے یہ بات حیرت و بے یقینی کا باعث تھی کہ خون بہا میں بیاہ کے لے جانے والیوں کو اتنا کچھ کون دے جاتا ہے؟

یہی حال یوسف زئی حویلی کے مردوں کا تھا، وہ سب ششدر سے ان کی چال سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"یہ حاکم پاگل تو نہیں ہو گیا؟ پہلے کروڑوں کا حق مہر اور اب یہ لاکھوں کا جوڑا اور زیورات؟" حاقان صاحب بے یقینی سے بولے۔

"آغا جان! وہ ہمیں ان ہی چیزوں میں پھانس کے مارنا چاہتے ہیں لیکن یہ نہیں جانتے کہ وہ ان تمام چیزوں کے ساتھ اپنے خاندان کے وارثوں کو بھی کھو دیں گے۔" عالم صاحب کے لہجے میں زہریلے سانپوں کی سی پھنکار تھی جبکہ ان کی بات سن کے حاقان صاحب سر اثبات میں ہلا کے رہ گئے۔

"محبت سے بیاہ کے نہیں لے جا رہے تم کو جو تم نخرے دکھاوں گی، اپنے خود غرض بھائیوں کی زندگی کے عوض تم چار دن پہلے اپنا آپ ان کے نام لکھوا چکی ہو اس لیے خدا کے لیے کپڑے پہن لو نہ اپنے لیے مزید مشکلات پیدا کرو۔" بنفشے اور ان کی خالہ زاد ارمینا نے جب بمشکل چڑچڑی سی ہوتی فرشتے کو تیار ہونے پہ آمادہ کرنی کی کوشش کی تو وہ سرے سے ماننے سے ہی انکاری ہو گئی تو بنفشے دکھی دل سے پھٹ پڑی اور پھر دونوں بہنیں ایک دوسرے کے گلے لگ کے پھوٹ پھوٹ کے رونے لگیں اور پھر زمرد بیگم کے آنے اور سمجھانے پہ جب وہ صرف اور صرف جوڑا پہننے پہ آمادہ ہوئی تو سب نے کلمہ شکر پڑھا۔

"ہے ماشاءاللہ!" جب وہ سرخ لباس پہنے کمرے سے باہر نکلی تو ارمینا کہ ہونٹوں سے بے ساختہ نکلا تو فرشتے نے بے چینی و بے دھیانی سے کان بالوں کے پیچھے ہٹانے کی کوشش کی۔

"اوواو! یہ مہندی کس نے لگائی ہے؟" اس کی نگاہ اس کی سفید ہتھیلیوں پہ سجے نام پہ گئی تو وہ پرجوش سی بولی۔

"وہ۔۔۔وہ یہ۔۔" وہ بے ساختہ گھبرا اٹھی اور مدد طلب نگاہوں سے بنفشے کی جانب دیکھا۔

"میں نے لگائی تھی۔" بنفشے نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے آگے بڑھ کے فرشتے کو تھاما اور لا کے بیڈ پہ بٹھا دیا اور پھر ارمینا کو اشارہ کیا جو زیورات سے بھرا تھال اٹھائے اس کے نزدیک چلی آئی تو فرشتے کا دل جیسے بند ہونے لگا لیکن وہ مارے باندھے ان کے سامنے بیٹھی خود کو حالات کے دھارے پہ چھوڑ چکی تھی۔

"دیکھ لو ایک دفعہ خود کو شیشے میں تو رشک کرنے لگو گی خود پہ۔" ارمینا کی بات پہ اس کی نگاہ بے ساختہ سامنے لگے بڑے سے گول شیشے پہ گئی تو پھر وہیں جم سی گئیں۔

بھاری سرخ جوڑے میں ملبوس، وہ گلے میں سونے کے بھاری جڑاو بڑے ہار، میچنگ نیکلس، بھاری بُندھے، ایک بازو میں سونے کی چوڑیاں جبکہ دوسرے ہاتھ میں سونے کے کنگنوں میں میچنگ سرخ چوڑیاں جھلملا رہی تھیں، دونوں ہاتھوں کی انگلیاں نفیس سی انگوٹھیوں سے مزین تھیں، چاندی کی خوبصورت بغیر موتیوں کی چھنکار والی پائلوں سی سرخ و سفید پیروں کو میچنگ جوتوں میں سجائے وہ گھنیرے بالوں کے جوڑے میں بھاری دوپٹہ اٹکائے ہونٹوں پہ فقط سرخ رنگ چڑھائے اس وقت شہزادیوں کی سی آن بان لیے خود کو ہی ساکت و جامد کر گئی۔

"خود کا یہ حال ہے تو سوچو جب تمہارا شوہر تمہیں دیکھے گا تو کیا حشر ہو گا اس کا؟" اسے یونہی ساکت کھڑے دیکھ کے ارمینا پھر سے شوخ لہجے میں بولی تو 'شوہر' کا حوالہ سنتے ہی فرشتے کے دل سے ہوک نکلی۔

"سجنا بھی من پسند شخص کے لیے اچھا لگتا ہے ورنہ پائل پیروں کی زنجیر، کنگن ہتھکڑی، جھمکے غیر ضروری بوجھ اور ہار گلے کا پھندہ لگتا ہے۔" پر سوز و تھکے ہوئے لہجے میں کہتی وہ پلٹتی دروازے کی جانب بڑھی جہاں کھڑی مرجان بیگم اس وقت اسے شدت سے رلا گئیں۔

"خانم! یہ بات ہمیشہ یاد رکھیے گا کہ آپ کی بیٹی اس نام نہاد پڑھے لکھے علاقے کی فرسودہ رسم و رواج کی بدولت اپنے بھائیوں کی زندگی کے بدلے خود کو مار گئی ہے۔" وہ گھٹے گھٹے لہجے میں کہتی ان کے آگے نا بڑھنے کے باوجود زور زور سے رونے لگی تو ان کے دل کو نجانے کیا ہوا۔

"کیا اول فول بک رہی ہو؟ کہا نا کہ ایسا کچھ نہیں ہو گا؟ وہ شخص اس حویلی کی دہلیز پار نہیں کر پائے گا۔" اسے جھنجھوڑتے ہوئے وہ غصیلے لہجے میں بولیں تو فرشتے کے چہرے پہ زہر خند سی مسکان مچل گئی۔

"وہ اس حویلی کی دہلیز پار کرے نا کرے لیکن مجھ پہ اپنے نام کی مہر تو سجا چکا ہے نا؟" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا تو اسی لمحے ایک لمحے ایک ملازمہ تیزی سے بھاگتی ہوئی ان کی طرف آئی۔

"بیگم خاناں! خبر ملی ہے کہ بارات آفریدی حویلی سے نکل چکی ہے۔" اس نے پھولتی سانسوں سمیت بتایا تو فرشتے کا دل ایک دم سے دھک کر کے رہ گیا۔

"عالم خاناں اور آغا جان کو خبر کرو کہ اپنے لوگوں کو اطلاع دے دیں۔" مرجان بیگم ایک نظر فرشتے کے سجے سنورے روپ کو دیکھتیں اسی روپ کو مٹانے کا ارادہ بناتی ملازمہ کو حکم دیتیں پلٹ گئیں جبکہ ان کی بات سن کے فرشتے کا پورا وجود گویا جھٹکوں کی زد میں آ گیا۔

"مبارک ہو! ہمارے عزت مآب خاندان والے تمہیں اس غیر ضروری بوجھ سے نجات دلانے کے لیے تمہاری ہی رخصتی والے دن تمہیں سہاگن بنانے کی بجائے بیوہ بنانے کی مکمل تیاری کر چکے ہیں۔" بنفشے کے زہر خند اور تلخ لہجے میں کہے جانے والے الفاظ سن کے اسے اپنا پورا وجود زمین میں دبتا محسوس ہو رہا تھا۔

ایک ہی جیسی بہت ساری سیاہ گاڑیاں جب ایک ساتھ 'آفریدی حویلی' سے نکلیں تو خبر جنگل میں آگ کی مانند پھیلتی مخالف علاقے تک پہنچتی سب کو الرٹ کر گئی۔

"تم پریشان نہیں ہو؟" سجاول نے ایک نظر اس کے پر سکون چہرے کو دیکھا تو اس نے ترچھی نگاہوں سے سجاول کے چہرے کو دیکھا۔

"ہوں۔" اس نے یک لفظی جواب دیا تو سجاول اسے دیکھ کے رہ گیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ مزید کوئی بات کرتا اچانک ان کی گاڑی کو جھٹکا سا لگا اور گاڑی ہچکولے کھاتی رک گئی تو سجاول چونک اٹھا جبکہ شہریار کے ہونٹوں پہ زہر خند سی مسکان پھیل گئی۔

"شو ٹائم سٹارٹس ناو! بی کیئر فل۔" اس کو سیٹ بیلٹ باندھنے کی تلقین کرتا وہ سرد لہجے میں کہتا ڈرائیور کو پیچھے آنے کا اشارہ کرتا خود ڈرائیونگ سیٹ پہ جا بیٹھا، یہ ردوبدل اتنی پھرتی سے ہوئی کہ کوئی ایکشن نہیں لے سکا، ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھتے ہی اس نے اسٹیرنگ مضبوطی سے تھاما اور گاڑی سٹارٹ کر دی۔

اس کے گاڑی سٹارٹ کرنے تک ان کے عقب میں آتی گاڑیاں بھی نزدیک پہنچ چکی تھیں اور تب تک درختوں کی جھنڈ میں بیٹھے دشمن بھی الرٹ ہو گئے۔

Urdu Novels Ghar

جب تمام گاڑیاں ایک ساتھ ہوئیں تو ساری کی ساری ایک ہی سپیڈ کے ساتھ وہاں سے بجلی کی سی رفتار سے گزریں تو سب چوکنے ہوتے ان گاڑیوں پہ فائر کھول چکے تھے، فضا جب گولیوں کی تڑتڑ سے گونجی تو پورے علاقے کا دل دہل اٹھا لیکن یہاں نہ گولیاں رکیں نہ بلٹ پروف شیشوں والی گاڑیاں رکیں۔

"زید! تم گاڑی کو ٹرن دے کے جلدی سے نکلو اور دوسرے راستے سے جاتی گاڑیوں کو کور کر کے حویلی پہنچو۔" شہریار نے کان میں لگے بلوٹوتھ میں کہا اور پھر اپنی سیٹ کے نیچے سے جدید پسٹل نکالتا وہ اپنی چمکتی نگاہیں سائیڈ مرر پہ ڈالتا عقب میں دیکھنے لگا جہاں دو گاڑیاں بہت تیزی سے ان کا تعاقب کر رہی تھیں جبکہ دوسری جانب گولیوں کی برسات یونہی جاری تھی۔

اس نے نگاہیں بیک مرر پہ گاڑھے پسٹل والے ہاتھ سے شیشہ نیچے کیا اور بہت چابک دستی کے ساتھ ڈرائیور کو سٹیرنگ تھامنے کا اشارہ کرتے ہوئے وہ سیٹ سے مڑا اور پسٹل سے ان کے ٹائر کا نشانہ لیا تو ایک گاڑی ہچکولے کھاتی ایک درخت سے جا ٹکرائی۔

اس کے اس عمل کے بعد ناکام ہوتے دشمن کو بھی تاؤ آ گیا اور پھر یکے بعد دیگرے ان کی پانچ گاڑیوں کے ٹائر برسٹ کرتے ہوئے انہیں وہیں رک جانے پہ مجبور کر دیا۔

گاڑیوں کے رکتے ہی درختوں کی آڑ میں چھپلے وہ سب آدمی باہر نکل آئے اور لگے گاڑیوں کے شیشوں کا نشانہ لینے کیونکہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ کسی قسم کے مارجن کی اجازت نہیں تھی۔

جیسے ہی وہ سب درختوں کے جھنڈ سے نکلے ایک دم سے ان تمام گاڑیوں کے دروازے ایک ساتھ کھلے اور سیاہ یونیفارم میں ملبوس گارڈز اور آفیسر ز باہر نکلے اور دشمن کو سمجھنے کا موقع دیے بغیر جوابی کاروائی کرتے دشمنوں کو گراتے چلے گئے، فضا اس لمحے گولیوں کی بو اور آواز سے سہمی ہوئی تھی لیکن اس جنگ کو روکنے کو کوئی آگے نہیں بڑھ سکا کیونکہ اس لمحے پولیس آفیسر ز بھی شاملِ جنگ تھے، اسی اثناء میں جب شہریار کو حویلی کے افراد کی 'یوسف زئی حویلی' کے نزدیک پہنچ جانے کی اطلاع ملی تو وہ سب کو رک جانے کا حکم دیتا گاڑی سے باہر نکلا تو تاک میں بیٹھے ایک آدمی نے فوراً اس کے سینے کا نشانہ لیا جو خوش قسمتی سے چوک ہوتا شہریار کے نزدیک شخص کو لگتا اس کے خون سے شہریار کی قمیض بھی خراب کر گیا لیکن اس کے کسی بھی ایکشن سے قبل وہ شخص گارڈ کی گولی کا نشانہ بن گیا۔

"تھینک یو سو مچ آفیسر ز۔" وہ حالات کو اپنے کنٹرول میں آتے دیکھ کے سب کو رک جانے کا حکم دیتا آفیسر سے بولا تو انہوں نے خوشدلی سے اس کا کندھا تھپکا۔

"آپ کا شکریہ خاناں! یہ سب جرائم پیشہ افراد تھے جو ہیومن اسمگلنگ میں پیش پیش ہوتے ہیں اور ان کے لیے شوٹ ایٹ سائٹ کے آرڈر جاری ہو چکے تھے اس لیے جیسے ہی آپ نے اطلاع کی ہم پہنچ گئے۔" وہ جواباً مشکور ہوئے تو شہریار نے متانت سے سر ہلاتے ہوئے ان سے ہاتھ ملایا اور پھر اگلے چند ہی منٹوں بعد آفیسر زاور گارڈز کی فوج کے ساتھ دنیا کا انوکھا دولہا اپنی دلہن لینے کے لیے منزل کی طرف گامزن ہو گیا جبکہ سڑک پہ پڑے وہ آدمی جن کے نشانے بڑے طریقے سے لیے گئے تھے ان زخمیوں کو پولیس کے ملازم گاڑیوں میں ڈالتے اپنے ٹھکانے کی جانب چل دیے۔

جیسے ہی آفریدیوں کے نکلنے کی خبر علاقے میں پھیلی سب لوگوں کی نگاہیں گلیوں میں کان آنے والی ہر آواز پہ لگے ہوئے تھے اور پھر کچھ ہی دیر بعد سب کے خدشات سچ ثابت ہو گئے جب فضا گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھی تھی اور یہی گونج جب فرشتے کی سماعتوں سے ٹکرائی تو نجانے کیوں دل ڈوب سا گیا اور نم آنکھیں ہتھیلیوں پہ سجے نام پہ گڑھ گئیں۔

Urdu Novels Ghar

لیکن اسی گونج میں جب بہت ساری گاڑیوں کے ٹائرز ایک ساتھ حویلی کے سامنے چرچرائے تو بارات آجانے کی اطلاع پہ دل جیسے ہچکولے کھانے لگا۔

"فرشتے بارات آگئی ہے تمہاری۔" فرشتے کے کمرے میزن موجود کھڑکی سے باہر دیکھتی ارمینا بولی، چونکہ اس شادی کے لیے خوشی دوسری جانب ہی زیادہ تھی اس لیے 'یوسف زئی حویلی' میں اس سمے موت کا ساسماں پھیلا ہوا تھا۔ بنفشے، جنت بی بی، زمرد بیگم، گل بیگم (فرشتے کی خالہ) اور ارمینا اس وقت فرشتے کے ہی کمرے میں موجود آنے والی ہر انہونی کے لیے خود کو تیار کر رہے تھے۔

"خاناں! تساں کو حبیب خاناں نیچے بلا رہے ہیں، فرشتے بی بی کو لینے دوسری حویلی سے لوگ آئے ہیں۔" ایک ملازمہ ہانپتی ہوئی دروازے پہ آئی اور جنت بی بی اور زمرد بیگم سے بولی تو وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"کتنے لوگ ہیں مائی باہر؟" زمرد بیگم نے اچانک کسی خیال کے تحت استفسار کیا۔

"پوری حویلی کے لوگ آئے ہیں لیکن ابھی تک شہریار خاناں نہیں پہنچے۔" ملازمہ کی اطلاع پہ سب نے چونک کے ایک دوسرے کی شکل دیکھی۔

"کیا مطلب شہریار نہیں آیا ابھی تک؟" زمرد بیگم نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا تو ملازمہ کے جواباً نفی میں سر ہلانے پہ ان کا دل انجانے خدشات میں ڈوبنے لگا لیکن وہ اللہ کا نام لیتیں دروازے کی جانب بڑھتیں برسوں بعد اپنے میکے والوں سے ملنے کے لیے خود کو تیار کرنے لگیں۔

"یہ تھی آپ لوگوں کی بکواس پلاننگ کے ہمارے دشمن ہمارے ہی دروازے پہ کھڑے ہماری ہی بیٹی کو لینے آن پہنچے ہیں اور میرا شوہر اور آپ کی بیوی ان کے استقبال کے لیے دروازے میں کھڑے ہیں۔" مرجان بیگم کی پھنکارتی ہوئی آواز عالم اور حاقان صاحب کی سماعتوں پہ گراں گزر رہی تھی لیکن وہ مجبور تھے کہ غلطی ان کی اپنی تھی۔

"وہ جسے آپ سب کل کا چھوکرا سمجھ کے چھوٹ دے رہے تھے وہی آج سینکڑوں آفیسرز اور گارڈز کے نرغے میں اپنے باراتیوں کے ساتھ آپ کے دروازے پہ کھڑا آپ کو دھول چٹانے آن پہنچا ہے۔" مرجان بیگم طنزیہ انداز میں کہتیں انہیں ملامت کر رہی تھیں جب عالم صاحب پہلو بدلتے ہوئے پہنچ اٹھے۔

Urdu Novels Ghar

"یہ اس کی کہاں کی بہادری ہے جو اتنے لوگوں کے ساتھ پہنچا ہے؟ اکیلے آتا تو میں مانتا اسے۔" کھسیانی بلی کھمبا نوچے کے مصداق جب عالم صاحب بولے تو مرجان بیگم نے جتاتی نگاہوں سے ایک نظر انہیں دیکھ کے طنزیہ مسکان اچھالی۔

"وہ گزشتہ دوراتوں سے نہتا آپ کی اس حویلی کی دہلیز پار کرتا آپ کے اس بیان کی بھی دھجیاں اڑا چکا ہے۔" وہ زہر خند لہجے میں بولتیں ادھر سے ادھر ٹہلتی جا رہی تھیں۔

"اب اس سب سے چھٹکارے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے فرشتے، مرجان خاناں بچی کو سمجھا دو کہ وہ دشمنوں کے ہاں جا رہی ہے جن کا خاتمہ ہی ہمارا اصل سکون ہے۔" پے در پے ہونے والی ناکامیوں پہ خاقان صاحب تلملا اٹھے تھے ان کے اندر پھر سے وہی بربریت و وحشت جنم لے رہی تھی جس نے برسوں پہلے ایک خوبصورت کلی کو نوچا تھا اور آج وہ اپنی پوتی کا گھر نوچنے جا رہے تھے۔

"میں اسے یہ سب۔۔۔۔" مرجان بیگم بات کرتے کرتے کسی احساس کے تحت رکیں تو سب نے پلٹ کے دیکھا جہاں دروازہ تھوڑا سا کھولے ششدر سا عالیان کھڑا انہیں ساکت کر گیا۔

"جب آپ مجھ سے نفرت کا اظہار کرتی تھیں تو میں یہ سوچ کے خاموش ہو جایا کرتا تھا کہ میرا وجود آپ کی نفرت کی وجہ ہے لیکن آج بنا کسی وجہ کے آپ کو اپنی بیٹی کا گھر اجاڑتے دیکھ کے یہ یقین ہو چلا ہے کہ آپ صرف اور صرف ایک عورت ہیں جو ماں کہلانے کے لائق نہیں۔" عالیان کے مضبوط لہجے میں کہے الفاظ مرجان بیگم کے منہ پہ طمانچے کی صورت پڑے، انہوں نے شعلے اگلتی نگاہوں سے عالیان کے آنسوؤں سے تر چہرے کو دیکھا۔

"اے لڑکے تمیز کے ساتھ۔" حاقان صاحب غصے سے گرجے لیکن وہ بنا کسی خوف و خطر ان کی جانب مڑا۔

"معاف کیجیے گا آغا جان! لیکن اس بار آپ لوگوں کا کوئی بھی ستم مجھے روک نہیں سکے گا، میں فرشتے کی رخصتی کے بعد آفریدی حویلی سمیت پنچائیت والوں کو بھی سب کچھ سچ سچ بتاوں گا۔" وہ انہیں اپنے مضبوط عزائم سے آگاہ کرتا وہاں سے نکلتا ان سب کو سولی پہ چڑھا گیا۔

"اس چھوکرے سے قبل اس رذیل انسان کا بندوبست کرنا بہت ضروری ہے۔" غیر مہذب الفاظ منہ سے نکالتے عالم صاحب بولے تو مرجان بیگم نے چونک کے انہیں دیکھا لیکن کہا کچھ نہیں۔

"پھپھو خاناں !بھاجائی کدھر ہیں؟" جنت بی بی اور زمرد بیگم سے جذباتی اور دل شکن سے ملاپ کے بعد جب سب خاموشی میں ڈوبے ہال میں بیٹھے تو آخر کار گلالئی بول اٹھی۔

"فرشتے اپنے کمرے میں ہے۔" انہوں نے بردباری سے جواب دیا اور پھر کچھ لمحے بعد ہچکچاتے ہوئے بولیں۔

"شہریار کدھر ہے؟" چونکہ انہیں مردان خانے میں ابھی تک اس کے آنے کی اطلاع نہیں ملی اس لیے وہ فکرمندی سے بولیں۔

"آرہا ہے، ابھی خبر ملی ہے کہ پانچ منٹ میں پہنچنے والا ہے۔" زونائیشے بیگم نے آرام سے جواب دیا اسی اثناء میں مرجان بیگم ہال میں داخل ہوئیں تو ان کے بگڑے ہوئے تیوروں کو دیکھتے ہوئے سب نے اٹھنے کی بجائے وہیں بیٹھے انہیں سلام کیا ماسوائے زونائیشے بیگم کے، وہ اپنی جگہ سے اٹھیں اور ان کے گلے جا لگیں۔

"اگر آپ کی اجازت ہو تو فرشتے کو اس کے کمرے سے لے آئیں؟" انہوں نے حلاوت آمیز لہجے میں استفسار کیا تو مرجان بیگم نے بمشکل اپنے طیش پہ قابو پایا۔

"ملازمہ کھانا لگانے لگی ہے وہ کھا کے لے آیئے گا۔" وہ بادل نخواستہ بولیں کہ کہیں نہ کہیں انہیں یہ خیال آ رہا تھا کہ یہ لوگ ان کی بیٹی لے جانے آئے ہیں اور بیٹی بھی وہ جسے بیٹوں کے بدلے سولی چڑھا رہی تھیں۔

"بہت شکریہ آپ کا، شہریار خاناں پہنچ چکے ہیں اطلاع مل گئی ہے, آپ فرشتے کو بلوا دیجیے۔" انہوں نے بہت طریقے سے معذرت کی تو وہ سر ہلاتیں پلٹ گئیں۔

"خانم! اگر آپ کو برا نہ لگے تو ہم بھاجائی کو لے آئیں۔" اچانک زرتاج مرجان بیگم سے مخاطب ہوئی تو ان کی تیوریاں چڑھ گئیں لیکن اس سے پہلے کے وہ منع کرتیں جنت بی بی بول پڑیں۔

"جاؤ جاؤ بچے، یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے؟" ان کے کہنے پہ زرتاج، شہر گل، زرسانگہ اور گلالئی اٹھ کھڑی ہوئیں اور مرجان بیگم کے بگڑے تیوروں کی پرواہ کیے بغیر ملازمہ سے پوچھ کے فرشتے کے کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔

"ابھی تک شہریار خاناں تو نہیں پہنچے جبکہ آغا جان اور بابا خان اور چچا سائیں بھی مردان خانے میں جا چکے ہیں۔" بنفشے کے کہنے پہ گم سم سی بیٹھی فرشتے کے دھڑکنیں نجانے کیوں سست پڑنے لگیں۔

"شہ۔۔۔" گل بیگم کے کچھ کہنے کو کھلے ہوئے لبوں کو دروازے پہ ہونے والی دستک نے فوراروک دیا، گل بیگم کے اندر آنے کی اجازت دینے پہ وہ چاروں جھجھکتی ہوئیں اندر داخل ہوئیں تو سب نے استفہامیہ نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

"السلام علیکم !ہم شہریار لالہ کی بہنیں ہیں۔" گل نے سلام کرتے ہی اجتماعی تعارف کی رسم نبھائی تو وہ تینوں خوش اخلاقی سے انہیں ملیں جبکہ فرشتے بے تاثر نگاہوں سے انہیں دیکھتی۔

"ماشاءاللہ !" وہ یک زبان بولتیں فرشتے کی جانب لپکیں اور بہت پرجوشی کے ساتھ اس سے ملیں تو فرشتے کا دل گھبرانے لگا، اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ بنا کسی لحاظ کے انہیں پرے دھکیل دے۔

"باقی کے چونچلے گھر جا کے کر لینا تم لوگ، ابھی لے آؤ اسے نیچے۔" اچانک مرجان بیگم کی پاٹ دار آواز پہ شہر گل نے ناگواری سے انہیں دیکھا لیکن کچھ کہے بغیر بنفشے کو اشارہ کیا تو وہ آگے بڑھتی اس پہ چادر اوڑھانے لگی۔

کچھ ہی دیر بعد سب اسے لیے نیچے ہال میں پہنچے تو باری باری سب نے اسے پیار کیا اور پھر لا کے جنت بی بی اور زونائیشے بیگم کے ساتھ بٹھادیا, ابھی گلالئی اسے بٹھا کہ سیدھی بھی نہ ہوئی تھی کہ اچانک ایک عجیب سے شور نے سب کی سماعتوں کو جھکڑا تو کسی خدشے کے تحت بنفشے نے جلدی سے آگے بڑھ کے مردان خانے کا منظر دیکھنے کے سائیڈ پہ لگے جالی دار دروازے سے پردہ ہٹایا۔

"اوہ ماڑا!" سامنے دکھائی دیتے منظر کو دیکھ کے بنفشے کے ہونٹوں سے بے ساختہ نکلا تو سب سمیت فرشتے کی نگاہیں بھی سامنے جم گئیں جہاں پتھریلی روش کے دونوں اطراف گارڈز اور آفیسرز پھیلے ہوئے تھے اور وہ ان کے درمیان میں شاہانہ انداز سے چل کے آتا یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے کسی سلطنت کا بادشاہ ہو اور نجانے کتنے ہی لوگوں کو تسخیر کر کے آیا ہو۔

وہ اپنے مخصوص انداز میں چلتا ہوا حبیب صاحب کے نزدیک گیا اور ان سے معانقہ کرنے کے بعد وہ حاکم صاحب کے نزدیک بیٹھ گیا۔

اس کی طنزیہ نگاہیں اور ایسے رویے پہ جہاں خاقان صاحب و عالم صاحب غیض و غضب کا شکار ہو رہے تھے وہیں مرجان بیگم انگاروں پہ لوٹنے لگیں۔

لیکن ان سب کی نفرت و مزاحمت کے باوجود سب نے دیکھا کہ وہ شہزادوں کی سی آن بان رکھنے والا بگڑا خانزادہ ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں اس کا ہاتھ تھامے انہی لوگوں کے سامنے اپنے ساتھ لے چلا گیا جنہوں نے انہیں روکنے کی جان توڑ کوششیں کی تھیں اور اب تلملاتے رہ گئے تھے۔

"آپ لوگ اپنے پلانز بنانے اب چھوڑ دیں خاناں کیونکہ وہ آپ کو دن دیہاڑے دھول چٹا کے چلا گیا ہے۔" فرشتے کی رخصتی کے بعد ہی عالم صاحب بپھرے شیر کی مانند گیڈر بھبھکیاں لگا رہے تھے کہ شکست سے بے حال مرجان بیگم ترش لہجے میں گویا ہوئیں۔

"جو دھول آج وہ ہمیں چٹا کے گیا ہے نا اس سے کئی گنا زہریلی دھول میں اس کی رگ رگ میں بھر دوں گا کہ پورے علاقے میں منہ چھپاتا پھرے گا۔" وہ مارے غصے کے مغلظات بکنے پہ چلے آئے۔

"اس کو سبق سکھانے سے پہلے اپنے گھر میں زنجیریں ڈال دو، وہ نجس (عالیان) اس خان (شہریار) کے ساتھ نجانے کون سے رازو نیاز کر رہا تھا آج، اگر یہ رازو نیاز جاری رہے تو تم لوگ جانتے ہو کہ کیا نقصان ہو سکتا ہے؟" حاقان صاحب اچانک سفاک لہجے میں بولے تو وہ چونک اٹھے۔

"آپ پریشان نہیں ہوں آغا جان! اس کا بندوبست مشکل نہیں ہے، دن میں ہزاروں لوگ جل کے مرتے ہیں، کسی کا ایکسیڈینٹ ہو جاتا ہے اب اس کو تو کوئی نہیں روک سکتا نا؟" عالم صاحب کے لہجے کی سفاکیت وبربریت فضا کو افسردہ کر گئی جبکہ جس کے بطن کے حصے کی بات ہو رہی تھی وہ چپ چاپ بے تاثر سی وہاں کھڑی تھیں۔

"اگر اپنے خیر خواہوں سے فرصت مل جائے تو یہ یاد فرما کہ ایک عدد شوہر ہے اس حویلی میں آپ کا تو میری بات سن لیجیے گا۔" اچانک دستک دے کے اندر آتے حبیب صاحب نے خشمگیں نگاہوں سے انہیں دیکھا تو وہ بے ساختہ گھبرا اٹھیں اور بغور ان کے چہرے کو دیکھا کہ کہیں انہوں نے کچھ سنا تو نہیں لیکن ان کے چہرے کے نارمل تاثرات دیکھ کے وہ بنا کچھ کہے باہر نکل گئیں جبکہ ایک نظر باپ اور بھائی پہ ڈالتے حبیب صاحب بھی باہر چلے گئے۔

بہت ساری گاڑیاں آگے پیچھے چلتی اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھیں ایسے میں سیاہ لینڈ کروزر کی بیک سیٹ پہ براجمان فرشتے بیٹھی اس سفر کے کبھی نہ ختم ہونے کا انتظار کر رہی تھی کہ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے اسے کسی زندان میں قید کیا جا رہا ہو لیکن اس کے لاکھ چاہنے کے باوجود بھی سفر آخر کار تمام ہوا اور تمام گاڑیاں 'آفریدی حویلی' کے دیو ہیکل گیٹ کے سامنے رکیں تو ڈیوٹی پہ مامور چوکیداروں نے سرعت سے گیٹ کھولا تو گاڑیاں حویلی کے وسیع و عریض پورچ میں جا رکیں جبکہ کچھ حویلی کے پچھلے حصے کی جانب بڑھ گئیں۔

گاڑیاں رکتے ہی جب سیاہ لینڈ کروزر کی فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول کے شہریار نے باہر قدم رکھا تو اسی گاڑی کی بیک سیٹ پہ بیٹھی فرشتے نے سکون بھرا سانس لیا اسی لمحے اس کی سائیڈ کا دروازہ کھولتے ہوئے آنگل اور زرتاج نے اسے باہر نکلنے میں مدد دی تو وہ اتنی پذیرائی پہ حیران ہوئی۔

اس کی حیرانگی ابھی کم ہوئی ہی نہ تھی کہ اس کے گاڑی سے باہر قدم رکھتے ہی فضا ہوائی فائروں سے گونج اٹھی، پھر وہیں کھڑے کھڑے تین کالے بکروں پہ اس کا ہاتھ لگوا کے صدقے کے لیے دیے

Urdu Novels Ghar

گئے جبکہ پیسوں سے بھرے تھالوں پہ بھی ہاتھ لگوا کے غریبوں میں بانٹنے کے لیے بھجوا دیے گئے اس ساری کاروائی میں فرشتے کٹھ پتلی بنی جو وہ کہتے رہے وہ کرتی چلی گئی۔

پھر اپنی نندوں اور ساس کے سہارے وہ سہمے سہمے انداز میں اس حویلی کی اندرونی دہلیز پار کر گئی جس کی نفرت انہیں گھٹی میں پلائی گئی تھی۔

"شہریار خاناں اور آغا جان کو بلوایئے نازونائیشے بھاجائی! رسمیں شروع کریں۔" پشمینہ بیگم نے فرشتے کو ہال میں بٹھاتے ہوئے زونائیشے بیگم کو کہا تو ان کے جواب دینے سے قبل شہریار کے علاوہ حویلی کے مرد زنان خانے میں داخل ہو گئے۔

"تائی جانم! یہ رسمیں صرف ان دو حضرات کی موجودگی میں نہیں ہوں گی۔" خوبصورت رنگوں سے سجی کرسی پہ بیٹھتے ہوئے شاہ زیب نے گویا اعلان کیا تو سب مسکرا دیے۔

"اب کیا ان انگوٹھیوں کو کوئی سپیشل ہاتھ دیا جا رہا ہے؟" جیسے ہی زرمینہ بیگم نے دو انگوٹھیاں دودھ اور پھولوں سے بھرے تھال میں پھینکی تو شاہ میر کی زبان میں کھجلی ہوئی۔

"انگوٹھیوں کا تو پتہ نہیں لیکن تمہارا آج سپیشل ٹریٹمنٹ ہونے والا ہے شہری کے ہاتھوں۔" اپنے مخصوص انداز کے ساتھ ہال میں داخل ہوتے شہریار کو دیکھ کے شہیر نے شاہ میر کو الرٹ کیا تو شاہ میر کی بجائے فرشتے الرٹ ہو بیٹھی۔

"یہ کیا خانم؟" اس نے پشمینہ اور زرمینہ بیگم کے بلاوے کو نظر انداز کرتے ہوئے زونائیشے بیگم سے استفسار کیا۔

"رسم ہے یہ بچے۔" زونائیشے بیگم نے نرمی سے جواب دیا تو اس کے تاثرات فوراً بگڑے۔

"یہ رسم آپ لوگ اکیلے میں کر لیں، میں سجاول کے پاس جا رہا ہوں تھوڑی دیر کے لیے۔" اس کو لگا کہ اسے یہ پھولوں والا دودھ پینا ہے تبھی وہ دامن چھڑانے لگا جبکہ اس کے یوں کہنے پہ فرشتے کے ہونٹوں پہ زہر خند سا تبسم مچل گیا گویا کہہ رہی ہو کہ یہاں تک ہی تھی تمہاری اداکاری؟

"ادھر آ کے بیٹھیں آپ اور دکھائیں اپنے جوہر۔" عائلہ بیگم اور پشمینہ بیگم نے پکڑ کے اسے فرشتے کے پہلو میں بٹھایا تو اس کا مضبوط کندھا اس کے ساتھ ٹکرانے پہ فرشتے نے بے اختیار پہلو بدلا تو

زیورات کی ہلکی سی چھنکار پہ شہریار نے خفیف سے انداز میں اس کی جانب دیکھا تو سرخ گھونگھٹ میں چھپے اس کے وجود کو دیکھتے اس کی آنکھوں میں خمار اترنے لگا۔

"خدا کی قسم شہری! چچی خاناں نے یہ والے جوہر دکھانے کو بالکل نہیں کہا تھا بلکہ انہوں اس رسم کے متعلق کہا تھا۔" اس کی بے اختیاری پہ چوٹ کرتے ہوئے شہیر نے بے شرمی سے کہا تو سب کے قہقہوں پہ اس نے سر جھٹکتے ہوئے اس پہ سے نگاہ ہٹاتے ہوئے شہیر کو بے دریغ گھورا۔

"کیا کرنا ہو گا مجھے؟ اس نے عائلہ بیگم سے استفسار کیا جبکہ دھیان عائلہ بیگم سے زیادہ پہلو میں ہوتی نا محسوس سی ہلچل کی جانب تھا۔

"کیا ہوا آپ کو؟" ظہیر آفریدی کے عائلہ بیگم کو اچانک مخاطب کرنے پہ اس نے قدرے اس کی جانب جھکتے ہوئے

استفسار کیا تو جواباً گہری خاموشی ملی لیکن ساتھ ہی ایک دفعہ پھر سے پہلو بدلا گیا تو اس نے گہری سانس بھرتے ہوئے اپنے نیچے دبے اس کے دوپٹے کا پلو نکالا تو وہ نا محسوس سے انداز میں ایک انچ پرے کھسکی۔

"مورے! رسم کا بتا دیں ورنہ یہاں وہ کچھ ہو جائے گا جو سب سے سہانہ جائے گا۔" چونکہ ینگ جنریشن کا سارا دھیان ان کی جانب ہی تھا تو شاہ میر نے عائلہ بیگم کو مخاطب کیا تو بڑوں کی موجودگی کا احساس کر کے شہریار اسے مکہ مارنے کی شدید خواہش پہ ضبط کر کے رہ گیا۔

"خاناں! یہ دودھ میں دو انگوٹھیاں ایک آپ کی اور ایک فرشتے کی تو ابھی آپ دونوں کو ایک دوسرے کی انگوٹھی ڈھونڈنی ہے اب دیکھتے ہیں کہ پہلے یہ کام کون کرتا ہے۔" زرمینہ بیگم نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا تو فرشتے کا حلق تک کڑوا ہو گیا، اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ سارے لحاظ بالائے طاق رکھتے ہوئے اٹھ جائے اور کہے کہ اپنا یہ اداکاری سے بھرپور ڈرامہ بند کر دیں لیکن ساتھ بیٹھے شخص نے اس پہ یوں غلبہ پایا ہوا تھا کہ وہ چاہ کے بھی ایسا نہ کر سکی۔

"یہ زیادہ اچھا نہیں تھا کہ آپ ہمیں انگوٹھیاں تھما دیتیں تو ہم ایک دوسرے کو پہنا دیتے۔" وہ متامل لہجے میں گویا ہوا تو زونائیشے بیگم آگے بڑھیں۔

"لیکن یہ ایک رسم ہے بچے۔" نرمی سے کہتے ہوئے انہوں نے فرشتے کا مہندی اور انگوٹھیوں سے سجا نازک ہاتھ تھامتے ہوئے دودھ والے برتن میں رکھا تو گہری سانس بھرتے ہوئے شہریار نے ہاتھ آگے بڑھایا۔

"ویسے خانم! وہ رسم نہیں ہو گی جو ایک دوسرے کی شکلیں شیشے میں دیکھنا ہوتی ہیں؟" زرتاج پر اشتیاق لہجے میں گویا ہوئی۔

"یہ رسم ہرگز نہ کیجیے گا خانم ورنہ دولہے کی شکل دیکھ کے دلہن انکار کر دے گی۔" شہیر کی زبان میں پھر سے کھجلی ہوئی تو ایک فرمائشی قہقہہ ابل پڑا۔

"دلہن تو اب چاہ کے بھی انکار نہیں کر سکتیں کیونکہ دلہا ان پہ اپنا آدھا ادھورا رنگ چڑھا چکا ہے۔" مدہم سرگوشی نما انداز و گھمبیرتا سے بھرپور لہجے میں کہتے ہوئے شہریار نے اچانک اس کا دودھ میں ڈِپ ہوا حنائی ہاتھ تھاما تو اس کو جھٹکا سا لگا۔

"ہاتھ چھوڑیں میرا۔" وہ دبے دبے لہجے میں بولی تو ایک تنقیدی نگاہ سب پہ ڈالتے ہوئے اس نے اس کے ہاتھ پہ گرفت مزید مضبوط کی جبکہ اس کی آپسی لڑائی سے انجان باقی سب دلچسپی سے اسے تک رہے تھے۔

"اس رسم کا فائدہ کیا ہوتا ہے؟" اس کے ناخن کھبونے پہ زیرِلب مسکراتے ہوئے وہ پشمینہ بیگم سے مخاطب ہوا۔

"بھئی جس نے پہلے انگوٹھی ڈھونڈ کے پہنا دی مطلب وہ حاوی رہے گا دوسرے پہ، اسی کی مرضی چلا کرے گی۔" انہوں نے ہنستے ہوئے جواب دیا تو شہریار نے گردن موڑتے ہوئے اس کے چھپے ہوئے چہرے کو دیکھا۔

"ان کی مرضی میرے دل کے ایوانوں پہ چلا کرے گی اس کے لیے انہیں انگوٹھی ڈھونڈنے کی نہیں بلکہ ایک نظر مجھے آنکھ سے آنکھ ملا کے دیکھنے کی ضرورت ہے۔" سرگوشی نما لہجے فرشتے کی دھڑکنیں سست کر گیا جبکہ اپنے ہاتھ میں دبے اس کے ہاتھ میں لرزاہٹ محسوس کر کے شہریار نے دھیرے سے ہاتھ چھوڑ دیا جبکہ باقی سب اس ساری کاروائی سے انجان تھے۔

اور پھر کچھ ہی دیر بعد جب شہریار نے ہاتھ ہلانا بند کر دیا تو فرشتے نے آہستگی سے ہاتھ باہر نکالا تو اس کے ہاتھ میں اپنی انگوٹھی موجود تھی جسے باقی سب کے کچھ بھی کہنے سے پہلے ہی شہریار نے پکڑ کے اس کی انگلی میں پہنادی۔

"ہاہ!! یہ دھوکہ نہیں ہو گیا۔" شہر گل سب سے پہلے چیخی تو شہریار نے تادیبی نگاہوں سے ماں کو دیکھا تو وہ آگے بڑھیں۔

" چلیں خیر ہے، رسم تو کسی طرح ہو گئی نا، آپ سب بھاجائی کو ان کے کمرے میں لے جائیں وہ تھکی ہوئی ہوں گی۔" زونائیشے بیگم کے نرمی سے کہنے پہ ینگ جنریشن کے چہرے لٹک گئے کیونکہ وہ ابھی مزید یہ ہلا گلا چاہتے تھے۔

"ٹھیک کہہ رہی ہیں بہو بیگم! بچی کو کمرے میں پہنچاؤ شاباش۔" حاکم صاحب بھی بات سمجھتے ہوئے حکمیہ انداز میں بولے تو سب نے آہستگی سے سر ہلایا تو اچانک یاد آنے پہ حاکم صاحب آگے بڑھے اور فرشتے کے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے جیب سے ایک چھوٹا سا ڈبہ سا نکال کے اس کی گود میں رکھا اور ڈھیروں دعائیں دیتے ہوئے بچیوں کو اسے اس کے کمرے میں لے جانے کا حکم دیا تو پسلیوں کے

پنجرے میں مقید فرشتے کا دل مارے گھٹن کے پھڑ پھڑانے لگا لیکن اس کے نا چاہتے ہوئے بھی اسے اپنے مقید دل کے ساتھ اسی صیاد کے ٹھکانے کی جانب جانا پڑا۔

کمرے کا دروازہ کھلتے ہی پھولوں کی مہک نے اس کے اعصاب پہ اچانک حملہ کیا تو اسے شدید حیرانگی ہوئی کیونکہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ 'اس' کے لیے آفریدی حویلی میں کمرے کو یوں سجایا جائے گا؟

گلالئ اور زرسانگہ نے سہارا دیتے ہوئے اسے بیڈ بٹھانے کی کوشش کی تو وہ ان سے ہاتھ چھڑاتی یونہی ٹانگیں نیچے کو لٹکاتی بیڈ کے بائیں جانب بیٹھ گئی۔

وہ جو اس سے گپ شپ لگانے کا سوچ کے آئیں تھیں، اس کے تنے ہوئے تاثرات اور بے تاثر انداز کو دیکھتے ہوئے دل مسوس کے رہ گئیں۔

"اللہ حافظ بھا جائی! ہم لالہ کو بھیجتی ہیں۔" گلالئی آہستگی سے بولی تو فرشتے کا جی چاہا وہ اسے ایسی کسی بھی خیر خواہی سے منع کر دے لیکن اس کا کسی سے بھی بولنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا اس لیے چپ رہی تو وہ سب باہر نکل گئیں۔

ان کے باہر جاتے ہی فرشتے نے چہرے پہ گرایا گیا سرخ زرتاری آنچل ہولے سے اٹھاتے ہوئے پیچھے کو الٹایا اور ایک طائرانہ نگاہ پورے ماحول پہ ڈالنی چاہی تو نگاہ سیدھی اسی چہرے سے جا ٹکرائی جو اس لمحے دنیا کا سب سے برا چہرہ لگ رہا تھا۔

بیڈ کے سامنے لگی انلارج تصویر میں وہ سیاہ پولو سوٹ میں ملبوس گھوڑے میں بیٹھا سگریٹ سلگا رہا تھا جبکہ اس کی سیاہ آنکھوں کا محور اور اس کا بے نیاز انداز اس بات کو ثابت کر رہا تھا کہ تصویر بے خبری میں لی گئی ہے۔

اس نے سرعت سے نگاہ پھیری اور ارد گرد کا جائزہ لینے لگی۔

ڈارک گرے و لائٹ گرے کلر کے امتزاج سے سجا یہ بیڈ روم اس بات کا ثبوت تھا کہ اس کی شخصیت کی مانند اس کے کمرے میں بھی ڈارک کلرز کا استعمال بہت زیادہ تھا۔

اس کی بھٹکتی نگاہ جب بیڈ کے بائیں سائیڈ پہ بنی اوپن وارڈروب کی جانب گئی تو اس کے لٹکتے کپڑوں کے ساتھ لٹکے اپنے کپڑے دیکھ کے اسے عجیب سا احساس ہوا تو اسے عجیب سی گھبراہٹ سے آن گھیرا۔

اسے ایک دم سے خیال آیا تو وہ اپنا یہ روپ سروپ تباہ کرنے کے خیال سے اچانک سیدھی ہوئی تو اس کے وجود پہ سجے زیورات کی کھنکھناہٹ نے دروازہ کھولنے والے کا بڑے دل پذیر انداز میں استقبال کیا۔

شہریار نے جیسے ہی دروازہ کھولا تو زیورات کی جھنکار اس کے کانوں میں پڑی تو اس کے ہونٹ بڑے بے ساختہ انداز میں مسکرا اٹھے۔

وہ دھیرے سے اندر آیا اور دروازہ بند کرتے ہوئے اس کی جانب بڑھا جو دونوں پیر زمین پہ ٹکائے، ایک ہاتھ بیڈ پہ جمائے دوسرے ہاتھ سے دوپٹہ پیچھے سرکانے کی کوشش میں تھی لیکن اس وقت اس کا سارے کا سارا دھیان اندر آتے شہریار کی جانب تھا۔

Urdu Novels Ghar

"اگر ہمیشہ یونہی استقبال کیا کریں گی تو جلد ہی حواس کھو بیٹھوں گا۔" نگاہوں سے اس کے سجے سنورے نقوش کو چھوتے ہوئے بے خود لہجے میں کہا تو فرشتے جیسے کسی خواب سے جاگی۔

وہ ایک دم سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے دل کو مضبوط کرنے لگی۔

"اگر جو واقعی میں اپنے استقبال کرنے کے طریقے پہ عمل کروں تو آپ یقیناً حواس کھو بیٹھیں گے۔" وہ زہر خند لہجے میں بولی تو وہ محظوظ کن انداز میں مسکرایا۔

"آپ اپنے طریقوں پہ کل سے عمل کر لیجیے گا، آج کا دن بھی میرا تھا اور آج کی رات بھی میری ہے اس لیے آج صرف مجھے ہی یہ اتھارٹی دیں۔" معنی خیز لہجے میں کہتے ہوئے اس نے بازو پہ دھری چادر صوفے پہ اچھالی تو اس کی لہجے کی ذو معنیویت پہ فرشتے پہلو بدل کے رہ گیا۔

"دن آپ کا اس لیے تھا کیونکہ مقابل میں نہیں تھی لیکن رات کے متعلق ایسی خوش فہمی مت پا لیے گا ورنہ جان لے لوں گی۔" وہ اپنی ماں کے پڑھائے ہوئے سبق کے مطابق اس ساری صورتحال سے نپٹنے کے لیے خود کو مضبوط کیے کھڑی تھی لیکن اس کی دھڑکنیں لمحہ بہ لمحہ پاگل ہوتی جا رہی تھیں۔

"اونہوں، دن میرا اس لیے تھا کیونکہ میری جیت آپ تھیں۔" وہ بھاری لہجے میں بولتا ہوا دو قدم اس کی جانب بڑھا تو فطری طور پہ فرشتے گھبرا اٹھی۔

"دور رہ کے بات کریں۔" وہ خشک لہجے میں بولی تو شہریار نے مزید ایک قدم آگے کو بڑھایا۔

"میں بات کرنا ہی نہیں چاہتا۔" ذو معنی و بے خود لہجہ فرشتے کے چہرے کو حیا آمیز رنگوں سے بھر گیا تو اس کی نگاہ مزید بے باک ہونے لگی۔

"چہرے سے یہ آنچل ہٹا کے بہت غلط کیا ہے جانم آپ نے۔" بھاری لہجے میں کہتے وہ دو قدم مزید آگے بڑھا تو اس کے لہجے کا مطلب سمجھتی فرشتے نے زور سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے ہاتھوں کی کپکپاہٹ پہ قابو پانے کی کوشش کی۔

"شہریار آفریدی! میرے پاس آنے کی غلطی مت کیجیے گا کیونکہ آپ مجھے یہاں لے تو آئے ہیں لیکن یہ آنا ساری زندگی کے لیے نہیں ہے، میرا یہاں قیام ایک مہمان سے زیادہ کچھ نہیں ہے اس لیے خود

کو وہیں روکے رکھیں۔" اس کے بڑھتے قدموں کے ساتھ اس کی دھڑکنیں بھی بڑھتی جارہی تھیں تبھی وہ دبے دبے لہجے میں بولی کیونکہ اس کے ارادے اسے خوفزدہ کر رہے تھے۔

اس کے گماں میں یہی تھا کہ اس کی بے اختیاری وبے باکی ان کی حویلی تک ہی محدود تھی صرف اسے گمراہ کرکے اپنے جال میں پھنسانے کے لیے، یہاں وہ اس سے اسی طرح سے پیش آئے گا جیسے خون بہامیں آنے والیوں کے ساتھ پیش آتے ہیں لیکن حویلی میں قدم رکھنے کے ساتھ ہی غیر متوقع صورتحال نے اس کا ذہن مفلوج سا کر دیا تھا جبکہ اس وقت اس کی بے خود نگاہیں اسے پریشان کیے جا رہی تھیں۔

"مہمان کبھی بھی اس حویلی کے مہمان خانے سے نکل کے اندرونی دہلیز کو پار نہیں کرتے جانم جبکہ آپ تو پورے طمطراق کے ساتھ دل کی دہلیز بھی پار کر چکی ہیں۔" خوبصورت لب ولہجے میں کہتے ہوئے وہ اس کے بے حد نزدیک پہنچ گیا، اتنا نزدیک کہ اس کی سلگتی سانسوں کی تپش فرشتے کو اپنے چہرے پہ محسوس ہو رہی تھی۔

"آپ م۔۔۔۔" پیچھے کو ہٹنے کی سعی کرتے ہوئے اس نے کچھ بولنے کی کوشش کی جب شہریار کے ہاتھ اس کی قدرے سرخ ہوتی ناک کی جانب بڑھے تو وہ سانس تک روک گئی، ایک نظر اس کی حیرت و بے یقینی سے پھیلی بڑی بڑی آنکھوں پہ ڈالتے ہوئے اس نے اس کے ناک میں پہنی نتھ کی ہک کھولی تو اس کی جسارت پہ 'سسس' کرتے اس کے الفاظ اس کے ہونٹوں پہ ہی دم توڑ گئے۔

"یہ مجھے بری طرح سے ڈسٹرب کر رہی ہے۔" نتھ کو اس کی ناک سے علیحدہ کرتے ہوئے اس نے اس میں لٹکتے سرخ موتی جو اس کے سرخ ہونٹوں سے ٹکرا رہا تھا، پہ انگوٹھا پھیرتے ہوئے ذو معنی لہجے میں کہا تو اس کا وجود کپکپا اٹھا۔

"آپ جو سس۔۔ سوچ رہے ہیں آپ ایسا کچھ نہیں کریں گے۔" اس کی بے باک نگاہیں اپنے دلکش سراپے پہ مرکوز دیکھ کے فرشتے نے اسے وارن کرنے کی کوشش کی تو وہ ٹھٹھکا۔

"میری سوچوں تک رسائی کیسے پالی ہے آپ نے؟" متبسم لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اسے اپنے حصار میں لیتے پیشانی اس کی پیشانی سے ٹکائی تو اس اچانک قربت پہ وہ مچل اٹھی۔

"خون بہامیں آئی ہوں میں، کیوں کر رہے ہیں آپ ایسا؟" وہ اس کے حصار سے نکلنے کی سعی کرتے ہوئے چیخی۔

"خون بہامیں آنے والیوں کے لیے خون کی رنگولی نہیں کھیلی جاتی مسز شہریار! ایسی جرات تب ہی کی جاتی ہے جب سامنے والا دل سے جڑا ہو۔" بایاں ہاتھ یونہی اس کی کمر کے گرد لپیٹے اس نے دایاں ہاتھ اس کی گردن کے پیچھے لے جاتے ہوئے ہار کی ڈوری پہ رکھا تو وہ کرنٹ کھا کے پلٹی۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟" اس کے لہجے میں خفیف سا خوف جھلکا۔

"آپ کی مدد، کیا پوری رات یونہی ان زیورات سمیت رہیں گی۔" وہ سادہ سے لہجے میں گویا ہوا لیکن اس کی سیاہ آنکھوں کی لپک نے فرشتے کے حواس سنسنا دیے تھے اسے اس پل ان لمحات کی معنی خیزی کا اندازہ ہوا تھا۔

"م۔۔میں خود کر لوں گی اپنی مدد، آپ چھوڑیں مجھے۔" اس نے پورا زور لگاتے ہوئے اسے پرے کرتے ہوئے قدم پیچھے کو بڑھاتے ہوئے خود کو بے نیاز ثابت کروانے کے لیے بیڈ پہ بیٹھتی چوڑیاں اتارنے لگی لیکن ہاتھوں کی کپکپاہٹ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

"آپ نہیں کر پائیں گی فرشتے۔" نرم لہجے میں بولتے ہوئے وہ اس کے قریب بیٹھا اور نہایت سہولت کے ساتھ اس کی مزاحمت کی پرواہ کیے بغیر اس کا ٹھنڈا ہوتا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے اس کی چوڑیاں اتارنے لگا۔

"بہت نازک ہیں آپ۔" چوڑیاں اتارنے کے بعد جب نگاہ اس کی سرخ کلائیوں پہ پڑی تو اس نے دھیرے سے کہتے ہوئے ہاتھ اس کے کانوں کی جانب بڑھے تو وہ پھر سے مچلی۔

"میں باقی خود کروں گی۔" اس نے جلدی سے کہا تو شہریار نے بغور اس کا چہرہ دیکھا جو اس لمحے مزید سرخ ہو رہا تھا، اس کی نگاہ اس کی سرخ رخساروں سے ہوتی اس کے سرخ ہونٹوں تک گئی اور پھر گردش کرتی گستاخ نگاہیں صراحی دار گردن پہ بھٹکیں تو نگاہوں میں خمار سا اترنے لگا جبکہ اس کی نگاہوں کا مرکز دیکھتے ہوئے فرشتے کا دل سکڑ سا گیا، اسے اس لمحے احساس ہوا کہ جو دوپٹہ اسے چھپائے ہوئے تھا اسے وہ کچھ دیر پہلے خود پیچھے سرکا چکی تھی۔

اس نے جلدی سے زرتار آنچل کا پلو پیچھے سے پکڑتے ہوئے اپنے سامنے پھیلایا تو اسے جیسے ہوش آیا، اس کے اس عمل پہ محظوظ ہوتے ہوئے اس نے دھیرے سے جھمکے اس کے کانوں سے جدا کرنے کی کوشش کی تو وہ ایک جھٹکے سے اس کے سامنے سے اٹھی۔

فرشتے ضد مت کریں کیونکہ اس ضد میں سوائے نقصان کے کچھ نہیں ہے کیونکہ جو آپ چاہتی ہیں ویسا آج تو کم از کم نہیں ہونے والا۔" اس کی حرکت پہ نالاں وہ سرد لہجے میں بولتا اسے واپس اپنے سامنے بٹھاتا اس کی شدید مزاحمت کو رد کرتے ہوئے اس کے کان جھمکوں کے بوجھ سے آزاد کر گیا۔

"آ۔۔ آپ ہار نہیں اتاریں گے۔" اس کے ہاتھ گردن کی سمت بڑھتے دیکھ کے وہ نم مگر کپکپاتے ہوئے لہجے میں گویا ہوئی تو وہ چونکا۔

"یہ خاص پابندی کیوں؟" اس کی بائیں کان کی جانب جھکتے ہوئے اس نے دھیرے سے کہتے ہوئے اپنا رخسار اس کے سرخ کان سے رگڑا تو وہ سسکی۔

"گ۔۔ گدگدی ہوتی ہے مجھے۔" شرمندگی میں ڈوبے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اس کا لمس اپنے دوسرے کان پہ محسوس کرتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے لہنگے کو پکڑ لیا۔

"یہ تو سراسر زیادتی ہے میرے ساتھ۔" بے باک لہجے میں کہتے ہوئے اس نے ہاتھ اس کی گردن کی جانب بڑھائے اور ڈوری کو تھاما تو بدن میں پھریری سی دوڑنے پہ فرشتے نے بے ساختہ اس کے بازو کو تھاما۔

"ریلیکس، خود کو مضبوط رکھیں ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں۔" اس کی صراحی دار گردن سے ہار ہٹاتے ہوئے اس نے ہولے سے لب اس کی گردن پہ رکھے تو وہ جیسے تھرتھرا اٹھی۔

لیکن وہ اس کی مزاحمت سے قبل تھوڑا پیچھے ہٹا اور اسے بازو کے حصار میں رکھتے ہوئے اس کے مچلنے کی پرواہ کیے بغیر سائیڈ ٹیبل کی ڈرا اوپن کی اور دو مخملیں کیس نکالے۔

"یہ تو آپ بھی جانتی ہوں گی خون بہا میں آنے والیوں کو بستر پہ جگہ تو مل جاتی ہے لیکن انہیں دل میں جگہ ملتی ہے اور نہ ہی رونمائی میں تحفے۔" میرون مخملیں کیس کھولتے ہوئے اس نے بہت خوبصورت اور دلفریب سی گولڈ کی گھڑی نکالی تو فرشتے اپنی جگہ پہ جم سی گئی۔

اس کے گرد سے بازو ہٹاتے ہوئے شہریار نے اس کی کلائی اپنے ہاتھ میں تھامی اور گھڑی کو اس کی کلائی کی زینت بنانے لگا۔

"میں چاہتاہوں کہ یہ گھڑی آپ کو ہمیشہ ان پلوں کی یاد دلائے جن پلوں میں ہم ایک ہوئے ہیں۔" اس کی نبض پہ لب رکھتے ہوئے وہ اس کی سانسیں کھینچ گیا، اسے اس لمحے اس شخص کے جذبات سے خوف آرہا تھا جو اس کی ناپسندیدگی کو کوئی ویلیو ہی نہیں دے رہا تھا۔

"مم۔۔مجھے پائل نہیں پسند۔" جب دوسرا مخملیں کیس کھولتے ہوئے اس نے ہاتھ اس کے پیروں کی جانب بڑھائے تو وہ گڑبڑائی۔

"لیکن مجھے پسند ہے، میں چاہتاہوں کہ جب آپ اسے پہن کے چلیں تو فضا ان کے سروں سے مہک کے اس بات کی گواہ بن جائے کہ میرے محبت آپ کے پیروں سے لپٹی ہوئی ہے جسے آپ چاہ کے بھی دھتکار نہیں سکتی۔" بھاری مگر خوبصورت لب ولہجے میں کہتے ہوئے اس نے چاندی کی پائل اس کے سفید پیروں میں پہنائی تو اس کے پیر جگمگا اٹھے۔

"آپ کو شاید نظر نہیں آرہا یا آپ جان بوجھ کے نظر انداز کررہے ہیں کہ آپ کو دھتکار رہی ہوں میں۔" وہ اس کے ہاتھ جھٹکتی ہوئی چلائی۔

Urdu Novels Ghar

"میں اس چیز کو کبھی نظر انداز نہ کرتا اگر آپ واقعی میں مجھے 'دھتکار' رہی ہوتیں۔" اس نے لفظ پہ زور دیتے ہوئے اس کے سر پہ ٹکا ہوا دوپٹہ پیچھے کو سر کایا تو وہ اس کے الفاظ پہ سن ہو گئی۔

"آپ کی یہ دکھاوے کی نفرت کسی کی سکھائی ہوئی ہے اس لیے اس کی وجہ سے میں اس رشتے کی خوبصورتی کو تباہ نہیں کر سکتا۔" اس کے بالوں سے پنز نکالتے ہوئے وہ سنجیدگی سے بولا تو اس کے سرسراتے لمس پہ فرشتے کا دل کیا دھاڑیں مار مار کے روئے۔

"آپ میرے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں شہریار۔" وہ بھیگے لہجے میں بولتی اسے اس کے ارادوں سے باز رکھنے کی کوشش کرنے لگی لیکن وہ اس کی دہائی کو نظر انداز کیے اس کے کندھے پہ جھکا اور لب دھیرے سے اس کے کندھے پہ دھرے۔

"میں یہ زیادتی کبھی نہ کرتا بلکہ سالوں تک آپ کی رضامندی کا انتظار کرتا اگر جو مجھے آپ سمیت اپنے سسرالیوں سے اچھی امید ہو، آپ کو خود سے باندھے رکھنے کے لیے آپ پہ اپنا رنگ چڑھانا بے حد ضروری ہے۔" اس کے سراپے کو گہری نگاہوں سے تکتے ہوئے اس نے اس کے گھنیرے بال اس کی پشت پہ لہراتے ہوئے کہا تو اس کے الفاظ کے چھپے معنوں کو سمجھتی وہ سر تا پا لرز اٹھی۔

"شہر یار!د۔۔۔۔۔" اس نے لب کھولے جب وہ آہستگی سے انگلیاں اس کے بالوں میں پھنساتا اس کے ہونٹوں پہ جھکا تو فرشتے کو لگا اس کا دل بند ہو جائے گا۔

" کبھی ایسے بندے پہ ایسے جان لیوا حملے نہیں کرنے چاہیے جو شدت سے آپ کو چاہتا ہو۔" جب کمرے کی فضا بوجھل ہونے لگی تو وہ دھیرے سے اس کی سانسوں کو آزاد کرتا سیدھا ہوا اور اس کے بار بار اپنا نام لینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"آپ۔۔ آپ اس رشتے کو بنیاد بنا کے میرے وجود سے یوں نہیں۔۔۔۔" وہ اپنے وجود کی کپکپاہٹ پہ قابو پاتی تلخ لہجے میں بولنے لگی تو شہر یار نے دھیرے سے لب اس کے زیریں لب پہ دھرتے ہوئے اس کے الفاظ کا گلا گھونٹنے کی کوشش کی۔

"کوئی غلط بات منہ سے نکال کے اس رشتے کی خوبصورتی کو خراب مت کیجیے گا، میں یہ سب کیوں کر رہا ہوں یہ آپ کو آنے والے دن خود ہی سمجھا دیں گے۔" سپاٹ لہجے میں کہتے ہوئے اس نے لب اس کی بھیگی بھیگی پلکوں پہ دھرتے ہوئے گرفت اس کے گرد مضبوط کرتے ہوئے اسے اپنے حصار میں یوں قید کیا کہ اس کی سسکیاں و مزاحمت اس کے مضبوط سینے میں ہی دبنے لگیں جبکہ اس کے آنسوؤں

سے بے چین ہوتا شہریار اس کے رخساروں پہ جھکتے ہوئے وہ نمکین پانی اپنے ہونٹوں میں چنتا اس کی سسکیوں پہ بندھ باندھتا بے خودی کے سمندر میں ڈوبتا اسے اپنے سنگ بہاتا چلا گیا۔

سورج کی نوخیز کرنوں نے جب کمرے کی بائیں دیوار میں لگی کھڑکیوں پہ دستک دی تو عجیب سے احساس کے تحت فرشتے کی آنکھ پٹ سے کھلی اور سیدھی سیاہ شرٹ میں مقید اس کے چوڑے سینے سے ٹکرائی تو گزری رات میں کی گئی اس کی گستاخیاں وشدتیں نئے سرے سے یاد آنے پہ اس کی آنکھیں ایک بار پھر سے نم ہونے لگیں۔

اس نے بھرپور زور لگاتے ہوئے خود کو اس کی قید سے آزاد کروانے کی کوشش کی جو اسے یوں حصار میں قید کیے اس کے کندھے میں سر گھسیڑے ہوئے تھا جیسے کھو جانے کا مسئلہ ہو۔

"فرشتے سو جائیں ابھی، مجھے یوں نیند سے مت جگائیں ورنہ میں آنے والی بہت سی راتوں کی نیند اڑا دوں گا۔" خمار آلود لہجے میں بولتے ہوئے اس نے سر اس کی گردن میں گھسیڑا تو اس کی قربت و الفاظ پہ اس کا دل زوروں سے دھڑک اٹھا لیکن رات کو ہوئی زیادتی یاد آنے پہ وہ بھڑک اٹھی۔

"آنے والی بہت سی نہیں بلکہ میری ہر آنے والی رات کی نیند تباہ ہو چکی ہے صرف یہ سوچ کے کہ میں دشمنوں کی حویلی میں ان کے ہی بیٹے کی سیج آباد کر چکی ہوں۔" وہ تلخ لہجے میں چیخی تو شہریار نے سیدھے ہوتے ہوئے اس کے سرخ چہرے کو دیکھا جس پہ پھر سے آنسو چمک رہے تھے۔

"کیا کہنا چاہتی ہیں آپ؟" اس کا لہجہ خود بخود سرد ہونے لگا۔

"میں یہی کہنا چاہتی ہوں کہ آئی ہیٹ یو، کبھی معاف نہیں کروں گی آپ کو، پہلے عجیب انداز میں شادی کی، رات کو زبردستی رشتہ بنایا کل کو زبردستی بچے بھی پیدا کروا دیں گے اور پھر مجھے کہیں پھینک آئیں گے۔" اس کے اندر مرجان بیگم کی خون بہا اور انتقام کی پڑھائی گئی باتیں اس قدر پختگی پکڑ چکی تھیں کہ اسے یہ خوف کھائے جا رہا تھا کہ یہ سب محبتیں وقتی ہیں اور اس کے ساتھ بھی وہی سب ہو گا جو ز مرد کے ساتھ ہوتا آ رہا ہے۔

"آپ نفرت کر لیں، میں محبت کر لیا کروں گا تو گزارا ہو جایا کرے گا، شادی ساری رسومات کے ساتھ ہوئی ہے اور کل رات کی زبردستی پہ اب وضاحت نہیں دوں گا جبکہ معافی میں آپ سے اپنی بیٹی کے زریعے لے لوں گا سنا ہے بیٹیاں باپ کی بہت بڑی سپورٹر ہوتی ہیں۔" خوبصورت انداز میں کہتے

ہوئے آخر میں اس کا لہجہ خفیف سی شرارت سمیٹ لایا تو فرشتے کی بھیگی آنکھوں میں استعجاب کے گہرے رنگ جھلک اٹھے۔

"پریشان نہیں ہوں، بچوں میں زبردستی نہیں کروں گا بلکہ۔۔۔۔۔۔" اس کی آنکھوں کو اپنے لمس کی حدت سے مہکاتے ہوئے اس نے سرگوشی نما لہجے میں کہا تو وہ اس کی ادھوری بات کے معنی سمجھتی سرتاپا جھنجھنا اٹھی اس لیے فوراً اسے پرے دھکیلتی اٹھ بیٹھی۔

"ایک نمبر کے بے شرم انسان ہیں آپ، جو آپ چاہتے تھے وہ ہو گیا، چڑھالیا آپ نے اپنا رنگ مجھ پہ اب مجھ سے دور رہنے کی کوشش کیجیے گا۔" سرخ چہرے کے ساتھ اسے وارن کرتی وہ بیڈ سے اتری۔

"یہ حد بندی صرف دن کی حد تک ہے نا؟" ذومعنی لہجہ اس کی ٹھہری دھڑکنیں پاگل کرنے لگا تو وہ بنا کوئی ڈریس لیے ایک کھا جانے والی نظر اس پہ ڈالتی ڈریسنگ روم میں جا گھسی تو شہریار نے مسکراتے لب بھینچتے ہوئے موبائل تھاما اور جلدی سے ایک نمبر ملانے لگا۔

دروازے پہ ہونے والی اچانک دستک نے جہاں فون پہ بات کرتے شہریار کو چونکایا وہیں ڈریسنگ روم کے دروازے سے ٹیک لگا کے بیٹھی فرشتے کے کان بھی کھڑے ہو گئے۔

"آجائیں۔" شہریار نے موبائل بیڈ پہ رکھ کے بھرپور انگڑائی لیتے ہوئے اجازت دی تو گلالئی اور زرتاج اندر داخل ہوئیں۔

"السلام علیکم لالہ!" ان دونوں نے مشترکہ سلام کیا جس کا جواب دیتے ہوئے وہ استفہامیہ نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔

"لالہ بھاجائی کدھر ہیں؟ مورے کہہ رہی ہیں کہ انہیں تیار کر کے نیچے لے آئیں۔" زرتاج نے مسکراتے ہوئے کہا تو شہریار نے ایک نظر ڈرائنگ روم کے بند دروازے کو دیکھا اور پھر ان دونوں کو جو بہت اشتیاق سے اپنی 'بھاجائی' کی منتظر تھیں، اس نے ایک لمحے کو کچھ سوچا۔

"آپ کی بھابھی چینج کر رہی ہیں، ان کے فارغ ہونے تک آپ مجھے پانی اور کافی لا کے دیں پھر آ کے انہیں تیار کر لیجیے گا۔" اس کے کہنے پہ وہ مسکراتی ہوئیں باہر نکل گئیں تو وہ جلدی سے بیڈ سے کھڑا ہوا اور وارڈروب کی جانب بڑھا اور جو ڈریس ہاتھ لگا وہی لیتا ڈریسنگ روم کی جانب بڑھا۔

"فرشتے! فرشتے!" اس نے دروازے پہ ہولے سے دستک دی کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے گھر میں سے کوئی اسے اس صبح کو یوں بکھرے حلیے میں دیکھے تبھی زر اور گلالئی کو بھیجا تھا۔

"فرشتے! یہ کپڑے لے کے چینج کریں پھر گلالئی اور زر آ کے آپ کو تیار کر دیتی ہیں۔" اس کی خاموشی کو نظر انداز کرتے ہوئے اس نے مصالحانہ انداز میں کہا لیکن جواب ندارد، چند لمحے انتظار کے بعد اس نے گہری سانس بھرتے ہوئے سرد نگاہوں سے دروازے کو دیکھا۔

"فرشتے! مجھے مجبور نہیں کیا کریں، دروازے کی چابی اندر میرے ہی ڈرا میں پڑی ہے اور اگر میں نے اس چابی کو استعمال کرتے ہوئے دروازہ کھولا تو جس انداز میں میں چینج کرواوں گا وہ انداز آپ کو پسند نہیں آئے گا۔" سنجیدگی سے بھرپور لہجے میں کہتے ہوئے اس نے جیسے ہی بات مکمل کی دروازہ کھٹاک کی آواز کے ساتھ کھلا۔

"اتنی فضول اور لمبی بات مجھ سے نہ کیا کریں۔" جھنجھلائی آواز میں کہتے کوئے اس نے ڈریس اس کے ہاتھ سے کھینچا اور دروازہ دوبارہ اس کے منہ پہ بند کر دیا تو وہ دروازے کو گھور کے رہ گیا۔

"شکر الحمد اللہ! بیوی کے ہاتھوں کی گئی بے عزتی کوئی دیکھ نہیں پاتا۔" بڑبڑاتے ہوئے وہ ینگ پارٹی کا سوچتے ہوئے بیڈ کی جانب بڑھا کچھ ہی دیر بعد گلالئی اور زر کمرے میں داخل ہوئیں تو اسی لمحے ڈریسنگ روم کا دروازہ کھلا۔

"السلام علیکم بھا جائی!" وہ دونوں شہریار کے سامنے اس کی مطلوبہ چیزیں رکھتے ہوئے اشتیاق سے فرشتے کی جانب بڑھیں جو جزبز سی کھڑی تھی۔

"وعلیکم السلام!" اس نے دھیرے سے کہتے ہوئے قدم آگے بڑھائے تو وہ باری باری اس کے گلے لگتیں اسے گڑبڑا سی گئیں۔

"مورے نے بھیجا ہے آپ کو تیار کرنے کے لیے، نیچے علاقے کی عورتیں آئی ہیں آپ کو دیکھنے اور ملنے کے لیے، اس کے علاوہ ناشتہ بھی تیار ہے لیکن آپ نے تو اتنے لائیٹ کلر کا سوٹ پہنا ہے کہیں خانم سے بے عزتی نہ ہو جائے ہماری۔" عادت کے مطابق تیز تیز بولتی زرتاج فرشتے کو چونکا گئی۔

"آپ کے لالہ نے ہی یہ سوٹ پسند کر کے دیا ہے مجھے۔" اس نے ایک نظر فیروزی اور پیچ کلر کے جدید تراش خراش کے سوٹ پہ ڈالتے ہوئے آہستگی سے کہا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ اب شاید بے عزتی 'شہریار' کی ہو گی جبکہ اس کی بات پہ وہ دونوں بے ساختہ مسکراتی ہوئیں شہریار کو تکنے لگیں جو پر تپش نگاہوں سے اسے تک رہا تھا۔

"لالہ نے پسند کیا ہے تو پھر تو خانم کو بھی یہ پسند ہی آئے گا۔" گلالئی کے کہنے پہ اس کے تاثرات فورا بدلے۔

"آئیں آپ کو تیار کر دیں۔" گلالئی نے گزرتے وقت کا خیال کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں، میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔" وہ سرد انداز میں بولتی اپنے گرد لیا ڈوپٹہ ٹھیک کرنے لگی۔

"ارے آئیں تو سہی، ہم بالکل آپ کو خراب نہیں کریں گے بس تھوڑی سی لپ اسٹک ہلکی سی لگا لیں۔" زر بہت بے تکلفی سے کہتی اس کا بازو تھامتی اسے ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑا کرتی اس کے لیے لپ اسٹک چوز کرنے لگی جبکہ وہ مارے باندھے کھڑی ان کے کہے پہ عمل کرتی چلی گئی جبکہ ان لوگوں کو مصروف دیکھ کے شہریار فریش ہونے چل دیا۔

جب وہ گلالئی اور زر تاج کے ہمراہ کھانے کی میز پہ پہنچی تو وہاں موجود ہلا گلا اور لوگوں کو دیکھ کے وہیں رک گئی۔

"چلیں، رک کیوں گئی ہیں؟" عقب سے آتی اس کی گھمبیر آواز پہ اسے ایک دم سے بہت حوصلہ ملا، اس نے بے ساختہ گردن گھما کے اس کی جانب دیکھا جو ہلکے نم بالوں میں انگلیاں پھیرتا اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

اس نے نامحسوس انداز میں قدم پیچھے کی جانب بڑھائے تو اس کے کف الٹتے ہاتھ لمحے بھر کو ٹھٹھک گئے لیکن وہ محسوس کروائے بغیر کمال جرات کا مظاہرہ کرتا اس کی نازک کلائی اپنی مضبوط گرفت میں لیتا پہلے آغا جان اور پھر اماں کی جانب بڑھا، پھر یونہی سب بڑوں سے ملواتا وہ اسے اپنے مقابل کرسی پہ بٹھا گیا تو وہ اس کے گھر والوں کے التفات پہ حیرت و بے یقینی سے گنگ ہو چکی تھی۔

وہ سب اس کا خوف جان چکے تھے تبھی بہت نارمل ایکٹ کر رہے تھے۔

"السلام علیکم بھاجائی!" وہ اپنی بھری ہوئی میز کو دیکھ رہی تھی جب ایک مردانہ مگر شرارتی آواز اس کے کانوں میں پڑی تو اس نے بلاارادہ دوپٹہ ماتھے تک کھینچتے ہوئے درزیدہ نگاہوں سے دیکھا تو اس کے سامنے والی کرسی چھوڑ کے ایک خوبصورت سا نوجوان بیٹھا ہوا اس کی جانب تک رہا تھا، اسے دیکھتے ہی اسے یاد آیا کہ یہی رات کو بھی بہت زیادہ بول رہا تھا۔

"وعلیکم السلام۔" اس نے مدھم لہجے میں جواب دیا، وہ کوئی دبو قسم کی لڑکی نہیں تھی لیکن ایک تو ان کی حویلی میں یوں مرد و خواتین مل کے بیٹھتے یا کھاتے نہیں تھے اور دوسرا اس کے زہن میں ان کے بارے میں بنایا گیا امیج اس کے تصور میں بار بار خوف بیدار کر رہا تھا۔

"ہم سب آپ کے بہت خوبصورت دیور ہیں، آپ کو کوئی بھی پرابلم ہو آپ سیدھا ہمارے پاس آیئے گا اور تو اور یہ اپنے شوہر کے متعلق کوئی جاسوسی کروانی ہو تو پہلے نمبر میں ہم سے رابطہ کیجیے گا۔" شہیر سینہ ٹھونک کے کہتا سب لڑکوں کی جانب اشارہ کرنے لگا تو اب کی بار فرشتے نے گردن اٹھا کہ بغور ان سب کے چہروں کو دیکھا۔

"آپ جاسوسی کیوں کریں گے؟" اب کی بار اس کا لہجہ متوازن تھا جبکہ باقی سب بہت دلچسپی کے ساتھ انہیں تک رہے تھے بشمول شہریار۔

"کیونکہ آپ ہماری بھاجائی ہیں، ہم کیوں چاہیں گے کہ یہ آپ کو چھوڑ کے دوسروں کے ساتھ ڈیٹ مارتا پھرے۔" اب کی بار شاہ میر میدان میں اترا تو فرشتے نے تنقیدی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"یہ کام ایک ہفتے پہلے کرنا تھا شاید بہت سوں کا بھلا ہو جاتا۔" وہ سرد لہجے میں بولتی اپنی پلیٹ پہ جھک گئی جو اس کے سامنے زونائیشے بیگم نے بھر کے رکھی تھی جبکہ اس کے یوں ٹکڑا توڑ جواب پہ وہ اپنے سے منہ لے کے رہ گئے۔

"وہ کیا کہتے ہیں؟ سیر کو سوا سیر؟" شاہ زیب کی بڑبڑاہٹ پہ شہریار نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا جو پنی پلیٹ پہ نگاہیں جمائیں اس لمحے ماحول سے کٹی ہوئی لگ رہی تھی۔

"آغا جان! ولیمے کا فنکشن ہو گا؟" زرسانگہ نے حاکم صاحب سے اچانک استفسار کیا تو فرشتے ایک دم سے چونکی اور اس کا سوال سن کے اس کا رواں رواں بے چین ہوا اٹھا۔

"نہیں۔" انہوں نے یک لفظی جواب دیا تو فرشتے نے تشکر بھرا سانس لیا کیونکہ ولیمے والے دن ہر لڑکی کو اپنے میکے والوں کا انتظار ہوتا ہے لیکن وہ یہ بات جانتی تھی کہ آج کے دن اس کے میکے والوں سے کوئی ذی روح بھی نہیں آئے گا تبھی وہ ان کے اس جواب سے بہت پر سکون ہوئی تھی۔

"آپ لوگ ناشتے کے بعد مہمانوں کو فرشتے سے ملوا کے فارغ ہوں پھر پیغام بجھوا دیجیے گا۔" ظہیر آفریدی کھانا ختم کر کے کھڑے ہوئے اور زونائیشے بیگم سے بولے جو ان کی بات پہ اثبات میں سر ہلا گئیں۔

"بھاجائی! آپ کو لالہ نے کیا تحفہ دیا ہے؟" شہر گل کی دبی دبی مگر متجسس سی آواز پہ سب نے جس انداز میں گردنیں گھما کے ان کی جانب دیکھا تو وہ جواب بمشکل ناشتہ کرنے لگی تھی ان سب کے دیکھنے پہ گڑبڑاتی ہوئی دونوں ہاتھ دوپٹہ کے نیچے کر گئی۔

"چچ، چچ، اتنے کنجوس لگتے تو نہیں ہو تم شہری؟" فرشتے کی خاموشی پہ شہیر مصنوعی افسوس سے بولا تو اس نے سرد نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"اگر میں نہیں چاہ رہا کہ آج کے دن تمہارے دانت توڑے جائیں تو میری چاہ کا لحاظ کرتے ہوئے اپنی زبان کو بریک لگاؤ۔" وہ اپنے مخصوص اکھڑ انداز میں بولتا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"مورے! میں سجاول کی طرف جارہا ہوں، ناشتہ اسی کے ساتھ کروں گا۔" چونکہ اس نے ابھی ناشتے میں کچھ بھی نہیں لیا تھا اس لیے وہ زونائیشے بیگم کو کہتا ایک بھرپور نگاہ اپنی پلیٹ پہ نظریں جما کے بیٹھی فرشتے پہ ڈالتا باہر نکل گیا۔

" آج وہ جارہا ہے اپنے کالج اور جو اس کے انداز ہیں مجھے لگتا ہے کہ وہ اس بیرسٹر سے ملنے کی کوشش ضرور کرے گا۔" مرجان بیگم جو ابھی عالیان کو کالج کے لیے نکلتا ہوا دیکھ کے آئی تھیں اس کے باغی تیور انہیں کسی انہونی کی خبر سنا رہے تھے۔

"بے فکر رہیں آپ، اس کا انتظام میں کروالیتا ہوں وہ آج اس بیرسٹر تک تو کیا اپنے کالج تک بھی نہ پہنچ پائے گا۔" عالم صاحب جو کہ زمینوں پہ کام لگے مزارعوں کو دیکھنے کے لیے نکل رہے تھے ان کے اچانک آنے پہ ان کی بات سن کے سفاک لہجے میں گویا ہوئے تو مرجان بیگم نے پرسکون سانس بھری۔

"یہ پریشانی ختم کریں اور میری بچی کو کسی طریقے واپس بلوائیں، میرے دل میں انگارے دہکتے ہیں جب سوچتی ہوں کہ میری بیٹی دشمنوں کے گھر میں ہے۔" ان کا تنفر زدہ لہجہ عالم صاحب کو محظوظ کر رہا تھا۔

"آپ سارے کام مجھ پہ چھوڑ دیں، اب میں ایسی چالیں چلوں گا کہ ان سب کو سنبھلنے کا بھی وقت نہیں ملے گا، ابھی آپ جائیں یہاں سے حبیب لالہ گھر ہیں ایویں فضول میں مسئلہ بن جائے گا۔" ان کا کندھا ہولے سے تھتھپاتے ہوئے انہوں نے کہا تو وہ سر ہلاتیں باہر نکل گئیں جبکہ وہ شاطرانہ مسکان ہونٹوں پہ سجائے جیب سے موبائل نکالنے لگے۔

ناشتے کے بعد سب سے ملنے ملانے کے بعد اس کے چہرے پہ چھائے بیزار کن تاثرات کو دیکھتے ہوئے زونائیشے بیگم نے اسے زرسانگہ کے ہمراہ اس کے کمرے میں بھیجا تو وہ گہری سانس بھرتی بیڈ کی جانب بڑھی تو اس کے قدم بے ساختہ انداز میں رک گئے۔

اس کی نگاہوں کے سامنے گزری رات کے مناظر جھلملانے لگے جب اس شدت پسند شخص نے اس کی مزاحمت کی پرواہ کیے بغیر اس پہ اپنے جذبات کا ایسا بادل برسایا تھا کہ اس کی پور پور اس بادل کے سائے تلے بھیگ چکی تھی۔

اس کی شدتیں اور بے باکیاں یاد آتے ہی اسے اپنے وجود میں سوئیاں سی چبھتی محسوس ہوئیں اور وہ تپتے چہرے پہ زور زور سے ہاتھ رگڑتی نجانے کیوں صوفے کی جانب بڑھ گئی۔

"مورے! آپ لوگوں کو اپنی اور اپنی نسل کے وارثوں کی جان کی اتنی پرواہ ہے کہ مجھے اپنے ازلی دشمنوں میں بھیج کے ایک پل کو بھی میری خبر گیری نہ کی تھی۔" وہ بائیں بازو پہ چہرہ دھرے دل ہی دل میں مرجان بیگم کو مخاطب کرتی بے آواز روتی نجانے کب نیند کی وادیوں میں کھو گئی۔

اسے نیند میں گئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی جب اسے اپنے بالوں میں عجیب سی سرسراہٹ کے احساس نے بیدار سا کر دیا تھا، وہ ابھی اس احساس کو سمجھنے کی کاوش میں تھی جب اپنے دائیں رخسار پہ سلگتا ہوا لمس محسوس کرتے اس کی آنکھیں پٹ سے کھلیں تو سیدھی اس کے گھنیرے سیاہ بالوں سے بھرے سر سے جا ٹکرائیں۔

"کک۔۔ یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟" وہ بوکھلا کے دونوں ہاتھ اس کے سینے پہ رکھتی اسے اس کی بے باک گستاخیوں سے روکنے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔

"میں نہیں چاہتا کہ میری سنگت میں رہتے ہوئے ان عارضوں پہ میرے قربت کے رنگوں کے علاوہ کوئی رنگ دکھیں تبھی میں ان رخساروں پہ سجے ان بے رنگ نشانات کو ختم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔" خمار آلود لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اپنی سیاہ چمکدار آنکھیں اس کی نیند کے خمار سے گلابی پن لیے بوجھل آنکھوں میں گاڑھیں تو اس کا دل پوری قوت سے سمٹا۔

اس نے بے ساختہ اپنا دایاں ہاتھ اپنے رخسار کی جانب بڑھاتے ہوئے آنسوؤں کے مٹے مٹے نشانات کو ختم کرنا چاہا لیکن شہریار نے نرمی سے اس کا ہاتھ اپنی مضبوط گرفت میں لیتے ہوئے دوسرے رخسار پہ بھی اپنے لب رکھے تو وہ تڑپ اٹھی اور پوری قوت کے ساتھ اسے پرے دھکیلتی وہ اٹھ بیٹھی۔

"یہ کک۔۔ کیا طریقہ اور ٹائم ہے؟ آپ سے میرے جاگنے کا بھی صبر نہیں ہوا؟" غصے و گھبراہٹ میں وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کیا بول رہی ہے لیکن اس کے الفاظ پہ شہریار کی آنکھیں مزید جگمگانے لگیں۔

"شادی کے دوسرے ہی دن طریقے اور وقت کا طعنہ دیتی خاصی ٹیپیکل بیوی لگی ہیں آپ اور جہاں تک بات ہے آپ کے جاگنے کی تو باخدا ان رنگوں میں اپنے رنگ بھرنے کے علاوہ کوئی گستاخی نہیں کی۔" بھاری لہجہ بھرپور ذو معنویت سے لبریز فرشتے کو خجل کر گیا۔

"رو کیوں رہی تھیں آپ؟" اس کے سرخ ہوتے چہرے سے بمشکل نظریں چراتے ہوئے اس نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے سنجیدگی سے استفسار کیا تو اس سے دو انچ دور کھسکتی فرشتے نے کاٹ دار نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"آپ کے منہ سے یہ سوال اچھا نہیں لگ رہا۔" وہ طنزیہ لہجے میں بولتی اپنا بے ترتیب ہوا دوپٹہ ٹھیک سے اوڑھنے لگی جب اس نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما تو اس کا اپنے چہرے کو اس کے رخ سے چھپانے کے لیے دوپٹہ سجاتا ہاتھ وہیں تھم گیا۔

"رہنے دیں، مجھے دیکھنا ہے آپ کو۔" جذبات کی شدت سے بوجھل لہجے پہ اس کی گرفت میں موجود اس کا ہاتھ کپکپا گیا، اسے اس لمحے پہ افسوس ہونے لگا جب اس نے اس وقت کمرے میں آنے کو ترجیح

دی تھی، اس دل و جان کو سلگاتی قربت سے بہتر ان لوگوں کی باتیں تھیں جو وہ اسے بہلانے کو کر رہی تھیں۔

"آپ جانتی ہیں، آپ کے علاوہ مجھے صرف ایک لڑکی سے اس قدر شدید محبت ہو سکتی ہے۔" اس کا ہاتھ بدستور تھامے وہ نزدیکی فاصلے کو کم کرتا اس کے چہرے کے قریب چہرہ لاتا ہوا ابھاری لہجے میں بولا تو فرشتے نے بے ساختہ بوجھل پلکیں اٹھا کے اس کا چہرہ دیکھا تو اس نے اس کی ناک کو ہولے سے چھوا۔

"اور مجھے اس سے شدید تر محبت ہو گی تو میں اسے اپنی گود میں لے کر ہولے سے اس کے کان میں کہوں گا کہ آپ اپنی ماما سے زیادہ حسین کیونکر ہو؟" پر حدت و دلکش لہجے میں کہتے ہوئے وہ ہزار ناپسندیدگی و بیزارگی کے باوجود فرشتے کو اس قدر بوکھلا گیا کہ اس کی بات کی تہہ سمجھتی وہ تپتے ہوئے چہرے کے ساتھ کوئی جائے فرار نہ پاتی اسی کے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔

"مجھ۔۔ مجھ سے ایسی باتیں نہ کریں پلیز۔" اس کا لرزتا لہجہ اس کا کانوں سے ٹکرایا تو اس نے ہولے سے اس کے بالوں کو چھوا لیکن اس سے پہلے کہ وہ مزید کوئی گستاخی کرتا اس کا موبائل گنگنا اٹھا۔

اسے بائیں بازو کے حصار میں یونہی مقید رکھے اس نے دائیں ہاتھ سے سائیڈ پاکٹ سے موبائل نکالا تو اپنے اسسٹنٹ کی کال دیکھ کے اس کا ماتھا ٹھنکا۔

"السلام علیکم شہریار میر آفریدی سپیکنگ!" اس نے کال اٹھاتے ہوئے اپنے مخصوص انداز میں سلام کیا اور دوسری جانب کی بات سننے لگا اور جیسے جیسے وہ سنتا گیا اس کے چہرے کے تاثرات سپاٹ ہوتے چلے گئے تو فرشتے ہولے سے اس کے حصار سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی تو اس کی کنپٹی کو چھوتے ہوئے اس نے اپنی گرفت ڈھیلی کی۔

"میں کل آ رہا ہوں، تم میری ان کے ساتھ کل شام سات بجے کی اپائنٹمنٹ فکس کرواو باقی معاملات میں آ کے ڈسکس کرتا ہوں۔" سنجیدگی سے کہتے ہوئے اس نے کال

بند کی۔

"آیئے، نیچے بلا رہے تھے سب آپ کو۔" اسی سنجیدگی مگر کسی حد تک نرمی سے کہتے ہوئے وہ اسے ساتھ لیے نیچے ہال کی جانب بڑھ گیا۔

"مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ کل واپس جارہے ہیں؟" سب بڑے ہال میں اکٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے، نوجوان پارٹی ایک طرف جبکہ بڑے سب ایک طرف بیٹھے باتیں کررہے تھے جب ظہیر آفریدی نے اچانک پوچھا تو اس نے خاموش نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

"کبھی کبھی شدت سے دل چاہتا ہے آپ کے اس سپر ایکٹو ڈیٹیکٹو کو سولیوٹ ماروں جس کی سروس اتنی کوئیک ہے۔" اس کے الفاظ کے برعکس اس کے تاثرات معمول کی مانند تھے۔

" باپ کو انڈر اسٹیمیٹ نہیں کرنا چاہیے۔" وہ جواباً سنجیدگی سے بولے تو وہ سر جھکاتا گویا ان کی بات کی تائید کر گیا۔

"ارے ابھی سے کیسے جاسکتے ہیں آپ واپس شہر، کل ہی آپ کی شادی ہوئی ہے اور آپ یوں منہ اٹھا کہ چل دیے ہیں۔" زونائیشے بیگم ان کی باتیں سنتیں ایک دم سے فکر مند لہجے میں گویا ہوئیں تو شہریار نے مسکرا کے انہیں دیکھا۔

"مورے! جانا بہت ضروری ہے پرسوں میرے ایک کیس کی ہیئرنگ ہے۔" وہ نرمی سے بولا تو زونائیشے بیگم نے نالاں نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"تو یہ ہیئرنگ بعد میں بھی ہو سکتی تھی، اب فرشتے بھی یوں پریشان ہوں گی۔" انہیں بہو کا متفکر چہرہ دیکھ کے اس پہ پیار آنے لگا جو واقعی پریشان تو تھی لیکن شہریار کے جانے پہ نہیں بلکہ اسے اکیلا چھوڑ کے جانے پہ تھا کیونکہ اسے لگ رہا تھا کہ شہریار کے جانے کے بعد یہ سب وہ نہیں رہیں گے جو یہ ابھی دکھ رہے ہیں۔

لیکن اس سے پہلے کہ وہ یا کوئی اور بولتا وہ ایک دم سے بول اٹھی۔

"میں بھی شہر چلوں گی آپ کے ساتھ۔" اس کی غیر متوقع مگر قدرے بلند آواز پہ شہریار سمیت سب نے چونک کے اسے دیکھا۔

"بچے آپ وہاں کیا کرو گی؟ شہریار خاناں تو گھر میں ہوتا نہیں ہے اور ہم ایسے کیسے آپ کو اکیلے رہنے کی اجازت دے سکتے ہیں؟" حاکم آفریدی سنبھلتے ہوئے حلاوت آمیز لہجے میں بولے لیکن اس کے چہرے کے تاثرات واضح اشارہ دے رہے تھے کہ اس پہ ان کی کہی باتوں کا اثر نہیں ہو رہا۔

"لیکن میں شہر جانا چاہتی ہوں, آپ بیشک ساتھ کسی ملازمہ کو بھیج دیں۔" اس کا بے لچک لہجہ سب کو بے تحاشا محسوس ہوا تبھی وہ لب بھینچتے ہوئے گویا ہوا۔

"آغا جان! ٹھیک کہہ رہی ہیں فرشتے، نئی نئی شادی ہوئی ہے ہماری اس لیے ہمیں زیادہ وقت ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہوئے ایک دوسرے کو سمجھنا چاہیے۔" اس کے الفاظ کے برعکس اس کا لہجہ بے تحاشا سرد تھا جسے محسوس کرتے ہوئے سب خاموش ہو گئے۔

"شہر کیوں جانا چاہتی ہیں آپ؟" ایک نظر اس کے دانستاً لاپرواہ دکھائی دیتے وجود پہ ڈالتے ہوئے اس نے سنجیدگی سے استفسار کیا تو وہ جو اس سے بچاؤ کے لیے واڈروب میں سر دیے کھڑی تھی ٹھٹھک سی گئی۔

"آپ مجھے کیوں نہیں شہر لے کے جانا چاہتے؟" وہ سنبھلتے ہوئے جواباً سوال کر گئی جسے سن کے وہ قدم قدم چلتا اس کی جانب بڑھا تو اس کی دھڑکنوں نے لے بدلی۔

"میرے نہ لے کے جانے کی وجہ آغا جان بتا چکے ہیں۔" اس کا لہجہ ہنوز سنجیدگی لیے ہوئے تھا۔

"اس وجہ کا حل میں نے وہاں ہی بتا دیا تھا ویسے بھی بقول آپ کے میری شادی آپ کے ساتھ ہوئی ہے نا کہ حویلی والوں کے ساتھ جن کی میں خدمتیں کرتی پھروں۔" جھکی نظر اس کے بڑھتے قدموں پہ ڈالتے ہوئے اس نے دانستاً تلخ الفاظ بولے کہ وہ اپنے خوف کی ماری یہاں اکیلا نہیں رہنا چاہتی تھی۔

جبکہ دوسری جانب اس کے تلخ الفاظ سن کے زور سے مٹھیاں بھینچتا وہ ایک دم سے مسکرا اٹھا۔

"آلرائیٹ! شادی مجھ سے ہوئی ہے تو میری خدمت کرنے سے تو آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہے نا؟" اس نے اب کے پر سکون لہجے میں کہا تو اس کے انداز پہ غور کیے بغیر اس نے فوراً نفی میں سر ہلایا تو اس کی سیاہ آنکھوں کی چمک بڑھ گئی۔

" چلیں یہ تو بہت اچھی بات ہے پھر ایک عدد ٹریلر اپنی خدمت گزاری کا مجھے یہاں بھی دیں تا کہ میں متاثر ہو کے آپ کو اپنے ساتھ لیتا چلوں۔" سہولت سے اس کی کلائی پکڑ کے اپنی جانب کھینچتا وہ بھاری لب و لہجے میں بولتا اس کے اوسان خطا کر گیا۔

"کک۔۔ کیا کر رہے ہیں آپ؟" اس کا سلگتا لمس بالائی لب پہ محسوس کرتی وہ تڑپ اٹھی جبکہ دل اس اچانک حملے پہ پاگل ہونے کو تھا۔

"خدمت گزاری کروا رہا ہوں۔" خمار آلود لہجے میں بولتے ہوئے اس نے اس کے جوڑے میں لگی پن کی جانب ہاتھ بڑھایا تو وہ بوکھلاتی اس کا ہاتھ تھام گئی۔

"ایسی۔۔۔ایسی خدمت کا نہیں کہا تھا میں نے۔" اس کا لہجہ حیاو جھنجھلاہٹ کی ملی جھلی کیفیات سمیٹے ہوئے اسے مسکرانے پہ مجبور کر گیا۔

"پھر کیسی خدمت کروانے کا کہا تھا آپ نے؟" اس کے بال ایک جھٹکے سے بکھیرتے ہوئے وہ شوخ لہجے میں گویا ہوا۔

"کام کاج وغیرہ۔" وہ جلدی سے کہتی ہوئی اپنا دوپٹہ سر پہ پھیلانے لگی۔

"کام کاج وغیرہ میں کروالوں گا آپ فی الحال میری طلب کے مطابق میری خدمت کریں تاکہ پھر آپ کے شہر جانے کی پیکنگ کی جائے۔" نرمی سے اس کا دوپٹہ سرکاتے ہوئے اس نے کہا تو فرشتے کا دل دھڑک دھڑک کے پاگل ہونے لگا۔

"آپ مجھے اس طرح سے روک نہیں سکتے۔" وہ بھیگی آواز میں بولتی اس سے شکوہ کناں ہوئی تو وہ اسے اپنے سینے میں بھینچ گیا۔

"میری جان آپ کو روکنا کون کافر چاہتا ہے لیکن آپ اکیلے شہر میں کیسے رہیں گی؟ میں آدھی رات تک گھر نہیں آتا تو میں فقط ملازمہ کے سہارے تو آپ کو نہیں چھوڑ سکتا۔" وہ پیار بھرے لہجے میں بولتا اسے سمجھانے لگا۔

"مم۔۔۔مجھے کچھ بھی نہیں سننا، اگر آپ نے مجھے اپنے ساتھ رکھنا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ مجھے واپس ہماری حوی۔۔۔۔" اس کے سینے سے چہرہ اٹھاتی وہ ضدی و بے لچک لہجے میں بول رہی تھی جب اس نے اس کے ہونٹوں پہ ہاتھ دھرا۔

"واپس جانے کی بات مت کیجیے گا کیونکہ یہ ناممکنات میں سے ہے اس لیے آپ شہر جانے کی تیاری کریں اور تیاری جانتی ہیں کن معنوں میں کہہ رہا ہوں؟" قطعی انداز میں کہتے ہوئے اس نے آخری جملے پہ اس کی آنکھوں میں دیکھا تو اس کا سر بے ساختہ نفی میں ہلا۔

"میری خدمت کے لیے آئی ہیں نا تو میری خدمت کے لیے تیاری کیجیے گا لیکن یاد رکھیے گا کہ شہر جا رہے ہیں تو تیاری میں شہری ٹچ ضرور ہونا چاہیے۔" بے باک نگاہوں سے اس کا دلکش سراپا دیکھتے ہوئے وہ اس کی تھوڑی پہ جھکا تو فرشتے نے مضبوطی سے اس کا بازو تھاما۔

Urdu Novels Ghar

"انتہا کے بے شرم انسان ہیں آپ، نجانے کہاں سے لے کے آتے ہیں ایسی فضول باتیں اور حرکتیں۔" اس سے پہلے کہ اس کے گستاخ لب اس کی گردن سے سرکتے کندھوں کو چھوتے وہ دونوں ہاتھ اس کے ہونٹوں پہ جماتی غصے و شرم کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ بولی تو شہریار نے محظوظ کن انداز میں اس کی ہتھیلیوں کی جانب اشارہ کیا تو وہ دونوں اس کے ہونٹوں سے ہٹاتی تڑپ کے اس کے حصار سے نکلی۔

"ایک نظر خود کو میری نظر سے دیکھ لیں تو میری خود پہ پڑنے والی ہر نظر اور میرے اپنے لیے کہے الفاظ پہ رشک کرنے لگیں گی۔" پر شدت لہجے میں کہتے ہوئے وہ ایک نظر اسے دیکھتا سٹڈی روم کی جانب بڑھ گیا جبکہ وہ اس کے الفاظ کے حصار میں تا دیر مقید وہیں کھڑی رہی۔

"تم تیار نہیں ہوئے؟" سجاول نے اسے آتے دیکھا تو الرٹ ہوا لیکن وہ مردان خانے کے سامنے بنے پلرز کے ساتھ ٹیک لگاتا اطمینان کے ساتھ سگریٹ سلگانے لگا تو وہ متعجب ہوا۔

"تیار ہوں۔" اس نے مختصراً کہا۔

"تو پھر چلو، لیٹ ہو رہے ہیں ہم۔" اس نے بعجلت کہا لیکن اس کے انداز میں کوئی فرق نہ آیا۔

"تمہاری بھابھی نے ساتھ جانا ہے۔" اس کی بھاری آواز گونجی۔

"ہاں تو اس میں کون س۔۔۔ ہیں؟ کیا مطلب؟ بھابھی مطلب؟ میری بھابھی؟ تمہاری بیوی؟" وہ جو تیزی سے بول رہا تھا بات کے سمجھتے ہی ہونق ہوتا تابڑ توڑ سوالات کرتا چلا گیا جنہیں سن کے اس نے سگریٹ بائیں ہاتھ کی انگلیوں میں لیتے ہوئے گھور کے اسے دیکھا۔

"اتنا اوورری ایکٹ کس خوشی میں کر رہے ہو؟" اس نے تیکھے چتونوں سے اسے گھورا۔

"میرا اری ایکٹ تمہارے دھماکے سے کم ہے، مطلب کہ ایسی "خونریز شادی" کے بعد اتنا شدید والا پیار کہ شادی کے دوسرے دن ہی 'زبردستی' سر پہ لادے ہوئے شوہر کے ساتھ روانگی مجھے کچھ خاص جچی نہیں۔" سجاول کی جو زبان کھلی تو بنا کسی بریک کے چلتی چلی گئی۔

"مجھے شدت سے افسوس ہوتا ہے کہ میرے اصولوں میں ایسا کیونکر شامل ہوا کے دوست پہ ہاتھ نہیں اٹھایا کرتے۔" وہ دانت پیستے ہوئے سرد لہجے میں بولا تو سجاول نے اسے چڑاتے ہوئے مسکان اس کی جانب اچھالی۔

"ویسے شہری! سچی سچی بتانا، یہ شہر جانے کا آئیڈیا کس کا ہے؟" وہ ایک دم سے مسکان دباتا متجسس لہجے میں گویا ہوا تو اچانک عقب سے نمودار ہوتے شاہ زیب نے سرعت سے جواب دیا۔

"یہ آئیڈیا ہنڈرڈ اینڈ ٹو ہنڈرڈ پرسنٹ مسز شہریار کی جانب سے آیا ہے۔" اس کے جواب دینے کے انداز پہ سجاول نے آنکھیں گھماتے ہوئے اسے جس انداز میں دیکھا اس کا دل چاہا دونوں کے دانت توڑ ڈالے۔

"ماہی وے محبتاں سچیاں، ہم لوگ ایویں سمجھتے رہے کہ انتقامی شادی کے لیے خون کی ہولی کھیل کے گئے لیکن یہاں ہمیں کیا پتہ تھا کہ 'دل والے دلہنیا' لے کے آئیں ہیں۔" اس نے آنکھیں نچاتے ہوئے بے شرمی سے کہا تو اب کی بار شہریار اپنے ہاتھ پہ قابو نہ رکھ پایا اور ایک مکا اس کے منہ پہ جڑ ڈیا۔

"انتقامی شادیوں میں خون کی ہولیاں نہیں کھیلی جاتیں بلکہ یہ کام 'دل والے دلہنیا' کو لے آنے کے لیے ہی کرتے ہیں۔" وہ اسے اپنا جبڑا سہلاتے ہوئے دیکھ کے اپنے مخصوص اکھڑ انداز میں بولا تو سجاول نے جل کے اسے سڑو کی شکل دیکھی۔

"یہ دل والا بھی شکر کے کلمے نہیں پوری ہزار رکعات کی نماز پڑھے کہ انتقامی چکر میں اسے لڑکی مل گئی ورنہ جتنی سڑی اس کی شکل ہے، اسے لڑکی اس صدی میں تو ملنے سے رہی۔" وہ جلے کٹے انداز میں بولتا دانت نکالتے شاہ زیب کو ساتھ بونٹ پہ بیٹھ گیا جبکہ وہ سر جھٹکتا ایک نیا سگریٹ سلگاتے ہوئے اس کا انتظار کرنے لگا جب اس کے موبائل پہ میسج ٹیون بجی۔

حویلی سے نکلتے ہی جیسے ہی گاڑی حویلی کی حدود سے نکلی تو اس نے فرشتے و بنفشے کا گفٹ کیا ہوا موبائل فون نکالا اور ایک چور نگاہ گاڑی ڈرائیو کرتے ڈرائیور پہ ڈالی۔

اسے اپنے کام میں ہی مصروف دیکھ کے اس نے کانٹیکٹس لسٹ اوپن کی اور جلدی سے انگوٹھا پھیرتے ہوئے مطلوبہ نمبر نکالا اور ایک لمحے کو آنکھیں بند کر کے ہمت مجتمع کی۔

"السلام علیکم! شہریار لالے؟" اس نے پہلے ایک میسج سینڈ کیا اور بہت بے تابی اور دھڑکتے دل کے ساتھ جواب کا انتظار کرنے لگا۔

چند ہی لمحوں بعد جب جوابی میسج آیا تو تعارف پوچھنے پہ اس نے کانپتے ہاتھوں کے ساتھ لکھنا شروع کیا۔

"میں عالیان یوسف زئی ہوں فرشتے باجی کا بھ۔۔۔" وہ لفظ مکمل کرتے کرتے رکا اس کے دل میں خیال آیا کہ کیسے وہ خود کو ان کا 'بھائی' کہہ سکتا تھا جب اس کی ماں کے بقول اس کی کوئی جنس ہی نہ تھی، یہ خیال آتے ہی اس کے دل سے ہوک سی نکلی اور اس نے بہت بے دلی کے ساتھ میسج سینڈ کیا۔

"میں عالیان ہوں، فرشتے باجی کے ساتھ یوسف زئی حویلی رہتا ہوں۔" اس کے لفظ لفظ میں ایک گہرا دکھ جھلک رہا تھا۔

"لالہ! مجھے آپ سے آپ لوگوں کے متعلق بات کرنی ہے لیکن میں یہ بات موبائل پہ نہیں کر سکتا لیکن میرا آپ سے بات کرنا ضروری ہے اس لیے پرسوں میرا آخری پیپر ہے تو مجھے کسی طرح سے ضرور ملیے۔" اس نے فوری طور پہ تیز تیز ٹائپ کرتے ہوئے دوسرا میسج لکھا کیونکہ نجانے کیوں اس کی چھٹی حس اسے عجیب سے اشارے دے رہی تھی اور وہی ہوا جو اس کے لاشعور میں چھپا بیٹھا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ شہریار کے جوابی میسج کو دیکھ پاتا ایک دم سے ایک تیز رفتار ٹرالر اچانک ان کی گاڑی سے آن ٹکرایا اور ان کی گاڑی کو بھرپور ٹھوکر مارتا ہوا اپنے راستے کی جانب ہو دیا۔

ہچکولے کھاتی گاڑی میں بند ہوتی آنکھوں کے ساتھ اپنی نیچے گری رول نمبر سلپ اور موبائل پہ قطرہ قطرہ گرتے خون کو بے بسی کے ساتھ دیکھتے ہوئے عالیان کی آنکھیں نم ہوئیں جبکہ ذہن آہستہ آہستہ ماوف ہوتا گہری تاریکیوں میں ڈوبنے لگا جبکہ نامحسوس انداز میں کھلتے ایک دم سے نا کھلنے کے لیے جڑ گئے۔

"مورے!" کچلی ہوئی گاڑی میں اس کی سرگوشی دم توڑتی ایک ہولناکی سی پھیلا گئی۔

"شہریار میں بار بار کہہ رہی ہوں کہ مجھے شکایت نہیں ملنی چاہیے، فرشتے کا خیال بہت اچھے سے رکھنا ہے آپ کو۔" زونائیشے بیگم کترائی سی کھڑی فرشتے کو بازو کے حلقے میں لیے شہریار سے مخاطب تھیں۔

"فکر مت کیجیے گا، آپ کی بہو کو آپ کی اور ان کی توقع سے زیادہ 'پیار' سے رکھوں گا اس لیے شاید شکایت کی نوبت ضرور آئے۔" اس نے اس کے بڑی سی سیاہ چادر میں چھپے سراپے پہ گہری نگاہ ڈالتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا تو اس کی بات سمجھتی فرشتے بے اختیار پہلو بدل گئی جبکہ زونائیشے بیگم اسے گھور کے رہ گئیں۔

"شہری! بات کو مذاق میں مت اڑائیے، خیال رکھیے گا ہماری بہو کا یہ پہلے ہی بہت دھان پان ہیں۔" زونائیشے بیگم نے اب کے شاکی لہجے میں کہا تو شہریار زیرِلب مسکرایا۔

"اب کچھ نہیں ہو سکتا مورے کیونکہ یہ جاہی خدمت کرنے کے ارادے سے رہی ہیں اس لیے کوئی گارنٹی نہیں دے سکتا۔" اس کے بھاری لہجے کی تپش سے فرشتے کو اپنا پورا وجود جھلستا ہوا محسوس ہو رہا تھا اور ایک پل کو اس کا دل چاہا کہ وہ شہر جانے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے یہیں رہ جائے لیکن پھر دل مضبوط کرتی وہ سب سے ملنے ملانے لگی جو سب کم و بیش شہریار کو اسی کے متعلق ہدایات کر رہے تھے جو اس کے تاثرات سے دیکھ کے واضح محسوس ہو رہا تھا کہ وہ ایک کان سے سن کے دوسرے سے نکال رہا تھا۔

"خاناں! شام کو گھر جلدی آیئے گا یہ نا ہو کہ بہو راہ تکتی پھرے۔" نعمت بی بی فرشتے کو گاڑی کی طرف لے جاتے ہوئے بولیں تو شہریار نے رک کے انہیں دیکھا۔

"آپ سب لوگ اپنی 'بہو' کی دیکھ بھال کے لیے ساتھ کیوں نہیں چل رہے؟ حد نہیں ہو گئی؟ ایسے لگ رہا ہے لڑکی بھگا کے لے جا رہا ہوں، بیوی ہے میری اور ہزاروں بیویاں یوں اکیلی شوہروں کے

ساتھ رہتی ہیں۔" وہ خود بھی اگرچہ اس کے شہر جانے پہ خوش نہیں تھا لیکن ان سب کی ایک ہی بات پہ وہ چڑ گیا تھا۔

"اللہ حافظ !" سب کو اجتماعی اللہ حافظ کہتے ہوئے اس نے فرشتے کو گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود فرنٹ سیٹ کی جانب بڑھا تو سب خواتین چہرے چھپائے انہیں ہاتھ ہلاتی اندر کی جانب چل دیں۔

"السلام علیکم بھابھی!" گاڑی سٹارٹ کرتے سجاول نے بیک سیٹ پہ بیٹھی فرشتے کو ایک نظر دیکھتے ہوئے احترام سے سلام کیا تو اس نے نظر اٹھا کے اسے دیکھا۔

"میں شہری کا دوست ہوں، سجاول چوہدری شہر ہی میں رہتا ہوں۔" اس کی نگاہیں محسوس کرتے ہوئے اس نے آہستگی سے اپنا تعارف کروایا تو وہ ناک چڑھاتی منہ پھیر گئی۔

"مجھے لگتا ہے بھابھی میری تمہیں دی گئیں بد دعاوں کا ہی نتیجہ ہیں۔" فرشتے کے روکھے انداز پہ جھرجھری لیتے سجاول نے اس کی جانب جھکتے ہوئے سرگوشی کی تو اس کے سرد نگاہوں سے اسے گھورا تو وہ جلدی سے سیدھا ہوا۔

"اپارٹمنٹ چلو گے پہلے یا کورٹ؟" سجاول نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس سے پوچھا جبکہ وہ خاموشی سے پلکیں موندتی ٹیک لگا چکی تھی۔

"تمہاری بھابھی کو اپارٹمنٹ چھوڑ کے کورٹ پہنچنا ہے، میری اپائنٹمنٹ ہے کسی کے ساتھ۔" وہ سنجیدگی سے بولا تو سجاول نے اثبات میں سر ہلایا۔

چند لمحوں کی بنا کسی بریک کے ڈرائیو کے بعد گاڑی شہر کی حدود میں داخل ہوتی پوش ایریے کی جانب بڑھتی ایک لگژری اپارٹمنٹ کے سامنے رکی تو جھٹکا لگنے پہ فرشتے نے آنکھیں کھولتے ہوئے سامنے دیکھا جہاں وہ دروازہ کھولتے ہوئے باہر نکل رہا تھا۔

"آئیں۔" بیک ڈور کھولتے ہوئے اس نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے باہر نکلنے کا اشارہ کیا تو وہ فوراً ہاتھ واپس کھینچتی گاڑی سے باہر نکلی تو شہریار نے لب بھینچتے ہوئے اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھامتے ہوئے دم اندر کی جانب بڑھائے۔

"یہ ہاتھ میں نے پوری دلی آمادگی کے ساتھ تھاما ہے اس لیے اسے کبھی بیزارگی و اکتاہٹ کے ساتھ چھڑوانے کی کوشش مت کیجیے گا کیونکہ شہریار میر آفریدی محبت کی طرح باقی ہر جذبے میں بھی

شدت دکھانے کا قائل ہے۔" اسے اندرونی ہال میں لاکھڑا کرتے ہوئے اس کے دونوں بازوؤں کو تھامتے ہوئے وہ پرشدت مگر سرد لہجے میں بولا تو فرشتے کی دھڑکنیں سست پڑیں، وہ اس کے اس انداز پہ کسمساتی ہوئی اس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔

"آپ ایسے مجھے یہاں لا کے مجھے ڈرا نہیں سکتے۔" وہ آتے ہی اس غیر متوقع صورتحال پہ فطری طور پہ گھبرائی جبکہ اس کی بات پہ وہ کافی محظوظ ہوا۔

"اونہوں! آپ کو ڈرانے نہیں بلکہ 'خدمتِ خاص' کروانے کے لیے لایا ہوں جانم، اسی لیے کہا ہے کہ جب ارادہ خدمت کا ہو تو پھر ہاتھ نہیں چھڑایا کرتے بلکہ اپنے دائرے میں کھینچ لیا کرتے ہیں۔" بائیں بازو کے حصار میں لیتے ہوئے اس نے دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے اس کے ماتھے سے تھوڑی تک لکیر کھینچتے ہوئے پرفسوں لہجے میں کہا تو فرشتے تپتے ہوئے چہرے کے ساتھ اس کے ہاتھ کو وہیں روک گئی۔

"میرے واپس آنے تک سپیشل تیاری رکھیے، آپ کو واپس آ کے تفصیلاً بتاتا ہوں کہ آپ کو یہاں کیونکر لایا تھا۔" اس کی کنپٹی کو چھوتے ہوئے وہ اسے اپنے حصار سے آزاد کرتا ہوا دو قدم دور ہوا تو وہ گہرے سانس بھرتی پھرتی سے مزید فاصلہ قائم کر گئی۔

"ملازمہ تمام کمرے اور چیزیں سیٹ کر چکی ہے اور ابھی بھی یہیں موجود ہے، آپ ریسٹ کریں پھر ملتے ہیں شام کو۔" اب کے وہ اپنے مخصوص انداز میں اسے کہتا ہوا الوداعی نظر اس پہ ڈالتا ہوا پلٹا تو وہ نزدیکی صوفے پہ بیٹھتی اپنی مترشح دھڑکنوں کو سنبھالتی آنے والی ساعتوں کے بارے میں سوچنے لگی۔

تیزی سے چلتے چلتے اس نے جیسے ہی راہداری کا کونہ مڑا تو ایک دم سے اسے لگا کہ جیسے اس کا پورا وجود ایک ان دیکھی دیوار سے جا ٹکرایا ہو۔

"اوماڑامیراسر!" اس تصادم پہ ایک دم سے چیخ مارتے ہوئے اس نے ماتھے پہ ہاتھ دھرا تو وہ جو بمشکل اس کے تیز گام بنے وجود کو بمشکل سہارا دیتے ہوئے گرنے سے بچا پایا تھا اس کے چیخنے پہ گڑبڑا اٹھا۔

"پاگل ہوگئی ہو؟ مروانے کا ارادہ تو نہیں کر کے اس طرف مڑی؟ کسی نے دیکھ لیا نا کہ کیسے میری بانہوں میں 'مادھوری ڈکشت' بنی لہرا رہی ہو تو وہ یہ سر کاٹ ڈالیں گے جس کے لیے واویلا مچا رہی ہو۔" وہ جو عادتاً شروع ہوا تو پھر رکا نہیں جبکہ اس کے یوں بنا کسی دریغ کے بولنے پہ اس نے جیسے ہی آنکھیں کھولیں تو آنکھیں مارے حیرت کے پھٹ گئیں۔

وہ جسے ایک ان دیکھی دیوار سمجھ رہی تھی وہ ایک جیتا جاگتا وجود تھا جس کی بانہوں میں وہ جھول رہی تھی، یہ خیال آتے ہی وہ ایک دم سے تڑپ کے سیدھی ہوئی لیکن تب تک سامنے والا فارم میں آچکا تھا۔

"اب جب اتنی محنت کر کے اپنی اصل منزل تک آہی چکی ہو تو پھر اب کچھ دیر ٹھہرو، کچھ مہمان نوازی کرواوا اپنی۔" اس کے خوبصورت چہرے کو فوکس میں رکھتے ہوئے وہ شوخ لہجے میں گویا ہوا تو اس کا دماغ جیسے بھک کر کے اڑ گیا۔

"آ۔۔آپ؟ شرم تو نہیں آتی آپ کو میرے ساتھ ایسی گفتگو کرتے ہوئے؟" وہ بھڑک کے کہتی ہوئی اس کے حصار سے نکلی تو وہ کھل کے ہنس دیا۔

"شہر گل خانم! آپ کے لالہ کا ہی کہنا ہے کہ خاصا بے شرم بندہ ہوں میں اور میں اس چیز کو تسلیم بھی کرتا ہوں۔" وہ مزے سے اس کا راستہ روکے بول رہا تھا جبکہ وہ اس کی باتیں سنتی سلگ رہی تھی۔

"اب آپ کا اور میرا سر کوئی نہیں کاٹ رہا؟ کچھ دیر پہلے تو یہ سر بہت جلدی میں کٹ رہے تھے اور یہ مادھوری ڈکشٹ کون ہے؟" وہ تیز تیز بولتی اسے اتنی کیوٹ لگ رہی تھی کہ شہیر کا دل چاہ رہا تھا کہ اسے اپنے دل میں ہی چھپا لے۔

"تمہارے لیے یہ خان سر تو کیا خود کو سارا ہی کٹوا لے اور جہاں تک بات ہے مادھوری کی تو وہ پوری دنیا کے لیے دھک دھک گرل ہے لیکن میرے لیے میری مادھوری تم ہو کیونکہ تمہیں ہی دیکھ کے تو میرا دل دھک دھک کرنے لگتا ہے۔" اپنے مخصوص شوخ انداز کے برخلاف وہ بہت سنجیدہ و محبت بھرے لہجے میں بولتا اس کے داہنے گال پہ نمودار ہوتے گڑھے پہ انگلی رکھتا اسے بوکھلانے پہ مجبور کر گیا۔

"لالہ آپ کو ٹھیک ہی بے شرم کہتے ہیں۔" حیا آمیز لہجے میں بولتی وہ اسے سائیڈ پہ دھکیلتی بھاگتی چلی گئی جبکہ وہ اس کے تعاقب میں دیکھتا بالوں میں انگلیاں چلاتا ہوا مردان خانے کی جانب چل دیا۔

"اتنی ایمرجنسی میں کیوں واپس آئے ہو؟" کورٹ کی جانب گاڑی موڑتے ہوئے سجاول نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے سوال کیا جو موبائل پہ نمبر ملاتا ہوا خطرناک حد تک سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔

"صابر کیانی کے خلاف زیادتی کا کیس آیا ہے جسے کوئی بھی لینے کو تیار نہیں۔" وہ سپاٹ انداز میں بولتا ہوا موبائل پہ نمبر ملانے لگا جبکہ سجاول اس کے کہے نام پہ بری طرح سے چونکا۔

"صابر کیانی وہی جو شہر کا مشہور و معروف بزنس مین ہے؟" سجاول کی آواز سے بے یقینی جھلکی۔

"نہیں وہ صابر کیانی جو بزنس کی آڑ میں اپنے کالے دھندے چھپاتا ہے۔" اس کی آواز میں عجیب سی پھنکار تھی جسے محسوس کرتے ہوئے سجاول کو اس کیس کی پیچیدگی کا اندازہ قبل از وقت ہونے لگ گیا تھا۔

"السلام علیکم! شہریار آفریدی سپیکینگ!" کال اٹھا لینے پہ وہ اپنے مخصوص انداز میں گویا ہوا۔

"عمیر! میں ایک نمبر سینڈ کر رہا ہوں، اس کی کرنٹ لوکیشن فوری طور پہ چیک کر کے بتاؤ مجھے، ابھی سے تقریباً چار گھنٹے قبل یہ نمبر آن تھا لیکن ابھی بند ہے لیکن مجھے اس نمبر کی لاسٹ لوکیشن اگلے دس

منٹوں میں چیک کر کے بتاو۔" خلافِ عادت وہ تفصیلاً گویا ہوا اور یہ بات اس کی اس معاملے میں حد سے زیادہ انوالومنٹ شو کر رہی تھی۔

"کس کا نمبر ہے؟ اور تم اتنے پریشان کیوں لگ رہے ہو؟" سجاول اس کے فون بند کرنے پہ رہ نہ سکا تو پوچھ بیٹھا۔

"شادی کے بعد سسرالیوں سے بڑی بھی کوئی پریشانی ہو سکتی ہے کسی بندے کے لیے؟" وہ جلے کٹے انداز میں گویا ہوا تو سجاول نے لب دباتے ہوئے اسے دیکھا جبکہ عالیان کے نمبر کو ہنوز بند دیکھ کے اسے حقیقی معنوں میں فکر ہونے لگی کہ وہ عالم یوسف زئی سے کسی بھی گھٹیا کام کی توقع کر سکتا تھا۔

"ویسے اگر یہ فقرہ بھابھی سن لیں تو کتنا اچھا ہو گا ناشہری۔" وہ تپانے والے انداز میں گویا ہوا تو شہریار نے گردن موڑتے ہوئے اسے جس انداز میں دیکھا وہ جھرجھری سی لے کے رہ گیا۔

"تمہیں لگتا ہے کہ میں بیوی سے ڈرنے والا شخص ہوں؟ اونہوں بلکہ میں انہیں صرف یہ احساس دلانے کی کوشش کرتا ہوں کہ وہ کمزور نہیں ہیں۔" وہ سنجیدگی سے گویا ہوا تو سجاول نے مسکراتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا۔

"صابر کے خلاف کیس دائر کس نے کروایا ہے؟" کچھ دیر بعد وہ پھر یاد آنے پہ گویا ہوا۔

"منصور علی نے، اس کی بہن کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔" اس کا مختصر جواب آیا۔

"تم یہ کیس لینے والے ہو؟" وہ محتاط انداز میں گویا ہوا۔

"تمہیں کوئی شک وشبہ نہیں ہونا چاہیے۔" اس کے مضبوط واٹل لہجے میں بولنے پہ وہ چپ ہوتا کورٹ کی پارکنگ میں گاڑی پارک کرنے لگا۔

اس کے لاکھ چاہنے کے باوجود بھی وہ جلدی فارغ نہیں ہو سکا اور اسے آتے آتے ساڑھے دس بج گئے، دل ہی دل میں پشیمان ہوتے ہوئے اس نے لاونج میں قدم رکھا تو نگاہ کچن سے نکلتی ملازمہ پہ پڑی۔

"السلام علیکم!" اس کی گھمبیر آواز گونجی تو ملازمہ چونکی۔

" وعلیکم السلام!" اس نے مودب لہجے میں جواب دیا۔

"بیگم صاحبہ کدھر ہیں آپ کی؟" اس نے ادھر ادھر نگاہ دوڑاتے ہوئے استفسار کیا۔

"بیگم صاحبہ نو بجے کھانا کھا کے کمرے میں چلی گئیں تھیں۔" اس نے اطلاع بہم پہنچائی جو اسے پرسکون کر گئی کیونکہ اسے یہ بھی فکر تھی کہ کہیں وہ کھانا پینا ہی نہ چھوڑ دے۔

"اوکے! پھر آپ بھی ریسٹ کریں، میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔" وہ انہیں نرمی سے کہتا ہوا اپنے کمرے کی جانب بڑھتے ہوئے اپنا کوٹ اتارنے لگا۔

کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے جیسے ہی اس نے قدم اندر رکھا تو نگاہ اندھیرے میں ڈوبے کمرے میں جیسے گم سی ہونے لگی، گہری سانس لیتے ہوئے اس نے قدم سوئچ بورڈ کی جانب بڑھائے اور ہاتھ بڑھا کے لائٹ آن کی۔

بیڈ کی دائیں جانب کمبل میں ملفوف وجود کو دیکھتے ہوئے اس کے تھکے ہوئے وجود پہ خماری سی چھانے لگی جبکہ ہونٹوں پہ اس کے اس قدر حفاظتی اقدام پہ مسکان مچل گئی۔

"کوشش اچھی ہے لیکن افسوس کے ناکام رہے گی۔" بڑبڑانے کے سے انداز میں کہتے ہوئے اس نے جوتا چینج کر کے اپنا ڈریس لیا اور واشروم میں گھس گیا۔

اچھی طرح فریش ہونے کے بعد وہ باہر نکلا تو خود پہ بے دریغ باڈی اسپرے انڈیلتے ہوئے وہ بالوں کو انگلیوں سے سنوارتے ہوئے اس کی جانب بڑھا تو آنکھوں میں سرمستی سی چھانے لگی۔

اس کے پہلو میں نیم دراز ہوتے اس نے ہاتھ بڑھا کے اس کے چہرے سے کمبل ہٹایا تو اس کے سوتے وجود کو دیکھ کے اس کے اندر سوئے جذبات سر اٹھانے لگے۔

"اس ڈسٹر بنس کے لیے معذرت خواہ ہوں لیکن اگر ایسا نہ کیا تو مجھے اپنی 'بیرسٹری کی ڈگری' کو آگ میں جھونکنا پڑے گا۔" سرگوشی نما آواز میں کہتے ہوئے وہ اس کی جانب جھکا اور دھیرے سے لب اس کی گردن سے مس کیے تو وہ کسمسائی۔

"اوں!" بے چین ہوتے ہوئے اس نے کروٹ بدلنی چاہی جب وہ اس پہ حاوی ہوتے ہوئے اس کی کوشش ناکام بناتا اپنی منہ زور گستاخیوں پہ آمادہ ہوا تو اک عجیب سے بوجھ اور سلگتے احساس کے تحت فرشتے نے مندی مندی آنکھیں کھول کے حقیقت کو سمجھنا چاہا تو نگاہ اس کے خوبرو چہرے سے ٹکرائی۔

"آپ کو یاد ہو تو آپ سے کہا تھا کہ نیند خرابی پہ ہرگز معذرت نہیں کیا کروں گا کیونکہ آپ سوتے ہوئے اس قدر دلکش لگتی ہیں کہ میں یہ گستاخی کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔" جذبات کی شدت سے ہمکنار آواز اس کے کانوں سے ٹکراتی اس کی ریڑھ کی ہڈی تک سنسنا گئی جبکہ ہتھیلیاں پسینے سے پسیجنے لگیں۔

"م۔۔مجھے بہت شدید نیند آئی ہے۔" دانستا طور پہ اس کے حصار کو ناتوڑتے ہوئے اس نے نیند بھری آواز میں کہا کہ اسے لگا کہ اگر وہ ضد کرے گی تو وہ کبھی نہیں چھوڑے گا۔

"کتنی غلط بات ہے ناجانم کہ شوہر تھکا ہارا گھر آیا ہے اور بیوی اس کی 'خدمت' کرنے کی بجائے سونے کو ترجیح دے رہی ہے۔" ذو معنی انداز میں کہتے ہوئے وہ نرمی سے اس کے گرد لپیٹا ہوا دوپٹہ دھیرے سے اس کے وجود سے ڈھیلا کرنے لگا تو اس کے لہجے کے معنی سمجھتی فرشتے کو اپنا دل گویا کانوں میں دھڑکتا محسوس ہونے لگا۔

"دیکھیں آ۔۔۔" اس نے کندھے پہ ہاتھ رکھتے اس نے اسے جھکنے سے روکنے کی کوشش کرتے ہوئے بولنا چاہا۔

Urdu Novels Ghar

"آپ ہی کو تو دیکھ رہا ہوں اور فقط آپ کو ہی دیکھتے رہنا چاہتا ہوں لیکن تب تک جب تک اللہ پاک مجھے تم سے حسین جانم عطا نہیں کر دیتا۔" خوبصورت لب و لہجے میں بولتے ہوئے اس نے اس کی ٹھوڑی کو چھوا تو اس کی آخری بات پہ نجانے کیوں اس کا دل گداز ہونے لگا جبکہ وہ اب بہت دھیرے سے اس کے بالوں میں انگلیاں اٹکاتا انہیں بکھیرتا اس کے دل کی دھڑکنیں بھی بکھیر رہا تھا۔

"آپ میری بات سمجھیں، آپ بھی تھ۔۔۔تھکے ہوئے آئے ہیں اور مم۔مجھے بھی نیند آئی ہے اس لیے ابھی سوتے ہیں، آپ باقی باتیں صبح کر لیجیے گا۔" وہ مصلحانہ انداز میں بولی کیونکہ وہ سمجھ چکی تھی کہ اس شخص کو ضد، غصے و اکتاہٹ سے رام نہیں کیا جا سکتا تھا۔

"میری تھکاوٹ اور آپ کی نیند کا خوبصورت حل صرف یہ پل ہیں جو آپ ضائع کرنے کی کوشش میں لگی ہیں۔" بھاری میں کہتے ہوئے وہ اس کی نیند کے خمار سے ہلکی سرخ ہوتی آنکھوں پہ جھکا تو اس کے چھونے سے قبل ہی وہ شدت سے آنکھیں موندتی انجانے میں ہی اسے شہہ دے گئی اور پھر اس کے لب ان آنکھوں تک ہی محدود نہ رہے بلکہ عارضوں کی سرحد پار کرتے بالائی لب کو چھونے لگے تو وہ بے اختیار رخ بدل گئی۔

"میں نے آپ کو منع کیا تھا کہ میرے ساتھ آنے کی ضدمت کریں کیونکہ آپ کو پانے کے بعد مجھے بھی اپنی شدتوں کا احساس ہونے لگا ہے کہ آپ کو پانا میری وقتی طلب وکشش نہیں تھی بلکہ آپ کو دیکھنے پہ ہر بار مجھے ایک نیا جذبہ محسوس ہوتا ہے اور وہی جذبہ میری جنون خیزیوں کو مزید اجاگر کرتا ہے اور میں نہیں چاہتا تھا کہ میں آنے والے ہر دن آپ کے عشق میں ڈوبتا خود سے بیگانہ ہوتا اپنے مقصد کو بھولتا چلا جاوں۔" بھاری فسوں خیز لہجے میں بولتا ہوا وہ اسے کسی بھی قسم کی مزاحمت کا موقع دیے بغیر اس پہ سایہ فگن ہوتا پرشدت بے باکیوں کا مظاہرہ کرتا اسے خود میں ہی سمٹنے پہ مجبور کرتا اسے یہ بات جتلا گیا کہ وہ یہاں اس کے ساتھ یوں اکیلے آکے کس قدر غلطی کر گئی تھی کہ اس شخص کی جنون خیزیاں تو دل وجان کو ناپسندیدگی کے باوجود بھی بوکھلائے جاتی تھیں اور جو کبھی دل اس کی سنگت میں شاد ہو تو تب اس شخص کی دیوانگی کا عالم کیا ہو گا۔

اس کی بانہوں میں مقید اس کی گستاخیوں میں گلنار ہوتی وہ لاشعوری طور پہ سوچتی ہر فکر سے آزاد اسی میں سمٹنے لگی۔

سورج کی تمتماتی کرنوں نے جب بند کھڑکیوں پہ دستک دی تو اس نے کسلمندی سے کروٹ لیتے ہوئے بازو بیڈ پہ پھیلائے تو عجیب سے احساس کی بدولت اس نے دھیرے سے آنکھیں کھولتے ہوئے اپنے پہلو کی جانب دیکھا تو خالی بیڈ اس کا منہ چڑا رہا تھا۔

اس کی رات بھر کی جنون خیزیوں کے بعد جہاں اس کا سامنا نا ہونا اسے شرم سے بچا رہا تھا وہیں دل کے ایک کونے میں ملال بھی جاگا لیکن وہ رخ موڑتی دھیرے سے اٹھی اور اپنے گھنیرے قدرے سنہری پن لیے بالوں کا جوڑا بنانے لگی۔

جوڑا بنانے کے بعد جب وہ بیڈ سے اترنے لگی تو نگاہ اپنی سائیڈ پہ پڑی تو فریش پھولوں کے بنے بوکے کے ساتھ ساتھ اس پہ لٹکے کارڈ نے اس کی توجہ کھینچی۔

ہاتھ بڑھاتے ہوئے اس نے بوکے اٹھاتے ہوئے اسے ناک کے نزدیک کیا تو پھولوں کی مہک سے اس کی سانسیں معطر ہونے لگیں، پھر اس نے آہستگی سے وہ چھوٹا سا کارڈ کھولا تو اس کی نگاہ اس کی نفیس سی ہینڈ رائیٹنگ پہ پھسلنے لگی۔

"گڈ مارننگ مسز! بنا بتائے چلے جانے پہ معذرت۔" بہت مختصر سا لیکن ایک معذرتی نوٹ اس کے احساسات عجیب سے کر گیا وہ بو کے اور کارڈ وہیں دھیان سے رکھتی کسلمندی سے اٹھی اور وارڈروب کی جانب بڑھ گئی۔

کورٹ سے آنے کے بعد شہری نے جب اسے گھر ڈراپ کیا تو تقریباً رات کے سوا دس ہو رہے تھے، اس نے اگرچہ اماں کو اپنے آنے کی اطلاع دے دی تھی لیکن پھر بھی وہ زیادہ وقت ہو جانے کی وجہ سے ان کی نیند کے خیال سے دبے پاؤں چلتا ہوا ڈپلیکیٹ چابی سے دروازہ کھول کے جب اندر داخل ہوا تو توقع کے مطابق لاونج اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔

"واہ رے اماں! کیسی قسمت ہے نا آپ کی بھی ایک ہی اولاد ہے اور وہ بھی ہمیشہ گھر سے فرار۔" پر تاسف لہجے میں کہتے ہوئے اس نے قدم آگے بڑھائے ہی تھے کہ کھٹاک کی آواز کے ساتھ لاونج کی لائٹس آن ہوئیں تو اچانک روشنی سے اس کی آنکھیں چندھیا سی گئیں۔

"مل گیا تمہیں گھر آنے کا ٹائم؟" غیر متوقع آواز سن کے اس کی آنکھیں تو کیا سارے حواس الرٹ ہو گئے، اس نے گردن گھما کے اسے دیکھا جو بلیک ٹراوزر کے ساتھ پستہ کلر کی پرنٹڈ شرٹ پہنے دوپٹہ کندھے پہ لٹکائے تیکھے چتونوں سے اسے گھورتی اس کی تھکے ہوئے اعصاب کو پرسکون کر گئی۔

"تو کیا تم آدھی رات کو میرے آنے کا انتظار کر رہی تھی؟" وہ محظوظ کن انداز میں پوچھتا اسے سلگا سا گیا۔

"خوش فہمی ہے تمہاری، تائی جان کے لیے آتی ہوں میں ادھر۔" وہ ناک چڑھاتے ہوئے بولی تو وہ مسکان دبا کے رہ گیا۔

"چلو مان لیتا ہوں اب جب آہی گئی ہو تو تائی جان کے لختِ جگر کو پانی تو پلاو۔" وہ صوفے پہ بیٹھتا ہوا بولا تو وہ اسے گھورتی ہوئی اس کے لیے پانی لینے چل دی۔

"یہ تم اپنے دوست کی ہی شادی پہ گئے تھے نا؟" وہ اسے پانی کا گلاس تھماتی تیکھے انداز میں بولی تو اس نے ابرو اچکاتے ہوئے اسے دیکھا۔

"کیا مطلب؟ شادی اس کی تھی تو اسی پہ جانا تھانا۔" وہ نا سمجھی سے گویا ہوا۔

"جتنے دن تم لگا کے آئے ہو لگ تو یہی رہا تھا کہ کسی پختون کو تم بھی بیاہ کے لے آو گے۔" اس کے جلے کٹے انداز میں چھپے تفکر پہ وہ کھل کے مسکرایا۔

"کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو، پٹھانوں کی خوبصورتی دیکھ کے تو دل بار بار اسی کام کے لیے اکسا رہا تھا۔" وہ اس کے خوبصورت روپ کو نہارتے ہوئے شرارت آمیز لہجے میں گویا ہوا تو اس کے دل میں بھانبھڑ سے جلنے لگے۔

"تو کر لیتے نا تم بھی، تمہیں کس نے روکا تھا؟" وہ غصے سے کہتی اپنے منہ زور آنسوؤں کا بمشکل گلا گھونٹتی واپس پلٹنے کو تھی جب اس نے لپک کے اس کی کلائی تھامی۔

"مجھے ویسے روکا تو کسی نے نہیں ماسوائے ایک کے۔" اس کی کلائی پہ گرفت مضبوط کرتے ہوئے وہ متبسم لہجے میں بولا تو اس کا دل چاہا وہ اس کا منہ نوچ لے۔

"سجاول چوہدری! میرا ہاتھ چھوڑ کے اپنی یہ بک بک جاری رکھو۔" وہ دبے دبے لہجے میں غراتی ہوئی اپنا ہاتھ چھڑانے لگی لیکن وہ سکون سے مسکراتا ہوا اس کی تگ و دو ملاحظہ کرتا رہا۔

"سکون سے بات سن لو قسم سے ورنہ ہاتھ یونہی تھامے رکھوں گا۔" وہ شوخی سے بولا تو اس نے خونخوار نگاہوں سے اسے گھورا۔

"بکو!" وہ پھنکاری کہ اس کی باتیں تو مسلسل دل کو جلا ہی رہی تھیں۔

"ادھر کی خوبصورتی دیکھ کے دل میں بہت بار سے خیال آیا کہ شہری کی طرح میں بھی ادھر ہی کسی سرے لگ جاوں لیکن کیا کروں میرے دل نے میرے اس ارادے کو پورا ہی نہیں ہونے دیا, جانتی ہو کیوں؟" اس کے ہاتھ کی پشت انگوٹھے سے سہلاتے ہوئے وہ ہلکی کے ساتھ بول رہا تھا جب اس نے ماتھے پہ بل ڈالے استفہامیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ دھیرے سے اپنی جگہ سے اٹھا اور دو قدم اس کے نزدیک ہوا۔

"کیونکہ میرے دل کا کہنا تھا کہ اس کا آدھا حصہ تو ایک پنجابن کے پاس ہے جو اسے قبضے میں کیے بیٹھی ہے۔" خوبصورت لب ولہجہ یک لخت اس کا دل دھڑکا گیا لیکن وہ ناسمجھی کا تاثر دیتی اپنا ہاتھ چھڑوانے لگی۔

"ہاتھ چھوڑو میرا اور جس کے پاس مرضی ہے جاو۔" وہ لہجے میں سختی سموئے بولی تو اس نے اس کے لڑتے جھگڑتے روپ کو نظر بھر کے دیکھا۔

"تو اسی کے تو پاس کھڑا ہوں۔" اس کے سادگی سے کہنے پہ اس کا دل زوروں سے دھڑکا جبکہ گال بے ساختہ رنگ بدلنے لگے۔

"پتہ نہیں کیا بولے جا رہے ہو؟ شاید کوئی نشہ کیا ہے تم نے؟" وہ خود کو سنبھالتی اس کی گرفت سے کلائی آزاد کرواتی ہلکی سی جھنجھلاہٹ سمیت بولی تو وہ مسکرا دیا۔

"ویسے ایک بات تو بتاو۔" اس کے ایک دم سے سنجیدگی اوڑھنے پہ ملیکہ نے چونک کے اسے دیکھا۔

"کیا تم ساری زندگی ہی میری ایسی باتوں پہ بغیر شرمائے یونہی مجھ سے لڑتی رہا کرو گی؟" اس کے یوں استفسار کرنے پہ وہ پل بھر کو ہونق رہ گئی لیکن اگلے ہی لمحے وہ اس پہ پل پڑی۔

"ایک نمبر کے لچے، لفنگے اور لوفر انسان ہو تم، خبردار آج کے بعد مجھ سے ایسی بات کی تو۔" وہ شرم و جھنجھلاہٹ سمیت اس کو مارنے کے درپے تھی جبکہ وہ زور زور سے ہنستا اپنا بچاو کر رہا تھا۔

"شادی سے پہلے ہی بیوہ ہونے کا ارادہ ہے۔" اس کے شوخ لہجے میں بولنے پہ اس کے ہاتھ یکلخت تھمے لیکن اگلے ہی پل اس کا دایاں ہاتھ اٹھا اور اس کار خسار پہ ایک 'چماٹ' کی صورت جا پڑا۔

"ہمیشہ بکواس ہی کرتے رہنا تم، خبر دار آج کے بعد تم نے میرے ساتھ کوئی بھی بات کرنے کی کوشش کی۔" شدتِ ضبط کے باوجود اس کی آنکھیں نم ہوئیں تو سجاول کا دل بے ساختہ برا ہوا، اسے اپنے کہے لفظوں کی سنگینی کا اندازہ ہوا تو وہ فورا اس کی جانب بڑھا۔

"آئم سوری ملیکہ! یار میں مذاق کر رہا تھا تم چاہو تو مزید تھپڑ مار لو مجھے لیکن یار یوں رو تو مت۔" وہ اپنے منہ پہ لگے تھپڑ کو بھولتا اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتا نرم لہجے میں گویا ہوا تو اس نے فورا اس کا ہاتھ جھٹکا۔

"دور رہو مجھ سے اور میرے ساتھ بات کرنے کی کوشش مت کرو۔" اس کی نم آواز گونجی تو وہ بے چین ہوا اس کی نم پلکیں دیکھ کے اس کا دل اس نمی کو سمیٹنے پہ اصرار کرنے لگا لیکن وہ ضبط کے گھونٹ بھرتا اپنے موڈ میں لوٹا۔

"ویسے تمہیں اعتراض میری دوسری بات پہ ہی ہے نا؟شادی والی بات پہ ایگری ہونا؟" اس کے چہرے کو فوکس میں رکھتے ہوئے وہ جس انداز میں بولا وہ رونا بھولتی چلا اٹھی۔

"سجاول!کتنے برے انسان ہو تم،لڑکیوں سے ایسی باتیں کون کرتا ہے؟" وہ جب سے آیا تھا مسلسل ہی اس کا دل دہلائے جارہا تھا،وہ دونوں اگرچہ ایک دوسرے کی فیلنگز سے آگاہ تھے لیکن پہلے کبھی ایسے لفظوں کا سہارا نہیں لیا تھا تبھی اس کی باتیں اسے حواس باختہ کررہی تھیں۔

"لڑکیوں سے ہی کی جاتی ہیں اب جاکے چاچو سے کرتا ہوا اچھا تھوڑی لگوں گا؟" اس نے ملیکہ کے ابو کا حوالہ دیا تو وہ اسے گھورتی ہوئی واپس تائی جان کے کمرے کی جانب بڑھی۔

"تم لگے رہو فضول باتوں میں،سونے جارہی ہوں میں تم بھی اب صبح ہی اماں سے ملنا۔" وہ بے نیازی سے کہتی کمرے میں گھس گئی کہ اس کی غیر موجودگی میں وہی ان کے پاس سوتی تھی جبکہ وہ اس کے یوں دامن چھڑانے پہ دلکشی سے مسکراتا ہوا اپنے کمرے کی جانب چل دیا۔

"ملیکہ میڈم!چھڑا لو جتنا دامن چھڑا سکتی ہو لیکن اب کی بار تو پکا بندوبست کرکے ہی کہیں کے لیے نکلوں گا۔" وہ مضبوط ارادہ باندھتا کمرے میں داخل ہوگیا۔

"مورے! کیا اب ہم فرشتے سے کبھی نہیں ملیں گے؟" بنفشے نے زمرد بیگم سے بالوں کی چمپی کرواتے ہوئے اچانک پوچھا تو ان کے ہاتھوں کی گردش پل بھر کو تھم سی گئی۔

"اللہ جانے بیٹا۔" وہ آہستگی سے بولتیں پھر سے ہاتھوں کو حرکت دینے لگیں۔

"لیکن کیوں مورے! ایسا کیوں کرتے ہیں سب؟ اتنے سالوں سے آپ اپنے میکے نہیں گئی تو کیا فرشتے بھی اب کبھی نہیں آئے گی؟" بنفشے کے لہجے میں تاسف و بے یقینی ایک ساتھ جھلکی۔

"مرد بہت ظالم شے ہے بچے، یہ اگر عورت کو چھاؤں دینے پہ آجائے تو اس سے بڑا محافظ نہیں کوئی لیکن جب کبھی یہ اپنی انا کا پرچم لہرانے پہ آئے تو تختہ دار پہ چڑھانے کے لیے اس کے پاس عورت سے بڑھ کے اور کچھ نہیں ہوتا، یہی حال ہمارے علاقے کے مردوں کا ہے وہ اپنی دشمنی اور نسل کے وارثوں کا بچانے کے لیے عورتوں کو نکاح کی زنجیر پہنا کے یوں زندہ درگور کر دیتے ہیں کہ پھر رہتی زندگی اس عورت کے وجود کو دیکھ کے ان کی انا سر بلند رہتی ہے۔" زمرد بیگم کے سپاٹ لہجے میں زندگی بھر کی تلخی سمٹ آئی جو بنفشے کے چہرے کو تاریک کر گئی۔

"تو کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ فرشتے کو نکاح کی زنخیر پہنا کے لے جانے والا اس کے وجود کو زندہ در گور کرنے کی بجائے زندہ ہی کر ڈالے؟" وہ آنکھوں میں اک نراس کی کیفیت لیے گویا ہوئی تو زمرد بیگم نے اس کے بال سمیٹتے ہوئے مسکرا کے اسے دیکھا۔

"اسے نکاح کی زنجیر پہنا کے لے جانے والا عالم یوسف زئی جیسا نہیں ہے بلکہ اسے لے جانے والا 'شہریار میر آفریدی' ہے جسے دلی طور پہ مر چکے وجود کو مہکانا آتا ہے اور وہ یہ کام ڈنکے کی چوٹ پہ کرے گا۔" ان کے لہجے میں ایک تفخر سا سمٹ آیا جو بنفشے نے بہت غور سے دیکھا۔

"تو پھر کیا میں اسی 'شہریار آفریدی' پہ یقین رکھوں کہ وہ اسے مہکتے وجود والی لڑکی کو ہم سے ملنے دے گا؟" بنفشے کے اس سوال پہ زمرد بیگم نے بغور اس کا چہرہ دیکھا اور دھیرے سے اس کی پیشانی چومی۔

"وہ ایسا ضرور کرے گا لیکن وقت آنے پر۔" انہوں نے اسے امید کا دیا تھمایا تو بنفشے نے ان کے ہاتھ تھامے۔

"آپ ان کے بارے میں اتنی پر اعتماد کیوں ہیں؟" زمرد بیگم اس سوال پہ لحظہ بھر کو تھم سی گئیں لیکن اگلے ہی لمحے نرمی سے اپنے ہاتھ اس کی گرفت سے چھڑواتی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"داماد ہے ناا س ل۔۔۔" کتراتے سے لہجے میں بولتیں وہ ایک دم سے لڑکھڑائیں تو سائیڈ ٹیبل پہ پڑا عالیان کا فوٹو فریم گر کے چکنا چور ہو گیا۔

"عالیان!" اس کی تصویر کے اوپر پڑے شیشے کے بے شمار ٹکڑوں کو دیکھتے ہوئے اچانک ان کے سینے کے بائیں جانب اچانک درد اٹھا تو ان کا ایک دم سے چلا اٹھا۔

"میرا عالیان!" ان کے ہونٹوں سے نکلتی سرگوشی پہ انہیں سنبھالتی بنفشے بھی ساکت ہو گئی۔

"سر صابر کیانی آپ سے ملنا چاہتا ہے۔" وہ اپنی کی چین اور موبائل میز سے اٹھا رہا تھا جب اس کا پی اے اس کی اجازت سے کمرے میں داخل ہوتا اس کے پوچھنے پہ گویا ہوا تو اس کے تاثرات فوراً سخت ہوئے۔

"پرسوں کورٹ میں باضابطہ طور پہ ملاقات کروں گا، اس سے پہلے مجھ تک اس کا کوئی بھی پیغام پہنچانے کی زحمت ہرگز نہ کیجیے گا۔" وہ بے لچک لہجے میں کہتا ہوا اپنا اس کی مزید آفس سے نکلتا چلا گیا۔

وہ اپنی گاڑی کی جانب بڑھ ہی رہا تھا کہ اسے عمیر پارکنگ میں ہی تیز قدموں کے ساتھ اس کی جانب آتا ہوا دکھائی دیا۔

۔

"السلام علیکم سر!" وہ اس کے نزدیک آتے ہی بولا تو اس نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے اس کے سلام کا جواب دیا۔

"سر جس نمبر کی لوکیشن آپ نے مجھے چیک کرنے کو بولا تھا, وہ لوکیشن تو دس منٹ میں چیک کر لی تھی لیکن اس سے پہلے کہ میں لوکیشن آپ کو بتاتا اس کی لوکیشن تبدیل ہونے لگی۔" عمیر کے بلا تمہید تیز تیز بولنے پہ وہ چونکا۔

"کیا مطلب لوکیشن کیونکر تبدیل ہونے لگی؟" اس کے لہجے میں استعجاب سمٹ آیا۔

"سر یہی چیک کرنے کے لیے میں نے عبدل کو ساتھ لیا اور لوکیشنز کو چیک کرنے کے لیے گیا تو پتہ چلا کہ اس شخص کا ایکسیڈنٹ ہو چکا ہے لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ اسے ہاسپٹل لے کے جانے کی بجائے

لوکیشنز کے مطابق اسی ایکسیڈنٹ شدہ گاڑی میں ہی مختلف جگہوں پہ لے جاتے ہوئے شاید کسی سے چھپنے کی کوشش کی گئی ہے۔" عمیر کی تفصیل پہ اس کے کان سائیں سائیں کرنے لگے۔

چند ثانیے بعد اس نے موبائل جیب سے نکالتے ہوئے ایک نمبر ملاتے ہوئے عمیر کو جانے کا اشارہ کیا۔

"السلام علیکم !شہریار آفریدی سپیکنگ ! ایک گاڑی کا نمبر سینڈ کر رہا ہوں،اس کی لوکیشن جلدی سے سرچ کر کے اسے ڈھونڈنے کی کوشش کرو یاد رہے کہ گاڑی شہر کی حدود میں داخل نہ ہونے پائے۔" اس نے فوراً حکم صادر کرتے ہوئے موبائل جیب میں رکھا اور تیز قدموں کے ساتھ اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔

"اس شخص کے لیے اگر میرے دل میں کبھی سافٹ کارنر بننے بھی لگا تو یہی شخص اسے ملیامیٹ کر دے گا۔" بوریت سے دوچار وہ مسلسل چہل قدمی کرتی ہوئی بڑبڑا رہی تھی۔

وہ جو زونائیشے بیگم کی برین واشنگ کی بدولت خود کو اس کے ساتھ ایڈجسٹ کرنے کی کوشش کر رہی تھی یوں اس کی پہلے ہی دن ایسی لاتعلقی پہ سلگ ہی اٹھی۔

وہ جو اس خاندان سے لاتعلقی و بیزاریت قائم رکھنے جا درس لے کے آئی تھی وہ اس کے شہر آنے سے کچھ گھنٹے قبل زونائیشے بیگم اسے بھولانے کی کوشش کر گئیں۔

"بچے! میں نہیں کہتی کہ جو کچھ ہوا ہے وہ ٹھیک ہوا ہے یا ایسے ہی ہونا چاہیے تھا لیکن کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم ایک غلط طریقے سے ہوئے کام میں بھی مثبت پہلو ڈھونڈیں۔" وہ اپنے مخصوص نرم لہجے میں گویا ہوئیں تو اس نے الجھ کے انہیں دیکھا گویا ان کی بات سمجھنا چاہی ہو۔

"آپ یہ کیوں سوچتی ہیں کہ آپ کو کسی دشمنی کی بھینٹ چڑھایا گیا ہے؟ آپ یہ بھی تو سوچ سکتی ہیں کہ شاید آپ کو اس دشمنی کو ختم کرنے کے لیے چن لیا گیا ہو؟" ان کے رکنے پہ وہ ان کا چہرہ دیکھنے لگی تو وہ دھیرے سے مسکرائیں۔

"بیٹا یہ رسم صدیوں سے چلی آرہی ہے کہ بیٹوں کو بچانے کے لیے بیٹیوں کی قربانی دی جاتی ہے لیکن اس لڑی کے پروئے موتیوں میں کب آپ نے ایسا واقعہ دیکھا کہ خون کے بدلے بیاہنے والی لڑکی کی بارات یوں گئی ہو؟ کبھی نہیں سنا نا؟ تو پھر یہ بات اپنے دل کو کیوں نہیں سمجھا پارہیں کہ یوں ڈنکے کی

چوٹ پہ آپ کو بیاہ کے لانے والا دشمنی نہیں بلکہ محبت نبھاہ رہا ہے؟" ان کے شگفتگی سے کہنے پہ اس کی پلکیں نجانے کس جذبے کے تحت لرز کے عارضوں پہ جھک گئیں۔

"میں جانتی ہوں کہ آپ کو اس سب سچویشن کو قبول کرنے میں وقت لگے گا لیکن یہ بات یاد رکھیے گا کہ رشتہ برقرار رکھنے کے لیے کہیں نہ کہیں آپ کو جھکنا ضرور پڑتا ہے اور ایک ماں ہونے کی حیثیت سے یہ کہوں گی کہ اس رشتے کو ختم کرنے کا خیال دل میں کبھی مت لائیے گا کہ اس رشتے کے بعد آپ کے وجود کو شاید یوسف زئی حویلی کے درودیوار قبول کر لیں لیکن اس میں رہنے والے مکین نہیں کیونکہ ان کے لیے آپ اب ہمیشہ آفریدیوں کی ہی رہیں گی اس لیے عورت نام سے جڑے وفا لفظ کو زندہ رکھنے کے لیے اس رشتے کو سمجھنے کی کوشش کریں۔" ان کے یوں خوبصورت انداز میں سمجھانے پہ اس کی زہن کی گرہیں کھلنے لگیں تو اسے اندازہ ہوا کہ ان کی کہی باتیں ہرگز غلط نہ تھیں لیکن اب اس کی لاتعلقی اسے غصہ دلا رہی تھی۔

"ابھی آئیں گے محترم اور یوں ری ایکٹ کریں گے جیسے ان سے بڑھ کے کوئی محبت کرنے والا شوہر شاید ہی روئے زمین پہ ہو۔" وہ سلگتی ہوئی اونچی آواز میں بڑبڑا رہی تھی۔

"آپ کو میرے محبت کرنے والے شوہر پہ کوئی شک و شبہ ہے۔" عقب سے آتی گھمبیر آواز پہ وہ کرنٹ کھا کے پلٹی۔

اس کی بڑی بڑی نگاہیں اسے تک رہی تھیں جو بلیک پینٹ پہ وائٹ شرٹ پہنے، ٹائی کو ڈھیلا کرتے ہوئے وہ اوپری بٹن کھول رہا تھا جبکہ سیاہ کوٹ بائیں بازو میں لاپرواہی سے جھول رہا تھا، وہ اپنے مخصوص حلیے سے بہت ہٹ کے لیکن پیارا لگ رہا تھا۔

"عجیب بات ہے میں گزشتہ کچھ دنوں سے آپ کو اپنی محبت کے بہت گہرے ثبوت دے رہا ہوں لیکن ایسے میں وہی شکوک و شبہات تو مجھے کسی اور کاروائی پہ اکسا رہے ہیں۔" اس کی نگاہیں خود پہ مرکوز پا کے وہ اسے دیکھنے سے دانستاً احتراز برتتا لاپرواہی سے کفس لنکس ریموو کرتا کفس کو الٹتا ہوا کہنیوں تک بازو فولڈ کر گیا جبکہ اس کی گہری بات پہ وہ ہوش میں آتی فوراً نگاہوں کا رخ بدل گئی۔

"یہ کاروائیاں اپنی کورٹ میں ہی کریں تو زیادہ اچھا رہے گا۔" اس کا لہجہ پہلے کی بنسبت نرم لیکن خفگی سمیٹے ہوئے تھا جبکہ اس کی بات سن کے اس کے ہونٹوں پہ محظوظ کن مسکان مچل گئی۔

"کورٹ میں فقط کاغذی وزبانی کرتا ہوں جبکہ یہاں 'آپ' کے شکوک و شبہات دور کرنے کے لیے مجھے عملاً و فعلاً کاروائی کرنا پڑے گی۔" اس کے گھرے بے باک لہجے پہ وہ رخ بدلتی فوراً سے کچن کی جانب ہوئی۔

"پانی لاتی ہوں میں۔" چونکہ وہ کبھی بھی اس شخص کی بے باکی کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی تبھی منظر سے ہٹنا چاہا جبکہ اس کے اس قدر نارمل رویے پہ اسے حیرت تو ہوئی لیکن وہ بنا اظہار کیے وہیں لاونج کے صوفے پہ بیٹھ کے اس کا انتظار کرنے لگا۔

"کیسا دن گزرا آپ کا؟" اس کے ہاتھ سے پانی کا گلاس لیتے ہوئے اس نے نظر بھر کے اس کے دمکتے وجود کا جائزہ لیا۔

"آپ کو اس سے کیا ہے؟ آپ کریں اپنے کام۔" وہ خفگی سے کہتی واپس پلٹنے لگی جب اس نے لپک کے اس کا بازو پکڑتے ہوئے اسے نرمی سے اپنے پاس کھینچا تو وہ اس اچانک افتاد پہ گڑبڑا سی گئی۔

"یہ کیا طریقہ ہے؟" وہ بوکھلاتی ہوئی اس پہ سے اٹھنے لگی جب اس کے ہاتھ میں پکڑا پانی کا گلاس اس کی تیزی کے باعث دونوں پہ چھلک پڑا لیکن وہ اس سے بے نیاز گلاس وہیں سائیڈ پہ پڑے نفیس سے ٹیبل پہ رکھتا اس کے گرد حصار قائم کرتا اسے مقید کر گیا۔

"یہ محبوبانہ بیویوں والے انداز دکھانے کے بعد جوابی کاروائی پہ ایسا ردعمل تو نہیں سامنے آنا چاہیے۔" اس کے بالوں میں لگے کیچر کو اس کے بالوں سے الگ کرتے ہوئے اس نے نرمی سے اس کے بالوں میں چہرہ چھپاتے ہوئے گھمبیر سرگوشی کی تو اس کا وجود سنسنا اٹھا۔

"میرے بال ن۔نہیں کھولیں الجھن ہوتی ہے۔" اس کے لمس کے باعث محسوس کی جانے والے شرم وحیا کو الجھن کے لبادے میں چھپانے کی کوشش کرتی وہ اس سے نظریں چرا رہی تھی۔

"کس چیز سے الجھن ہوتی ہے؟" اس کی گھنیری پلکوں کو ہولے سے چھوتے ہوئے اس نے استفسار کیا تو اس کا دل چاہا وہ کہہ اٹھے کہ اسے الجھن نہیں بلکہ اس کے شدت آمیز لمس سے گھبراہٹ ہوتی ہے۔

"یہ۔۔یہ کھلے بالوں سے۔" وہ جلدی سے بولی لیکن اب کی بار اس کی مزاحمت ناہونے کے برابر تھی۔

"اب ٹھیک ہے؟" اس کے بال اکٹھے کر کے بائیں کندھے پہ ڈالتے ہوئے اس نے استفسار کیا تو پچھلے گلے کے گہرے ہونے کے باعث اس کی نگاہوں کے شوخ تقاضات پہ بوکھلاتی وہ فورا بال پیچھے کو جھٹکتی پھرتی سے اس کی گرفت سے نکلی۔

"میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔" وہ جلدی سے کہتی ہوئی اس سے فاصلے پہ ہوئی۔

"فرشتے!بیٹھ جائیں ادھر ہی۔" اسے لاونج سے نکلنے پہ پر تولتے دیکھ کے وہ سنجیدگی سے بولا تو وہ کچھ سوچتی ہوئی اس سے فاصلہ رکھتی وہیں بیٹھ گئی۔

"میرا ایک بہت ضروری کیس تھا جس کی وجہ سے میرا ایمرجنسی شہر آنا ہوا اور اسی وجہ سے میں آپ کو ساتھ لانا نہیں چاہتا تھا کہ آپ کو وقت نہیں دے پاوں گا۔" وہ نرمی سے اسے بولتا ہوا اس کے مدھم ہوتی مہندی سے سجے ہاتھوں کو تھامتا تکنے لگا۔

"لیکن ایک بات کی مجھے سمجھ نہیں آئی کہ مجھ سے بیزاری ہونے کے باوجود آپ نے میرے ساتھ شہر آنے کو ترجیح کیوں دی تھی؟ کوئی خاص وجہ تھی یا آپ سچ میں تھکے ہارے شوہر کی 'خدمتِ خاص' کرنا چاہتی تھیں؟" اس کے متبسم شوخ لہجے میں کیے گئے سوال پہ وہ بری طرح سے جھینپتی سرخ پڑ گئی جبکہ اس کی گرفت میں مقید ہاتھ بھی ہلکے سے کسمسائے۔

"ایسا کچھ نہیں تھا بس وہ۔۔وہ مجھے لگتا تھا کہ اگر آپ حویلی نہ ہوئے تو آپ کے گھر والے میرے ساتھ ٹھیک نہیں رہیں گے۔" چونکہ پاوں کمپروماتز کی سیڑھی پہ رکھ جو دیا تھا اس لیے اس نے اس سے بات کر دی۔

"اور وہ ایسا کیوں کریں گے؟" اس نے دلچسپی سے اس کے خوبصورت چہرے کو دیکھا۔

"وہ میں یوسف زئی حویلی سے آئی ہوں نا۔" وہ سادگی بھرے لہجے میں بولتی اسے بے حد پیاری لگی تو اس نے بے ساختہ اسے اپنے سینے سے لگایا۔

"آپ چاہے دنیا کے کسی بھی کونے سے کیوں نہ آئی ہوں لیکن حویلی میں آپ میرے نام سے منسلک ہو کے آئی ہیں اور یہ کبھی مت سوچیے گا کہ آپ کی عزت و محبت میں کسی قسم کی کمی آئے گی۔"

خوبصورت لب و لہجے میں بولتا ہوا وہ اسے اس لمحے ہر چیز، ہر جذبے، ہر شے کو بھلاتا اپنے ہی فسوں میں قید کرتا جا رہا تھا۔

"تو کیا اب مجھے اجازت ہے کہ میں آپ کو ثبوت دے لوں کہ میں اس روئے زمین پہ سب سے زیادہ محبت کرنے والا شوہر ہوں؟" گھمبیر سرگوشی نما اجازت پہ وہ کرنٹ کھا کے اس سے علیحدہ ہوئی جو چمکتی نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔

"نہیں۔" وہ حواس باختگی سے کہتی اس کی گرفت سے نکلنے کی ناکام سعی کرتی اسی گرفت میں رنجیر پا ہوتی چلی گئی۔

"آپ کی نہیں پہ کچھ دیر بعد عمل کروں گا۔" اس کے گلابی ہوتے رخسار کو نرمی سے چھوتے ہوئے اس نے سرگوشی کی تو وہ اس کے وجود میں سمٹنے لگی۔

"عالم خاناں! یہ کیا غضب کر ڈالا آپ نے؟" مرجان بیگم حواس باختہ سی حاقان صاحب کے کمرے میں داخل ہوئیں جہاں توقع کے مطابق عالم صاحب بھی موجود تھے۔

"کیا ہوا؟" وہ حیرانگی سے بولے۔

"جو کارنامہ کرنے پہ آپ دونوں یہاں خوشی سے بیٹھے ہیں اس کی اطلاع آپ کے بھائی اور داماد دونوں کو مل چکی ہے۔" انہوں نے ان کے سروں پہ بم پھینکا۔

"کیا مطلب کیسی اطلاع؟" عالم صاحب کے چہرے پہ تفکر کے سائے لہرائے۔

"عالیان کے ایکسیڈینٹ کی اطلاع۔" آج زندگی میں پہلی دفعہ عالیان کو اس کے نام سے مخاطب کیا تھا۔

"انہیں کیسے خبر ملی اور کیا اطلاع صرف ایکسیڈینٹ کی ملی ہے یا ایکسیڈینٹ کروانے والوں کی بھی ملی ہے؟" حاقان صاحب کے چہرے کے رنگ بھی فوراً پریشانی میں ڈھلے۔

"فی الحال تو صرف ایکسیڈینٹ کی اطلاع ملی ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ اپنے آدمیوں سے رابطہ کریں جلدی سے اور اس کو جلدی سے ختم کروائیں۔" خاندانی تکبر میں ڈوبی وہ عورت عالیان جیسے وجود کو جو صرف اس کے لیے ایک کلنک تھا اسے ختم کرنے کے لیے سفاکی کی حدود پار کرنے لگی۔

"اونہوں! اب ہمیں اسے مارنا نہیں ہے بلکہ اب وہ ہمارے لیے ایسا ترپ کا پتہ ہے جو ایک ایسے مہرے کو ہلائے گا جو ساری شطرنج کی بساط ہی پلٹ دے گا۔" عالم صاحب کی متکبر آواز میں عجیب سی پھنکار تھی جبکہ ان کی بات میں چھپے معنی تلاش کرتیں مرجان بیگم ان کا چہرہ دیکھنے لگیں۔

"کیا مطلب؟" انہوں نے اچنبھے سے ان کا چہرہ دیکھا۔

"مطلب ابھی سمجھاتا ہوں لیکن اس سے پہلے یہ جان لیں کہ آپ کو کسی طرح سے فرشتے سے رابطہ کرنا ہے کیونکہ اگر آپ نے اس سے مزید دو دن رابطہ نہ کیا تو اسے آفریدیوں کے رنگ میں ڈھلنے سے آپ کبھی نہ روک پائیں گی۔" وہ انہیں ہدایت دیتے ہوئے بولے تو وہ سر اثبات میں ہلاتیں ان کی اگلی باتوں کو غور سے سننے لگیں جنہیں سن کے ایک پل کو ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

اس نے دھیرے سے اپنی آنکھیں کھولنے کی کوشش کیں تو سر پہ اٹھتی ٹیسوں نے اسے کراہنے پہ مجبور کر دیا، اپنے وجود کو مسلسل ہلتا ہوا محسوس کر کے اسے اندازہ ہوا کے وہ اس لمحے گاڑی میں موجود ہے۔

"مورے!" اس کے ہونٹوں سے سسکی سی بر آمد ہوئی اور یہی سسکی شاید دوسری جانب زمرد بیگم کے دل تک پہنچتی ان کی دھڑکنیں مدہم کر گئی تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ اٹھتا یا گاڑی میں بیٹھے افراد میں سے کسی کو متوجہ کرتا گاڑی میں موبائل کی رنگ ٹیون گونج اٹھی۔

"جی خاناں! بہت بہتر، ہم لے کے آرہا ہے اسے حویلی۔" موبائل کان سے لگائے اس شخص کے الفاظ پہ اس کی پلکیں نم ہوئیں۔

"آپ کی نفرت بہت ظالم نکلی خانم!" اس کے دل سے ایک شکوہ نکلا جو واپس اسی کے دل میں دفن ہوتا چلا گیا جبکہ آنکھوں سے نکلتے آنسو رخساروں کو بھگوئے جا رہے تھے۔

وہ دونوں ہاتھ زور زور سے رگڑتی ہوئی ہال میں داخل ہوئی لیکن وہاں موجود ہلچل دیکھ کے رک سی گئی۔

Urdu Novels Ghar

"دیکھ لیں پھپھو آپ، اسے آپ نے اماں کی ہیلپ کے لیے بھیجا ہے لیکن یہ پھوہڑ ابھی تک سوئی پڑی تھی۔" سب سے پہلے اس کی فریش سی آواز گونجی تو اس کے قدم تیزی سے آگے بڑھے۔

"آتے ہی آگ لگانے کی ضرورت نہیں ہے، رات کو آنکھ دیر سے لگی اس لیے جلدی جاگ نہیں آئی۔" وہ اپنی اماں اور تائی سے پیار لیتی مصالحانہ انداز میں گویا ہوئی۔

"یہ آنکھ دیر سے لگنے کے پیچھے کوئی خاص وجہ تھی؟" اس کی شریر آواز پہ وہ جھینپ گئی اور پھر ایک کشن اس کی جانب اچھالتی عائزہ کے پاس بیٹھ گئی۔

"ہاں خواب میں جن بھوت آئے تھے۔" اس نے بھی بدلہ پورا کرنے کی کوشش کی۔

"چلو بس کرو یہ چونچیں لڑانا، چلو ملیکہ اٹھ کے ناشتہ لگاؤ تمہارے ابا اور تایا ابا آتے ہیں تو پھر ناشتہ کرتے ہیں۔" اماں نے فوراً اسے کام سے لگایا تو وہ منہ بناتی اٹھ کھڑی ہو گئی۔

"اتنی دفعہ اس لڑکے کو کہا ہے کہ خود تو گھر ٹکتے نہیں شادی ہی کر لو بہو گھر آئے گی تو کم از کم میری تنہائی تو ختم ہو جائے گی نا۔" رابعہ بیگم نے ہمیشہ والا شکوہ دہرایا تو وہ مسکرایا۔

"تو اماں بہو ہی ہوتی ہے ناپاس اگر بہو کو آفیشل ٹچ دینا ہے تو آج اپنے شوہر سے بات کر لیجیے گا۔" بائیں آنکھ ونک کرتا وہ شرارت آمیز لہجے میں بولتا عائزہ کو ہاتھ ہلاتا کچن کی جانب لپکا تو ان تینوں کے چہروں پہ مسکان مچل گئی۔

"کہہ تو ٹھیک ہی رہا ہے۔" ان کے لہجے میں سچی خوشی چھلک رہی تھی جسے محسوس کر کے ملیکہ کی اماں بھی کھل کے مسکرا دیں۔

"کیا کر رہی ہو؟" عقب سے آتی غیر متوقع آواز پہ وہ بری طرح اچھلی لیکن پیچھے اسے اطمینان سے کھڑا دیکھ کے جل اٹھی۔

"لڈی ڈال رہی ہوں۔" وہ سلگی۔

"لیکن ابھی تو میں صرف شادی کی بات کر کے آیا ہوں، یہ لڈی والی رسم تو بعد میں نہیں آتی؟" اس کے معصوم انداز میں پوچھے گئے سوال پہ وہ ہونقانہ انداز میں اسے دیکھنے لگی لیکن جیسے جیسے بات شعور تک پہنچی اس کے چہرے کے رنگ بدلنے لگے۔

Urdu Novels Ghar

"کس کی شادی اور کس کی لڈی کی بات کر رہے ہو؟" وہ دانستاً انجان بنتی ہوئی بولی۔

"جن اور چڑیل کی۔" وہ اس کی کہی بات کا حوالہ دیتا سکون سے بولا تو وہ بھڑک اٹھی۔

"خبر دار! چڑیل نہیں ہوں میں۔" وہ فوراً اس کی جانب پلٹتی خونخوار لہجے میں بولی۔

"واہ کیا خود شناسی ہے حالانکہ میں نے چڑیل کا نام تک نہیں لیا۔" وہ چڑانے والے انداز میں بولا تو وہ پراٹھا یونہی توے پہ چھوڑتی اس سے لڑنے کو تیار ہو گئی۔

"یہ تم اتنا تنگ کس خوشی میں کر رہے ہو مجھے؟" وہ چمک کے بولی۔

"کسی اور کو کروں گا تو تمہیں برا لگے گا نا۔" اس کے سادگی سے کہنے پہ اس کے تنے اعصاب پہ جیسے کسی نے ٹھنڈا پانی گرا دیا ہو۔

"مجھے نہیں برا لگتا اوکے۔" اس کا لہجہ اس کے الفاظ کی منافی کر رہا تھا جسے محسوس کر کے سجاول مسکرا دیا۔

"پکا نا؟" اس نے اس کی آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کی۔

"ہاں۔" وہ آہستگی سے کہتی ہوئی واپس توے کی جانب پلٹی جہاں پراٹھا سیاہ ہوتا اس کا دل مزید جلا گیا۔

"چلو ٹھیک ہے اماں کو کہتا ہوں کہ ابا سے دو بہووں کو لانے کی بات کریں۔" اس کے شرارتی انداز پہ وہ بیلن اٹھاتی اس کی جانب لپکی۔

"ایک نمبر کے ڈیش انسان ہو تم، یہ جو شادیوں کی ہڑک جاگتی ہے نا تمہارے دل میں یہ ایک شادی کرنے کے بعد سو کیا مر ہی جائے گی۔" وہ بیلن لہراتی ہوئی بولی۔

"ہاں اس کا تو مجھے ابھی سے اندازہ ہو رہا ہے۔" وہ اس کے بیلن کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولا تو وہ چلا اٹھی۔

"سجاول!" اس کی چیخ اور سجاول کے قہقہے پہ باہر بیٹھے افراد کھل کے مسکرا دیے۔

"آپ نے واپس کب جانا ہے؟" بیڈ پہ بیٹھی فرشتے نے واشروم سے نکلتے شہریار کو دیکھتے ہی سوال کیا تو اس نے نظر بھر کے اسے دیکھا جو سفید رنگ کے ڈھیلے ڈھالے سے کرتے اور مسٹرڈ شلوار میں ملبوس دوپٹہ کندھے پہ لٹکائے سوئی سوئی سی لگ رہی تھی۔

"ہنی مون منانے کے بعد۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا جسے سن کے اس نے بے دھیانی میں سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے لیکن اس میں کتنے دن لگیں گے؟" بالوں کو دونوں ہاتھوں سے اکٹھا کرتے ہوئے وہ جوڑا بناتی اپنے ہی دھیان میں لگی ہوئی تھی۔

"آپ پہ منحصر ہے کہ آپ کب تک میری شدتیں برداشت کر سکتی ہیں؟" اس نے ڈریسنگ مرر سے ایک گہری نگاہ اس کے بے پراہ وجود پہ ڈالی۔

"تین چار دن کافی ہیں بس۔" وہ جمائی لیتی ہوئی بولی تو اس کے گھنی مونچھوں تلے لب بے ساختہ مسکرا دیے۔

"ویسے یہ زیادتی نہیں ہے کہ میرے جیسے بندے کو اس کی مسز ہنی مون کے لیے بس تین چار دن کا ٹائم دے رہی ہیں؟" وہ مرر کے سامنے سے ہٹتا اس کے نزدیک چلا آیا جس کے رویے میں تبدیلی وہ تین چار دن سے محسوس کر رہا تھا اور یہ تبدیلی خوش آئند تھی۔

"ہاں تو کاف۔۔۔" وہ اسی روانی سے بولتی جا رہی تھی جب وہ ایک دم سے رکی، اس کے دماغ میں کلک ہوا تو اس کے چہرے کا رنگ دھیرے دھیرے سرخ ہونے لگا۔

"ہٹیں پیچھے۔" وہ جھنجھلاتی ہوئی اسے پرے کرتی ہوئی اٹھنے لگی تو اس نے ہنستے ہوئے اسے اپنے نزدیک کیا۔

"رکیں نا، کیا بات ہے؟ کیوں پریشان ہیں؟" اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے اس نے استفسار کیا۔

"پتہ نہیں میرا دل بہت عجیب ہو رہا ہے، مجھے واپس جانا ہے، ابھی آپ بھی مجھ پہ اپنی بیرسٹری کا رعب جھاڑتے ہوئے نکل جائیں گے اور رات کو واپس گھر آتے ہیں۔" وہ شکوہ کرتی ہوئی بولی۔

"حالانکہ میں ہمیشہ بیرسٹری کا رعب جھاڑنے کی بجائے محبت دکھا کے جاتا ہوں۔" نرمی سے اس کی تھوڑی چومتے ہوئے اس نے اس کے گال کو سہلایا تو وہ سٹپٹائی۔

"شہریار! نہیں۔۔۔" اسے مزید گستاخیوں پہ آمادہ دیکھ کے وہ بوکھلائی کیونکہ وہ اب اس کی گردن پہ جھکا اس کی ذات پہ چھائی بیزاری کو ختم کرنے کی تگ و دو کرنے لگا جبکہ اس کی بے باک گستاخیوں سے سرخ پڑتی وہ ہر شے بھولنے لگی۔

"آپ۔۔۔ آپ نے کورٹ نہیں پہنچنا؟" اس کے سینے پہ ہاتھ دھرتے ہوئے اس نے اس نے اسے خماری کے اس سمندر سے نکالنے کی کوشش کی۔

"نہیں، بلکہ آج آپ کو لے کے کہیں چلتے ہیں تاکہ شہری انداز میں پھر آپ تیاری کروا کے خدمت گزاری سے فائدہ اٹھائیں۔" اس کے ہونٹوں کو نرمی سے چھوتے ہوئے اس نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔

"شرم نہیں آتی آپ کو کسی کی بات پکڑتے ہوئے؟" وہ جھینپتے ہوئے بولی تو وہ مسکراتا ہوا اس کے کندھے پہ جھکا، نجانے یہ فسوں خیز لمحے کب تک قائم رہتے کہ اچانک کمرے کی فضا میں موبائل فون کی آواز گونجی تو سرخ چہرہ لیے فرشتے جلدی سے اس سے دور ہٹی۔

"آپ کا موبائل۔" حیا سے لرزتی آواز میں کہتی وہ اس کا دھیان خود پہ سے ہٹانے لگی تو شہریار نے گہری نگاہ اس کے سرخ چہرے پہ ڈالتے ہوئے موبائل اٹھایا جس کی اسکرین پہ ان ناون نمبر جگمگا رہا تھا۔

"السلام علیکم! شہریار میر آفریدی اسپیکنگ۔" اس نے اپنے مخصوص انداز میں سلام کیا تو دوسری جانب اس کی رعب دار آواز پہ لحظہ بھر کو خاموشی چھا گئی۔

"مرجان یوسف زئی بات کر رہی ہوں۔" سلام کا جواب دیے بغیر وہ تیکھے انداز میں بولیں تو وہ چونکا اور ایک بے ساختہ نگاہ فرشتے پہ ڈالی جو اس کی قربت میں رنگوں سے نہائی محسوس ہو رہی تھی۔

"کہیے کیا خدمت کر سکتا ہوں میں آپ کی؟" اس کا لہجہ یکا یک سرد ہوا۔

"میری بیٹی سے بات کرواو میری۔" ان کا متکبر لہجہ گونجا تو اس کی تیوری کے بل نمایاں ہونے لگے۔

"آپ کی بیٹی اب کسی کی بیوی ہے اور ایک بیوی ہونے کی حیثیت سے وہ اس وقت اپنے شوہر کے ساتھ مصروف ہے، آپ سے بات وہ اپنے شوہر کی مرضی سے کرے گی اور فی الوقت شوہر ایسا بالکل نہیں چاہتا ہے، خدا حافظ۔" قطعی دوٹوک انداز میں بولتا ہوا وہ بہت کچھ ان کو باور کرواتا کال کاٹ گیا جبکہ اس کی بات پہ اس کے ساتھ بیٹھی فرشتے کا پورا وجود ایک پل کو سن ہوا۔

"خانم !میری خانم!" اس کے لب سرگوشی میں ڈھلے جن کی حرکت شہریار نے بہت توجہ سے دیکھی اور پھر جھکتے ہوئے اپنی بے باک گرفت میں انہیں جھکڑتا ہوا وہ فرشتے کو اس اچانک ہوئے جھٹکے سے نکالتا اس کی سانسوں پہ قبضہ جمانے لگا۔

وہ جو خانم کی کال کا سن کے بے اختیار ہو گئی تھی اچانک ہی اپنی سانسوں کو اس میں تحلیل ہوتا پا کے اس کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں جبکہ ہتھیلیاں فوراً پسینے سے پسیجنے لگیں، جب اس کی بے باکی شدت اختیار کرنے لگی تو اس نے بے ساختہ اس کے دونوں بازو دبوچے۔

"جلدی سے تیار ہو جائیں۔ شاپنگ پہ چلتے ہیں۔" کچھ لمحے بعد اس کی سانسوں کو آزادی بخشتے ہوئے وہ گھمبیر لہجے میں کہتا اس کے پاس سے اٹھا تو وہ اس لمحے خانم سمیت ہر شے بھلائے سرخ چہرے کے اور لرزتی پلکوں کے ساتھ بیٹھی اسی کو سوچ رہی تھی۔

"کس کی کال تھی؟" اس نے دھیرے سے گردن گھما کے اس کی جانب دیکھا جو بلیک ٹراوزر کے ساتھ بلیک ٹی شرٹ اور بلیک ہی ہڈی میں ملبوس، بلیک و وائیٹ جاگرز پہنے بالوں کو انگلیوں سے سنوارے روٹین سے ہٹ کے خاصے رف ٹف حلیے میں تھا۔

"میری ساس کی۔" ایک نظر اس کے چادر سے ڈھکے چہرے پہ ڈالتے ہوئے اس نے جواب دیا تو وہ شاکی انداز میں اسے دیکھنے لگی۔

"آپ نے بات کیوں نہیں کروائی میری؟" اس کے لہجے میں خفگی نمایاں ہونے لگی۔

"کیونکہ میں 'ہنی مون' منا رہا ہوں اور اس میں مجھے میری بیوی کی مکمل توجہ چاہیے۔" اس کے برجستگی سے کہنے پہ وہ ایک دم سے سٹپٹائی۔

"آپ اپنے کام کے لیے آئے ہیں۔" اس نے دھیرے سے کہتے ہوئے گویا "ہنی مون" والی بات کی تردید کرنی چاہی۔

"لیکن یہ اور بات ہے کہ میں اپنے 'اس' کام کی بجائے 'اِس' کام کی جانب زیادہ توجہ دے رہا ہوں۔" اس کو گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اس نے اس کی جانب اشارہ کیا تو وہ اس کی نگاہوں کی زبان سمجھتی بے اختیار رخ موڑ گئی۔

"ہم کدھر جا رہے ہیں؟" کچھ دیر بعد اس کی اکتائی ہوئی آواز گونجی۔

"آپ کی شاپن۔۔۔" وہ ابھی بول ہی رہا تھا کہ اس کا موبائل گنگنا اٹھا، اس نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے ڈیش بورڈ پہ پڑا موبائل اٹھایا تو سکرین پہ بلنک کرتے نمبر کو دیکھ کہ وہ تپ اٹھا۔

"تمہیں کس نے الہام دیا ہوا ہے کہ جب بھی میں اپنی بیوی کے ساتھ مصروف ہوں تو تم کسی تھرڈ کلاس ولن کی طرح انٹری مار دو۔" سلام کے فورا بعد وہ تیکھے انداز میں بولا تو دوسری جانب سجاول کا قہقہہ گونج اٹھا۔

"اصل میں مجھے بھابھی سے بہت ہمدردی ہے۔" وہ چڑانے والے انداز میں بولا۔

"اپنی ہمدردیاں اپنے پاس رکھو اور کام کی بات کرو کے کیوں کال کی؟" وہ تیکھے انداز میں بولا تو فرشتے حیرانگی سے اسے دیکھنے لگی کہ یہ اس کا بہت مختلف روپ تھا۔

"تمہیں یہ اطلاع دینے کے لیے کہ آج تمہارا یار شیرنی کو پنجرے میں قید کرنے جا رہا ہے۔" وہ متبسم لہجے میں گویا ہوا۔

"شیرنی کی قسمت پہ صد افسوس کے گدھا پلے پڑنے والا ہے۔" پر تاسف لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اپنی مسکان دبائی جبکہ دوسری جانب شدید صدمے کی زد میں سجاول چلا اٹھا۔

"شیری !تو دوست نہیں بلکہ دشمن ہے، اللہ کرے تیری بیوی ہمیشہ تجھے منہ نہ لگائے، تیری ایک نہ سنے، تجھے کمرے میں گھسنے نہ دے، اپنے جلاد چاچے سے تجھے پھینٹی لگوائے، اپنے بچوں کے نام خود رکھے اور۔۔۔۔۔۔۔" صدمہ اس کے دماغ کو اس حد تک چڑھا کہ وہ عورتوں کی طرح کوسنوں اور بدعاوں پہ اتر آیا۔

"یہ آخر ہر بددعا کے ساتھ میری بیوی کو کیوں جوڑ رہا ہے؟" وہ پر سکون لہجے میں بولا تو فرشتے فورا چوکس ہوئی حالانکہ وہ گفتگو کے سدِباب سے واقف نہ تھی۔

"کیونکہ تجھے قابو ہی فقط وہ کر سکتی ہیں۔" وہ جل کے بولا تو وہ مسکرا اٹھا۔

"اب اگر کلیجے کو ٹھنڈ پڑ گئی ہو تو رات کو چکر لگا لینا، اماں ابا آج دن پکے کرنے جائیں گے۔" اس کی مسکراہٹ محسوس کرتے ہوئے وہ سلگ اٹھا۔

"اوکے !کوشش کروں گا کہ میں پہنچ جاوں۔" وہ نیم رضامندی سے بولا۔

"تجھے آنے کو نہیں کہا بلکہ کال بھابھی کے لیے کی ہے اور حویلی میں بھی مجھے اطلاع دینی ہے۔" وہ فورا حساب چکتا کرتا ہوا چمک کے بولا تو شہریار نے موبائل کان سے ہٹا کے گویا اسے گھورا۔

"میں آوں گا تبھی تیری بھابھی محترمہ بھی آئیں گی ناویسے یہ اتنی ایمر جنسی کس خوشی میں ہو رہی ہے؟" وہ سنجیدگی سے بولا کہ اتنا عرصہ دلی وابستگی کے باوجود انہوں نے کبھی شادی کا نام نہیں لیا تھا بلکہ ہمیشہ لڑتے جھگڑتے ہی وقت گزارا کرتے تھے۔

"کیونکہ اماں ابا نے عمرے پہ جانا ہے اس لیے وہ چاہتے پہلے اس فرض سے سبکدوش ہو جائیں۔" اس نے آرام سے کہا تو وہ سر اثبات میں ہلاتا ایک دو مزید باتوں کے بعد موبائل رکھ گیا۔

"میرا بہت قریبی وواحد دوست ہے سجاول چوہدری، اس کی کال تھی۔" کال بند کرنے کے بعد اس نے اسے بتایا تو وہ سر اثبات میں ہلاتی شیشے کے پار گزرتی گاڑیوں کو تکنے لگی۔

"اس کی اتنی ہمت کے وہ میرا یعنی مرجان یوسف زئی کا فون ایسے کاٹ دے اور وہ بدبخت عورت وہ کیسے میرے کہے الفاظ بھول کے اس شخص کے ساتھ مصروف ہو سکتی ہے؟" اپنے کمرے میں پاگلوں کی طرح چکر لگاتیں مرجان بیگم بیک وقت شہریار و فرشتے پہ غصے نکال رہی تھیں۔

"نہیں شہریار خاناں! جو تم لوگ چاہتے ہو ناوہ میں کبھی نہیں ہونے دوں گی، تم لوگوں کو میں کبھی خوش نہیں رہنے دوں گی کبھی بھی نہیں۔" وہ سفاک عزائم کے ساتھ خود سے گویا ہوئیں اسی لمحے گاڑی کے ہارن کی آواز پہ انہوں نے کمرے کی کھڑکی سے باہر دیکھا تو گاڑی سے زخمی عالیان کو باہر نکلتا دیکھ کے ان کے چہرے کے زاویے مزید بگڑ گئے۔

"ایک سے بڑھ کے ایک زہریلے ناگ اکٹھے ہوئے پڑے ہیں میرے لیے۔" وہ نفرت انگیز لہجے میں کہتیں کھڑکی سے دور ہٹیں۔

"تم نے کہا نا کہ تمہاری بیوی تمہاری مرضی کے بنا کسی سے بات نہیں کرے گی تو دیکھنا تم میں کیسے تمہاری بیوی کو تمہاری مرضی کے بنا ایسے ایسے کاموں پہ مجبور کروں گی کہ تم اپنے ہونے پہ روں گے۔" ان کا چہرہ نفرت کی شدت سے رنگ بدلنے لگا جبکہ زہن مسلسل تانے بانے بننے میں لگا ہوا تھا۔

Urdu Novels Ghar

"عالی! میری جان کیا ہوا؟ کہاں تھے تم دو دن؟" اس کی مسلسل دو دن کی غیر حاضری اور کسی پہ کہ سہی لیکن زمرد بیگم، حبیب خان اور بنفشے کے دل میں گراں گزر رہی تھی تبھی حبیب صاحب مسلسل اپنے آدمیوں کے زریعے اسے ڈھونڈنے میں لگے ہوئے تھے لیکن کوئی کامیابی نہ حاصل ہوئی لیکن اب اس کی اچانک واپسی سب کے لیے اچنبھے کا باعث تھی۔

"مورے! کالج جا رہا تھا کہ راستے میں ایکسیڈینٹ ہو گیا تھا، پھر وہی ہسپتال لے گئے اور اب جب ہوش آیا تو گھر چلا آیا۔" اس نے نظریں جھکاتے ہوئے سچ و جھوٹ کی آمیزش کے ساتھ انہیں مطلع کیا۔

"تو کیا پرچہ نہیں ہوا تیرا؟" زمرد بیگم کو ایک نیا افسوس ہونے لگا۔

"نہیں اور کیا فرق پڑتا ہے مورے میرے پڑھ لکھ جانے سے؟ کیا اس سے میرے وجود کی خامی دور ہو جائے گی؟ کیا میرے انداز سے جھلکتا نسوانی پن مکمل ختم ہو جائے گا؟ کیا سب مجھ سے محبت کرنے لگیں گے؟" اپنوں کا ایک بھیانک روپ دیکھنے کے بعد اس کے لہجے میں در آئی تلخی پہ زمرد بیگم کا چہرہ فق ہوا۔

"تم ایسا کیوں سوچتے ہو عالیان خاناں؟ کیا تمہارے وجود کی خامی تمہاری پیدا کردہ ہے یا اس خامی کے بغیر پیدا ہونے والے انسانوں میں ان کا کوئی اپنا کمال ہے؟ تمہاری بھی پیدائش کا سبب وہ پاک ذات ہے اور باقی سب کی بھی تو کیوں تم خود کو کمتر سمجھتے ہو؟" وہ نم آواز میں کہتیں اسے اپنی آغوش میں لینے لگیں تو وہ سسک اٹھا۔

"مورے دنیا کمتر سمجھتی ہے۔" وہ سسک رہا تھا۔

"دنیا کی باتوں پہ کبھی نا جانا، تم میری دنیا ہو خاناں میرے بیٹے ہو۔" وہ اسے بازوؤں میں سمیٹے ممتا سے بھرپور لہجے میں بولی تو دروازے سے ان دونوں کو تکتی بنفشے ہولے سے اندر آئی اور ان دونوں کے ساتھ لپٹ گئی۔

جبکہ دوسری جانب خاقان صاحب اور عالم صاحب اس کی موجودگی کی خبر سنتے ہی حویلی کے پچھلے حصے میں موجود ایک تاریک سے کمرے کو کھلوانے کا حکم جاری کرنے لگے۔

"میں آپ کو بتا رہی ہوں کہ میں ایسے ڈریسز بالکل نہیں پہنوں گی۔" وہ اسے لیے جیسے ہی مال میں داخل ہوا تو فرشتے کی نگاہ جیسے ہی پہلی شاپ میں دکھائی دیتی ٹاپ اور جینز پہ پڑی تو وہ بے ساختہ اونچی آواز میں بول پڑی، وہ جو اسے ساتھ لیے آگے بڑھ رہا تھا اس کے یوں بولنے پہ وہیں رک گیا اور اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔

"لیکن میں آپ کے لیے ایسے ہی ڈریسز خریدنا چاہتا ہوں کہ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ آپ ان ڈریسز میں کیسی لگتی ہیں۔" اس کے سنجیدگی سے کہنے پہ وہ بدکی۔

"نہیں، مجھے نہیں لینے ایسے کپڑے اور اگر آپ نے زبردستی کی تو میں واپس حویلی چلی جاوں گی اور آپ کے آغا جان کو بتاوں گی کہ آپ کیسے کپڑوں والی لڑکیوں کو پسند کرتے ہیں۔" وہ جو مارے گھبراہٹ کے بولنا شروع ہوئی تو پھر بولتی چلی گئی۔

"تو ان کپڑوں میں آخر برائی کیا ہے؟" اس کا ہاتھ زبردستی تھامتے ہوئے وہ اسے لیے آگے بڑھا تو فرشتے اپنا ہاتھ چھڑانے لگی۔

"بس مجھے پسند نہیں۔" وہ کترائی سی آواز میں بولی کیونکہ وہ اب ایک دوسری شاپ کے سامنے کھڑے تھے جہاں جدید تراش خراش کے شلوار سوٹ اور فراکس جھلملا رہی تھیں۔

اسے اب اندازہ ہوا تھا کہ وہ اپنی بوکھلاہٹ و جلد بازی میں کیسا بلنڈر مار چکی ہے۔

"ابھ آپ کی پسند کے ڈریسز لے لیتے ہیں اس کے بعد میری پسند کے ڈریسز لیں گے ہم۔" آہستگی سے کہتے ہوئے اس نے اسے چیئر پہ بٹھایا اور سیلز گرل کو سوٹ دکھانے کا اشارہ کیا۔

"آپ کو کپڑوں میں سب سے زیادہ کون سا ڈریس پسند ہے؟" دو تین سوٹ پسند کرنے کے بعد وہ اچانک بولا تو وہ چونکی۔

"سارے ہی اچھے لگتے ہیں۔" دھیرے سے کہتے ہوئے اس نے سامنے دیکھا جہاں سیلز گرل گرے کلر کا سمپل مگر بہت خوبصورت سا فراک دکھا رہی تھی جسے دیکھتے ہی اس کی آنکھوں میں ستائش ابھری جسے محسوس کرتے ہوئے شہریار نے فوراً اسے پیک کرنے کا اشارہ کیا۔

"آپ نے بتایا نہیں کہ آپ کو کیسا ڈریس پسند ہے؟" اس نے اپنا سوال دہرایا تو وہ اسے دیکھنے لگی جو اس کے گرد بنے خول کو چٹختا تا اپنا عادی بنائے جا رہا تھا، وہ جو چپ رہنے لگی تھی وہ چھوٹی چھوٹی باتوں

کے ذریعے اسے نان اسٹاپ بولنے پہ اکسانے لگا تھا، اسے اس شخص سے خوف آنے لگا تھا جو فرشتے کے وجود میں تحلیل ہوتا جا رہا تھا۔

"مجھے 'ساڑھی' پسند ہے لیکن خانم کہتی تھیں کہ ہمارے علاقے کی عورتیں ایسا لباس نہیں پہنتیں لیکن میں جب کبھی کسی ڈرامے میں دیکھتی تھی تو مجھے اچھی لگتی تھی۔" وہ جو اسے کچھ بھی نہ بتانا چاہتی تھی اس کے لب ہلے اور وہ اپنے مخصوص انداز میں اسے اپنی پسند سے آگاہ کرنے لگی۔

"سر یہ دیکھیں۔" سیلز گرل کی آواز پہ دونوں چونکے اور اس کی جانب دیکھا جو ہاتھوں میں نیوی بلیو کلر کا سمپل مگر نفیس سا فراک لیے ان کی اجازت کی منتظر تھی تبھی شہریار نے اوکے کرتے ہوئے مزید تین چار شلوار سوٹ کرواتے ہوئے دوسری شاپ کی جانب رخ کیا تو فرشتے کا دل دھک سے رہ گیا۔

"ہم۔۔ہم یہاں کیا کرنے آئے ہیں؟" وہ ارد گرد سے نظریں چراتی گھٹی گھٹی سی آواز میں بولی تو شہریار نے اس کے جھکے سر کو دیکھتے ہوئے مسکان دبائی۔

"آپ کے لیے نائٹ ڈریس لینے آئے ہیں۔" وہ سکون سے بولا تو فرشتے نے لپک کے اس کا بازو جھکڑا۔

"میں ان کپڑوں میں بہت سکون سے سوتی ہوں، مجھے ادھر سے کچھ نہیں لینا ہے آپ پلیز گھر چلیں۔"
ادھر گرد لٹکی ہوئی ماڈرن نائیٹیز کو دیکھتے ہوئے اس کی آنکھیں مارے حیا کے اٹھ نہیں رہی تھیں،
شہریار جو کہ اس کے لیے سادہ سالوز سلک کاٹر اوزر اور شارٹ شرٹ لینے کا ارادہ رکھتا تھا اس کی حالت
دیکھتے ہوئے اس نے ارادہ منسوخ کیا۔

"ٹھیک ہے واپس چلتے ہیں لیکن میری ایک شرط ہے۔" وہ شاپ سے نکلتا ہوا بولا تو فرشتے نے سکون کا
سانس لیا۔

"ساری شرطیں گھر جاکے منوا لیجیے گا۔" وہ جھنجلا کے کہتی اسے مزید شاپنگ سے منع کرتی گھر جانے
پہ مجبور کر گئی۔

"اپنی بات کو یاد رکھیے گا کیونکہ میری شرائط پہ پورا اترنے کے لیے ہمت و حوصلے کی فراوانی چاہیے۔"
گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے اس نے اسے وارننگ دی جو ان سنی کرتے ہوئے وہ باہر دیکھنے لگی۔

"لالہ اور بھاجائی تو شہر جا کے ہمیں بھول ہی گئے ہیں۔" گلالئی نے چلغوزہ منہ میں رکھتے ہوئے دکھی سے لہجے میں کہا تو شاہ میر نے گھور کے اسے دیکھا۔

"جس طرح شادی کے دو تین دن تم سب چڑیلیں بھاجائی کے ساتھ چمٹی رہی ہو نا تو شیری اگلے پچیس سال تک تم لوگوں سے اپنی بیوی کو بچا کے رکھے گا۔" اس کے بولنے کی دیر تھی سب لڑکیاں پنجے گاڑھ کے اسے پیچھے پڑ گئیں۔

"دیکھو رکو تو سہی تل سب، مانا کہ میرے بھائی کی شکل خوبصورت نہیں ہے لیکن بات اس نے پہلی دفعہ سو آنے درست کہی ہے۔" سب لڑکیوں کو روکتے ہوئے شہیر نے جس انداز میں بات کی وہ لڑکیوں سمیت شاہ میر کو بھی آگ لگا گئی۔

"تو دوست ہے کہ دشمن؟" وہ سلگتے ہوئے بولا۔

"دوست نما دشمن۔" شاہ زیب نے ٹکڑا لگایا تو لڑکیوں نے واویلا مچا دیا۔

"اپنی لڑائی بند کریں پہلے یہ بتائیں کہ ہمیں چڑیلیں کیونکر کہا گیا؟" گل گھٹنوں کے بل تھوڑا اونچی ہوتی ہوئی بولی تو شہیر نے دلچسپی سے اسے دیکھا جو روایتی فراک میں ملبوس سر پہ دوپٹہ اوڑھے بھڑنے کو تیار تھی۔

"تو کیا نہیں ہو تم لوگ چڑیلیں؟ حالانکہ تم گواہ ہو کے تین چار دن قبل ایک چڑیل مجھ سے یوں چمٹ گئی کہ اس چڑیل پہ مجھے مادھوری ڈکشٹ کا گمان ہونے لگا تھا۔" شرارتی مسکان کے ساتھ اسے دیکھتے ہوئے اس نے اسے چھیڑا تو شہر گل ایک دم سے گڑبڑائی، چہرے پہ یکایک غصے کے ساتھ شرم کے بادل بھی لہرائے جبکہ باقی سب کے چہروں پہ دبی دبی مسکان پھیل گئی۔

"میں کیوں گواہ ہونے لگی ایسی باتوں کی۔" وہ شاکی لہجے میں کہتی مٹھی بھر کے چلغوزے منہ میں بھرنے لگی تو زرسانگہ نے ایک مکہ اس کے پہلو میں دے مارا۔

"تم بیشک اس کی کسی بات کی گواہ نہ ہو لیکن تمہارے ندیدے پن کی میں ضرور گواہ ہوں، یہ مٹھیاں بھر بھر کے چلغوزے کون پھانکتا ہے؟ بی بی ہونے والا شوہر چلغوزوں کے باغ کا مالک ہے؟" وہ ترخ کے بولی تو شہیر ایک دم سے اپنی جگہ پر سے اٹھا۔

"قسم لے لو کچھ سال قبل ہی آغا جان نے ایک باغ میرے نام کیا ہے اس لیے تم یہ تشدد مت کرو اور اپنا کھاتا تیار کر لو ہم شادی کے بعد چکا دیں گے۔" زرسانگہ کے نزدیک بیٹھتے ہوئے وہ جس قدر آرام سے بولا شہر گل کو اس کی بے باکی پہ اسی قدر جھٹکا محسوس ہوا۔

"یہ کیا بد تمیزی ہے؟" وہ سٹپٹائی اور ایک نظر اپنے کزنز اور بھائیوں کی جانب دیکھا جو شاید ان سنا کرتے ہوئے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔

"یہ اخروٹ کھانا کب سے بد تمیزی میں شمار ہونے لگا؟" اس کی اداکاری پہ جہاں لڑکیوں سمیت لڑکوں کا قہقہہ گونجا وہیں وہ اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورنے لگی۔

"یہ تمہیں ہی جی دار بندہ چاہیے تھا لیکن یہ نہیں پتہ تھا کہ تمہیں جی دار نہیں بلکہ اچھا خاصا بد تمیز اور بے شرم آدمی ملنے والا ہے۔" گلالئی ہنستے ہوئے اس کی کیفیت کا مزہ لینے لگی جو تب تب ایسی ہو جاتی تھی جب کبھی وہ پٹڑی سے اتر تا تھا۔

"چلواب بس کرو یہ فضول باتیں، شیری کا میسج آیا تھا کہ سجاول کا اگلے ہفتے نکاح ہے تو اب سب تیاری کرلو کہ کون کون جائے گا پھر؟" گل کی شکل دیکھتے ہوئے شاہ میر نے موضوع گفتگو بدلا تو گل کا موڈ بھی فورا بدلا۔

"میں تو ضرور جاوں گی۔" وہ چہکی۔

"اتنی خوشی اپنی شادی کی بات پہ دکھائی ہوتی تو آج یہ چڑیلیں خالہ اور پھپھو بن چکی ہوتیں۔" شہیر نے شوخی وبے باکی سے کہتے ہوئے فوراوہاں سے بھاگنے کو پر تولے جبکہ شرم وحیا سمیت غصے کے شدید ریلے کے باعث وہ چلا اٹھی۔

"شہیر خاناں!" اس کی دبی دبی چیخ پہ وہ سب ہنستی چلی گئیں۔

"یہ کیا ہے؟" شاپنگ کے فورا بعد وہ اسے لیے سجاول کے گھر چلا گیا جہاں توقع کے مطابق اس کا بہت پرجوش طریقے سے استقبال کیا گیا۔

فیروزی رنگ کے سوٹ میں ملبوس، وہ ہمرنگ ڈوپٹے کے ساتھ سکن چادر لیے، ایک ہاتھ میں گھڑی جبکہ دوسرے ہاتھ میں گولڈ کی چار چوڑیاں پہنے، کانوں میں چھوٹے چھوٹے گولڈ کے ٹاپس اور گلے میں چین پہنے وہ شہریار آفریدی کی بیوی کی حیثیت سے ہاتھوں ہاتھ لی گئی۔

ان کے پہنچتے ہی سجاول کی ماں نے اسے سجاول کی بھابھی اور بہن ہونے کا مان دیتے ہوئے ملیکہ کو دینے والی چیزیں اسے تھمائیں اور وہاں آئیں مہمان خواتین کو لیے اوپر والے پورشن کی جانب بڑھ گئیں۔

"السلام علیکم!" اوپری پورشن میں داخل ہوتے ہوئے رابعہ بیگم نے بلند آواز سے سلام کیا تو سب نے مڑ کے دیکھا تو نگاہ اس کے صبیح چہرے سے ٹکرائی۔

"یہ کون ہے بھابھی؟" رائمہ بیگم نے متجسس لہجے میں پوچھا۔

"سجاول کی بھابھی ہے، اس کے دوست شہریار خاناں کی بیوی ہے۔" انہوں نے تعارف کروایا تو رائمہ بیگم بہت محبت کے ساتھ اس سے ملیں اور جب یہی تعارف ملیکہ اور عائزہ تک پہنچا تو دونوں متجسس سی باہر نکلیں اور اسے دیکھتے ہی مبہوت رہ گئیں۔

"واللہ! اتنا حسن۔" ملیکہ نے سرگوشی کی۔

"ان کا نام ہی نہیں بلکہ یہ خود بھی بہت سویٹ ہیں، دیکھو تو کتنی خوبصورت لگ رہی ہیں۔" عائزہ بھی اس کے کان میں گھسی تو ملیکہ نے شد و مد سے اس کی بات کی تائید کی اور پھر فوراً وہ خود کو سنبھالتی اس کی جانب بڑھی اور اس کے قریب بیٹھتی اس سے محوِ کلام ہو گئی۔

"رائمہ تم ہمارے آنے کا مقصد تو جانتی ہی ہو اس لیے ادھر ادھر کی باتیں کرنے کی بجائے میں سیدھی بات پہ آتی ہوں کہ مجھے بتاؤ کہ میں کب اپنی بچی کو اپنے گھر کی رونق بنانے آؤں؟" چونکہ فرشتے کی موجودگی کے باعث اظہر اور امجد صاحب اس طرف نہیں آئے تھے اس لیے رابعہ بیگم نے خود ہی بات کا آغاز کیا تو فرشتے سے باتوں میں مشغول ملیکہ ایک دم سے چپ ہو گئی۔

"بھابھی آپ کی ہی بیٹی ہے جب چاہیں آپ آجائیں۔" رائمہ بیگم نے کہتے ہوئے ان کا مان بڑھایا تو ملیکہ کو گھبراہٹ ہونے لگی۔

"میرا اور تمہارے بھائی کا ارادہ ہے کہ ہم اگلے جمعہ کو نکاح کی رسم کر لیں کیونکہ پھر ہمیں عمرے کے لیے جانا ہے پھر رخصتی ملیکہ کی تعلیم مکمل ہونے پہ کر دیں گے۔" رابعہ بیگم نے پروگرام سے آگاہ کیا

توملیکہ کے چہرے پہ بکھرنے والے رنگ دیکھتے ہوئے انجانے میں ہی فرشتے کو اپنے نکاح کا دن یاد آیا تو سینے میں پکڑ دھکڑ سی چلنے لگی۔

"جیسے آپ کو مناسب لگے بھابھی۔" رائمہ بیگم نے بنا کسی ردو کد کے کہا کہ پروگرام تو سب طے تھا ابھی فقط دنیاداری کو یہ سب کرنا پڑا ورنہ ان دونوں بھائیوں کا ہمیشہ سے ہی کہنا تھا کہ رشتے داری آپس میں ہی کی جائے گی۔

رائمہ بیگم کے کہتے ہی رابعہ بیگم نے فرشتے کو اشارہ کیا تو اس نے پاس پڑے تھال سے سرخ رنگ کا دوپٹہ اٹھایا اور پاس بیٹھی ملیکہ کے سر پہ اوڑھایا اور پھر اسے مٹھائی کھلاتے ہوئے پیسے اس کی گود میں رکھے، اسی طرح باری باری سب اسے مبارک دیتے ہوئے ملنے لگے تو فرشتے دلچسپی سے یہ سب دیکھنے لگی۔

وہ یہ سب دیکھتی اپنی شادی کے بارے میں سوچنے لگی تو اس کی پلکیں نم ہونے لگیں کہ کیسی شادی تھی جس پہ نہ کسی نے خوشی سے گلے لگایا نا کسی نے مبارکباد دی تھی اور نہ بھائیوں نے سر پہ ہاتھ رکھا تھا۔

وہ انہی خیالوں کی یورش میں بہتی جا رہی تھی جب شہریار کا میسج ملنے پہ وہ سب سے ملتی، ملیکہ کو ایک دفعہ پھر سے مبارک دیتی عائزہ کے ہمراہ نیچے چلی آئی جہاں وہ سجاول کے ساتھ کھڑا اسی کا منتظر تھا۔

"اللہ حافظ بھابھی!" سجاول نے کہا تو وہ ہوش میں آئی۔

"آپ کو مبارک ہو نکاح کے دن طے ہو جانے کی۔" وہ آہستگی سے کہتی ہوئی گاڑی میں بیٹھ گئی اور اپنی کیفیت کی وجہ سے وہ بنا کوئی بات کیے سر سیٹ سے لگاتی پلکیں موند گئی تو اس نے بھی اسے ڈسٹرب نہ کیا لیکن گھر آتے ہی جیسے ہی اس نے چینج کرنے کے لیے قدم ڈریسنگ روم کی جانب بڑھائے تو وہ ایک دم سے سامنے آیا اور ہاتھ میں پکڑا باکس اس کے سامنے کیا۔

"یہ کیا ہے؟" اس نے حیرانگی سے پوچھا۔

"دیکھ لیں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا تو وہ متامل سی ہوتی چارو ناچار باکس کا کور ہٹا گئی۔

لیکن کور ہٹاتے ہی جیسے ہی نگاہ باکس کے اندر گئی اس کی نگاہ ٹھٹھک گئی۔

"ی۔۔یہ؟" اس نے بے یقینی سے ہاتھ بڑھاتے ہوئے آف وائیٹ کلر کی دیدہ زیب ایپلک ورک سے سجی نفیس سی ساڑھی کو چھوا۔

ساڑھی کو ہاتھ لگاتے ہی اس کے احساسات بدلنے لگے، اس نے ایک نظر اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے نجانے کیا کھوجنا چاہا لیکن ہمیشہ کی طرح اس کے چہرے پہ چھائے تاثرات نے اسے نظریں جھکانے پہ مجبور کر دیا۔

"کچھ دیر قبل آپ نے میری شرائط کو ماننے کا قول دیا تھا اب شرائط کی پاسداری کا وقت ہوا چاہتا ہے۔" اس کے نگاہیں جھکانے پہ وہ ہلکا سا اس کی جانب جھکتا ہوا بولا تو اس نے بے ساختہ پلکیں اٹھائیں لیکن شاید نہیں اٹھانی چاہیے تھیں کیونکہ اگلے ہی لمحے وہ ان پلکوں پہ اپنا لمس سجاتے ہوئے دوبارہ جھکنے پہ مجبور کر گیا تھا۔

"تو کیا خیال ہے آپ کا؟" ایک ہاتھ میں ساڑھی والا ڈبہ پکڑے دوسرے ہاتھ سے اس کے بالوں میں لگی جوڑا پن کو تلاشتے ہوئے اس نے استفسار کیا تو وہ اس کی تلاشی کرتے ہاتھ کا مقصد سمجھتی بے ساختہ پیچھے کو کھسکی۔

"کیسی شرائط؟" اس نے ہلکے سے پوچھا کیونکہ وہ یہاں موجود اسی کی مانتے ہوئے اس کی سنتے ہوئے اپنی ماں کی کہی باتوں کے نتیجے دیکھنا چاہتی تھی، وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ اس کے دل کو اپنے بس میں کرنے والا کیا اپنا یہ روپ کبھی بدلے گا؟

"فی الحال تو یہ ساڑھی پہن کے آئیں باقی شرائط بعد میں بتاوں گا شاید آپ کو ساڑھی میں دیکھ کے حواس برقرار نہ رہیں تو آپ کے لیے آسانی ہو جائے گی۔" ذومعنی لہجے میں کہتے ہوئے اس نے باکس اسے تھمایا تو وہ دھڑکتے دل اور بلش کرتے چہرے کے ساتھ ڈریسنگ روم میں گھس گئی۔

وہ دونوں ہاتھ مسلسل مسلتی ہوئی کشمکش کا شکار ہو رہی تھی، اس نے ایک نظر شیشے پہ ڈالی تو اپنا دلکش سراپا دیکھتے ہوئے اسے اس کی بے باک نگاہوں کی گستاخیاں یاد آئیں تو چہرہ بھاپ چھوڑنے لگا۔

اسے یہ لباس پسند ضرور تھا لیکن اس نے کبھی یہ سوچا نہیں تھا کہ وہ اسے پہن کے کبھی یوں 'شہریار آفریدی' کے سامنے جائے گی۔

اس نے اضطرابی انداز میں اپنے کھلے بالوں میں ہاتھ چلاتے ہوئے ایک دفعہ سارے بالوں کو پیچھے پھینکا پھر کچھ آگے کیے پھر پیچھے پھر آگے کیے اور پھر کام سے اکتائی تو ہاتھ میں پہنی گھڑی سے کھیلنے لگی لیکن جب گزرتے وقت کا احساس ہوا تو جی کڑا کرتی وہ دروازہ کھولتی باہر نکل گئی۔

وہ جو صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے تحمل کے ساتھ اس کا انتظار کر رہا تھا آہٹ پہ اس نے آنکھیں کھولتے ہوئے اسے دیکھا تو نگاہ جیسے جم سی گئی۔

ہاف وائیٹ کلر کی ساڑھی میں ملبوس، وہ کھلے بال آدھے بائیں کندھے پہ بکھیرے آدھے پشت پہ بکھیرے، میرون لپ اسٹک لگائے وہ اسے اپنے حواسوں پہ سوار ہوتی محسوس ہوئی۔

اس کی نگاہوں کی لپک محسوس کرتے ہوئے اس نے اضطرابی حالت میں کان میں پہنے وائیٹ ٹاپس کو چھوا اور پھر گھڑی کے ڈائل کے ساتھ مگن وہ اپنی ہمت یکجاں کرنے کو ہلکان ہونے لگی۔

"فرشتے! یہاں آئیں۔" اگلے ہی لمحے اس کی بھاری آواز اس کی تمام کوششوں پہ پانی پھیرتی اس کے دل کی دھڑکنیں تہہ و بالا کر گئی۔

اس کے بلاوے اور نگاہوں کے شوخ تقاضات محسوس کر کے اس کا دل دھک سے رہ گیا جبکہ قدم آگے بڑھنے سے انکاری ہو گئے۔

"فرشتے!" اس کے دوبارہ بلانے پہ اس نے آہستگی سے قدم آگے بڑھائے تو فضا جیسے مہک اٹھی۔

جیسے جیسے وہ قدم آگے بڑھاتی جا رہی تھی اسے شہریار کی نگاہوں سے چھلکتے بے باک ارادے خوفزدہ کرنے لگے، وہ اس سے چند انچ کے فاصلے پہ تھی جب اس کے قدم بے ساختہ تھمے۔

"آ۔۔ آپ ایسے دیکھنا تو بند کریں۔" وہ گلابی پڑتے چہرے کے ساتھ بولتی اسے مسکرانے پہ مجبور کر گئی۔

"کیسے دیکھنا بند کر دوں؟" اس نے دلچسپی سے اس کے سجے سنورے لیکن کسی قدر اس سے خائف وجود کو دیکھا۔

"ایسے عجیب عجیب سے انداز میں دیکھنا بند کریں، ایسے لگتا ہے جیسے کھا جائیں گے۔" وہ جھنجھلائے ہوئے انداز میں بولتی روہانسی ہوئی تو وہ کھل کے مسکراتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کی جانب بڑھنے لگا جس کی دھڑکنیں اس کے قدموں کا رخ دیکھتے ہوئے سپیڈ پکڑ چکی تھیں۔

"میرے ارادے آج بالکل یہی ہیں کیونکہ آپ کے اس روپ کو دیکھتے ہوئے میرا واقعی دل چاہ رہا ہے کہ میں آپ کو کہیں خود میں ہی چھپالوں۔" وہ گھمبیر لہجے میں بولتا ہوا اس کے بے حد نزدیک آن ٹھہرا تو اس نے بے ساختہ جھجھکتے ہوئے قدم پیچھے کو کھسکائے لیکن اس کے وجود کی دلکشی میں بہکتے شہریار کو یہ دوری کچھ خاص پسند نہ آئی تو اس نے فوراً ہاتھ آگے بڑھائے۔

"گ۔۔گھر کال کریں؟" اس کے بڑھے ہوئے ہاتھوں اور ماحول میں بڑھتی گھمبیرتا اور معنی خیزی کو محسوس کرتے ہوئے وہ بلاارادہ جلدی سے بولی تو وہ ٹھٹھکا اور پھر بھرپور انداز میں مسکرا دیا۔

"آپ کے اس روایتی بہو والے روپ کو میں دل سے ضرور سراہتا اور آپ کی بات پہ فوری عمل بھی کر دیتا جو اگر آپ یہ کوشش کسی اور وقت کرتیں۔" بھاری متبسم لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اس کے جھینپے سے وجود کو دلکشی سے اپنے حصار میں لیا تو وہ خود میں سمٹنے لگی۔

"ابھی تو میں نے ابھی شرائط کا آغاز کیا ہی نہیں ہے اور آپ حفاظتی اقدامات پہ اتر آئی ہیں۔" شوخ لہجے میں بولتے ہوئے اس نے اس کے چہرے سے بال ہٹاتے ہوئے اس کی کنپٹی کو چھوا تو اس کا دل گویا اس کے کانوں میں دھڑکنے لگا۔

"میں۔۔میں آپ کی اب مزید ایسی کوئی شرط نہیں مانوں گی۔" اس نے فوراحد بندی لگائی کیونکہ اس شخص کے ارادے اسے بالکل نیک نہیں لگ رہے تھے کیونکہ اس شخص کی دست و نگاہ کی بے باک گستاخیاں اسے اس کی خماری کا پتہ دے رہی تھیں۔

"آج کی رات آپ کو یہ کام ضرور کرنا پڑے گا۔" اپنے مخصوص انداز میں کہتے ہوئے وہ اس کے کندھے سے بال سمیٹنے لگا تو فرشتے نے بے ساختہ اس کے ہاتھ پہ اپنا لرزتا ہاتھ دھرا۔

"پلیز مجھے ایسے تنگ نہیں کریں۔" اس کی لجاجت اس کے ہاتھوں کی بے باک گستاخیوں کے متعلق تھی جبکہ اس کے الفاظ پہ اس نے اپنی چمکتی نگاہیں اس کی جانب اٹھائیں تو وہ سیدھا اس کی بڑی بڑی آنکھوں سے ٹکرائیں۔

"باخدا آپ مجھے جس قدر تنگ کر رہی ہیں اگر میں اس کا حساب لینے پہ اتر آیا تو آپ حواس کھو بیٹھیں گی۔" اس کی مسکارے سے بوجھل پلکوں کو اپنے لمس سے مہکاتے ہوئے اس نے گھمبیر لہجے میں کہا تو وہ جلدی سے اس کے حصار سے نکلی۔

"ک۔۔کیا شرط ہے آپ کی؟" فطری حیا سے اس کے الفاظ ٹوٹ رہے تھے۔

"شہر آئے ہیں وہ بھی سپیشل آپ کی خدمت گزاری سے فائدہ اٹھانے تو کیا خیال ہے پورا شہری ٹچ نہ لے لیا جائے؟" شریر و معنی خیز لہجے میں بولتے ہوئے اس نے اپنا موبائل اٹھایا اور چند لمحے بعد کمرے میں خوبصورت سی دھن بکھرنے لگی۔

وہ چونکہ موسیقی و موویز سے دور رہتی تھی اس لیے وہ اندازہ نہ کر سکی لیکن دھن سنتے ہوئے وہ اس کی خوبصورتی میں گم ہونے لگی جب اس نے اپنی مضبوط ہتھیلی اس کے سامنے پھیلائی۔

"مجھے۔۔مجھے ڈانس نہیں آتا۔" وہ اس کی پھیلی ہتھیلی کو دیکھتے ہوئے آہستگی سے بولی لیکن اس کے اشارہ کرنے پہ گہری سانس بھر کے رہ گئی۔

"ڈانس مجھے بھی نہیں آتا لیکن جب آپ میرے ہمراہ ہوتی ہیں تو مجھے چیزوں کی پرفیکشن بھول جاتی ہے کیونکہ میری توجہ کا مرکز آپ ہوتی ہیں۔" اسے حصار میں لیے وہ دھیرے دھیرے موو کر رہا تھا جبکہ وہ اپنے خول کو مکمل اتار پھینکتی اسی کی محبت میں ڈوبتی ان لمحات کی دلکشی محسوس کرنے لگی۔

"ویسے اگر اس باکس میں اس ساڑھی کی بجائے کوئی نائٹی ہوتی تو تب بھی آپ میرے کہنے پہ وہ پہن لیتیں؟" اس کے دائیں کان کی جانب جھکتے ہوئے اس نے متبسم لہجے میں کہا تو وہ جھٹکے سے سیدھی ہوئی۔

"تب میں آپ کا سر پھاڑ دیتی۔" وہ جھنجھلائے ہوئے انداز میں بولتی اسے قہقہہ لگانے پہ مجبور کر گئی جبکہ اسے یوں کھل کے ہنستے دیکھ کے وہ بے ساختہ اس کے چہرے کو مدہوشی سے تکنے لگی۔

"مجھے لگتا ہے کہ مجھے اپنی ڈگری کو آگ لگانی ہی پڑے گی۔" اس کی محویت دیکھتے ہوئے اس نے پر تپش لہجے میں کہتے ہوئے اس کی پلکوں کو دھیرے سے چھوا تو وہ اس کی بات کا مطلب و مفہوم سمجھتی کان کی لووں تک سرخ پڑی۔

"آپ کی کال آرہی ہے؟" اس کو دھیرے سے موو کرواتے ہوئے اس نے جونہی اسے اپنے بازو پہ گرایا تو اگلے ہی پل فرشتے جلدی سے بول اٹھی کیونکہ اس پل اس اسے موبائل اپنا نجات دہندہ نظر آیا لیکن اس کی بات ان سنی کرتے ہوئے وہ اس پہ جھکا تو گردن پہ محسوس ہوتے پر شدت لمس پہ فرشتے نے زور سے آنکھیں میچتے ہوئے اس کے کندھے کو تھاما۔

"شہریار پلیز!" ماحول کی معنی خیزی اور اس کی خماری کی شدت دیکھتے ہوئے اس نے بے ساختہ اسے پکارا تو وہ دھیرے سے سیدھا ہوتا اسے اپنے مقابل کر گیا اور آہستگی سے اس کا فرش پہ لٹکتا ساڑھی کا پلو اٹھایا اور اپنے چہرے کے نزدیک کرتا گہری سانس بھرتا اس کے حواس جھنجھنا گیا، اس کے اس عمل پہ بے تحاشا گھبراتے ہوئے وہ ایک انچ پیچھے کھسکی تو اس نے گہری نگاہوں سے اس کے اس عمل کو دیکھا اور پھر ہلکا سا مسکرا دیا۔

"کسی کام کی نہیں ہیں آپ۔" دھیرے سے کہتے ہوئے وہ آہستہ سے اس کے بالوں کی نرماہٹ محسوس کرتا اس کی سانسوں پہ قابض ہوتا اسے ارد گرد سے بیگانہ کرتا وہ دھیرے دھیرے اس کے حواسوں پہ سوار ہونے لگا جبکہ کمرے میں دھیرے سے بجتا میوزک کمرے کی پر فسوں فضا کو مزید خمار آلود ہوتا محبت کی خماری و مدہوشی سے بوجھل کرتا چلا گیا۔

"مورے! آپ نے دیکھا کہ عالی ایکسیڈینٹ کے بعد سے کچھ بدلا بدلا لگ رہا ہے، نہ پاس بیٹھتا ہے نہ پہلے کی طرح باتیں کرتا ہے بس اپنے کمرے میں ہی گھسا رہتا ہے۔" بنفشے زمرد بیگم کے کمرے میں بیٹھی ان سے متفکر لہجے میں گویا ہوئی تو ان کے چہرے پہ بھی تفکر کے سائے لہرائے۔

"یہ سب کچھ تو میں بھی دیکھ رہی ہوں لیکن پھر سوچتی ہوں کہ شاید اپنے پیپر کے چھوٹ جانے پہ افسردہ ہے۔" وہ پریشانی سے گویا ہوئیں۔

"عجیب ہی ماحول بنا ہوا ہے حویلی کا، باباسائیں صبح کے زمینوں پہ گئے شام کو آتے ہیں، بھائی اپنی موت کے خوف سے منہ چھپائے ہوئے ہیں، خانم ہیں تو وہ بھی اپنے کمرے میں بند، آغا جان اور چچا سائیں مردان خانے میں لے دے کے عالی تھا پاس وہ بھی اب کمرے سے ہی نہیں نکلتا۔" وہ نم لہجے میں بولی تو زمرد بیگم نے اسے ساتھ لگایا۔

"پریشان نہیں ہو میری بچی! برا وقت آیا ہے تو اچھا وقت بھی آئے گا، حویلی میں پہلے ہی کی طرح پھر سے رونقیں ہوں گی۔" انہوں نے اسے جھوٹی تسلی دی کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ یہاں رونقیں تو ہرگز نہیں لگیں گی۔

"انشاءاللہ!" وہ دھیرے سے کہتی ان کے پہلو سے لگی پلکیں موند گئی۔

"اب آپ کیوں روک رہی ہیں جب ہمارا سارا پلان مکمل ہو چکا ہے تو؟" عالم صاحب نے دبے دبے لہجے میں ان سے استفسار کیا جو تنے ہوئے چہرے کے ساتھ سسر اور جیٹھ کے سامنے موجود تھیں۔

"کیونکہ اس لمحے مجھے اپنی زندگی کے سب سے بڑے ناسور کو ختم کرنے سے بھی زیادہ ضروری "شہریار آفریدی" کے غرور کو ختم کرنا لگ رہا ہے۔" وہ نفرت انگیز لہجے میں بولیں۔

"تو اس سے اچھا اور کیا موقع ہو گا اس کام کے لیے؟" عالم صاحب کو اس لمحے اس پہ شدید غصہ آ رہا تھا۔

"مجھے یہ غرور اسی کی چہیتی بیوی کے ہاتھوں توڑنا ہے اور اس کے لیے ہمیں انتظار کرنا ہے۔" ان کے عزائم خطرناک تھے۔

"اس کی چہیتی بیوی تک رسائی کرواور یہ سب ختم کرو، گھر کے ہی مسئلے ختم نہیں ہو رہے تو باہر والوں پہ کب دھیان دیں گے ہم؟" حاقان صاحب برہم ہوئے کیونکہ انہیں یہ بات طیش میں مبتلا کر رہی تھی کہ کل کے بچے ان سے سنبھالے نہ جا رہے تھے۔

"اس تک رسائی جلد ہی ممکن ہو جائے گی لیکن تب تک آپ لوگوں نے میرے بغیر کوئی قدم اٹھایا تو یہ سب کے لیے بہت برا ہو گا۔" وہ انہیں دھمکی آمیز لہجے میں وارن کر تیں حبیب صاحب کی گاڑی کا ہارن سنتی فوراً کمرے سے نکل گئیں جبکہ وہ دونوں پیچھے پیچ و تاب کھا کے رہ گئے۔

بھرپور انداز میں انگڑائی لیتے ہوئے اس نے کمرے میں نگاہ دوڑائی تو خالی کمرہ اس کا منہ چڑا رہا تھا تو اس نے بے ساختہ سائیڈ ٹیبل کی جانب دیکھا جہاں ایک چٹ کے ساتھ فریش پھول پڑے ہوئے تھے۔

اس نے دھیرے سے سرخ گلابوں کے اس چھوٹے سے بکے کو اٹھایا اور گہری سانس بھرتے ہوئے اپنی سانسوں کو معطر کرنا چاہا اور پھر دوسری نگاہ اس چٹ پہ ڈالی جہاں لکھے الفاظ پڑھ کے اس کا پورا وجود گویا سرخ پڑ گیا۔

"مجھے لگتا تھا کہ آپ فقط جاگتے ہوئے ہی میرے حواسوں پہ طاری ہوتی ہیں لیکن سوتے ہوئے آپ کا بے پرواہ وجود بھی حواس سلب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔" ذو معنی الفاظ پڑھتے ہی اسے اپنے چہرے پہ اس کے پر تپش لمس کا احساس ہوا کیونکہ اسے یقین تھا کہ یہ الفاظ لکھنے والا شخص اس کے سوتے ہوئے اپنے استحقاق کا بھرپور استعمال کر کے گیا ہو گا۔

"آپ کو واقعی اپنی بیرسٹری کی ڈگری جلا کے رومینس کی ڈگری لے لینی چاہیے۔" خفت سے بڑبڑاتے ہوئے اس نے بکے سائیڈ پہ رکھا اور بیڈ سے اٹھتی وارڈروب کی جانب بڑھی۔

"سب سے پہلی بات تو یہ کہ آج کے بعد مجھے رات کو کال کرنے کی غلطی مت کرنا اور دوسری اور اہم بات مجھے کیس سے پہلے کبھی نہ ملنا کیونکہ ایسے ملنے والے مجھے اچھی وائبز نہیں دیتے اور پھر ایسے لوگوں کو ہرانا میری ضد بن جاتی ہے۔" اپنے کیبن میں موجود وہ صابر کیانی کے سامنے ٹیبل پہ دونوں ہاتھ جمائے قدرے اس کی جانب جھکا سرد لہجے میں بولتا چلا گیا تو صابر کیانی کے چہرے کا رنگ فورا بدلا لیکن وہ اپنے تاثرات پہ قابو پانے لگا اور ایک چور نگاہ اپنے ارد گرد کھڑے دونوں گارڈز پہ ڈالی۔

"بیرسٹر صاحب! اتنی اونچی ہواؤں میں نہیں اڑنا چاہیے سنا ہے کہ نئی نئی شادی۔۔" صابر کیانی اس کے کہے الفاظ کا بدلہ لینے کو خباثت سے بول رہا تھا جب اس نے دھاڑتے ہوئے اس کی بات قطع کیا۔

"اپنی زندگی کی ایک بھیانک غلطی تم ریپ کی صورت میں کر چکے ہو جس کی سزا تمہیں قانوناً ضرور ملے گی لیکن اب تم میری فیملی یا بیوی کا نام لینے کی کوشش ہرگز نہ کرنا کیونکہ اس غلطی کی سزا تمہیں میں خود دوں گا اور میری سزا تمہاری غلطی سے بھی زیادہ بھیانک ہو گی۔" شعلے اگلتے لہجے میں دھاڑتے ہوئے اس نے بلند آواز میں اپنے اسسٹنٹ کو بلایا۔

"ان صاحب کو بڑے احترام کے ساتھ باہر کا راستہ دکھائیں اور یہ بھی بتائیں کہ کیس کی ہیئرنگ کا ٹائم گیارہ بجے ہے۔" اس نے بڑے مہذب انداز میں انہیں گیٹ آوٹ کال دی تو اہانت کے احساس سے صابر کیانی کا چہرہ سیاہ پڑنے لگا۔

"یہ بریف کیس اٹھا لیں کیانی صاحب شاید آپ کو بعد میں ان کی بہت ضرورت پڑے۔" اسے باہر جاتے دیکھ کے اس نے سپاٹ لہجے میں کہتے ہوئے سامنے پڑی فائل کھولی تو اس کے گارڈ نے لپک کے پیسوں سے بھرا بریف کیس اٹھایا اور وہاں سے چلتا بنا۔

"کروڑوں کی زمینوں کے مالک پٹھان کو رشوت دینے آیا ہوا تھا گدھا کہیں کا۔" کوفت سے بڑبڑاتے ہوئے اس نے سامنے پڑی فائل توجہ سے پڑھنی شروع کی۔

"میں آج مٹھائی بانٹوں؟" زرتاج چہکتے ہوئے لہجے میں گویا ہوئی تو فرشتے نے حیرانگی سے سکرین کو دیکھا جہاں وہ سب سر جوڑے سکرین کے اندر گویا گھسنے کی تگ ودو میں تھیں۔

"کہ ہماری بھاجائی ہمیں کال کر رہی ہیں۔" زر نے برجستگی سے کہا تو وہ خجل سی ہو گئی جبکہ باقی سب شدومد سے سر ہلاتیں زر کی بات کی تائید کرنے لگیں۔

"مورے اور چچی سائیں سے آپ کے لالہ بات کروا دیتے تھے لیکن آپ لوگوں سے کبھی کروائی ہی نہیں اور میرے پاس اپنا موبائل ہے ہی نہیں۔" اس نے سہولت سے بات نہ کرنے کی وجہ بتائی تو اس کے انداز پہ سب مسکرا دیں۔

"ابھی کس کے موبائل سے بات کر رہی ہیں؟" گلالئی نے شگفتگی سے کہا کیونکہ اس لمحے خوبصورت مگر کسی قدر نک چڑھی بھابھی کے یوں خوش اخلاقی سے بات کرنے پہ سب بہت خوش تھیں۔

"آپ کے لالہ کا موبائل ہے۔" اس نے دھیرے سے بتایا کیونکہ وہ کچھ دیر پہلے آیا تھا اور اسے کال ملا کے دیتا اپنے دوسرے موبائل پہ آنے والی کال سننے کے لیے سٹڈی روم میں گھس گیا تھا۔

"بھاجائی! دھیان رکھیے گا کہ کہیں لالہ آپ کو ہمارے ساتھ جان بوجھ کے مصروف کر کے اپنی کسی دوست کے ساتھ گپوں میں مصروف نہ ہوں۔" گل نے ہمیشہ کی طرح بے پر کی اڑائی تو فرشتے چونکی۔

"معذرت کے ساتھ بھاجائی! میری یہ جو منگیتر صاحبہ ہیں نا ان کا اوپر والا پورشن خالی ہے اس لیے یہ کچھ بھی بولیں دھیان دینے کی ضرورت نہیں ہے۔" اچانک اسکرین پہ شہیر کا چہرہ نمودار ہوا تو وہ فورا سیدھی ہو کے بیٹھتی چادر سر پہ ٹھیک سے سجانے لگی جبکہ اس کی بات سن کے گل چیخ اٹھی۔

"میں کب سے تمہاری منگیتر ہونے لگی؟" اس کے لہجے میں شرم و غصہ دونوں جھلک رہے تھے۔

"اچھا تو کیا ہماری واقعی منگنی نہیں ہوئی؟" دوسری جانب شہیر کی حد درجہ حیرانگی پہ اس مرتبہ اس نے فقط سر ہلانے پہ اکتفا کیا تو فرشتے بھی دھیان سے ان کی جانب تکنے لگی کہ آخر اصل بات ہے کیا۔

"تو پھر میں نے جورات کو خواب میں تمہیں انگوٹھی پہنائی تھی وہ کہاں گئی؟" شہیر کے الفاظ پہ اس کا دماغ گھوم گیا اس نے بے ساختہ غصے سے اس کے کندھے پہ مکا جڑا جبکہ فرشتے سمیت سب مسکرا اٹھیں۔

"جتنے تم کنجوس ہو تم انگوٹھی تو کسی کو خواب میں بھی نہیں دے سکتے۔" وہ اس کی بات کا اثر زائل کرنے کو بلاوجہ چیخی جبکہ وہ ہمیشہ کی طرح اسے خود میں الجھا کے چھلاوے کی مانند غائب ہو گیا۔

"آپ پریشان کیوں ہیں؟" کریم کلر کے شلوار سوٹ میں ملبوس وہ قمیض کے بازو فولڈ کرتا ہوا اس سے مخاطب ہوا جس کے چہرے پہ ہلکی سی گھبراہٹ تھی۔

"پریشان نہیں ہوں لیکن تھوڑی سی ہوں، حویلی سے سب ادھر آرہے ہیں تو سب مل کے تنگ بہت کرتے ہیں تو۔" اس نے دھیرے سے وجہ بتائی کہ وہ دبو سی لڑکی نہیں تھی لیکن شہریار کے حوالے سے سب لڑکے لڑکیوں کی چھیڑ چھاڑ پہ وہ فطری طور پہ گھبرا جایا کرتی تھی۔

Urdu Novels Ghar

"ان کی باتوں پہ پریشان ہونے کی بجائے انہیں جواب دینے کی کوشش کیجیے گا ورنہ انہیں پتہ چل گیا نا کہ آپ پریشان ہو رہی ہیں تو وہ اور زیادہ تنگ کریں گے اس لیے زرا مسز شہریار والا روپ دکھائیں نا سب کو۔" اپنے مخصوص انداز میں کہتے ہوئے اس نے اس کی ناک کو چھوا تو وہ فوراً اس سے فاصلے پہ ہوئی۔

"بیل کی آواز آرہی ہے شاید وہ لوگ آچکے ہیں۔" وہ کترائے سے لہجے میں بولتی باہر کی جانب بڑھی تو وہ بھی اپنا موبائل اٹھایا کمرے سے باہر نکلا۔

ان سب کے ساتھ بہت اچھا وقت گزارنے کے بعد، سجاول کے نکاح میں پہننے والے سوٹس کی ڈسکشن کے بعد وہ خوشگوار موڈ کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی تو وہ ابھی تک کمرے میں نہیں آیا تھا۔

اس کے نہ ہونے کا فائدہ اٹھاتی وہ جلدی سے وارڈروب کی جانب بڑھی اور اپنا نائٹ ڈریس نکالا اور واشروم کی جانب بڑھی جب سائیڈ ٹیبل پہ پڑا اس کا نیا موبائل جسے شہریار اسے گھر والوں سے بات کرنے کے لیے دو روز قبل دلا چکا تھا، بج اٹھا۔

اس نے آگے بڑھتے ہوئے موبائل اٹھایا تو ان ناون نمبر دیکھ کے اس نے ناچاہتے ہوئے بھی کال اٹھائی۔

"السلام علیکم!" وہ دھیرے سے بولی تو دوسری جانب ایک آسودہ سی مسکان ایک شاطر چہرے پہ پھیل گئی۔

"فرشتے!" انہوں نے دھیرے سے پکارا تو اس کا پورا وجود تھم سا گیا جبکہ لب سرسرائے۔

"خانم"!

"ہاں تمہاری خانم، کیا ہوا میرے کال کرنے کی توقع نہیں تھی یا بھول چکی ہو ہمیں؟" ان کا لہجہ ہمیشہ کی طرح سرد اور تیکھا تھا جو فرشتے کو گڑبڑا سا گیا۔

"نہیں تو، آپ لوگوں کو کیسے بھلا سکتی ہوں میں، کیسے ہیں باقی سب، مورے، عالی، بابا، آغا جان؟" سب کا ذکر کرتے ہی اس کی پلکیں بے ساختہ نم ہوئیں تو مورے اور عالی کے نام پہ مرجان بیگم کے منہ کے زاویے فوراً بگڑے۔

"سب ٹھیک ہیں؟ تم سناو ٹھیک ہو نا؟" انہوں نے کھوجتے ہوئے لہجے میں استفسار کیا۔

"میں ٹھیک ہوں خانم۔" اس نے مختصر سا جواب دیا کیونکہ اسے ایک دم سے خانم کی کہی باتیں یاد آنے لگیں۔

"لگتا ہے کہ سسرالیوں میں جا کے بہت خوش ہو جو ماں کی یاد نہیں آتی اور اس کے کہے الفاظ بھی بھول بیٹھی ہو۔" انہوں نے ایک دم سے تیکھے انداز میں کہا تو اس کے اندر شدید قسم کی مزاحمت نے ڈیرہ جمایا لیکن اپنی اندرونی کیفیت کے برعکس وہ آہستگی سے بولی۔

"آپ کی باتوں کو بھولی نہیں ہوں میں لیکن جو کچھ آپ نے کہا تھا ویسا یہاں کچھ بھی نہیں ہے، سب بہت پیار اور عزت کرتے ہیں میری۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا تو مرجان بیگم کا چہرہ مارے طیش کے سرخ پڑنے لگا لیکن انہیں ابھی خود پہ ضبط رکھنا تھا۔

"ہونہہ! پیار کرتے ہیں، یہ تو آفریدیوں کی پرانی عادت ہے کہ وہ قربانی کے جانور کی طرح پہلے پیار محبت سے پالتے ہیں اور پھر اسی بہکاوے میں قتل کر دیتے ہیں۔" انہوں نے عجیب سے لہجے میں زہر اگلا تو وہ الجھی۔

"مجھ سے یہ ناٹک کرنے کی انہیں کیا ضرورت ہے؟ میری ان کے ساتھ کیا دشمنی ہے؟" اس کے شاکی لہجے میں ہلکی سی ناگواری مرجان بیگم کے لیے بھی جھلکی تو انہیں اندازہ ہوا کہ دشمن ان کی بیٹی کے دل کے ساتھ کھیل چکا ہے۔

"تم سے دشمنی کے لیے کیا یہ وجہ کم ہے کہ تم یوسف زئی حویلی والوں سے تعلق رکھتی ہو اور جہاں تک بات ہے ناٹک کی تو وجہ صاف ہے وہ تمہارے نام لگی جائیداد کو ہتھیانا چاہتے ہیں۔" انہوں نے کھیل دوسری طرح سے کھیلنا چاہا۔

"عجیب بات ہے خانم، ونی میں بیاہ کے لے جانی والی بہو کو وہ کروڑوں میں تول کے لے جاتے ہیں صرف اس کے نام لگی چند ایکٹر کی زمین کے لیے؟" آنکھیں سکیڑتے ہوئے اس نے تلخ لہجے میں سوال کیا، ماں کی فون کال کی خوشی ان کی باتیں ماند کر رہی تھی۔

"اپنے نام نہاد شوہر کی چکنی چپڑی باتوں میں آ کے جو تمہیں میری باتیں فضول لگ رہی ہیں ناجب حقیقت سے سامنا ہوا تو میرے سامنے رونا مت۔" وہ اس کے انداز پہ پھنکاریں تو فرشتے الجھی۔

"آپ کہنا کیا چاہتی ہیں؟" اس نے سنجیدگی سے استفسار کیا۔

Urdu Novels Ghar

"تمہاری آنکھیں کھولنا چاہتی ہوں کہ شہر میں رہنے والا شخص جسے یقیناً لڑکیوں کی کمی نہیں ہو گی اس نے تمہیں چنا ہے تو اس کی وجہ تو ضرور ہو گی اور جو وجہ ہے وہ تمہیں جلد ہی میں بتاوں گی لیکن ایک بات یاد رکھنا کہ آفریدیوں کی محبتوں کے دکھاوں پہ یقین مت کرنا وہاں جا کے ماریں جہاں پانی نہیں ملے گا۔" وہ زہر آلود لہجے میں کہتیں اس کی سنے بغیر کال کاٹ گئیں جبکہ ان کی آخری بات کے زیرِ اثر وہ موبائل ہاتھ میں تھامے یونہی ساکت کھڑی رہ گئی۔

اسے وہاں کھڑے نجانے کتنی دیر ہو چکی تھی جب کھٹکے کی آواز پہ وہ چونکی اور ہلکی سی گردن گھما کے دیکھا تو وہ مصروف سے انداز میں دائیں کندھے اور کان کے درمیان موبائل پھنسائے محوِ گفتگو اپنی شرٹ کے بازو فولڈ کر رہا تھا۔

"ایسے کیوں کھڑی ہیں آپ؟" اسے محویت سے اپنی جانب تکتا پا کے وہ کال بند کرتا ہوا اس کے سامنے آن رکا اور ایک سرسری نگاہ اس کے ہاتھ میں دبے موبائل پہ ڈالی۔

"وہ۔۔میں چینج کرنے جا رہی تھی۔" ایک دم سے یاد آنے پہ وہ فون بیڈ پہ اچھالتی جلدی سے واشروم کی جانب بڑھ گئی جبکہ وہ خاموشی سے بیڈ کی جانب بڑھا۔

فریش ہونے کے بعد جب وہ کمرے میں واپس آئی تو دیکھا وہ بیڈ کراون سے ٹیک لگائے لیپ ٹاپ پہ کچھ ٹائپ کرنے میں مصروف تھا، وہ خاموشی سے آگے بڑھی اور اپنی جگہ پہ آ کے لیٹ گئی۔

"کوئی پریشانی ہے آپ کو؟" وہ جو مرجان بیگم کی باتوں کو سوچ رہی تھی اس کے اچانک مخاطب کرنے پہ گڑبڑا اٹھی۔

"آ۔۔ہاں نہیں میرا مطلب ہے کہ کوئی پریشانی نہیں ہے۔" وہ جلدی سے کہتی کمبل گردن تک کھینچتی اپنے گرد لیا ہوا دوپٹہ اتارنے لگی جبکہ ہمیشہ کی طرح اس کی اس احتیاط پہ وہ مدھم سا مسکرایا۔

"ویسے فرشتے، کیا آپ شادی کے بیس سال گزرنے کے بعد بھی یہی کریں گی؟" مسکراہٹ دباتے ہوئے اس نے سوال کیا تو اس نے چونک کے اس کی جانب دیکھا جواب دوبارہ سے لیپ ٹاپ کی جانب متوجہ تھا لیکن ہونٹوں کی دبی دبی مسکان اس کی توجہ کے اصل مرکز کو بیان کر رہی تھی۔

"کیا مطلب؟ کیا کروں گی میں؟" اس نے حیرت سے استفسار کیا کیونکہ وہ اس کی بات کو واقعی نہ سمجھ پائی تھی۔

"یہی دوپٹہ سائیڈ پہ رکھنے پر اتنی ہی احتیاط برتیں گی جو ابھی برتتی ہیں؟" اس نے ایک خفیف سی نگاہ اس پہ ڈالتے ہوئے معنی خیزی سے کہا تو اس کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا جسے چھپانے کو وہ اسے نالاں نگاہوں سے دیکھتی رخ بدل گئی۔

اس سے جسم و قلب کے فاصلے مٹانے کے باوجود نجانے کیوں وہ آج تک اس کے سامنے بنا دوپٹے کے آنے کی ہمت نہ کر سکی تھی ماسوائے اس رات کے جب اس کی ضد پہ اس نے اسے ساڑھی پہننے پہ مجبور کیا تھا۔

"فرشتے ادھر دیکھیں میری طرف۔" اس کے رخ موڑنے پہ وہ فوری طور پہ بولا۔

"ہرگز نہیں دیکھوں گی، عجیب ٹھرکیوں کی طرح دیکھتے ہیں، کر کام رہے ہیں جبکہ نگاہیں پھر بھی ادھر ہی لگی ہیں۔" پہلا فقرہ نسبتاً بلند آواز میں بولتی وہ اپنی آواز مدہم کرتی بڑبڑائی تو وہ کھل کے مسکرایا، اسے یوں اپنے ساتھ مگن دیکھ کے اس کا دل سرشار ہو اٹھتا تھا کہ وہ کامیابی کے زینے عبور کر رہا تھا۔

"ادھر رخ کر لیں کیونکہ ابھی صرف "ٹھرکیوں" کی طرح دیکھ ہی رہا ہوں اگر ان کے جیسی حرکتوں پہ اتر آیا تو زیادہ پرابلم ہو گی۔" قطعی بے باک لہجے میں بولتے ہوئے وہ اسے خجل سا کر گیا، اس کی دھمکی کے زیرِ اثر اس نے رخ موڑتے ہوئے شاکی نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ زیرِ لب بڑبڑایا۔

"آپ سے ایک بات پوچھوں میں؟" چند ثانیے کی معنی خیز خاموشی کے بعد وہ بولی تو اس نے نظریں گھما کے اسے دیکھا جو گردن تک کمبل لیے اس کی جانب ہی تک رہی تھی، نگاہوں کے اچانک تصادم پہ اس کی پلکیں فوراً جھکیں تو شہریار کی آنکھیں مسکائیں۔

"زہے نصیب۔" اس نے مسکراتے لہجے میں کہا تو فرشتے اپنے الفاظ ترتیب دینے لگی۔

"آپ نے مجھ سے شادی کیوں کی؟ مطلب کے اگر خون کے بدلے خون کی بات تھی تو اور بھی بہت طریقے تھے اس کو ختم کرنے کے لیکن آپ نے میرا نام ہی کیوں لیا تھا؟" دل میں پنپتی الجھن کو الفاظ کا روپ دیتی وہ بولی تو شہریار نے گہری سانس بھرتے ہوئے لیپ ٹاپ سائیڈ پہ رکھا اور نیم دراز ہوتے ہوئے کہنی کے بل اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"آپ کا نام میں نے اس لیے لیا تھا کیونکہ مجھے آپ کی سوفٹنیس چیک کرنا تھا۔" جگمگاتی سیاہ آنکھیں اس کے چھپے سراپے پہ مرکوز کرتے ہوئے اس نے جواب دیا تو وہ مزید الجھی۔

"کیا مطلب؟" اس نے اچنبھے سے اس کی جانب دیکھا۔

"جب آپ کا نام سنا تھا تب سوچا تھا کہ اگر یہ فرشتے نام لڑکی وائیٹ اور سویٹ ہوئی تو اس پہ شہریار آفریدی کے نام کی مہر لگے گی، آپ کو کچھ سال پہلے آپ کو دیکھا آپ وائیٹ لگیں، پھر آپ کو محسوس کیا تو آپ سویٹ بھی لگیں اور اب جب آپ کو اپنے بے حد قریب پایا ہے تو سویٹنیس کا لفظ مجھے کم لگ رہا ہے۔" رفتہ رفتہ اسے اپنے نزدیک کرتا وہ گہرے لہجے میں بولتا اس کے چہرے کو گلنار کرتا چلا گیا۔

"پیچھے ہٹیں آپ۔" وہ حیا آمیز لہجے میں کہتی خود میں سمٹنے لگی لیکن وہ سہولت کے ساتھ اسے اپنے حصار میں لیتا اس کی کوشش ناکام بنا گیا۔

"اپنے ذہن میں آنے والی فضول سوچوں کو جھٹک دیں، جو خوشیاں در پہ آئی ہیں انہیں کھل کے محسوس کریں۔" اس نے گھمبیر لہجے میں بولتے ہوئے اس کے ماتھے کو چھوا تو وہ ہر سوچ ذہن سے جھٹکتی اس کے حصار میں قید سکون سے پلکیں موند گئی۔

Urdu Novels Ghar

۔'-----------------------------------

"عائزہ!" غیر متوقع آواز سن کے اس کے ہاتھ سے صابن لگی پلیٹ چھوٹ کے سنک میں جاگری تو ایک دم سے شور برپا ہوا۔

اسی لمحے اسے محسوس ہوا جیسے عائزہ لاونج میں داخل ہو چکی تھی۔

"جی سجاول بھائی؟" وہ چہکتی ہوئی اس کے ساتھ بیٹھی تو سجاول نے مسکراتے ہوئے اس کا معصوم چہرہ دیکھا۔

"دشمنانِ جان کہاں ہیں؟ نظر نہیں آرہے حالانکہ صاف جانتے ہیں کہ جب تک ہم ان کی شعلے اگلتی نگاہیں نہ دیکھ لیں ہماری نظر کچھ نہیں پاتی، جب تک ہم ان کے پھولے ہوئے نتھنے نہ دیکھ لیں تب تک ہمیں کچھ محسوس نہیں ہوتا اور جب تک ہم ان کا۔۔۔۔۔" آنکھوں میں گہری شرارت سموئے وہ دانستاً بلند آواز میں بولتا جارہا تھا جب اچانک ہی کچن سے زوردار آواز سنائی دی یوں محسوس ہوا کہ جیسے کسی برتن کو پٹخا گیا ہوا۔

"سجاول بھائی بس کریں، آپ کی ڈائیلاگ بازی کے چکر میں ہمارے برتن ٹوٹ جائیں گے۔" جب کچن سے دو تین دفعہ آواز ایک تواتر سے سنائی دی تو عائزہ بوکھلا کے اس سے بولی جو مسلسل مسکرا رہا تھا۔

"یہ کچن میں کس جنگلی بلی کو کھسایا ہوا ہے؟ جو برتنوں کو نوچ گھسیٹے جا رہی ہے؟" اس نے شرارت کو مزید طوالت بخشی تو ملیکہ کی برداشت جواب دے گئی، وہ ہاتھ دھوتی طیش سے باہر نکلی۔

"اگر تم نے اپنی یہ فضول گوئی بند نہ کی تو یہی جنگلی بلی تمہیں نوچ گھسیٹ لے گی۔" اس نے نتھنے پھلاتے ہوئے جواب دیا تو وہ اس کے سامنے آ جانے پہ دل میں اترتے سکون کو محسوس کرتا اسے بغور تکنے لگا۔

"عائزہ کے سامنے یہ کام آکورڈ نہیں لگے گا؟ رکو میں زرا اسے بھیج لوں لیکن نہیں ہم پرسوں تک کا انتظار نہ کرلیں زرا حلال طریقے سے نوچ گھسیٹ لینا۔" خود ہی سوال و جواب کرتا وہ بے شرمی سے بولتا ہوا اس کا دماغ چکرانے کے ساتھ ساتھ اسے شرم سے پانی پانی کر گیا جبکہ عائزہ سر نیچے کرتی دبا دبا ہنسنے لگی۔

"تم۔۔ تمہارا دماغ خراب ہو چکا ہے، کیا فضول باتیں کیے جا رہے ہو؟" اس نے اپنی شرم غصے کے پردے میں چھپانی چاہی لیکن سامنے والے پہ چنداں اثر نہ پڑا۔

"میری جان! باتوں کا ہی کھاتا ہوں میں۔" اس نے مزے کے ساتھ اپنے شعبے کا تذکرہ کیا تو وہ اس کے طرزِ تخاطب پہ سٹپٹائی اور اس سے بحث عبث جانتے ہوئے قدم واپس موڑے۔

"تمہارا دماغ خراب ہے، لگے رہو۔" وہ بڑبڑائی۔

"دعا کرنا کہ جمعہ تک یہ دماغ اپنے حواس سلامت رکھے کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ مارے خوشی کے حواس کھو بیٹھوں گا۔" اس نے پیچھے سے ہانک لگائی تو وہ مسکرا دی۔

"آپی سے شادی کی اتنی خوشی؟" عائزہ نے فوراً سوال کیا تو ملیکہ کا رواں رواں جواب کا منتظر ہوا جبکہ کچن کی جانب بڑھتے قدم بھی مدہم ہوئے۔

"ارے نہیں۔" اس کے جواب پہ اس کے چہرے پہ چھائی مسکان فوراً رفوچکر ہوئی جبکہ غم و غصے کے تاثرات پھیل گئے۔

"یہ بھی بھلا کوئی خوشی کی بات ہے، میں تو اس لیے خوش ہو رہا ہوں کہ بالآخر میرا بھی نام شادی شدہ لوگوں کی فہرست میں آ رہا ہے۔" اس کی متبسم آواز پہ اس کا دل چاہا وہ اس شخص کا سر پھاڑ دے لیکن اس کے ارادے پہ عمل سے قبل وہ پھرتی سے اٹھا اور اس کے قریب آیا۔

"میری خوشی کی وجہ میری شادی کا ہونا ہے لیکن میرے دلی سکون کی وجہ اس شادی کا تم سے ہونا ہے میری جنگلی بلی۔" اس کے کان میں ہولے سے بولتا وہ اس کے پلٹنے سے قبل اس کے کان پہ چٹکی کاٹتا یہ جا وہ جا جبکہ وہ اپنے کان کو سہلاتی اس کے الفاظ سوچتی کھل کے مسکرا دی۔

"آپ نے جو کہا میں نے ویسا کر دیا ہے، اب آپ مورے کے کھانے میں دوا ملانا بند کر دیں۔" حاقان صاحب کے کمرے میں موجود عالیان ان تینوں کے سامنے اپنے سائن شدہ پیپر رکھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں بولا تو پیپر پہ نگاہ ڈالتے ہوئے تینوں کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"چونکہ تم سے وعدہ کیا تھا اس لیے اس عورت کی جان بخشی کر رہا ہوں ورنہ جس طرح سے اس عورت نے میرے بھائی کے ساتھ مل کے اپنی مجھ سے چھپائی ہوئی زمین تمہارے نام کی تھی اس جرم

کے بدلے میں اسے جان سے مار دینا چاہتا تھا۔" عالم صاحب سفاک لہجے میں بولے جبکہ عالیان کی زخمی نگاہیں ان کے ہاتھ میں دبے پیپر پہ تھیں۔

"عجیب بات ہے نا، میں جہاں سے گزرتا ہوں، جہاں بیٹھتا ہوں اس جگہ کے پاس آپ لوگ بھٹکتے نہیں، جس شے کو میں چھولوں وہ آپ لوگوں کے لیے اچھوت بن جاتی ہے لیکن اس پیپر پہ میرے ہاتھ لگنے اور میرے ہی نام کے سائن ہونے کے باوجود آپ لوگ اسے ہاتھوں میں پکڑے کھڑے ہیں۔" اس کے کاٹ دار لہجے پہ ان تینوں کے چہرے بگڑے۔

"بکواس بند کرو اپنی اور شکل گم کرو اور تب تک اپنا منہ بند ہی رکھنا جب تک اپنی چہیتی بہن اور ماں کی زندگی و خوشیاں عزیز ہوں۔" مرجان بیگم عورت کے مرتبے سے ایک دفعہ پھر سے گرتے ہوئے سفاک لہجے میں بولیں تو عالیان نے لب بھینچ کے انہیں دیکھا اور واپس پلٹ گیا۔

"اصل کام ہو گیا ہے، اب آپ بتائیں کہ کب اس سب کو ختم کرنا ہے کیونکہ اگر یہ شخص اس وکیل تک پہنچ گیا تو اس سب سے بچنا ناممکن ہو جائے گا۔" عالم صاحب نے مرجان بیگم کو موقع کی نزاکت کے بارے میں آگاہ کرنا چاہا۔

Urdu Novels Ghar

"آپ فکر مت کریں، میں مسلسل پتھر پہ ضربیں مار رہی ہوں، دڑاڑیں جلد ہی ظاہر ہونے لگ جائیں گی۔" انہوں نے پراسرار لہجے میں کہا اور پھر مسکراتی ہوئی کمرے سے نکل گئیں جبکہ وہ دونوں باپ بیٹا پھر سے کھسر پھسر کرنے لگے۔

"آپ نے یہ مجھے کیوں بھیجی ہے؟" بھنچے بھنچے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے آنکھیں بند کیں تو نگاہوں کے سامنے ان کی کچھ دیر پہلے بھیجی گئی تصویر آنے لگی جس میں شہریار ایک لڑکی کے پاس بیٹھا ہوا نظر آرہا تھا۔

"تمہاری آنکھیں کھولنے کے لیے کہ جس دکھاوے کو تم محبت سمجھ رہی ہو نا یہ روز تمہارا چہیتا شوہر مختلف لڑکیوں پہ لٹا کے آتا ہے۔" انہوں نے حسبِ معمول زہر اگلا تو فرشتے کے دل کو ٹھیس سی لگی۔

ابھی تو وہ اسے دل کی اونچی مسند پہ بٹھانے لگی تھی تو پھر کیونکر اس مسند کی بنیادیں ہلنے لگی تھیں۔

"جس شخص کی دولت پہ تم فخر کر رہی ہو نا اس نے تم سے شادی کے بدلے تمہارے نام کی زمین اور جائیداد تمہارے نکاح والے روز ہی اپنے نام کروالی تھی۔" انہوں نے مزید ترپ کے پتے پھینکے تو وہ تڑپی۔

"آپ ایسا کیسے کہہ سکتی ہیں اور آپ یہ سب مجھے اب کیوں بتارہی ہیں مجھے پہلے ہی بتا کہ مجھے اس زندان میں آنے سے روکا کیوں نہیں وہیں روک لیتیں رکھ لیتیں آپ مجھے۔" وہ روتے ہوئے چیخ اٹھی کیونکہ ان کی باتیں مسلسل دل کو تکلیف پہنچا رہی تھیں۔

"تمہیں تمہاری رخصتی سے قبل سمجھایا تھا کہ بچ کے رہنا لیکن تم تو گنوار لڑکیوں کی طرح اس کی چکنی چپڑی باتوں میں آتی فوراً اس کی راتیں رنگین بنانے لگ گئی۔" انہوں نے گراوٹ کی حد کر دی جبکہ ان کے الفاظ پہ وہ سرخ ہوتی چیخ اٹھی۔

"خانم! شوہر ہے وہ میرا رشتہ ہے محرم میرا اس کے ساتھ اور آپ مجھے کن لڑکیوں سے تشبیہہ دے رہی ہیں؟" اس کے لہجے میں بے یقینی اور افسوس تھا تبھی وہ سنبھلی۔

"تم یہ سب باتیں چھوڑو میں تمہیں ان کاغذات کی تصویر سینڈ کروں گی پھر تمہیں یقین آئے گا۔"

انہوں نے فوراً آگ لگا کہ کال بند کی تو فرشتے کے سینے میں پکڑ دھکڑ سی چلنے لگی جبکہ ذہن پھر سے منتشر ہو تا بد گمانی کی ڈگر پہ چلنے لگا اور پھر اس کے رویے میں آنے والے فوری بدلاو کو شہریار سمیت سب نے محسوس کیا۔

وہ جو اس سے دل کے تار جوڑنے والی تھی اچانک پھر سے بیزاری و بد گمانی کی راہ پہ چلنے لگی اور وہ خاموشی سے اس کے بدلاو کا جائزہ لیتا رہا۔

------------‘-------‘------------------

"آپ سب لوگ میری تیاری کو لے اس قدر کیوں پر جوش ہو رہی ہیں؟" اس نے ایک نظر ان سب پہ ڈالی جو سجاول کے نکاح کے لیے ہلکا پھلکا سا تیار اب اس کی تیاری کی فکر میں ہلکان ہو رہی تھیں۔

"شادی کے بعد پہلی دفعہ یوں کسی فنکشن میں جا رہی ہیں آخر اتنی تیاری تو بنتی ہے۔" اس کے لیے چیزیں سلیکٹ کرتی گلالئی مصروف سے انداز میں بولی تو سب نے زور و شور سے تائید کی۔

"میں ان کے گھر پہلے بھی جا چکی ہوں۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا جس کا اثر نہ لیا گیا۔

"وہ بھی بھلا کوئی جانا ہوا، رات کو گئی تھیں آپ کسی نے غور سے دیکھا بھی نہیں ہو گا۔" زرسانگہ منہ بنا کے بولی تو وہ گہری سانس بھر کے رہ گئی۔

"گلالئی تم بھاجائی کو تیار کرو، ہم لوگ دیکھتے کہ لڑکے تیار ہوئے یا ابھی نہیں۔" گل گلالئی کو کہتی ہوئی اٹھی تو سب اٹھ گئیں۔

"یوں کہو نا شہیر خاناں کو دیکھنا ہے کہ وہ تیار ہوا یا نہیں۔" گلالئی نے شرارت سے کہا تو وہ جھینپ اٹھی جبکہ اس کا چہرہ دیکھتی فرشتے بھی بے ساختہ مسکرا اٹھی۔

"گلالئی! بس کر دو، شادی میری نہیں ہے۔" کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے اس کے ہاتھ ڈور ناب پہ ہی جمے رہ گئے جب اس کی جھنجھلائی آواز اس کے کانوں میں پڑی تو دل میں اترتا سکون اس کے ہونٹوں پہ ہلکی سی مسکان بکھیر گیا۔

"بھاجائی! کچھ نہیں ہوتا، آپ شادی کے بعد پہلی دفعہ جا رہی ہیں تو سب کو پتا ہونا چاہیے کہ ہماری بھاجائی کتنی حسین ہے۔" گلالئی پشتو لہجے میں فر فر اردو بولتی اس کے بالوں کو سنوار رہی تھی۔

اس نے دروازہ کھولتے ہوئے کمرے میں قدم رکھا تو نگاہ اس پہ پڑتے ہی ٹھٹھک کے رہ گئی کہ وہ دروازے کی جانب چہرہ کیے رائل بلیو کلر کی روایتی فراک زیب تن کیے، ہم رنگ دوپٹے کو ہاتھ میں پکڑے، ہلکے پھلکے میک اپ اور جیولری میں کھلے سنہرے بالوں کے ساتھ کھڑی اس کے سبک رو جذبات کو بری طرح بہکا گئی۔

وہ چاہ کے بھی اپنی نگاہ کی اس گستاخی کو روک نہ سکا اور اس کے لمحہ بہ لمحہ گلابی پڑتے چہرے پہ نظریں جمائے اس کی جانب بڑھا۔

"لالے! بھابھی خوبصورت لگ رہی ہیں نا؟" اس کی آمد کو محسوس کرتی گلالئی فوراً چہکی تو وہ جزبز سی ہو کے رہ گئی۔

"اونہوں! جان لیوا۔" گلالئی کے سوال کے جواب میں کی گئی اس کی گھمبیر سرگوشی پہ اس کا چہرہ مارے خفت کے تپ اٹھا وہ جلدی سے دوپٹہ کندھوں پہ پھیلاتی رخ موڑتی بیڈ کے پاس پڑی سینڈل پہننے لگی۔

بھائی کی وارفتگی اور بھابھی کی جھجھک محسوس کرتی گلالئی انہیں یونہی چھوڑے غیر محسوس انداز میں وہاں سے کھسک گئی۔

شہریار کی بے باک نگاہ اس کے صبیح و ملائم چہرے سے پھسلتی ہوئی اس کے گلابی ہوتے پیروں کی طرف گئی تو بے ساختہ اس کا دل ان کی نرماہٹ کو محسوس کرنے کے لیے مچلنے لگا جبکہ اس کی گہری نگاہیں خود پہ محسوس کرتی فرشتے کے ہاتھ سٹریپ باندھتے لرز رہے تھے لیکن اس سے قبل کے اپنے دل میں پنپتی خواہش پوری کرنے کے لیے وہ اس تک پہنچتا وہ سٹریپس بند کرتی سیدھی ہوئی تو کھلے بال جھٹکا کھاتے شانوں پہ بکھر گئے۔

"گلالئی کہہ رہی تھی کہ آپ خوبصورت لگ رہی ہیں، میری آنکھیں کہہ رہی ہیں کہ آپ دلفریب لگ رہی ہیں لیکن میرا دل پتہ ہے کیا کہہ رہا ہے؟" اس کے بے حد قریب آ کے ٹھہرتے ہوئے وہ اس کی وہاں سے ہٹنے کی کوشش ناکام بناتا بھاری لہجے میں بولا تو اس کے انداز پہ ناچاہتے ہوئے بھی اس کا چہرہ گل و گلزار ہونے لگا۔

"میرا دل کہتا ہے کہ آپ کا ہر روپ جان لیوا ہے۔" پر تپش لہجے میں کہتے ہوئے اس نے چہرہ اس کے بالوں میں چھپایا تو اس کی دھڑکنیں سست پڑیں۔

"پ۔۔پیچھ۔۔۔۔" اس نے فاصلہ بڑھانے کی سعی کی جو وہ فوراناکام بناتا اس کے وجود کے گرد اپنی مضبوط بانہوں کا حصار قائم کر گیا۔

"کیونکہ جس قدر آپ حسین ہیں اسی قدر آپ میرے لیے جان لیوا ہیں کہ جب جب آپ کو دیکھتا ہوں یہ آنکھیں مجھے خود سے بیگانہ کرتیں یہ بات ثابت کر دیتی ہیں کہ جو خوبصورت ہوتے ہیں وہی جان لیوا بھی ہوتے ہیں۔" اس کی مسکارے سے بوجھل آنکھوں پہ اپنا گہرا لمس چھوڑتے ہوئے انہیں مزید بوجھل کرتا اس کی ٹھہری دھڑکنیں پاگل کر گیا۔

"پلیز!" اس کی پر تپش سانسوں کی حدت گردن پہ محسوس کرتی وہ بے اختیار پکار اٹھی۔

"اب یہ مزاحمت بیکار ہے زما کرانا!" معنی خیز لہجے میں کہتے ہوئے اس نے گہری نگاہ اس کے دلکش سراپے پہ ڈالی تو مارے حیا کے اس حواس جھنجھنا اٹھے جبکہ وہ اس پہ جھکتا ہوا کمال جرات کا مظاہرہ اس کی تھوڑی اور گردن کو اپنے لمس سے دہکاتا چلا گیا۔

"ب۔۔بس کریں پلیز۔" دونوں ہاتھ اس کے کندھوں پہ جماتی وہ بمشکل فاصلہ قائم کرتی رخ بدل گئی۔

ہمیشہ کی طرح اس کی پر فسوں قربت میں بہکتی وہ اپنے یہاں آنے کے مقصد کو فراموش کرتی چلی گئی تھی اور یہی بات اسے ہمیشہ کی طرح چڑا گئی۔

"اتنے ہتھیاروں سے لیس ہوتے ہوئے مجھ سے ایسی التجا؟" عقب سے اسے حصار میں لیتے ہوئے اس نے اس کے جھمکے کو ہلکا سا چھوا تو اپنی بے بسی پہ وہ تپ اٹھی۔

"چھوڑیں مجھے، باہر جانا ہ۔۔۔" لہجے میں تلخی سموئے وہ اس کی گرفت سے نکلنے کی تگ و دو میں تھی جب اس کے مضبوط ہاتھ کا لمس اپنے نچلے ہونٹ پہ محسوس کرتے ہوئے وہ یکلخت خاموش ہوئی۔

"میری موجودگی میں تو کم از کم آپ ان مصنوعی رنگوں کی محتاج نہیں زما کرانا!" بڑے سے شیشے میں دکھائی دیتے اس کے شرم و حیا اور ہلکے سی خفگی میں ڈوبے وجود کو حصار میں لیے اس نے گہری نگاہ اس کے ہونٹوں پہ ڈالتے ہوئے اس کی سرخ ہوتی گردن پہ جمائی تو اس کے کانوں کی لوئیں تک سرخ پڑ گئیں۔

اس نے آہستگی سے انگوٹھا اس کے ہونٹوں پہ پھیرتے ہوئے اس پہ ٹھہرا مہرون رنگ چرایا تو وہ ہولے ہولے کانپنے لگی۔

"محبت میں دیا ہوا ایک لمس تک برداشت نہیں کر پاتی آپ اور کہاں یہ نفرت پالنے کا روگ لے رکھا ہے؟" گہرے پر تپش لہجے میں کہتے ہوئے اس نے جھٹکے سے اس کا رخ اپنی جانب موڑا اور بے باک سی گستاخی کے ارادے سے اس کے چہرے پہ جھکا تو اس نے بے ساختہ کانپتے ہاتھ اس کے چہرے پہ جمائے۔

"خ۔۔خدا کے لیے، مجھے شادی پہ جانا ہے اور میں برقعہ پہن کے نہیں جا سکتی آپ یہ سب بعد میں بھی کر سکتے ہیں۔" اس کے لمس کی شدتوں سے گھبراتی وہ چڑے ہوئے انداز میں بولتی چلی گئی تو اس کی سیاہ آنکھوں کی گہری ہوتی چمک اور چہرے کے محظوظ کن تاثرات پہ بات سمجھتی وہ خجالت کا شکار ہوتی ہاتھ اس کے چہرے سے ہٹانے لگی جنہیں نرمی سے چومتے ہوئے اس سے اپنے مضبوط ہاتھوں میں تھام لیا۔

"وعدہ کرتی ہیں پھر کہ شادی سے آنے کے بعد کا سارا ٹائم میرا ہے؟" والہانہ انداز سے اس کے اک اک نقوش کو دیکھتے ہوئے اس نے کہا تو فرشتے کا دل دھک سے رہ گیا۔

وعدے کے لفظ پہ وہ کسی گہرے خواب سے چونکی۔

"وعدہ کرو فرشتے کہ تم میرے کہے ہر ایک لفظ پہ عمل کرو گی، وعدہ کرو۔" کسی کے مان اور استحقاق بھرے الفاظ یاد آتے ہی اس نے ایک جھٹکے سے ہاتھ اس کی محبت بھری گرفت سے نکالے تو شہریار نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"ونی ہو کے آنے والیوں کے ساتھ وعدے وعید نہیں کیے جاتے۔" تلخ لہجے میں بولتی وہ بنا اس کے تاثرات کا جائزہ لیے وہاں سے نکلتی چلی گئی جبکہ وہ دونوں مٹھیاں زور سے بھینچے وہیں کھڑا اس کے آخری الفاظ کی تلخیاں پیتے اس کی خوشبو میں گھرا رہا۔

"ہاں تمہاری خانم، کیا ہوا میرے کال کرنے کی توقع نہیں تھی یا بھول چکی ہو ہمیں؟" ان کا لہجہ ہمیشہ کی طرح سرد اور تیکھا تھا جو فرشتے کو گڑبڑا سا گیا۔

"نہیں تو، آپ لوگوں کو کیسے بھلا سکتی ہوں میں، کیسے ہیں باقی سب، مورے، عالی، بابا، آغا جان؟" سب کا ذکر کرتے ہی اس کی پلکیں بے ساختہ نم ہوئیں تو مورے اور عالی کے نام پہ مرجان بیگم کے منہ کے زاویے فوراً بگڑے۔

"سب ٹھیک ہیں؟ تم سناؤ ٹھیک ہو نا؟" انہوں نے کھوجتے ہوئے لہجے میں استفسار کیا۔

"میں ٹھیک ہوں خانم۔" اس نے مختصر سا جواب دیا کیونکہ اسے ایک دم سے خانم کی کہی باتیں یاد آنے لگیں۔

"لگتا ہے کہ سسرالیوں میں جا کے بہت خوش ہو جو ماں کی یاد نہیں آتی اور اس کے کہے الفاظ بھی بھول بیٹھی ہو۔" انہوں نے ایک دم سے تیکھے انداز میں کہا تو اس کے اندر شدید قسم کی مزاحمت نے ڈیرہ جمایا لیکن اپنی اندرونی کیفیت کے برعکس وہ آہستگی سے بولی۔

"آپ کی باتوں کو بھولی نہیں ہوں میں لیکن جو کچھ آپ نے کہا تھا ویسا یہاں کچھ بھی نہیں ہے، سب بہت پیار اور عزت کرتے ہیں میری۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا تو مرجان بیگم کا چہرہ مارے طیش کے سرخ پڑنے لگا لیکن انہیں ابھی خود پہ ضبط رکھنا تھا۔

"ہونہہ! پیار کرتے ہیں، یہ تو آفریدیوں کی پرانی عادت ہے کہ وہ قربانی کے جانور کی طرح پہلے پیار محبت سے پالتے ہیں اور پھر اسی بہکاوے میں قتل کر دیتے ہیں۔" انہوں نے عجیب سے لہجے میں زہر اگلا تو وہ الجھی۔

"مجھ سے یہ ناٹک کرنے کی انہیں کیا ضرورت ہے؟ میری ان کے ساتھ کیا دشمنی ہے؟" اس کے شاکی لہجے میں ہلکی سی ناگواری مرجان بیگم کے لیے بھی جھلکی تو انہیں اندازہ ہوا کہ دشمن ان کی بیٹی کے دل کے ساتھ کھیل چکا ہے۔

"تم سے دشمنی کے لیے کیا یہ وجہ کم ہے کہ تم یوسف زئی حویلی والوں سے تعلق رکھتی ہو اور جہاں تک بات ہے ناٹک کی تو وجہ صاف ہے وہ تمہارے نام لگی جائیداد کو ہتھیانا چاہتے ہیں۔" انہوں نے کھیل دوسری طرح سے کھیلنا چاہا۔

"عجیب بات ہے خانم، ونی میں بیاہ کے لے جانی والی بہو کو وہ کروڑوں میں تول کے لے جاتے ہیں صرف اس کے نام لگی چند ایکڑ کی زمین کے لیے؟" آنکھیں سکیڑتے ہوئے اس نے تلخ لہجے میں سوال کیا، ماں کی فون کال کی خوشی ان کی باتیں ماند کر رہی تھی۔

"اپنے نام نہاد شوہر کی چکنی چپڑی باتوں میں آ کے جو تمہیں میری باتیں فضول لگ رہی ہیں ناجب حقیقت سے سامنا ہوا تو میرے سامنے رونا مت۔" وہ اس کے انداز پہ پھنکاریں تو فرشتے الجھی۔

"آپ کہنا کیا چاہتی ہیں؟" اس نے سنجیدگی سے استفسار کیا۔

"تمہاری آنکھیں کھولنا چاہتی ہوں کہ شہر میں رہنے والا شخص جسے یقیناً لڑکیوں کی کمی نہیں ہو گی اس نے تمہیں چنا ہے تو اس کی وجہ تو ضرور ہو گی اور جو وجہ ہے وہ تمہیں جلد ہی میں بتاوں گی لیکن ایک بات یاد رکھنا کہ آفریدیوں کی محبتوں کے دکھاوں پہ یقین مت کرنا وہاں جا کے ماریں جہاں پانی نہیں ملے گا۔" وہ زہر آلود لہجے میں کہتیں اس کی سنے بغیر کال کاٹ گئیں جبکہ ان کی آخری بات کے زیرِ اثر وہ موبائل ہاتھ میں تھامے یونہی ساکت کھڑی رہ گئی۔

اسے وہاں کھڑے نجانے کتنی دیر ہو چکی تھی جب کھٹکے کی آواز پہ وہ چونکی اور ہلکی سی گردن گھما کے دیکھا تو وہ مصروف سے انداز میں دائیں کندھے اور کان کے درمیان موبائل پھنسائے محوِ گفتگو اپنی شرٹ کے بازو فولڈ کر رہا تھا۔

"ایسے کیوں کھڑی ہیں آپ؟" اسے محویت سے اپنی جانب تکتا پاکے وہ کال بند کرتا ہوا اس کے سامنے آن رکا اور ایک سرسری نگاہ اس کے ہاتھ میں دبے موبائل پہ ڈالی۔

"وہ۔۔میں چینج کرنے جا رہی تھی۔" ایک دم سے یاد آنے پہ وہ فون بیڈ پہ اچھالتی جلدی سے واشروم کی جانب بڑھ گئی جبکہ وہ خاموشی سے بیڈ کی جانب بڑھا۔

فریش ہونے کے بعد جب وہ کمرے میں واپس آئی تو دیکھا وہ بیڈ کراون سے ٹیک لگائے لیپ ٹاپ پہ کچھ ٹائپ کرنے میں مصروف تھا، وہ خاموشی سے آگے بڑھی اور اپنی جگہ پہ آ کے لیٹ گئی۔

"کوئی پریشانی ہے آپ کو؟" وہ جو مرجان بیگم کی باتوں کو سوچ رہی تھی اس کے اچانک مخاطب کرنے پہ گڑبڑا اٹھی۔

"آ۔۔ہاں نہیں میرا مطلب ہے کہ کوئی پریشانی نہیں ہے۔" وہ جلدی سے کہتی کمبل گردن تک کھینچتی اپنے گرد لپیٹ لیا ہوا دوپٹہ اتارنے لگی جبکہ ہمیشہ کی طرح اس کی اس احتیاط پہ وہ مدھم سا مسکرایا۔

"ویسے فرشتے، کیا آپ شادی کے بیس سال گزرنے کے بعد بھی یہی کریں گی؟" مسکراہٹ دباتے ہوئے اس نے سوال کیا تو اس نے چونک کے اس کی جانب دیکھا جو اب دوبارہ سے لیپ ٹاپ کی جانب متوجہ تھا لیکن ہونٹوں کی دبی دبی مسکان اس کی توجہ کے اصل مرکز کو بیان کر رہی تھی۔

"کیا مطلب؟ کیا کروں گی میں؟" اس نے حیرت سے استفسار کیا کیونکہ وہ اس کی بات کو واقعی نہ سمجھ پائی تھی۔

"یہی دوپٹہ سائیڈ پہ رکھنے پر اتنی ہی احتیاط برتیں گی جو ابھی برتتی ہیں؟" اس نے ایک خفیف سی نگاہ اس پہ ڈالتے ہوئے معنی خیزی سے کہا تو اس کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا جسے چھپانے کو وہ اسے نالاں نگاہوں سے دیکھتی رخ بدل گئی۔

اس سے جسم و قلب کے فاصلے مٹانے کے باوجود نجانے کیوں وہ آج تک اس کے سامنے بنا دوپٹے کے آنے کی ہمت نہ کر سکی تھی ماسوائے اس رات کے جب اس کی ضد پہ اس نے اسے ساڑھی پہننے پہ مجبور کیا تھا۔

"فرشتے ادھر دیکھیں میری طرف۔" اس کے رخ موڑنے پہ وہ فوری طور پہ بولا۔

"ہرگز نہیں دیکھوں گی، عجیب ٹھرکیوں کی طرح دیکھتے ہیں، کر کام رہے ہیں جبکہ نگاہیں پھر بھی ادھر ہی لگی ہیں۔" پہلا فقرہ نسبتاً بلند آواز میں بولتی وہ اپنی آواز مدہم کرتی بڑبڑائی تو وہ کھل کے مسکرایا، اسے یوں اپنے ساتھ مگن دیکھ کے اس کا دل سرشار ہو اٹھتا تھا کہ وہ کامیابی کے زینے عبور کر رہا تھا۔

"ادھر رخ کرلیں کیونکہ ابھی صرف "ٹھرکیوں" کی طرح دیکھ ہی رہا ہوں اگر ان کے جیسی حرکتوں پہ اتر آیا تو زیادہ پرابلم ہوگی۔" قطعی بےباک لہجے میں بولتے ہوئے وہ اسے خجل سا کر گیا، اس کی دھمکی کے زیرِ اثر اس نے رخ موڑتے ہوئے شاکی نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ زیرِلب بڑبڑایا۔

"آپ سے ایک بات پوچھوں میں؟" چند ثانیے کی معنی خیز خاموشی کے بعد وہ بولی تو اس نے نظریں گھما کے اسے دیکھا جو گردن تک کمبل لیے اس کی جانب ہی تک رہی تھی، نگاہوں کے اچانک تصادم پہ اس کی پلکیں فوراً جھکیں تو شہریار کی آنکھیں مسکائیں۔

"زہے نصیب۔" اس نے مسکراتے لہجے میں کہا تو فرشتے اپنے الفاظ ترتیب دینے لگی۔

"آپ نے مجھ سے شادی کیوں کی؟ مطلب کے اگر خون کے بدلے خون کی بات تھی تو اور بھی بہت طریقے تھے اس کو ختم کرنے کے لیکن آپ نے میرا نام ہی کیوں لیا تھا؟" دل میں پنپتی الجھن کو الفاظ

کاروپ دیتی وہ بولی تو شہریار نے گہری سانس بھرتے ہوئے لیپ ٹاپ سائیڈ پہ رکھا اور نیم دراز ہوتے ہوئے کہنی کے بل اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"آپ کا نام میں نے اس لیے لیا تھا کیونکہ مجھے آپ کی سوفٹنیس چیک کرنا تھا۔" جگمگاتی سیاہ آنکھیں اس کے چھپے سراپے پہ مرکوز کرتے ہوئے اس نے جواب دیا تو وہ مزید الجھی۔

"کیا مطلب؟" اس نے اچنبھے سے اس کی جانب دیکھا۔

"جب آپ کا نام سنا تھا تب سوچا تھا کہ اگر یہ فرشتے نام لڑکی وائیٹ اور سویٹ ہوئی تو اس پہ شہریار آفریدی کے نام کی مہر لگے گی، آپ کو کچھ سال پہلے آپ کو دیکھا آپ وائیٹ لگیں، پھر آپ کو محسوس کیا تو آپ سویٹ بھی لگیں اور اب جب آپ کو اپنے بے حد قریب پایا ہے تو سویٹنیس کا لفظ مجھے کم لگ رہا ہے۔" رفتہ رفتہ اسے اپنے نزدیک کرتا وہ گہرے لہجے میں بولتا اس کے چہرے کو گلنار کرتا چلا گیا۔

"پیچھے ہٹیں آپ۔" وہ حیا آمیز لہجے میں کہتی خود میں سمٹنے لگی لیکن وہ سہولت کے ساتھ اسے اپنے حصار میں لیتا اس کی کوشش ناکام بنا گیا۔

"اپنے ذہن میں آنے والی فضول سوچوں کو جھٹک دیں، جو خوشیاں در پہ آئی ہیں انہیں کھل کے محسوس کریں۔" اس نے گھمبیر لہجے میں بولتے ہوئے اس کے ماتھے کو چھوا تو وہ ہر سوچ ذہن سے جھٹکتی اس کے حصار میں قید سکون سے پلکیں موند گئی۔

۔،۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"عائزہ!" غیر متوقع آواز سن کے اس کے ہاتھ سے صابن لگی پلیٹ چھوٹ کے سنک میں جا گری تو ایک دم سے شور برپا ہوا۔

اسی لمحے اسے محسوس ہوا جیسے عائزہ لاونج میں داخل ہو چکی تھی۔

"جی سجاول بھائی؟" وہ چہکتی ہوئی اس کے ساتھ بیٹھی تو سجاول نے مسکراتے ہوئے اس کا معصوم چہرہ دیکھا۔

"دشمنانِ جان کہاں ہیں؟ نظر نہیں آرہے حالانکہ صاف جانتے ہیں کہ جب تک ہم ان کی شعلے اگلتی نگاہیں نہ دیکھ لیں ہماری نظر کچھ نہیں پاتی، جب تک ہم ان کے پھولے ہوئے نتھنے نہ دیکھ لیں تب تک ہمیں کچھ محسوس نہیں ہوتا اور جب تک ہم ان کا۔۔۔۔۔" آنکھوں میں گہری شرارت سموئے وہ

دانستاً بلند آواز میں بولتا جارہا تھا جب اچانک ہی کچن سے زوردار آواز سنائی دی یوں محسوس ہوا کہ جیسے کسی برتن کو پٹخا گیا ہوا۔

"سجاول بھائی بس کریں، آپ کی ڈائیلاگ بازی کے چکر میں ہمارے برتن ٹوٹ جائیں گے۔" جب کچن سے دو تین دفعہ آواز ایک تواتر سے سنائی دی تو عائزہ بوکھلا کے اس سے بولی جو مسلسل مسکرارہا تھا۔

"یہ کچن میں کس جنگلی بلی کو کھسایا ہوا ہے؟ جو برتنوں کو نوچ گھسیٹے جارہی ہے؟" اس نے شرارت کو مزید طوالت بخشی تو ملیکہ کی برداشت جواب دے گئی، وہ ہاتھ دھوتی طیش سے باہر نکلی۔

"اگر تم نے اپنی یہ فضول گوئی بند نہ کی تو یہی جنگلی بلی تمہیں نوچ گھسیٹ لے گی۔" اس نے نتھنے پھلاتے ہوئے جواب دیا تو وہ اس کے سامنے آجانے پہ دل میں اترتے سکون کو محسوس کرتا اسے بغور تکنے لگا۔

"عائزہ کے سامنے یہ کام آکورڈ نہیں لگے گا؟ رکو میں زرا اسے بھیج لوں لیکن نہیں ہم پرسوں تک کا انتظار نہ کرلیں زرا حلال طریقے سے نوچ گھسیٹ لینا۔" خود ہی سوال وجواب کرتا وہ بے شرمی سے

بولتا ہوا اس کا دماغ چکرانے کے ساتھ ساتھ اسے شرم سے پانی پانی کر گیا جبکہ عائزہ سر نیچے کرتی دبا دبا ہنسنے لگی۔

"تم۔۔ تمہارا دماغ خراب ہو چکا ہے، کیا فضول باتیں کیے جا رہے ہو؟" اس نے اپنی شرم غصے کے پردے میں چھپانی چاہی لیکن سامنے والے پہ چنداں اثر نہ پڑا۔

"میری جان! باتوں کا ہی کھاتا ہوں میں۔" اس نے مزے کے ساتھ اپنے شعبے کا تذکرہ کیا تو وہ اس کے طرزِ تخاطب پہ سٹپٹائی اور اس سے بحث عبث جانتے ہوئے قدم واپس موڑے۔

"تمہارا دماغ خراب ہے، لگے رہو۔" وہ بڑبڑائی۔

"دعا کرنا کہ جمعہ تک یہ دماغ اپنے حواس سلامت رکھے کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ مارے خوشی کے حواس کھو بیٹھوں گا۔" اس نے پیچھے سے ہانک لگائی تو وہ مسکرا دی۔

"آپی سے شادی کی اتنی خوشی؟" عائزہ نے فوراً سوال کیا تو ملیکہ کا رواں رواں جواب کا منتظر ہوا جبکہ کچن کی جانب بڑھتے قدم بھی مدہم ہوئے۔

"ارے نہیں۔" اس کے جواب پہ اس کے چہرے پہ چھائی مسکان فورار فوچکر ہوئی جبکہ غم وغصے کے تاثرات پھیل گئے۔

"یہ بھی بھلا کوئی خوشی کی بات ہے، میں تو اس لیے خوش ہو رہا ہوں کہ بالآخر میرا بھی نام شادی شدہ لوگوں کی فہرست میں آرہا ہے۔" اس کی متبسم آواز پہ اس کا دل چاہا وہ اس شخص کا سر پھاڑ دے لیکن اس کے ارادے پہ عمل سے قبل وہ پھرتی سے اٹھا اور اس کے قریب آیا۔

"میری خوشی کی وجہ میری شادی کا ہونا ہے لیکن میرے دلی سکون کی وجہ اس شادی کا تم سے ہونا ہے میری جنگلی بلی۔" اس کے کان میں ہولے سے بولتا وہ اس کے پلٹنے سے قبل اس کے کان پہ چٹکی کاٹتا یہ جا وہ جا جبکہ وہ اپنے کان کو سہلاتی اس کے الفاظ سوچتی کھل کے مسکرا دی۔

"آپ نے جو کہا میں نے ویسا کر دیا ہے، اب آپ مورے کے کھانے میں دوا ملانا بند کر دیں۔" حاقان صاحب کے کمرے میں موجود عالیان ان تینوں کے سامنے اپنے سائن شدہ پیپر رکھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں بولا تو پیپر پہ نگاہ ڈالتے ہوئے تینوں کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"چونکہ تم سے وعدہ کیا تھا اس لیے اس عورت کی جان بخشی کر رہا ہوں ورنہ جس طرح سے اس عورت نے میرے بھائی کے ساتھ مل کے اپنی مجھ سے چھپائی ہوئی زمین تمہارے نام کی تھی اس جرم کے بدلے میں اسے جان سے مار دینا چاہتا تھا۔" عالم صاحب سفاک لہجے میں بولے جبکہ عالیان کی زخمی نگاہیں ان کے ہاتھ میں دبے پیپر پہ تھیں۔

"عجیب بات ہے نا، میں جہاں سے گزرتا ہوں، جہاں بیٹھتا ہوں اس جگہ کے پاس آپ لوگ بھٹکتے نہیں، جس شے کو میں چھو لوں وہ آپ لوگوں کے لیے اچھوت بن جاتی ہے لیکن اس پیپر پہ میرے ہاتھ لگنے اور میرے ہی نام کے سائن ہونے کے باوجود آپ لوگ اسے ہاتھوں میں پکڑے کھڑے ہیں۔" اس کے کاٹ دار لہجے پہ ان تینوں کے چہرے بگڑے۔

"بکواس بند کرو اپنی اور شکل گم کرو اور تب تک اپنا منہ بند ہی رکھنا جب تک اپنی چہیتی بہن اور ماں کی زندگی و خوشیاں عزیز ہوں۔" مرجان بیگم عورت کے مرتبے سے ایک دفعہ پھر سے گرتے ہوئے سفاک لہجے میں بولیں تو عالیان نے لب بھینچ کے انہیں دیکھا اور واپس پلٹ گیا۔

"اصل کام ہو گیا ہے، اب آپ بتائیں کہ کب اس سب کو ختم کرنا ہے کیونکہ اگر یہ شخص اس وکیل تک پہنچ گیا تو اس سب سے بچنانا ممکن ہو جائے گا۔" عالم صاحب نے مرجان بیگم کو موقع کی نزاکت کے بارے میں آگاہ کرنا چاہا۔

"آپ فکر مت کریں، میں مسلسل پتھر پہ ضربیں مار رہی ہوں، دڑاڑیں جلد ہی ظاہر ہونے لگ جائیں گی۔" انھوں نے پر اسرار لہجے میں کہا اور پھر مسکراتی ہوئی کمرے سے نکل گئیں جبکہ وہ دونوں باپ بیٹا پھر سے کھسر پھسر کرنے لگے۔

---------------،---------------

"آپ نے یہ مجھے کیوں بھیجی ہے؟" بھنچے بھنچے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے آنکھیں بند کیں تو نگاہوں کے سامنے ان کی کچھ دیر پہلے بھیجی گئی تصویر آنے لگی جس میں شہریار ایک لڑکی کے پاس بیٹھا ہوا نظر آ رہا تھا۔

"تمہاری آنکھیں کھولنے کے لیے کہ جس دکھاوے کو تم محبت سمجھ رہی ہو نا یہ روز تمہارا چہیتا شوہر مختلف لڑکیوں پہ لٹا کے آتا ہے۔" انھوں نے حسبِ معمول زہر اگلا تو فرشتے کے دل کو ٹھیس سی لگی۔

Urdu Novels Ghar

ابھی تو وہ اسے دل کی اونچی مسند پہ بٹھانے لگی تھی تو پھر کیونکر اس مسند کی بنیادیں ہلنے لگی تھیں۔

"جس شخص کی دولت پہ تم فخر کر رہی ہو نا اس نے تم سے شادی کے بدلے تمہارے نام کی زمین اور جائیداد تمہارے نکاح والے روز ہی اپنے نام کروالی تھی۔" انہوں نے مزید ترپ کے پتے پھینکے تو وہ تڑپی۔

"آپ ایسا کیسے کہہ سکتی ہیں اور آپ یہ سب مجھے اب کیوں بتا رہی ہیں مجھے پہلے ہی بتا کہ مجھے اس زندان میں آنے سے روکا کیوں نہیں وہیں روک لیتیں رکھ لیتیں آپ مجھے۔" وہ روتے ہوئے چیخ اٹھی کیونکہ ان کی باتیں مسلسل دل کو تکلیف پہنچا رہی تھیں۔

"تمہیں تمہاری رخصتی سے قبل سمجھایا تھا کہ بچ کے رہنا لیکن تم تو گنوار لڑکیوں کی طرح اس کی چکنی چپڑی باتوں میں آتی فوراً اس کی راتیں رنگین بنانے لگ گئی۔" انہوں نے گراوٹ کی حد کر دی جبکہ ان کے الفاظ پہ وہ سرخ ہوتی چیخ اٹھی۔

"خانم! شوہر ہے وہ میرا رشتہ ہے محرم میرا اس کے ساتھ اور آپ مجھے کن لڑکیوں سے تشبیہہ دے رہی ہیں؟" اس کے لہجے میں بے یقینی اور افسوس تھا تبھی وہ سنبھلی۔

"تم یہ سب باتیں چھوڑو میں تمہیں ان کاغذات کی تصویر سینڈ کروں گی پھر تمہیں یقین آئے گا۔"

انہوں نے فوراً آگ لگا کہ کال بند کی تو فرشتے کے سینے میں پکڑ دھکڑ سی چلنے لگی جبکہ ذہن پھر سے منتشر ہو تا بدگمانی کی ڈگر پہ چلنے لگا اور پھر اس کے رویے میں آنے والے فوری بدلاو کو شہریار سمیت سب نے محسوس کیا۔

وہ جو اس سے دل کے تار جوڑنے والی تھی اچانک پھر سے بیزاری و بدگمانی کی راہ پہ چلنے لگی اور وہ خاموشی سے اس کے بدلاو کا جائزہ لیتا رہا۔

-------------،--------،--------------------

"آپ سب لوگ میری تیاری کو لے اس قدر کیوں پر جوش ہو رہی ہیں؟" اس نے ایک نظر ان سب پہ ڈالی جو سجاول کے نکاح کے لیے ہلکا پھلکا سا تیار اب اس کی تیاری کی فکر میں ہلکان ہو رہی تھیں۔

"شادی کے بعد پہلی دفعہ یوں کسی فنکشن میں جا رہی ہیں آخر اتنی تیاری تو بنتی ہے۔" اس کے لیے چیزیں سلیکٹ کرتی گلالئ مصروف سے انداز میں بولی تو سب نے زور و شور سے تائید کی۔

"میں ان کے گھر پہلے بھی جا چکی ہوں۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا جس کا اثر نہ لیا گیا۔

"وہ بھی بھلا کوئی جانا ہوا، رات کو گئی تھیں آپ کسی نے غور سے دیکھا بھی نہیں ہو گا۔" زرسانگہ منہ بنا کے بولی تو وہ گہری سانس بھر کے رہ گئی۔

"گلالئی تم بھاجائی کو تیار کرو، ہم لوگ دیکھتے کہ لڑکے تیار ہوئے یا ابھی نہیں۔" گل گلالئی کو کہتی ہوئی اٹھی تو سب اٹھ گئیں۔

"یوں کہو نا شہیر خاناں کو دیکھنا ہے کہ وہ تیار ہوا یا نہیں۔" گلالئی نے شرارت سے کہا تو وہ جھینپ اٹھی جبکہ اس کا چہرہ دیکھتی فرشتے بھی بے ساختہ مسکرا اٹھی۔

"گلالئی! بس کر دو، شادی میری نہیں ہے۔" کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے اس کے ہاتھ ڈور ناب پہ ہی جمے رہ گئے جب اس کی جھنجھلائی آواز اس کے کانوں میں پڑی تو دل میں اترتا سکون اس کے ہونٹوں پہ ہلکی سی مسکان بکھیر گیا۔

"بھاجائی! کچھ نہیں ہوتا، آپ شادی کے بعد پہلی دفعہ جا رہی ہیں تو سب کو پتا ہونا چاہیے کہ ہماری بھاجائی کتنی حسین ہے۔" گلالئی پشتو لہجے میں فر فر اردو بولتی اس کے بالوں کو سنوار رہی تھی۔

اس نے دروازہ کھولتے ہوئے کمرے میں قدم رکھا تو نگاہ اس پہ پڑتے ہی ٹھٹھک کے رہ گئی کہ وہ دروازے کی جانب چہرہ کیے رائل بلیو کلر کی روایتی فراک زیب تن کیے، ہم رنگ دوپٹے کو ہاتھ میں پکڑے، ہلکے پھلکے میک اپ اور جیولری میں کھلے سنہرے بالوں کے ساتھ کھڑی اس کے سبک رو جذبات کو بری طرح بہکا گئی۔

وہ چاہ کے بھی اپنی نگاہ کی اس گستاخی کو روک نہ سکا اور اس کے لمحہ بہ لمحہ گلابی پڑتے چہرے پہ نظریں جمائے اس کی جانب بڑھا۔

"لالے! بھابھی خوبصورت لگ رہی ہیں نا؟" اس کی آمد کو محسوس کرتی گلالئی فورا چہکی تو وہ جزبز سی ہو کے رہ گئی۔

"اونہوں! جان لیوا۔" گلالئی کے سوال کے جواب میں کی گئی اس کی گھمبیر سرگوشی پہ اس کا چہرہ مارے خفت کے تپ اٹھا وہ جلدی سے دوپٹہ کندھوں پہ پھیلاتی رخ موڑتی بیڈ کے پاس پڑی سینڈل پہننے لگی۔

بھائی کی وارفتگی اور بھابھی کی جھجھک محسوس کرتی گلالئی انہیں یونہی چھوڑے غیر محسوس انداز میں وہاں سے کھسک گئی۔

شہریار کی بے باک نگاہ اس کے صبیح و ملائم چہرے سے پھسلتی ہوئی اس کے گلابی ہوتے پیروں کی طرف گئی تو بے ساختہ اس کا دل ان کی نرماہٹ کو محسوس کرنے کے لیے مچلنے لگا جبکہ اس کی گہری نگاہیں خود پہ محسوس کرتی فرشتے کے ہاتھ سٹریپ باندھتے لرز رہے تھے لیکن اس سے قبل کے اپنے دل میں پنپتی خواہش پوری کرنے کے لیے وہ اس تک پہنچتا وہ سٹریپس بند کرتی سیدھی ہوئی تو کھلے بال جھٹکا کھاتے شانوں پہ بکھر گئے۔

"گلالئی کہہ رہی تھی کہ آپ خوبصورت لگ رہی ہیں، میری آنکھیں کہہ رہی ہیں کہ آپ دلفریب لگ رہی ہیں لیکن میرا دل پتہ ہے کیا کہہ رہا ہے؟" اس کے بے حد قریب آکے ٹھہرتے ہوئے وہ اس کی وہاں سے ہٹنے کی کوشش ناکام بناتا بھاری لہجے میں بولا تو اس کے انداز پہ ناچاہتے ہوئے بھی اس کا چہرہ گل و گلزار ہونے لگا۔

"میرا دل کہتا ہے کہ آپ کا ہر روپ جان لیوا ہے۔" پر تپش لہجے میں کہتے ہوئے اس نے چہرہ اس کے بالوں میں چھپایا تو اس کی دھڑکنیں سست پڑیں۔

"پ۔۔پیچھ۔۔۔۔" اس نے فاصلہ بڑھانے کی سعی کی جو وہ فوراناکام بناتا اس کے وجود کے گرد اپنی مضبوط بانہوں کا حصار قائم کر گیا۔

"کیونکہ جس قدر آپ حسین ہیں اسی قدر آپ میرے لیے جان لیوا ہیں کہ جب جب آپ کو دیکھتا ہوں یہ آنکھیں مجھے خود سے بیگانہ کرتیں یہ بات ثابت کر دیتی ہیں کہ جو خوبصورت ہوتے ہیں وہی جان لیوا بھی ہوتے ہیں۔" اس کی مسکارے سے بوجھل آنکھوں پہ اپنا گہرا لمس چھوڑتے ہوئے انہیں مزید بوجھل کرتا اس کی ٹھہری دھڑکنیں پاگل کر گیا۔

"پلیز!" اس کی پر تپش سانسوں کی حدت گردن پہ محسوس کرتی وہ بے اختیار پکار اٹھی۔

"اب یہ مزاحمت بیکار ہے زما کرانا!" معنی خیز لہجے میں کہتے ہوئے اس نے گہری نگاہ اس کے دلکش سراپے پہ ڈالی تو مارے حیا کے اس حواس جھنجھنا اٹھے جبکہ وہ اس پہ جھکتا ہوا کمال جرات کا مظاہرہ اس کی تھوڑی اور گردن کو اپنے لمس سے دہکاتا چلا گیا۔

"ب۔۔بس کریں پلیز۔" دونوں ہاتھ اس کے کندھوں پہ جماتی وہ بمشکل فاصلہ قائم کرتی رخ بدل گئی۔

ہمیشہ کی طرح اس کی پر فسوں قربت میں بہکتی وہ اپنے یہاں آنے کے مقصد کو فراموش کرتی چلی گئی تھی اور یہی بات اسے ہمیشہ کی طرح چڑا گئی۔

"اتنے ہتھیاروں سے لیس ہوتے ہوئے مجھ سے ایسی التجا؟" عقب سے اسے حصار میں لیتے ہوئے اس نے اس کے جھمکے کو ہلکا سا چھوا تو اپنی بے بسی پہ وہ تپ اٹھی۔

"چھوڑیں مجھے، باہر جاناہ۔۔۔" لہجے میں تلخی سموئے وہ اس کی گرفت سے نکلنے کی تگ و دو میں تھی جب اس کے مضبوط ہاتھ کا لمس اپنے نچلے ہونٹ پہ محسوس کرتے ہوئے وہ یکلخت خاموش ہوئی۔

"میری موجودگی میں تو کم از کم آپ ان مصنوعی رنگوں کی محتاج نہیں زما کرانا!" بڑے سے شیشے میں دکھائی دیتے اس کے شرم و حیا اور ہلکے سی خفگی میں ڈوبے وجود کو حصار میں لیے اس نے گہری نگاہ اس کے ہونٹوں پہ ڈالتے ہوئے اس کی سرخ ہوتی گردن پہ جمائی تو اس کے کانوں کی لوئیں تک سرخ پڑ گئیں۔

اس نے آہستگی سے انگوٹھا اس کے ہونٹوں پہ پھیرتے ہوئے اس پہ ٹھہرا مہرون رنگ چرایا تو وہ ہولے ہولے کانپنے لگی۔

"محبت میں دیا ہوا ایک لمس تک برداشت نہیں کرپاتی آپ اور کہاں یہ نفرت پالنے کا روگ لے رکھا ہے؟" گھرے پر تپش لہجے میں کہتے ہوئے اس نے جھٹکے سے اس کا رخ اپنی جانب موڑا اور بے باک سی گستاخی کے ارادے سے اس کے چہرے پہ جھکا تو اس نے بے ساختہ کانپتے ہاتھ اس کے چہرے پہ جمائے۔

"خ۔۔خدا کے لیے، مجھے شادی پہ جانا ہے اور میں برقعہ پہن کے نہیں جاسکتی آپ یہ سب بعد میں بھی کرسکتے ہیں۔" اس کے لمس کی شدتوں سے گھبراتی وہ چڑے ہوئے انداز میں بولتی چلی گئی تو اس کی سیاہ آنکھوں کی گہری ہوتی چمک اور چہرے کے محظوظ کن تاثرات پہ بات سمجھتی وہ خجالت کا شکار ہوتی ہاتھ اس کے چہرے سے ہٹانے لگی جنہیں نرمی سے چومتے ہوئے اس سے اپنے مضبوط ہاتھوں میں تھام لیا۔

Urdu Novels Ghar

"وعدہ کرتی ہیں پھر کہ شادی سے آنے کے بعد کا سارا ٹائم میرا ہے؟" والہانہ انداز سے اس کے اک اک نقوش کو دیکھتے ہوئے اس نے کہا تو فرشتے کا دل دھک سے رہ گیا۔

وعدے کے لفظ پہ وہ کسی گہرے خواب سے چونکی۔

"وعدہ کرو فرشتے کہ تم میرے کہے ہر ایک لفظ پہ عمل کرو گی، وعدہ کرو۔" کسی کے مان اور استحقاق بھرے الفاظ یاد آتے ہی اس نے ایک جھٹکے سے ہاتھ اس کی محبت بھری گرفت سے نکالے تو شہریار نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"ونی ہو کے آنے والیوں کے ساتھ وعدے وعید نہیں کیے جاتے۔" تلخ لہجے میں بولتی وہ بنا اس کے تاثرات کا جائزہ لیے وہاں سے نکلتی چلی گئی جبکہ وہ دونوں مٹھیاں زور سے بھینچے وہیں کھڑا اس کے آخری الفاظ کی تلخیاں پیتے اس کی خوشبو میں گھرا رہا۔

کبھی جب میں نہیں ہوں گا

تمہیں سب یاد آئے گا

وہ میری بے کراں چاہت

تمہارے نام کی عادت

وہ میرے عشق کی شدت

وصال و ہجر کی لذت

تمہاری ہر ادا کو شاعری کا رنگ دے دینا

خود اپنی خواہشوں کو بے بسی کا رنگ دے دینا

تمہیں سب یاد آئے گا

وہ میری آنکھ کا نم بھی

وفاؤں کا وہ موسم بھی

جنوں خیزی کا عالم بھی

مری ہر اِک خوشی، غم بھی

مرا وہ مسکرا کر درد کو دل سے لگا لینا

تمہاری خواب سی آنکھوں کا ہر آنسو چرا لینا

تمہیں سب یاد آئے گا

تمہاری سوچ میں رہنا

تمہاری بے رُخی سہنا

بُھلا کر رنجشیں ساری

فقط "اپنا" تمہیں کہنا

تمہارے نام کو تسبیح کی صورت بنا لینا

تمہارے ذِکر سے دل کا ہر اِک گوشہ سجا لینا

ابھی تو مسکرا کر تم مری باتوں کو سنتی ہو

مگر یہ جان لو جاناں!

تمہیں سب یاد آئے گا

Urdu Novels Ghar

کبھی جو میں نہیں ہوں گا

عاطف سعید

" چلیں!" نیوی بلیو کلر کا شلوار سوٹ کے اوپر بلیک کوٹ پہنے وہ مضبوط قدموں سے چلتا ہوا لاونج میں آیا اور بنا کسی پہ نگاہ ڈالے وہ سنجیدگی سے کہتا ہوا باہر کی جانب بڑھا تو اس سے ہر لمحہ بیزار گی دکھاتی فرشتے اس کی لحظہ بھر کی بے اعتنائی پہ کڑھ کے رہ گئی۔

"بھاجائی! آپ اس دفعہ حویلی چلیں گی نا تو آپ کو ایک سرپرائز ملے گا۔" زرسانگہ شہرِ گل کو ذو معنی نگاہوں سے دیکھتی ہوئی بولی تو فرنٹ سیٹ پہ بیٹھی فرشتے چونکی۔

"کیسا سرپرائز؟" ایک چور نگاہ ڈرائیونگ کرتے شہریار پہ ڈالتے ہوئے اس نے استفہامیہ انداز میں پوچھا۔

"ابھی نہیں بتانا وہ جب ہمارے ساتھ چلیں گی تبھی پتہ چلے گا آپ کو۔" گلالئی نے بیچ راہ میں ہری جھنڈی دکھائی تو وہ اسے دیکھ کے رہ گئی۔

"شاہ میر پہ ترس آرہا ہے نا آپ کو؟" زرتاج فرشتے کا چہرہ دیکھتی ہوئی شرارت سے بولی تو گلالئی جھینپ گئی جبکہ فرشتے بے ساختہ مسکرائی۔

"ترس ہی آسکتا ہے کہ خوامخواہ سسپنس پیدا کرنے والی بیوی ملی ہے انہیں۔" وہ زرتاج کی شرارت کو طوالت دیتی ہوئی بولی تو گلالئی کھسیاسی گئی۔

"اور شہریار لالہ کو کیسی بیوی ملی ہے؟" گل شرارتی انداز میں ان دونوں کو دیکھتی ہوئی بولی تو فرشتے بے ساختہ جھینپتی ہوئی سیدھی ہوئی۔

"لمحہ بہ لمحہ سحر میں جھکڑنے والی۔" اس سے پہلے کہ وہ جواب دیتی اس کے کانوں میں ایک مدہم سی سرگوشی گونجی تو اس نے بے ساختہ اس کی جانب دیکھا جو پرتپش نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

اس کی نگاہوں سے لپکتے جذبات کو دیکھتے ہوئے اسے اس لمحے اپنی خانم کا کہا ہر لفظ بھولنے لگا۔

"لالہ سجاول لالہ بھی وکیل ہیں؟" ان دونوں کی خاموشی پہ زرسانگہ نے موضوع گفتگو بدلا تو شہریار نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے گاڑی چوہدری ہاوس کے کھلے گیٹ سے اندر داخل کی تو سب لڑکیاں

اپنی چادریں منہ کے آگے کرنے لگیں جبکہ لڑکے جو پہلے ہی وہاں پہنچ چکے تھے وہ انہیں پورچ میں منتظر دکھائی دیے۔

"ماشاءاللہ! چشمِ بدور، سب کی سب ایک سے بڑھ کے ایک لگ رہی ہو۔" ان سب کو دیکھ کے رائمہ بیگم محبت سے بولیں تو وہ مسکرا اٹھیں۔

"ملیکہ کہاں ہیں؟" فرشتے نے کچھ دیر بیٹھ کے ان سے ملیکہ کے بارے میں استفسار کیا تو رائمہ بیگم نے عائزہ کو آواز لگائی۔

"جاو بہنوں کو ملیکہ کے پاس لے جاو۔" ان کے کہنے پہ عائزہ انہیں ساتھ لیے اس کمرے کی جانب بڑھ گئی جہاں ملیکہ کو تیار کیا جا رہا تھا۔

"واو! یو لکس سو سٹننگ۔" ان سب کو اندر آتے دیکھ کے ملیکہ کی سب سے پہلی نگاہ فرشتے پہ پڑی تو بے ساختہ بلند آواز میں بولی تو فرشتے بے ساختہ شرما گئی۔

"آپ بھی بہت پیاری لگ رہی ہیں۔" اس نے جواباً آف وائیٹ کلر کے شرارے سوٹ کے ساتھ سرخ رنگ کا دوپٹہ اوڑھے کھڑے خوبصورت سی ملیکہ کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ بلش کرنے لگی۔

"کیا ہماری کوئی تعریف نہیں کرے گا؟" شہر گل نے ان دونوں کی جانب دیکھتے ہوئے گلالئی کے کان میں پشتون لہجے میں سرگوشی کی تو ملیکہ بے ساختہ ان کی جانب متوجہ ہوئی۔

"شہیر کو بلالو، اچھی خاصی تعریف کردے گا۔" ملیکہ کو اپنی جانب متوجہ دیکھ کہ گلالئی مسکراتی ہوئی گل سے بولی تو وہ کھسیاسی گئی۔

"یہ سب شہریار کی بہنیں اور کزنز ہیں۔" ملیکہ کی استعجابیہ نگاہوں کو دیکھتے ہوئے فرشتے نے جلدی سے تعارف کروایا اور پھر وہ ساری آگے بڑھتی ہوئیں اپنا فرداً فرداً تعارف کروانے لگیں۔

"بہت پیاری لگ رہی ہیں آپ، یہ نہ ہو کہ آپ کہ سسرالیوں کا ارادہ آپ کی خوبصورتی دیکھ کے نکاح سے رخصتی میں نہ بدل جائے۔" اپنے معمول کے روپ سے ہٹ کے تیار ملیکہ سے اس پل نظریں نہ ہٹائی جارہی تھیں تبھی زرسانگہ اپنے مخصوص انداز میں تیز تیز بولی تو ملیکہ کو بے ساختہ شرم نے آن گھیرا۔

"سسرالی تو بہت صابر و شاکر ہیں ہاں اپنے شوہر سے اسے پردہ کر کے رکھنا پڑے گا کیونکہ اس بے صبرے سے کچھ بھی توقع کی جاسکتی ہے۔" زری کی بات سن کے ملیکہ کی ننھیالی کزن شرارت سے بولی تو وہ جھینپ سی گئی۔

"آپ تو اس روپ میں بھی اتنی دلکش لگ رہی ہیں، آپ کے ہزبینڈ نے شادی کے وقت ایسی کوئی فرمائش نہ کی تھی؟" فرشتے کو دیکھتے ہوئے اس کی دوسری کزن بولی تو فرشتے کا ہنستا ہوا چہرہ پل میں تاریک ہوا۔

اسے وہ لمحے یاد آئے جب اسے اپنے نکاح کی خبر ملی تھی اور نکاح کے بعد ملنے والے چار دنوں میں شہریار کے اس کے کمرے میں آنے کو یاد کرتے ہی اس کے چہرے کے رنگ پھر سے بدلنے لگے۔

"ان کے شوہر کی بیتابی و محبت کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتی ہیں کہ شادی کے ہفتے بعد ہی وہ انہیں اپنے ساتھ یہاں لے آئے ہیں۔" اس کی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے گلالئ شگفتگی سے بولی تو محفل زعفران بن گئی اسے لمحے نکاح خواں کے آنے کی اطلاع ملتے ہی قدرے پر سکون بیٹھی ملیکہ کو اپنے پیروں سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔

وہ جلدی سے اپناڈھلکاہوادوپٹہ سیٹ کرتی دھڑکتے دل کے ساتھ دروازہ کی جانب دیکھنے لگی جہاں سے نکاح خواں کو آتے دیکھ کے اس کادل جیسے اس لمحے پاگل ہوااٹھاتھا۔

"کیاہوا کس کافون تھا؟" مردان خانے کے بڑے سے دالان میں بیٹھے حاقان یوسف صاحب نے عالم صاحب کو دیکھاجو کال بند کرتے ہوئے خاصے پریشان نظر آرہے تھے۔

"عالم خاناں! کس کافون تھاجو تم اس قدر پریشان نظر آرہے ہو؟" حاقان صاحب نے ان کی خاموشی پہ دوبارہ دریافت کیاتووہ چونکے اور پھر ایک نظر باپ پہ ڈال کے دوسری ارد گرد ڈالتے ہوئے آہستگی سے بولے۔

"صابر کیانی کے ملازم کا۔" ان کے کہنے پہ حاقان صاحب سیدھے ہوکے بیٹھے۔

"وہی صابر کیانی؟" انہوں نے مختصر الفاظ کااستعمال کیاتوعالم صاحب نے فقط سر اثبات میں ہلاتے ہوئے ان کی بات کی تائید کی۔

"تو اس میں اتنا پریشان ہونے والی کیا بات ہے؟ کیا کہا ہے اس نے؟" انہوں نے فورا بارعب لہجے میں کہا تو عالم صاحب نے سنجیدگی سے انہیں دیکھا۔

"پریشانی کی بات یہ ہے کہ اس رزیل انسان نے کسی لڑکی کے ساتھ زیادتی کی ہے اور اس لڑکی کا باپ کورٹ کچہری تک پہنچ چکا ہے۔" وہ سخت کبیدہ خاطر دکھائی دے رہے تھے جبکہ حاقان صاحب ابھی تک اس کال اور عالم صاحب کی اصل پریشانی کا سبب نہیں سمجھ سکے تھے۔

"تو یہ اس کا کیا دھرا ہے، اس میں تم کیوں پریشان ہو رہے ہو؟" انہوں نے بیٹے کو لتاڑا۔

"میں پریشان اس لیے ہو رہا ہوں کہ اسے کل پہلی پیشی کے بعد ہی جیل بھیج دیا گیا ہے اور وہ اب ہم سے مدد مانگ رہا ہے کہ ہم اس کی مدد کریں ورنہ دو سال پہلے جس طرح سے اسلحے اور لکڑی کی غیر قانونی اسمگلنگ میں اس نے ہمارا ساتھ دیا تھا وہ اس کو ہمارے خلاف استعمال کر سکتا ہے۔" باپ کی لتاڑ وہ بلند آواز میں گرجے تو حاقان صاحب کا چہرہ بھی فورا رنگ بدل گیا۔

"بیوقوف ہو چکا ہے کیا وہ شخص، ہم اس کی کیسے مدد کر سکتے ہیں جب ہمارا شہر کے لوگوں سے واسطہ ہی نہیں ہے یہ کام وہ خود کرے اور مخالف پارٹی کے وکیل کا منہ نوٹوں سے بند کروائے۔" وہ اپنے جلالی انداز میں گویا ہوئے۔

"اس کے وکیل کا منہ نوٹوں سے بند کرنا دنیا کا مشکل ترین کام ہے ورنہ وہ پہلی فرصت میں کر دیتا۔" وہ کڑوے لہجے میں گویا ہوئے تو انہوں نے غصے سے سر جھٹکا۔

"تو ہمارے پاس کیا جادوئی خزانہ ہے جو ہم اس کی مدد کریں گے، تم دفع کرو اس احمق انسان کو اور اپنے کاموں کی طرف توجہ دو۔" انہوں نے غصے سے انہیں کہا اور دوبارہ چارپائی پہ نیم دراز ہو گئے۔

"وہ جانتا ہے کہ ہمارے پاس جادوئی خزانہ نہیں ہے لیکن ہمارے پاس "فرشتے یوسف زئی" ہے۔" عالم صاحب کی اگلی بات پہ وہ جی جان سے چونکے اس لمحے انہیں بیٹے کی پریشانی کی وجہ سمجھ آنے لگی تھی۔

"فرشتے کا یہاں کیا ذکر؟" انہوں نے اپنے خیالات کی تصدیق کے لیے پوچھا۔

"صابر کیانی کا مخالف وکیل 'شہریار میر آفریدی' ہے۔" عالم صاحب نے الفاظ پورے ماحول کو ساکت کرتے اپنے حصار میں قید کر گئے۔

"مہمان چلے گئے ہیں سب؟" بیڈ پہ بیٹھی ملیکہ اپنی چوڑیوں سے کھیلتی ہوئی عائزہ سے مخاطب ہوئی جو اپنے کھلے بالوں کا جوڑا بناتی انہیں کیچر میں قید کر رہی تھی۔

"کتنی دفعہ بتایا ہے کہ سب چلے گئے۔" عائزہ اس کے بار بار پوچھنے پہ چڑی اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی وہ مزید بولنے لگی۔

"سجاول بھائی کے دوست کی فیملی بھی چلی گئی، سجاول بھائی نے تمہارے ساتھ تصویریں بنانے کا بھی نہیں کہا اور وہ بھی اپنے پورشن میں چلے گئے ہیں۔" چونکہ حویلی کی لڑکیاں بھی تقریب میں شامل تھیں اس لیے سجاول نے تقریب کو مکمل ان کے ماحول کے مطابق کرنے کی کوشش کی تھی اور تمام مردوں کو خواتین کی جانب جانے سے روک دیا اور تو اور وہ خود بھی وہاں نہیں آیا تھا اس لیے ملیکہ بار بار استفسار کر رہی تھی کیونکہ اس کی ناقص عقل کے مطابق تو نکاح پہ تصویریں ساتھ بنالی جاتی ہیں۔

"ایک نمبر کا جھوٹا اور وعدہ خلاف ہے یہ شخص، نکاح سے پہلے یوں ڈائیلاگ جھاڑ تا تھا جیسے شاہ رخ خان کا سگا بھائی ہو اور اب اتنی توفیق نہ ہوئی کہ ایک عدد تصویر ہی ساتھ بنالے تاکہ میں دوستوں کو ہی دکھا سکوں۔" عائزہ کے کمرے سے جانے کے بعد وہ برے دل کے ساتھ ڈریسنگ کے سامنے کھڑی ہوتی چوڑیاں اتارنے لگی جب کھٹکے کی آواز پہ وہ پھر جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے لگی۔

لیکن جواباً عائزہ نے کچھ کہنے کی بجائے دروازے کو لاک لگایا تو انگوٹھی انگلی سے نکالتے ہوئے وہ مزید سلگی۔

"ہاں تم جلدی سے دروازہ پہلے بند کر دو کہ اگر اس کے دل میں ملنے کا خیال آئے تو وہ واپس پلٹ جائے، نجانے کون سی لڑکیاں ہوتی ہیں جو کہتی ہیں کہ نکاح کے بعد ان کے شوہر چوری چھپے ان سے ملنے آئے تھے، ایک میری قسمت ہے جس میں ایک نمبر کا جھوٹا انسان پلے بندھ گیا ہے اور تمہیں ہوا کیا ہے منہ میں زبان ن۔۔۔۔" نان سٹاپ دل کی بھڑاس نکالتے ہوئے وہ جونہی پلٹی تو ایک دم سے اپنی جگہ سے کئی گنا اوپر اچھلی۔

"ت۔۔تم؟" اس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جو بند دروازے سے ٹیک لگا کے کھڑا شرارتی نگاہوں سے اسے نہار رہا تھا۔

اس کی نگاہوں کی پرشوق لپک پہ اس نے فوراً ڈھلکتا ہوا دوپٹہ اپنے کندھوں پہ پھیلایا۔

"ایکچوئلی میرا دل کر رہا تھا کہ شاہ رخ خان کے ڈائیلاگز کے بعد میں اس کے بتائے گئے رومانس کے طریقوں پہ بھی عمل کرلوں۔" شرارتی انداز میں کہتے ہوئے آگے بڑھا تو کب سے ملنے کے لیے کہتی ملیکہ فوری طور پہ گھبرائی۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے عمل کرنے کی، رات بہت ہوچکی ہے جا کے سو تم۔" وہ سٹپٹائے ہوئے انداز میں کہتی خود کو بے نیاز ثابت کرنے کے لیے واپس رخ ڈریسنگ مرر کی جانب موڑتے ہوئے کانوں سے بندھے اتارنے لگی۔

"اتنا ظلم نہ کرو مجھ پہ، زندگی میں پہلی دفعہ شادی ہوئی ہے میری۔ مجھے میری بیوی کو تو دیکھ لینے دو۔" ایک ہی جست میں اس تک پہنچتے ہوئے وہ اس کا ہاتھ اپنی گرفت میں لیتے ہوئے پرشوق لہجے میں بولا تو لہجے سے عیاں ہوتے جذبات پہ ملیکہ کا دل زور سے دھڑکنے لگا۔

"اچھا ٹھیک ہے، تم۔۔ تم دیکھ لو لیکن میرا ہاتھ چھوڑو۔" وہ اپنا ہاتھ کھینچتی ہوئی بولی تو وہ مسکرایا۔

"یہ آج میری جنگلی بلی بھیگی بلی کیوں بنی ہوئی ہے؟" شرارت سے کہتے ہوئے وہ اسے ایک جھٹکے سے اپنے نزدیک کرتا اس کے کندھوں کے گرد اپنا بازو حائل کرتا ایک اپنے موبائل میں تصویریں اتارنے لگا۔

"یہ کیا کر رہے ہو؟" خود کو یوں اس کی گرفت میں دیکھ کے وہ بوکھلا اٹھی۔

"تصویریں لے رہا ہوں۔" دلکشی سے مسکراتے ہوئے اس نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے پھر سے سیلفی لی تو وہ مچلی۔

"ایسے کون لیتا ہے تصویریں؟" وہ دبے دبے لہجے میں بولی، اس کا اشارہ ان کے اندازِ قربت کی طرف تھا۔

"مجھے تمہارے ساتھ یونہی تصویریں لینی ہیں تاکہ جب بھی میں انہیں دیکھوں تو مجھے محسوس ہو کہ تم میری ہو چکی ہو۔" بھاری لہجے میں کہتے ہوئے وہ اسے یونہی تھامے اس کی جانب جھکا تو ملیحہ نے گھبراتے ہوئے فوراً اپنی آنکھیں بند کیں۔

اس کے آنکھیں موندتے ہی اسے اپنی پیشانی پہ اس کے پر تپش لمس کا احساس ہوا تو دل ایک لمحے کو سکڑ سا گیا۔

"آنکھیں کھول لو جنگلی بلی ورنہ مجھے شدت سے رخصتی نہ ہونے کا قلق جاگ اٹھے گا۔" ذو معنی لہجے پہ ملیکہ نے کرنٹ کھا کے آنکھیں کھولیں تو نگاہیں اس کی شریر آنکھوں سے جا ٹکرائیں تبھی وہ فوراً اس کے حصار سے نکلتی کچھ فاصلے پہ جا کھڑی ہوئی۔

"اب جاؤ تم، تصویریں بن گئی ہیں نا۔" وہ کتراتے ہوئے انداز میں گویا ہوئی۔

"لیکن رومانس تو تم نے کرنے ہی نہیں دیا۔" وہ زچ کرنے والے انداز میں گویا ہوا تو ملیکہ کے اندر کی خونخوار لڑکی بیدار ہونے لگی۔

"تو ابھی جو کیا ہے وہ رومانس نہیں تھا تو کیا تھا؟" وہ دبے دبے لہجے میں غرائی تو جواباً اس کے بلند قہقہے پہ اسے اپنی جذباتیت کا احساس ہوا تو چہرہ فوراً سرخ پڑا۔

"تم ایک نمبر کے بدتمیز انسان ہو، نکلو میرے کمرے سے۔" وہ ساری شرم و حیا سائیڈ پہ کرتی اس پہ غرائی کیونکہ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ جان بوجھ کے اس پہ حاوی ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔

Urdu Novels Ghar

"چلو باقی لڑائی پھر کر لینا، گفٹ لے لو مجھ سے ورنہ پھر دوستوں کے سامنے شو کیسے مارو گی؟" بائیں آنکھ دباتے ہوئے اس نے دوبارہ سے اسے اپنے قریب کیا تو اس کے دوپٹہ سرکانے پہ وہ اس کی بات کو فراموش کرتی دل کی پاگل ہوتی دھڑکنوں کو شمار کرنے لگی۔

"س۔۔ سجاول پلیز، میں خود پہن لوں گی۔" اس کی مضبوط انگلیوں کا پہلا پہلا لمس اپنی گردن پہ محسوس کر کے اس کے بدن پھریری سی دوڑ گئی جبکہ ہتھیلیاں پسینے سے پسیجنے لگیں تو وہ لرزتی آواز میں منمنائی۔

"اب اتنا تو حق رکھتا ہوں نا۔" دھیرے سے کہتے ہوئے اس نے گولڈ کا لاکٹ اس کی گردن کی زینت بنایا تو اس کی قربت کے زیرِ اثر اس کا چہرہ گل و گلنار ہونے لگا۔

"نکاح مبارک میری جنگلی بلی۔" دھیرے سے کہتے ہوئے اس نے اس کی کنپٹی کو چھوا اور اسے اپنی گرفت سے آزاد کیا تو وہ فوراً فاصلے پہ ہوئی۔

"جنگلی بلی کا یہ قاتل روپ مجھے بہکا رہا ہے اس لیے سجاول چوہدری بہتر یہی ہے کہ یہاں سے نکل چلو ورنہ تیری عزت سلامت نہیں رہے گی۔" ایک بھرپور نگاہ اس کے دلکش سراپے پہ ڈالتے ہوئے

اس نے خباثت سے کہتے ہوئے دروازے کی جانب دوڑ لگائی اور جب تک بات اس کی سمجھ میں آتی وہ کمرے سے غائب ہو چکا تھا جبکہ وہ اسے زیرِ لب مہذب الفاظ سے نوازتی وہ اس کی حرکتوں کو یاد کرتی چہرہ دونوں ہاتھوں میں ڈھانپ گئی۔

"ہم کہاں جارہے ہیں؟" سجاول لوگوں کے گھر سے واپسی کے دوران بیچ راستے میں شہریار نے اپنی گاڑی میں موجود لڑکیوں کو شہیر اور شاہ میر کی گاڑی میں بٹھایا اور خود فرشتے کو ساتھ لیے گاڑی بھگانے لگا۔

"ہنی مون پہ۔" اس قدر الٹے جواب پہ فرشتے آنکھیں پھاڑ کے اسے دیکھنے لگی جو اب کوٹ اتارے شرٹ کے کف فولڈ کیے، اوپری دو بٹن کھولے خاصے رف حلیے میں تھا۔

"یہ ہنی مون کا کون سا ٹائم ہے؟" ایک نظر شیشے کے پار اندھیرے پہ ڈالتے ہوئے وہ خفگی نما انداز میں بولی گویا اس کا مذاق پسند نہ آیا ہو۔

"آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ہنی مون کے لیے یہی ٹائم موافق رہتا ہے۔" اس کے لہجے کی ذومعنویت پہ اس کے چہرے پہ گلابی پن چھلکا۔

"آپ سیدھی بات کیوں نہیں بتا رہے؟" اس کی باتوں اور گاڑی کی سپیڈ پہ جھنجھلاتی وہ دبے دبے لہجے میں چیخی تو شہریار نے بغور اس کی جانب دیکھا جو بلیو ڈریس کے اوپر بڑی سی چادر اوڑھے اس کے حواسوں پہ سوار ہو رہی تھی۔

"سیدھی بات بتا تو رہا ہوں کہ آپ کے ساتھ کچھ ٹائم اکیلے گزارنا چاہتا ہوں اس لیے یہاں سے جا رہے ہیں۔" اس نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تو فرشتے کی دل کی دھڑکنیں بے ساختہ رفتار پکڑنے لگیں۔

"لیکن جا کہاں رہے ہیں؟" اس کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

"اسلام آباد۔" اب کی بار شہریار نے یک لفظی جواب دیا۔

"تو اتنی دور جانے کی کیا ضرورت تھی، آپ نے اکیلے رہنا تھا تو وہیں کسی ہوٹل میں رک جاتے۔" اس نے نالاں لہجے میں جواب دیا تو شہریار اس کے جواب پہ عش عش کر اٹھا۔

"مشورہ اچھا ہے لیکن کسی رومانس نام کی شے سے واقف ہیں آپ؟" اس نے اپنے انداز میں موضوع بدلا تو وہ گڑبڑائی۔

"اس سب میں رومانس کہاں سے آگیا؟" وہ منمناتی ہوئی رخ پھیر گئی۔

"کیونکہ مجھے آپ کے ساتھ پرسکون سی فضا میں وقت گزارنا تھا اس کو آپ رومانس کے زمرے میں لے سکتی ہیں ورنہ ہوٹل سے اچھا میرا اپنا روم ہے۔" پر تپش سے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اس پہ بھرپور نگاہ ڈالی تو اس کی بے باک نگاہوں کی لپک پہ فرشتے کا دل زوروں سے دھڑکنے لگا۔

"مجھے ڈریس چینج کرنا ہے۔" ہوٹل کے پر آسائش اور کشادہ سے روم میں پہنچنے کے بعد اپنے ہیوی ڈریس سے پریشان فرشتے نے اپنا موبائل چارجنگ پہ لگاتے شہریار کو مخاطب کیا تو وہ اس کی جانب پلٹا۔

"میں نے ہوٹل مینیجمنٹ سے بات کرلی تھی، آپ وارڈروب چیک کریں، انہوں نے ڈریسز ہینگ کر دیے ہوں گے۔" اسے کہتے ہوئے اس نے دوبارہ موبائل سکرین پہ نگاہ ڈالی جہاں بلنک کرتی میسج کو دیکھ کے اس کے چہرے کے تاثرات سپاٹ ہو گئے۔

"یہ ڈریس میرے لیے رکھوایا ہے آپ نے؟" اس کی گھٹی گھٹی سی استعجابیہ آواز پہ وہ چونکتا ہوا پلٹا تو اس کے ہاتھوں میں گرے جرسی نما شرٹ اور بلیک ٹراوزر پہ نگاہ پڑتے ہی اس کے آئبرو بے ساختہ سکڑے۔

ایک نظر ڈریس پہ ڈال کے اس نے اس کے چہرے کو دیکھا جو نجانے شرم یا غصے کی شدت سے دہک رہا تھا۔

"اس ڈریس میں کیا برائی ہے؟" اس کے رسانیت سے استفسار کرنے پہ فرشتے جو کپڑوں کو گھور رہی تھی اس نے آنکھیں پھاڑ کے اسے دیکھا۔

"آپ واقعی پٹھان ہی ہیں نا؟" فرشتے نے طنزیہ انداز میں استفسار کیا تو اس کی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے شہریار زیرِلب مسکرایا۔

"کون سے ثبوت چاہیے آپ کو؟" اس نے سکون سے بیڈ کراون سے ٹیک لگاتے ہوئے اسے دیکھا جو آگ و شبنم کا ملاپ بنی نظر آ رہی تھی۔

"مجھے کوئی ثبوت نہیں چاہیے لیکن میں بتا رہی ہوں کہ میں یہ کپڑے نہیں پہنوں گی۔" اس کی چمکتی نگاہوں سے خائف ہوتی وہ جھنجھلائی۔

"ڈریس میں کوئی قباحت نہیں ہے، مسئلہ صرف شرٹ کا ہے نا تو وہ بہت لوز ہے اس لیے آپ کو شارٹ فیل نہیں ہو گی۔" اس کی روہانسی شکل دیکھ کے اب کے اس نے سنجیدگی سے کہا لیکن وہ خوش دکھائی نہ دی۔

"لیکن نہ تو اس کے ساتھ چادر ہے اور یہ۔۔۔۔" اس نے کترائے سے انداز میں جینز اس کے سامنے لہرائی تو وہ گہری سانس بھرتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"فرشتے ڈونٹ بی پینک، میں نے جب روم سروس کے لیے ہوٹل پہنچنے سے پہلے کال کی تھی تو میں انہیں یہ بات کلیئر نہیں کر سکا لیکن مجھے یہ بتائیں کہ کس کے سامنے آپ یہ ڈریس پہننے سے ہچکچا رہی ہیں؟" رسانیت سے کہتے ہوئے اس نے کپڑے اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے بیڈ پہ اچھالے اور تھوڑی پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اس کا چہرہ قدرے اوپر کو اٹھایا تو اس نے لحظہ بھر کو اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے فوراً پلکوں کی چلمن گرا دی۔

"میرے سامنے آنے سے ہچکچا رہی ہیں تو یہ بنتا بھی ہے کیونکہ آپ جانتی ہیں کہ آپ کا ہر روپ مجھے ہوش و حواس کھونے پہ مجبور کر دیتا ہے۔" دھیرے سے اس کے سر پہ ٹکا دوپٹہ سرکاتے ہوئے اس نے مدھم لہجے میں کہا تو وہ فوراً دو انچ پیچھے کو کھسکی۔

"شہ۔۔۔" اس کے فوراً فاصلہ پاٹنے پہ اسی قربت کو محسوس کر کے اس نے مچل کے اسے پکارنا چاہا جب وہ اس کے ہونٹوں پہ اپنی انگشت شہادت ٹکاتا دوسرے ہاتھ سے دوپٹہ سرکا گیا جبکہ فرشتے گویا راہ فرار تلاش کرتی خود میں سمٹنے لگی کیونکہ اس پل اس کی بے باک نگاہیں اسے خود میں اترتی محسوس ہو رہی تھیں۔

دوپٹہ جب سر سے سرکا تو شہریار نے بایاں ہاتھ بڑھاتے ہوئے اس کے بِن میں لگی ہیئر پن کو چھونا چاہا تو وہ فوراً ہوش میں آتی فاصلہ بڑھا گئی۔

"مم۔۔میں چینج کر آوں۔" وہ جلدی سے بیڈ پہ پھینکے گئے وہی کپڑے اٹھاتی واشروم کی جانب بھاگ گئی جبکہ وہ اس کے یوں بھاگنے پہ فتح مندی کے احساس سے سرشار سا مسکرا دیا۔

"آپ نے بلایا اس وکیل کو ملنے کے لیے؟" حاقان صاحب نے عالم صاحب کے اچانک پوچھنے پہ قہوے کی پیالی ہونٹوں سے ہٹاتے ہوئے انہیں دیکھا۔

"بلایا تھا میں نے لیکن کہتا ہے کہ صابر کیانی نے ملنے سے منع کیا ہے کہ جب تک ہم شہریار سے بات نہیں کر لیتے تب تک وہ نہیں مل سکتا۔" وہ سخت کبیدہ خاطر دکھائی دے رہے تھے۔

"اور آپ کو کیا لگتا ہے کہ وہ ہمارے بلانے پہ آجائے گا؟" عالم صاحب نے ایک اہم پوائنٹ کی طرف ان کی توجہ دلوانی چاہی تو وہ بھی چونکے۔

"اتنی اچھی توقع تو مجھے اس سے بھی نہیں ہے لیکن اب کرنا تو پڑے گا، ضرورت کے وقت تو گدھے کو بھی باپ بنانا پڑتا ہے۔" وہ متکبر لہجے میں گویا ہوئے۔

"کس گدھے کو باپ بنانا چاہتے ہیں آپ لوگ؟" اچانک حبیب صاحب ہال میں داخل ہوتے ہوئے بولے تو دونوں اپنی اپنی جگہ جزبز سے ہو گئے۔

"ہے ایک شخص تم چھوڑو، یہ بتاو کہ پھلوں کی گنتی ہو گئی؟" حاقان صاحب نے سر جھٹکتے ہوئے موضوع گفتگو بدلا تو حبیب صاحب وہیں ان کے قریب رکھے رنگ برنگے پیڑھے پہ بیٹھ گئے۔

"جی گنتی بھی ہو چکی ہے اور مال شہر بھی پہنچا دیا ہے۔" باپ کو جواب دیتے ہوئے انہوں نے ملازم کے ہاتھ سے قہوے کی پیالی تھامی جو اس نے سرعت سے وہاں پڑی تپائی سے اٹھا کے اسے دی تھی۔

"آغا جان میرے خیال میں اب ہر قسم کا خطرہ ٹل چکا ہے تو آپ ثوبان اور صبور خاناں کو شہر سے بلوا لیں۔" کچھ دیر کے بعد حبیب صاحب سنجیدگی سے گویا ہوئے تو ان دونوں نے ایک نظر ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر ان کی جانب متوجہ ہوئے جو ان کے جواب کے ہی منتظر تھے۔

"ابھی ہم ان کو واپس نہیں بلا سکتے، دشمن تاک میں بیٹھا ہے کسی بھی وقت حملہ کر سکتا ہے۔" انہوں نے بارعب انداز میں ان کی بات رد کی تو عالم صاحب کے چہرے پہ اطمینان اور حبیب صاحب کے چہرے پہ جھنجھلاہٹ پھیل گئی۔

"عجیب بات ہے آغا جان، آپ نجانے کس دشمنی کو لے کے بیٹھے ہوئے ہیں جو ہمیں تو کبھی دکھائی نہیں دی، کون سے حملہ یا وار ہوئے ہیں اتنے سالوں میں آفریدیوں کی جانب سے؟" انہوں نے تیکھے انداز میں باپ سے پوچھا تو مارے غصے کے ان کے ماتھے کی رگیں پھولنے لگیں۔

"میرے خیال میں بیٹی تم نے خوشی سے نہیں دی بلکہ ونی ہو کے گئی ہے اس لیے بیٹی کے سسرالیوں کی ہمدردیاں تم پہ جچ نہیں رہیں۔" عالم صاحب نے زہر میں بجھا تیر پھینکا۔

"یہ تو ہونا ہی تھا، برسوں پہلے ہم ونی لے کے آئے تھے اس بار داوان کا چل گیا تو کیا ہوا؟" انہوں نے طنزیہ انداز میں بھائی کو کہا تو ماحول کی کشیدگی بڑھنے لگی۔

"خاموش رہو تم دونوں، میں ابھی زندہ ہوں مجھے پتہ ہے کہ کیا کرنا ہے۔ صبور اور ثوبان خاناں ابھی واپس نہیں آئیں گے جب مجھے لگا کہ ماحول ٹھیک ہے میں بلوالوں گا۔" حاقان صاحب نے دوٹوک انداز میں کہا تو حبیب صاحب صبر کے کڑوے گھونٹ بھر کے رہ گئے۔

"فرشتے! لکھ کے دے سکتا ہوں کہ واشروم میں آپ مزید دو گھنٹے بھی بند رہیں تو تب بھی یہ جینز آپ کی شلوار قمیض میں تبدیل نہیں ہوگی۔" آدھ گھنٹے سے زیادہ کا وقت گزرنے کے بعد اس نے ایک نظر واشروم کے بند دروازے کو دیکھتے ہوئے کہا تو اندر دروازے کے ساتھ کھڑی فرشتے اچھل سی گئی

اور ایک کھا جانے والی اپنے بلیو ہیوی ڈریس کو دیکھا کہ اگر آج یہ ہیوی نہ ہوتا تو اسے اس صورتحال کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔

"میں کیسے ان کے سامنے ایسے جا سکتی ہوں جبکہ وہ دیکھتے ہی ایسے ہیں گویا اندر تک گھسا لیں گے آنکھیں۔" وہ دھڑکتے دل کے ساتھ اس کی نگاہوں کی پر شوق لپک یاد کرتی ہوئی بڑبڑائی اور پھر دل مضبوط کرتی وہ بلیو ڈریس کا دوپٹہ اٹھا کے اپنے گرد لپیٹنے لگی۔

"میں آپ کو پہلے بتا رہی ہوں کہ مجھے سخت نیند آئی ہے اس لیے مجھے تنگ ہرگز نہ کیجیے گا۔" واشروم سے نکلتے ہی وہ حفظِ ماتقدم کے طور پہ اونچی آواز میں بولتی ہوئی بنا بالوں کو سلجھائے اسی طرح خود کو دوپٹے میں کور کیے بیڈ کی بائیں جانب بڑھی تو اس نے آنکھیں سکیڑتے ہوئے اس کی حرکت کو ملاحظہ کیا۔

"فرشتے بیڈ پہ آنے کی اتنی جلدی ہرگز نہ کیجیے گا ورنہ آپ کو مہلت نہیں ملے گی۔" وہ اچانک سرد لہجے میں بولا لیکن لہجے کی ذو معنویت پہ فرشتے کے قدم وہیں ٹھٹھک گئے جبکہ دل گویا کانوں میں دھڑکنے لگا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟" اس نے سبز نگینے اٹھا کے اس کی جانب دیکھا جو اسی کی جانب تک رہا تھا۔

"مطلب میرا آپ پہ میں عملاً ظاہر کروں گا کیونکہ یہاں آنے سے قبل میں ایک بات تو کلیئر کر چکا تھا کہ ہم یہاں کس مقصد کے لیے آئے ہیں؟" وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوتا اس کی جانب بڑھا تو فرشتے کے پیر گویا سن ہونے لگے۔

"مجھے ہنی۔۔ہنی مون نہیں منانا ہے۔" اس کے بڑھتے قدموں کو دیکھتے اور الفاظ کو ذہن میں دہراتے ہوئے اپنے ارادے سے آگاہ کرنا چاہا تو وہ کھل کے مسکرایا اور فاصلہ مزید کم کیا۔

"لیکن مجھے منانا ہے تو اس بار آپ میری چاہت کا خیال رکھیں تو جب آج سے پچیس سال بعد ہم بچوں کی شادیوں سے فارغ ہو کے دوسرا ہنی مون منانے آئے تو ایک دن کی مہلت دے کے میں آپ کی چاہت کا خیال کر دوں گا۔" اپنی طبیعت کے بر خلاف وہ شرارت سے بھرپور لہجے میں بولا تو اس کی بات سنتی فرشتے کا چہرہ فوراً سرخ پڑا جبکہ ہتھیلیاں پسینے میں بھیگنے لگیں۔

"شہریار پلیز۔" اس کے بڑھتے ہاتھ دیکھ کے وہ حیا آمیز لہجے میں گویا ہوئی، اس لمحے اس شخص کی گستاخیاں اسے مرجان بیگم کے تلخ الفاظ اور مزموم ارادوں سے بیگانہ کر رہی تھیں۔

"جب شوہر آپ پہ پوری طرح سے فریفتہ ہو تو قربت کے ان لمحات میں اس کا نام لینے سے گریز کرنا چاہیے۔" اس کے گلابی لرزتے ہونٹوں پہ دھیرے سے انگوٹھا پھیرتے ہوئے وہ اس دہکتے لمس اور آنچ دیتے الفاظ پہ فرشتے نے فوراً لب بھینچتے ہوئے چہرے کا رخ موڑا۔

"مجھ سے میری ہی شدتوں کی وجہ سے گریزاں ہو کے میرے شوقِ جذبات کو ابھارا نہ کریں۔" دوپٹہ دھیرے سے بیڈ پہ ڈالتے ہوئے اس نے اس کے گھنیرے بالوں میں انگلیاں پھنسائیں تو اس کی بات کا مطلب سمجھتی فرشتے کی ریڑھ کی ہڈی تک سنسنا اٹھی۔

"شوہرج۔۔جتنا مرضی فریفتہ ہو لیکن جب کوئی شے مکمل میسر آجائے تو اس سے اکتاہٹ ہونے لگتی ہے۔" اس نے اپنے اندر کے خوف کو بالآخر باہر نکالا تو اس کے بالوں کی بھینی بھینی سی خوشبو محسوس کرتا شہریار ٹھٹھکا۔

"ایڈکشن کے بارے میں سنا ہے کبھی؟ جانتی ہیں کہ کتنی ظالم شے ہوتی ہے؟ وہی ظالم شے ہیں آپ میرے لیے کیونکہ میری ایڈکشن ہیں آپ، میسر شے کی قدر کم ہوتی ہو گی لیکن ہمارے رشتہ کوئی بے جان شے نہیں ہے بلکہ یہ ایسا پودا ہے جس کو ہمیں دن رات محبت، عزت اور اعتبار کے پانی سے بھگونا

ہے۔" وہ بھاری لہجے میں بولتا ہوا اسے تفاخر میں مبتلا کر گیا کیونکہ چاہے جانے کا خوبصورت احساس ہر عورت کو بھاتا ہے۔

"اور مجھے امید ہے کہ جلد ہی یہ پودا ہمیں ننھے ننھے بھی دے گا۔" دھیرے سے اس کی کنپٹی کو چھوتے ہوئے اس نے شریر لہجے میں کہا تو وہ خود میں سمٹنے لگی۔

"پھر کیا خیال ہے شہری انداز میں خدمات حاصل کر لوں کیونکہ آج تو روپ سروپ بھی موقع محل کے مطابق ہے۔" گہری نگاہ اس کے دوپٹے سے بے نیاز سراپے پہ ڈالتے ہوئے اس نے بے باک لہجے میں کہا تو وہ بدکی۔

"میں ڈانس نہیں کروں۔۔۔ آہ شہریار!" وہ مزاحمتی انداز میں بول ہی رہی تھی کہ شہریار نے ہاتھ پکڑتے ہوئے اسے ہلکا سا گھمایا تو وہ فوراً ایک جھٹکے سے اس کے سینے سے آ لگی۔

جبکہ شہریار نے جیب سے ہاتھ نکالتے ہوئے فوراً اس لمحے کو قید کرنے کی کوشش کی جس میں وہ حواس باختہ سی اس کی آنکھوں کو تک رہی تھی۔

"اس لمحے ساری باتوں کو فراموش کر کے یہ پل محسوس کریں جو زندگی کے خوبصورت پلوں میں شمار ہوں گے۔" اس کو دھیرے سے گھماتے ہوئے اس نے اس کی پشت سینے سے لگاتے ہوئے سرگوشی کی تو اس نے حجاب آمیز انداز میں اس کے اپنے گرد جمے ہاتھوں پہ اپنے ہاتھ جمائے تو وہ کھل کے مسکرایا اور اس کے کندھے پہ لب جمائے۔

ان پلوں کو انجوائے کرتے ہوئے وہ ہر پل کو اپنے موبائل کیمرے میں قید کیے جا رہا تھا جبکہ وہ یوں اس حلیے میں اس کے ساتھ اس اندازِ قربت میں تصویریں بناتی شرم سے گلنار ہوتی جا رہی تھی۔

اچانک شہریار کے موبائل کی رنگ ٹیون بجنے پہ وہ دونوں ایک دم سے چونکے تو شہریار نے بنا موبائل سکرین کو دیکھتے ہوئے آف کا بٹن دبایا اور اس کی تھوڑی کو چھوا جس کا دھیان بھٹک چکا تھا۔

"میرا موبائل پتہ نہیں کدھر ہے شاید سجاول ب۔۔۔" وہ اچانک خیال آنے پہ بول رہی تھی جب وہ اس کے الفاظ کو اپنی گرفت میں لیتے ہوئے اس کی سانسوں پہ قابض ہوا تو اس کے بازوؤں میں ہلکا سا پیچھے کو جھکی فرشتے نے بے ساختہ دونوں ہاتھوں سے اس کی شرٹ کو دبوچا۔

"رقیبِ جان کا تذکرہ ضروری ہے کیا؟" کچھ لمحوں بعد اس کی سانسوں کو روانی بخشنے کو وہ دھیرے سے سیدھا ہوا اور گھمبیر لہجے میں بولتا ہوا اس کے جواب دینے سے قبل اس کی شہہ رگ پہ جھکا تو وہ چکرا سی گئی۔

"مجھے پیاس لگی ہے۔" ایک دم سے اس کے ہونٹوں پہ ہاتھ رکھتی وہ فوراً اس کی گرفت سے نکلی اور سائیڈ ٹیبل پہ رکھے جگ سے پانی کا گلاس بھرتی غٹا غٹ حلق میں اتارنے لگی۔

"اب میری پیاس بجھانے کی باری ہے۔" اس کے پانی پیتے ہی اس نے اسے اپنے بازووں میں اٹھایا تو اس کے ارادوں کو جانتی وہ شدت سے دھڑکتے دل کو سنبھالتی اس کا کالر جھکڑ گئی جو اسے بیڈ پہ لٹاتا اس کے ماتھے پہ جھک رہا تھا۔

لمحہ بہ لمحہ گزرتی رات میں جہاں شہریار کی گستاخیاں اور بے باکیاں بڑھتی جا رہی تھیں وہیں فرشتے کی مدہوشیاں بھی سر چڑھ کے بول رہی تھیں جبکہ صوفے پہ پڑے شہریار کے کوٹ کی اندرونی پاکٹ میں موجود فرشتے کے موبائل پہ مسلسل ایک ہی نمبر بلنک کرتا اپنی ناقدری پہ ماتم منائے جا رہا تھا۔

"ملیکہ، خدا کے لیے اپنا پھیلاوا تو سمیٹ لیا کرو۔" رائمہ بیگم اس کے روم میں بکھری چیزوں کو سمیٹتے ہوئے بول رہی تھیں جبکہ وہ کسلمندی سے بکھرے بالوں کا جوڑا بناتی ہوئی ڈریسنگ مرر کے سامنے رکھے سٹول پہ ٹک گئی۔

"اماں کم از کم آج کے دن تو یہ اپنے ازلی طعنے بند کر دو ابھی کل ہی تو میرا نکاح ہوا ہے۔" ماں کی بات کو مکمل نظر انداز کرتے ہوئے اس نے شاکی لہجے میں کہا تو رائمہ بیگم نے کھا جانے والی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"اسی نکاح کی وجہ سے ہی کہہ رہی ہوں کہ نکاح تو خوش قسمتی سے ہو گیا ہے لیکن اب کچھ عقل کو ہاتھ پیر مار لو اور کام کرنے کے ساتھ اپنا پھیلاوا بھی سمیٹا کرو۔" وہ بیٹی کی اس عادت سے بہت نالاں تھیں کہ وہ سارے کام کرتی تھی لیکن پھیلاوا مچا کے رکھتی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے، اب ناشتہ ملے گا؟" اس نے جمائی لیتے ہوئے جان چھڑانی چاہی۔

"ناشتہ تم نچلے پورشن میں جا کے ہی کرنا، رائمہ بھابھی کی طبیعت کل رات سے اچانک خراب ہو گئی ہے تو جا کے ناشتہ بناو اور ان کو بھی کرواو اور خود بھی کرو۔" وہ مصروف سے انداز میں بولیں تو اس کو جھٹکا سا لگا۔

"میں؟ میں جاوں نیچے؟" اس نے بے یقینی سے استفسار کیا تو رائمہ بیگم نے گھور کے اسے دیکھا۔

"پہلی دفعہ جانا ہے کیا؟" ان کے جواب پہ وہ سر پیٹ کے رہ گئی، اسے سمجھ نہیں آئی تھی کہ اس کی اماں اس کے کل شام کو ہوئے نکاح کو جان بوجھ کے فراموش کیے ہوئے تھیں یا واقعی وہ اتنی لبرل تھیں کہ نکاح کے اگلے ہی دن کو بیٹی اس کے سسرال بھیج رہی تھیں۔

"اوکے جاتی ہوں میں۔" وہ اپنی سوچوں پہ سر جھٹکتی ہوئی اٹھی اور دوپٹہ کندھوں پہ پھیلانے لگی۔

"یہ رشتہ ہم نے اس لیے جوڑا ہے کہ دونوں گھر نزدیک آ سکیں اور ہمیں تم دونوں پہ پورا یقین ہے اس لیے ہم نہیں چاہتے کہ ہم دونوں گھروں میں جو چند لوگ ہیں وہ بھی ایک دوسرے سے مل نہ سکیں۔" اس کو باہر کی جانب بڑھتے دیکھ کے رائمہ بیگم سنجیدگی سے بولیں تو اس نے مڑ کے محبت سے انہیں دیکھا اور مسکراتی ہوئی نچلے پورشن کی جانب لپکی۔

آج لگتا ہے میں ہواوں میں ہوں

آج اتنی خوشی ملی ہے

آج بس میں نہیں ہے

من یہ میرا

آج اتنی خوشی ملی ہے

پراٹھا بیلتے ہوئے اس کے لب مسلسل گنگنا رہے تھے جب فریش سا سجاول تیار شیار اس کے پیچھے آن کھڑا ہوا۔

"مجھے اس بات کی خبر تھی کہ مجھ سے نکاح کی خوشی تم سے برداشت نہیں ہو گی اور تم اڑی اڑی پھرو گی۔" شریر اور فریش آواز پہ اس نے کرنٹ کھا کے رخ بدلا تو نگاہ اس پہ گئی جو اس سے کچھ فاصلے پہ کھڑا اپنے نم بالوں میں انگلیاں پھیر رہا تھا۔

اسے دیکھ کے ایک لمحے کو اس کا دل زوروں سے دھڑک اٹھا جبکہ گال پہ ایک دہکتا ہوا لمس بھی جاگنے لگا لیکن اگلے ہی لمحے وہ خود کو سنبھالتی ہوئی واپس چولہے کی جانب متوجہ ہوئی۔

"خوش فہمی ہے تمہاری۔" چاہنے کے باوجود بھی وہ لہجے میں در آنے والی تبدیلی پہ قابو نہ پا سکی۔

"حالانکہ تمہارے دل کی دھڑکنیں تو میرے بات سے سو فیصد متفق محسوس ہو رہی ہیں مجھے۔" دھیرے سے اس کے بے حد قریب کھڑے ہوتے ہوئے وہ اس کے کندھے پہ تھوڑی جماتے ہوئے گھمبیر لہجے میں بولا تو وہ اپنی جگہ سے اچھلی۔

"کک۔۔ کیا کر رہے ہو؟ پیچھے ہو ناپراٹھا جل جائے گا۔" وہ کانپتے ہوئے لہجے میں اس کے قطعی مختلف انداز پہ مکمل بوکھلاتی اسے پرے کرنے کی کوشش کرنے لگی لیکن اسے ایک انچ بھی اپنی جگہ سے ہلا نہ سکی۔

"آج تو ان پراٹھوں نے کیا بہت سی چیزوں نے ہمیں یوں ایک ساتھ دیکھ کے جل بھن سا جانا ہے۔" شریر لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اس کے دائیں رخسار کو ہونٹوں سے چھوا تو وہ لرزی۔

"چھوڑو مجھے ورنہ میں تائی جان کو آواز دوں گی۔" اس کی غیر متوقع بے باکی پہ وہ گھبرا اٹھی۔

"کیا کہو گی اپنی تائی جان سے؟" ایک ہاتھ میں اس کا دایاں ہاتھ جکڑے وہ اس کے ساتھ پراٹھا بنوانے لگا جبکہ دوسرا ہاتھ اس کے گلے میں پہنائے گئے لاکٹ کو چھوتا اس کی دھڑکنیں بڑھا رہا تھا۔

"یہی کہ تم مجھے تنگ کر رہے ہو۔" اس کی گردن پہ سرسراتی انگلیوں کی بے باک گردش پہ اس نے فوراً اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو سجاول نے پراٹھا توے سے اتارتے ہوئے چولہا بند کیا اور اس کا رخ اپنی جانب موڑا۔

"کیا تنگ کر رہا ہوں میں؟" اس کے چہرے پہ بکھری بالوں کی لٹ کو انگلی پہ لپیٹتے ہوئے اس کا لہجہ سرگوشی نما ہوا تو وہ رو دینے والی ہو گئی۔

"تم۔۔تم مجھے جان بوجھ کے تنگ کر رہے ہو نا؟" اس نے خائف انداز میں پوچھا تو اس نے مسکراتے ہوئے اس کی ناک کو چھوا۔

"خود ہی تو تم نے کہا تھا کہ شاہ رخ خان کی طرح صرف ڈائیلاگ ہی جھاڑ رہا ہوں تو سوچا اب زرا اس کی طرح رومینس بھی کر ہی ڈالوں۔" شرارت سے کہتے ہوئے وہ اس کی جانب جھکا جب اس نے خفگی سے ہاتھ اس کے سینے پہ جمائے۔

"شاہ رخ خان بننے کو کہا تھا عمران ہاشمی بننے کو نہیں۔" نروٹھے انداز میں بولتی وہ اسے قہقہہ لگانے پہ مجبور کر گئی، یونہی ہنستے ہنستے وہ اس کے ہونٹوں کی نرمی محسوس کرتا اسے لرزنے پہ مجبور کرتا اس کے الفاظ بری طرح سے خود میں جذب کر گیا جبکہ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے صبح صبح اس کی بے باکی پہ ششدر سی اسے دیکھتی رہ گئی۔

"سوچا عمران ہاشمی سے مکمل طور پہ ملوادوں۔" بائیں آنکھ کا کونہ دباتے ہوئے اس نے خباثت سے کہا تو وہ خجالت و شرمندگی سے اسے مارنے کو لپکی۔

"ایک نمبر کے بدتمیز اور بے شرم انسان ہو تم۔" اس کے سینے پہ مکے مارتے ہوئے وہ چیخی تو اس نے ہنستے ہوئے اسے ساتھ لگاتے ہوئے لب اس کے بائیں آئبرو پہ جمائے تو اس کی دھڑکنیں محسوس کرتی ملیکہ اپنی جگہ ساکت سی رہ گئی۔

"آپی! ملیکہ آپی!" اچانک عائزہ کی بلند آواز پہ وہ فوراً ہوش میں آتی اس کی گرفت سے نکلتی فریج کی جانب بڑھ گئی جبکہ وہ بھی خود کو کمپوز کرتا باہر کی جانب بڑھا تو ملیکہ نے پر سکون سا سانس لیتے ہوئے عائزہ کو دیکھا جو کچن میں داخل ہو رہی تھی۔

"شہری جتنا خود غرض بندہ میں نے آج تک نہیں دیکھا۔" شہیر نے سب پہ طائرانہ نگاہ ڈالتے ہوئے باآواز بلند کہا تو سب نوجوان پارٹی سمیت ایبک آفریدی نے بھی اسے دیکھا کیونکہ وہ اکثر ان لوگوں کی گپ شپ میں شامل ہوتے تھے۔

"کیوں کبھی شیشہ نہیں دیکھا کیا؟" شاہ زیب کی برجستگی نے محفل کو چار چاند لگا دیے۔

"تم سے میں بعد میں نپٹتا ہوں فی الحال میں شہری کی خود غرضی سے نپٹ لوں۔" شاہ زیب کو وارن کرتے ہوئے وہ واپس اپنی بات پہ آیا تو اب کی بار لڑکیاں بھی متجسس ہوئیں۔

"کیا گناہ سرزد ہو گیا اس سے؟" ایبک آفریدی نے سنجیدگی سے پوچھا تو وہ ان کی جانب کھسکا۔

"دیکھیں اپنے نکاح کے لیے اس نے اتنے دن کا آف لیا ہوا تھا اور اب جب مجھ غریب کے نکاح کی باری آئی ہے تو بیوی سمیت غائب ہو گیا ہے۔" اس نے اپنے دل کو رونا رویا تو لڑکیوں کے ٹولے میں چھپ کے بیٹھی شہر گل اس شخص کی بے باکی پہ پہلو بدل کے رہ گئی۔

Urdu Novels Ghar

"اگر یادداشت کام کرتی ہو تمہاری تو تمہارا کیس آغا جان کی عدالت میں وہی خود غرض بندہ ڈال کے گیا تھا۔" شاہ میر نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"تو کیا اب اس کیس کو لٹکا کے رکھے گا اب فیصلہ بھی ہو جانا چاہیے نا۔" ایک چور نگاہ لڑکیوں کے ٹولے پہ ڈالتے ہوئے اس نے کہا تو سب نے تاسف سے اس کی بے قراری دیکھی۔

"اپنی نگاہوں کو لگام دیں صاحبزادے ورنہ یہ جو چھوٹ ملی ہے نا اس کی بجائے نکاح تک مکمل پردہ ہو جائے گا۔" اس کی نگاہوں کی چوری پہ ایک آفریدی سنجیدگی سے بولے تو وہ گڑبڑایا جبکہ سارے کھل کے مسکرا دیے۔

"وکیل ایک ہے ہمارے گھر میں لیکن دفع سارے لگا دیتے ہیں۔" ان کی بلیک میلنگ پہ وہ بدمزہ سا بڑبڑایا۔

"اتنے اتاولے نہ ہو آ جائے گا دو تین دن میں پھر کر لینا تم بھی نکاح لکھوا لینا شہیدوں میں تم بھی نام۔" شاہ میر کی تسلی کے اس انداز پہ محفل ایک دفعہ پھر سے زعفران بن گئی جبکہ ہنستے مسکراتے ماحول کو انجوائے کرتے لوگوں میں کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ یہ پل پھر میسر نہیں ہونے تھے۔

"ہم نے واپس کب جانا ہے؟" کمرے کے باہر ٹیرس پہ دمکتی دھوپ کو انجوائے کرتے ہوئے اس نے ناشتے کرتے شہریار سے پوچھا تو اس نے نظر بھر کے اسے دیکھا جو صبح اس کے لائے گئے سٹالر کو اپنے گرد لپیٹے چائے سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

"جب آپ میری ایک فرمائش پوری کریں گی۔" اچانک وہ پر اسرار سا مسکراتا ہوا سکون سے بولا تو وہ الجھی۔

"کیسی فرمائش؟" اس نے استفہامیہ نگاہوں سے اسے دیکھا جو اس کی جانب جھکتا اسے چہرہ پاس لانے کا اشارہ کرتا جزبز سا کر گیا لیکن اگلے ہی لمحے اس کی کان میں کی گئی سرگوشی پہ اس کے جسم کو گویا سارا خون اس کے چہرے پہ آن سمٹا تھا۔

اس نے بے یقین اور متعجب نگاہوں سے اسے دیکھا جو گہری نگاہوں سے اس کے چہرے کو تک رہا تھا۔

"آپ۔۔ آپ ایک نمبر کے بدتمیز اور بے شرم انسان ہیں۔" شرم سے بھرپور انداز میں کہتی وہ کپ وہیں چھوڑتی اپنی جگہ سے اٹھی۔

"بات تو سنیں فرشتے۔" اس کے سرخ چہرے کو دیکھتے ہوئے اس کے دل میں ہلچل سی ہونے لگی۔

"ہرگز نہیں، آپ آج پورا دن مجھے مزید کچھ مت سنائیے گا۔" بھاپ اڑاتے چہرے کے ساتھ وہ اسے گھورتی ہوئی واپس کمرے میں بھاگی اور دونوں ہتھیلیاں دہکتے رخساروں پہ جمائے وہ منتشر دھڑکنوں کو شمار کرنے لگی جبکہ اس کی حالت پہ مسکراتا شہریار اپنے موبائل پہ آنے والی کال پہ مصروف ہو گیا۔

---------------------------،-------

"مجھے منظور ہے آپ کی بات۔" ایک نظر ٹیبل پہ پڑے پیسوں سے بھرے بریف کیس پہ ڈالتے ہوئے اس نے سپاٹ لہجے میں بولتے ہوئے کمرے میں موجود خاقان یوسف اور عالم یوسف زئی کو ششدر کر دیا جبکہ دوسری طرف کمرے کی کھڑکی کے پاس کھڑیں مرجان بیگم بھی اس کی اتنی جلدی رضامندی پہ ہل سی گئیں۔

"میں چھوڑ دیتا ہوں صابر کیانی کے خلاف کیس لڑنا لیکن میری ایک شرط ہے۔" وہ ان کے چہرے پہ ایک سرد نگاہ ڈالتا ہوا ان کو چونکا گیا۔

"کیسی شرط؟" عالم صاحب نے فوراً پوچھا۔

"آپ اپنے ہی خاندان کی کسی لڑکی کو ایک رات کے لیے میرے فارم ہاوس پہ بھیجیں گے۔" اس کی اچانک نمودار ہوتی آواز پہ ہر شے ساکت ہو گئی۔

"کیا بکواس کر رہے ہو تم؟" سب سے پہلے عالم صاحب کی مشتعل آواز نے کمرے میں چھائی خوفناک خاموشی کو توڑا لیکن ان کی آواز نے سامنے بیٹھے "شہریار میر آفریدی" پہ چنداں اثر نہ ڈالا۔

"آواز کو مدہم رکھیے عالم صاحب کیونکہ اس لمحے آپ اپنی آواز کا اس کمرے سے باہر نکلنا برداشت نہیں کر سکتے۔" اس کی سپاٹ اور قدرے جتاتی آواز گونجی تو وہ چاروناچار ضبط سے مٹھیاں بھینچتے وہیں بیٹھے رہ گئے۔

"ہمیں بلیک میل کرنے کی کوشش ہرگز نہیں کرو وکیل اور بات کو فائنل کرو لیکن اپنی گھٹیا شرط رکھے بغیر۔" حاقان صاحب اپنے ازلی متکبر و متنفر لہجے میں گویا ہوئے تو شہریار نے سلگتی نگاہوں سے ان کا چہرہ دیکھا اور پھر صوفے کی پشت چھوڑتا وہ دونوں کہنیاں اپنے گھٹنوں پہ ٹکاتا آگے کو ہلکا سا جھکا اور اپنی سیاہ آنکھیں ان کی آنکھوں میں گاڑھتے ہوئے چبھتے ہوئے انداز میں بولا۔

"اس شرط میں گھٹیاپن کیا ہے، ایک رات کی ہی تو بات ہے ایک رات میں کیا ہو جاتا ہے۔" اس کے لہجے کی چبھن پہ دونوں اپنی جگہ چور سے بن گئے۔

"ایک پٹھان ہو کے تمہیں اپنے ہی علاقے کی لڑکی کے بارے میں ایسی شرط رکھتے ہوئے شرم نہیں آ رہی؟" عالم صاحب پھر سے بولے لیکن اب کی بار لہجے کی تندہی میں کمی واضح محسوس ہو رہی تھی۔

"نہیں کیونکہ جب آپ لوگ پٹھان ہو کے ایک لڑکی کی عزت کا سودا کر سکتے ہیں تو میری اس شرط پہ یہ آپ لوگ اس قدر کیوں غیرت دکھا رہے ہے؟" اس کے سرد لہجے میں چھپی کاٹ پہ دونوں کے چہرے اہانت و سبکی کے احساس سے سرخ پڑنے لگے۔

"اس ساری بکواس کا مقصد کیا ہے؟" خاقان صاحب دبے دبے لہجے میں گرجے کیونکہ اس شخص کا اطمینان اور باتیں سن کے لگ رہا تھا کہ ان کی بات پہ منظوری دینا محض ایک فریب ہے۔

"میرا مقصد بہت واضح ہے کہ اگر صابر کیانی کی رہائی چاہتے ہیں تو ایک لڑکی کو میرے فارم ہاوس پہ ایک رات کے لیے بھیجنا ہو گا۔" اس نے واضح الفاظ میں اپنی ڈیمانڈ بتائی تو سب کو ایک بار پھر سے گویا سانپ سونگھ گیا تھا۔

"ہمیں تمہاری شرط منظور ہے۔" اچانک عالم صاحب کی بھاری آواز گونجی تو شہریار کے چہرے پہ تمسخر پھیل گیا جبکہ کمرے کے باہر کھڑی مرجان بیگم نے متجسس انداز میں سر مزید آگے کیا کہ آیا کہ اب کی بار سودا کس کا کیا جائے گا؟

"ہم ایک رات کے لیے تمہارے فارم ہاوس پہ فرشتے کی بہن 'بنفشے یوسف زئی' کو بھیج دیں گے۔" عالم صاحب کے ہونٹوں سے نکلنے والے الفاظ پہ جہاں شہریار کا رنگ مارے ضبط کے سرخ ہوا تھا وہیں کمرے کے باہر کھڑی مرجان بیگم لڑکھڑا سی گئیں اور ان کے ہاتھ میں پکڑا موبائل چھوٹ کے نیچے جا گرا۔

"مورے! ایک بات پوچھوں آپ سے؟" عالیان نے ایک نظر زمرد بیگم کے دائیں جانب نیم دراز بنفشے پہ ڈالتے ہوئے انہیں مخاطب کیا تو وہ فوراً اس کی جانب متوجہ ہوئیں۔

"سو باتیں پوچھو بچے۔" وہ محبت سے اس کی پیشانی پہ بکھرے بال سمیٹتی ہوئی بولیں تو اس نے ایک نظر ان کے ممتا سے دمکتے چہرے پہ ڈالی۔

"میں نے سنا ہے بعد مرنے کے بچے اپنے والدین سے ضرور ملتے ہیں تو کیا تب خانم مجھے اس محبت سے نوازیں گی جو میرا حق ہے؟" اس کے سوال میں اتنی تڑپ تھی کہ بنفشے ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی اور نم آنکھوں سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی جو زمرد بیگم کی شکوہ کناں نگاہوں سے نظریں چرا رہا تھا۔

"ایسی کون سی بات ہے جو تمہیں اندر سے کھا رہی ہے بچے کیوں تم ایسی باتیں کر کے میرا دل ہولائے جا رہے ہو؟" وہ روتے ہوئے بولیں تو عالیان کو گہری پشیمانی نے آن گھیرا۔

"مجھے معاف کر دیں مورے لیکن آپ کی بے انتہا محبت کے باوجود جب کبھی یاد آتا ہے کہ میں خانم کے وجود کا حصہ ہوں تو دل کرتا ہے کہ وہ مجھے بھی ایک دفعہ ایسے ضرور سینے سے لگائیں جیسے وہ صبور اور ثوبان لالہ کو لگاتی ہیں۔" اس کے لہجے میں چھپی کسک دونوں کے دل پہ برچھیاں سی چلا گئی۔

"وہ دن بھی ضرور آئے گا لیکن تم ایسا کچھ مت سوچا کرو، میں ہوں تمہاری بہنیں ہیں، تمہارے بابا ہیں سب تم سے بہت پیار کرتے ہیں۔" وہ اسے جھوٹی تسلی سے نوازتی دوسری جانب اس کی توجہ دلانے لگیں۔

"میرا دل بہت خود غرض ہے مورے، اتنی محبتوں کے باوجود مزید محبتوں کے لیے تڑپتا ہے۔" وہ بے بسی سے بولتا بنفشے کو دیکھنے لگا جو بھیگی نگاہوں سے اسے تک رہی تھی۔

"ایسے کیوں دیکھ رہیں؟" اس نے بنفشے سے پوچھا۔

"عالی! تم بدل گئے ہو، کچھ چھپا رہے ہو نا ہم سے؟" بنفشے نے کھوجنے والے انداز میں پوچھا تو اس کے چہرے پہ تاریک سا سایہ لہرایا۔

"میرے پاس چھپانے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے اس لیے آپ ایسا نہیں سوچو۔" وہ لہجے کو دانستاً نارمل کرتا ہوا بولا اور اس سے قہوے کی فرمائش کرتا وہیں مورے کی گود میں آنکھیں موندتا ہوا لیٹ گیا کیونکہ اسے پتہ تھا کہ دو چار دن میں اس سے یہ گود چھن جانے والی تھی۔

"تو میرا خیال ٹھیک رہا، صابر کیانی اور اس کے پالتو کتے اپنے گھٹیا ہتھکنڈوں پہ اتر آئے ہیں۔" وہ زہر خند لہجے میں بولتا دور تک نظر آنے والے خوبصورت مناظر پہ نگاہ ڈالتے ہوئے بلوٹوتھ کی مدد سے دوسری جانب موجود سجاول کی بات سننے لگا۔

"میرے اپارٹمنٹ پہ کسی بھی آفیسر یا میڈیا والے کو پہنچنے نہیں دینا کیونکہ اگر میڈیا وہاں تک پہنچی تو معاملہ اچھل سکتا ہے اور مجھے اس معاملے کو اپنے طور پہ ہینڈل کرنا ہے۔" اس نے سجاول کو فوری ہدایت دی کیونکہ اس وقت وہی وہاں موجود تھا۔

"میرے سسر الی صابر کیانی کے سب سے بڑے حمایتی ہیں اور جس کے وہ لوگ حمایتی ہوں وہ شخص میرے بک لسٹ میں کہیں نہیں رہتا اس لیے یہ بات تو کنفرم ہے کہ اس شخص کو سزا ملے گی لیکن سزا کیسی ہو گی اس کا تعین میں کروں گا کیونکہ اب کی بار فیصلہ میں سناوں گا۔" اس کے لبوں پہ پر اسرار سی مسکان پھیلی ہوئی اس کے خطرناک عزائم کا پتہ دے رہی تھی۔

جبکہ دوسری جانب اس کی بات سنتا سجاول ماحول کی کشیدگی کم کرنے کو خباثت سے بولا۔

"ڈائیلاگ تو پورے ہیرو والے بولے ہیں میں امپریس بھی ہو گیا ہوں لیکن بیوی کو لے کے اسلام آباد جا کے چھپ بیٹھنے والی بزدلانہ حرکت نے اسی امپریس دل کو توڑ ڈالا ہے۔" وہ مسکراتے دباتے ہوئے بولا تو شہریار نے زیرِ لب مہذب سے الفاظ سے اسے نوازا۔

"چھپ کے نہیں بیٹھا ہوں بلکہ یہ کسی کی سازش کو ناکام بنانے کی کوشش کی گئی ہے، میں اگر اسی وقت حویلی جاتا تو وہاں آئے ہوئے 'یوسف زئی' حویلی والے اپنا داو کھیل جاتے جو میں کم از کم ابھی تو نہیں چاہتا۔" اس نے اس کی غلط فہمی دور کی تو سجاول نے گھور کے اپنا موبائل دیکھا۔

"میں تمہاری باتیں سنتے ہوئے صرف ایک بات سوچ رہا ہوں۔" اچانک سجاول کی پرسوچ آواز گونجی تو شہریار نے فقط ہنکارہ بھرنے پہ اکتفا کیا تو وہ اس کے انداز پہ کڑھ کے رہ گیا۔

"تمہیں بیرسٹر ہونے کی بجائے ماسٹر گیم پلانر ہونا چاہیے تھا کیونکہ بیرسٹری سے زیادہ تو تم میں یہ سب کوٹ کے بھرا ہوا ہے۔" سجاول نے جل کے کہا تو اس کی بات سنتا وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔

"میری بیوی کا بھی یہی خیال ہے کہ مجھے بیرسٹر نہیں ہونا چاہیے تھا۔" اس کا شرمایا لجایا سا روپ تصور کرتے ہوئے وہ ذومعنی انداز میں بولا۔

"بھابھی ہیں کدھر؟" سجاول نے اچانک پوچھا۔

"وہ تیاری کر رہی ہیں کیونکہ کچھ ہی دیر میں ہم نکلنے والے ہیں۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"تبھی تم بھی بڑھ چڑھ کے بول رہے ہو کیونکہ سسرالیوں کے خلاف الفاظ بیوی کی غیر موجودگی میں ہی نکلتے ہیں۔" سجاول کے کمینگی سے بھرپور تجزیے پہ وہ سلگ اٹھا تو وہ دانت نکالتے ہوئے چند مزید باتیں کہتا کال کاٹ گیا۔

کال بند ہونے کے بعد وہ ہاتھ میں تھامی سگریٹ نیچے پھینک کے پیروں سے مسلتے ہوئے کمرے کی جانب بڑھا تو نگاہ سیدھا واشروم کے دروازے پہ ہاتھ رکھے نڈھال سی فرشتے پہ پڑی تو وہ سیدھا اس کی جانب لپکا۔

"کیا ہوا آپ کو؟ ٹھیک ہیں نا آپ؟" اس کے لہجے کی فکرمندی نے فرشتے کی آنکھوں کو بھیگنے پہ مجبور کر دیا اور اس کی گردن بے ساختہ نفی میں ہلی۔

"میرے دل میں پتہ نہیں کیا ہو رہا ہے، سر چکرا رہا ہے میرا۔" وہ بھیگی آواز میں بولی تو وہ تڑپ اٹھا اور فوراً اسے بازووں میں سمیٹتے ہوئے بیڈ کی جانب بڑھنے لگا۔

"ششش! سٹاپ کرائنگ، یہ پانی پیئیں پہلے۔" اسے بیڈ پہ بٹھانے کے بعد اس نے دھیرے سے اس کے رخساروں پہ بکھرے آنسو صاف کیے اور پھر پانی کا گلاس اس کے سامنے کیا جسے وہ خود تھامنے کی بجائے اسی کے ہاتھ سے پانی پینے لگی۔

"اب بتائیں مجھے کیا ہوا ہے؟ طبیعت زیادہ خراب ہے تو ڈاکٹر کو بلواوں؟" اس کا نم چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھامتے ہوئے اس نے نرم لہجے میں استفسار کیا تو وہ نفی میں سر ہلانے لگی۔

"صبح جو ناشتہ زبردستی آپ نے مجھے کروایا تھا اس سے میرا دل خراب ہو رہا ہے۔" وہ نروٹھے انداز میں کہتے گیلی سانس اندر کی جانب کھینچنے لگی تو وہ زیرِلب مسکرا اٹھا۔

"یعنی کے ساری کی ساری غلطی میری ہی ہے؟" متبسم لہجے میں بولتے ہوئے اس نے اس کے ماتھے پہ چپکے بال ہٹاتے ہوئے ماتھے پہ دھیرے سے اپنا لمس چھوڑا تو وہ بے ساختہ پلکیں موندتی سر اثبات میں ہلا گئی۔

"تو پھر مجھے ہی اس کا علاج بھی کرنا چاہیے نا۔" گھرے لہجے میں بولتے ہوئے وہ اس کے بال بائیں کندھے سے سمیٹتا ہوا اس کی گردن پہ جھکا تو وہ بے ساختہ مچلی۔

"ہمیں دیر ہو رہی ہے شہریار۔" اس کی منمناتی ہوئی مزاحمتی آواز بے ساختہ تھی لیکن اب وہ اس کے خود ساختہ علاج میں مصروف اپنی منمانیوں میں مصروف ہو چکا تھا۔

اس کے دست ولب اس کے چہرے اور گردن پہ گردش کرتے ہوئے اسے واقعی اس کی طبیعت خرابی سے بیگانہ کر گئے لیکن جب اس کی شدتیں مزید بڑھنے لگیں تو وہ بے ساختہ اس کی گرفت سے نکلتی فاصلے پہ ہوئی۔

"ہمیں گھر جانا ہے ابھی۔" وہ اسے سے نظریں چراتی اسی کے منگوائے ہوئے ییلو سادہ فراک کو ٹھیک کرتی اپنے کندھوں پہ دوپٹہ پھر سے سیٹ کرنے کی ناکام کوشش کرتی اپنی بکھری سانسوں کو متوازن کرنے لگی۔

"اس بار میں فقط علاج کی نیت سے قریب آیا تھا۔" بے باک لہجے میں بولتے ہوئے اس نے پھر سے قدم اس کی جانب بڑھایا تو وہ فوراً پیچھے کو کھسکی۔

"میری طبیعت اب بالکل ٹھیک ہے آپ پلیز جلدی کریں نا۔" وہ کتراتے ہوئے انداز میں کہتی اس کے لمس کی شدت سے سرخ پڑتے چہرے کو تھتھپاتی صوفے پہ پڑی اپنی چادر اٹھانے کو آگے بڑھی جبکہ وہ بھی مسکراتا ہوا وقت کی کمی کا احساس کرتے ہوئے اپنی چیزیں سائیڈ ٹیبل سے اٹھانے لگا۔

"ویسے دنیا کا سب سے چھوٹا ترین ہنی مون تم نے ہی نہیں منایا؟" شہریار کے کان میں زبردستی گھستے ہوئے شہیر نے سرگوشی کی جو کم از کم بھی ہال میں بیٹھے آدھے افراد نے تو ضرور سنی ہوگی اور جس کے حوالے سے یہ سرگوشی تھی اس کا دل چاہا وہ اس بےباکی پہ شرم۔سے ڈوب مرے۔

"تم فکر نہیں کرو تمہارا ٹائم پیریڈ صبح سے دوپہر دو بجے تک کا رکھیں گے۔" شہریار نے ایک نظر سب پہ ڈالتے ہوئے دانت کچکچاتے ہوئے اسے جواب دیا تو وہ دانتوں کی نمائش کرنے لگا۔

"بیٹا آپ ٹھیک ہیں نا؟ کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی آپ کو؟" ظہیر آفریدی فرشتے سے مخاطب ہوئے جو زونائیشے بیگم اور گلالئی کے درمیان بیٹھی تھی۔

"جی میں ٹھیک ہوں۔" وہ نرم لہجے میں بولتی ہلکا سا مسکرائی تو اس کے لہجے میں در آنے والی خوش آئند تبدیلی پہ سب بہت خوش ہوئے۔

"کیسا لگا شہر کا ماحول؟" انہوں نے اس کی اجنبیت کو کم کرنے کے لیے اس سے چھوٹے چھوٹے سوال پوچھنے شروع کیے جن کے جواب وہ دیتی اپنے خول سے باہر نکلنے لگی۔

سب اپنی ہی باتوں میں مگن تھے جب حاکم صاحب نے اپنی بارعب آواز میں سب کو اپنی جانب متوجہ کیا۔

"آج آپ سب کو یہاں اکٹھے کرنے کا مقصد یہ بتانا تھا کہ اگلے مہینے کے پہلے ہفتے میں شہیر خاناں اور شہر گل خاناں کی شادی ہے اس لیے آپ سب لوگ اپنی اپنی تیاری کر لیں۔" انہوں نے بغیر لگی لپٹی کے اپنا فیصلہ سنایا تو سب ہکا بکا رہ گئے کیونکہ پہلے ارادہ تو فقط نکاح کا تھا اب یوں اچانک شادی کی خبر سب کے لیے ہی شاکنگ تھی۔

"لیکن پہلے تو ارادہ صرف نکاح کا تھا۔" زونائیشے بیگم نے سسر اور شوہر پہ نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"پہلے ارادہ یہی تھا لیکن چونکہ بات ایک ہی گھر کی ہے تو بعد میں بچوں کے لیے مسئلہ ہو گا اس لیے بہتر ہے کہ نکاح کے ساتھ ساتھ ان کی رخصتی بھی کر دی جائے۔" انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں دلیل پیش کی تو شہیر کا دل چاہا کہ وہ اٹھ کے بھنگڑے ڈالنے لگے۔

"میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں آغا جان کا منہ چوم لوں۔" وہ شوقِ جذبات میں پھر سے شہریار کے کان میں گھسا تو وہ بدمزہ ہو تا فاصلہ بڑھا گیا۔

"آغا جان سامنے بیٹھے ہیں اس لیے یہ کام ان کے ساتھ ہی کرو تو بہتر ہے میرا منہ گندہ کرنے کی ضرورت نہیں۔" ٹکا کے اس کی بے عزتی کرتے ہوئے وہ اس کے کھلے منہ کو نظر انداز کرتا ہوا اپنے موبائل پہ آنے والی کال کی جانب متوجہ ہو گیا۔

"آپ کیوں صدمے میں چلے گئے ہیں؟" ظہیر آفریدی کا دھیان شہیر کے کھلے منہ کی جانب گیا تو ان کے پوچھنے پہ سب کا دھیان اس کی جانب ہوا تو وہ چونکا۔

"نہیں، میں صدمے میں نہیں بلکہ بہت خوشی میں ہوں۔" وہ فورا بلند آواز میں بولتا کچن میں کھڑی شہر گل سمیت بہت سوں کو ماتھا پیٹنے پہ مجبور کر گیا۔

"آہہہہ! شہریار آفریدی اپنی ذات کے نشے میں چور تم یہ بات بھول گئے تھے کہ تمہارا واسطہ اب کی بار مرجان بیگم سے پڑا ہے جو اپنے دشمن کی دکھتی رگ کو فوراً پکڑ لیتی ہے۔" چھوٹے سے موبائل کی سکرین پہ دکھائی دیتے کمرے کے منظر پہ شاطر نگاہیں جمائے وہ دل ہی دل میں بولتیں وہ ترپ کا آخری پتہ کھیلنے کے لیے اپنی بیٹی کے نمبر پہ کال ملانے لگیں لیکن گزشتہ کچھ روز کی مانند اب کی بار بھی کال نہ اٹھائی گئی تو ان کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا۔

"لعنت ہو تم پہ۔" وہ زہرخند لہجے میں کہتیں اپنے ذہن میں تانے بانے بن رہی تھیں جب میسج ٹیون پہ انہوں نے لپک کے اپنا موبائل پکڑا۔

"خانم! میں جانتی ہوں کہ آپ مجھ سے بہت پیار کرتی ہیں لیکن جب آپ میرے نکاح کے وقت مجھے دشمنوں کی حویلی بھیجنے کے لیے کچھ نہیں کر سکیں تو اب بھی کچھ مت کہیے، یہ ہوگی ہمارے دشمنوں کی حویلی لیکن یہ حویلی اب میرا گھر ہے جہاں مجھے عزت، مان اور محبت دی گئی ہے اس لیے ان لوگوں کے بارے میں بہتان بازی مت کریں مجھے تکلیف ہوتی ہے۔" جیسے جیسے وہ فرشتے کا میسج پڑھتی جا رہی

تھیں ویسے ویسے نفرت سے ان کا چہرہ سیاہ پڑھنے لگا اس پل حسد و انتقام میں اندھی اس عورت کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کے دل میں گولیوں کی برسات کر دیں۔

لیکن اگلے ہی لمحے خود پہ قابو پاتیں وہ پشتون لہجے میں وائس نوٹ ریکارڈ کرنے لگیں(یہ موبائل چلانا انہیں کچھ ماہ قبل عالم صاحب نے ہی انہیں سکھایا تھا)

"اپنے نام نہاد گھر والوں کی محبت میں ڈوبتے ہوئے تمہیں ماں کا کہا ہر لفظ بہتان بازی لگ رہا ہے تو اپنی آنکھوں سے اپنے عظیم شوہر کے کالے اور گھناونے کرتوتوں کا مظاہرہ دیکھ لو۔" وائس نوٹ جیسے ہی فرشتے کو ملا تو اس کی آنکھوں میں واضح الجھن پھیلی لیکن وہ ان کی بات کو ہوا میں اڑاتی موبائل (جو اسے شہر سے واپسی پہ شہریار نے واپس دے دیا تھا) بیڈ پہ پھینکتی واشروم کی جانب چل دی۔

جبکہ دوسری جانب اسے اپنی مرضی کے مطابق ویڈیو سینڈ کرنے سے پہلے انہوں نے عالم صاحب کو اوکے کا میسج کیا تو ان کی حسبِ منشاء حویلی کے گودام میں موجود عالیان گودام کے گرد اچانک بھڑک اٹھنے والی آگ کو دیکھتے ہوئے اپنی آنکھوں کو بھیگنے سے نا روک پایا۔

"بہت ظالم نفرت ہے آپ کی خانم، ہمارے مقدس رشتے کی محبت کو کھا گئی۔" دل ہی دل میں کہتے ہوئے اس نے شکستگی سے آنکھیں بند کرتے ہوئے دھیرے سے زمرد بیگم کو پکارا۔

"مورے!" اگلے ہی لمحے دھویں کی شدت سے سانس بند ہونے پہ وہ لڑکھڑاتا ہوا فرش پہ گر گیا جبکہ باہر لگی آگ مزید بھڑکنے لگی۔

بال سلجھاتے ہوئے وہ دل ہی دل میں شہریار کی منتظر بیڈ کی جانب بڑھی تو نگاہ موبائل پہ پڑی۔

فطری تجسس کے مارے اس سے لپک کے موبائل پکڑا اور مرجان بیگم کی چیٹ اوپن کرنے لگی جہاں انہوں نے کوئی ویڈیو سینڈ کی ہوئی تھی۔

ویڈیو کو ڈاونلوڈنگ پہ لگا کہ اس نے شہریار کا نمبر ملایا لیکن نمبر بند تھا اسی لیے ٹائم پاس کرنے کے لیے وہ مرجان بیگم کی بھیجی گئی ویڈیو دیکھنے لگی۔

ویڈیو سٹارٹ ہونے پہ دکھائی دینے والے منظر کو دیکھ کے اس کی آنکھیں ساکت ہوئیں۔

اسے اس شخص کو دیکھ کے حیرت نہیں ہوئی لیکن اسے اس شخص کو 'یوسف زئی' حویلی کے افراد کے ساتھ بیٹھے دیکھ کے وہ ضرور ششدر رہ گئی۔

وہ ابھی پہلے جھٹکے سے ہی نہ سنبھلی تھی کہ اچانک اس کی مضبوط آواز اس کے مان و محبت کے دھچکے اڑاتی چلی گئی۔

"مجھے منظور ہے آپ کی بات۔" ایک نظر ٹیبل پہ پڑے پیسوں سے بھرے بریف کیس پہ ڈالتے ہوئے اس نے سپاٹ لہجے میں بولتے ہوئے کمرے میں موجود حاقان یوسف اور عالم یوسف زئی کو ششدر کر دیا۔

"میں چھوڑ دیتا ہوں صابر کیانی کے خلاف کیس لڑنا لیکن میری ایک شرط ہے۔" وہ ان کے چہرے پہ ایک سرد نگاہ ڈالتا ہوا ان کو چونکا گیا۔

"کیسی شرط؟" عالم صاحب نے فوراً پوچھا۔

"آپ اپنے ہی خاندان کی کسی لڑکی کو ایک رات کے لیے میرے فارم ہاوس پہ بھیجیں گے۔" اس کی آواز فرشتے کے کانوں میں صور اسرافیل کی طرح پڑی تو اس کی رنگت سپید پڑنے لگی جبکہ ہاتھ یوں بے جان ہوئے کہ موبائل چھوٹ کے بیڈ پہ جا گرا۔

"ایڈکشن کے بارے میں سنا ہے کبھی؟ جانتی ہیں کہ کتنی ظالم شے ہوتی ہے؟ وہی ظالم شے ہیں آپ میرے لیے کیونکہ میری ایڈکشن ہیں آپ، میسر شے کی قدر کم ہوتی ہو گی لیکن ہمارے رشتہ کوئی بے جان شے نہیں ہے بلکہ یہ ایسا پودا ہے جس کو ہمیں دن رات محبت، عزت اور اعتبار کے پانی سے بھگونا ہے۔ "

کانوں میں ہونے والی سرگوشیاں اس کے رخساروں پہ بہنے والے آنسوؤں کو مزید روانی بخشنے لگیں۔

"نہیں!" وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو زور سے پکڑتی چلائی تو آواز کمرے کی دیواروں سے ٹکراتی واپس پلٹ آئی۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ضرور۔۔۔ضرور خانم کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہو گی۔" دل میں اٹھنے والی تڑپ کے باعث اس نے کانپتے ہاتھوں کے ساتھ دوبارہ سے موبائل کو پکڑا تو سامنے دکھائی دینے والا منظر پھر سے دل میں چھریاں چلا گیا۔

اس نے ویڈیو فورا بیک کرتے ہوئے مرجان بیگم کو نمبر ملانا چاہا لیکن اس سے پہلے ہی ان کا میسج آ گیا۔

اس نے جلدی سے پلے کیا تو ان کی کاٹ دار آواز گونجنے لگی۔

"کیا اب بھی تم اپنے سسرالیوں اور شوہر کی نام نہاد محبت کا دم بھرتی وہیں ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا کے بیٹھو گی؟" ان کے الفاظ پہ اس کی آنکھیں پھر سے بھیگنے لگیں، اس نے کانپتی انگلیوں کے ساتھ ان کا نمبر ملایا اور موبائل کان سے لگایا۔

"کیوں جھ۔۔ جھوٹ بول رہی ہیں آپ خانم؟" اس نے بنا ان کی آواز سنے دلگیر لہجے میں پوچھا تو وہ بھنا اٹھیں۔

"واہ واہ شوہر کی دو ماہ کی محبت ماں کی محبت سے زیادہ اہم ہو گئی ہے تمہارے لیے کہ آنکھوں دیکھی حقیقت کو جھٹلا رہی ہو؟ اگر میری بات پہ تمہیں یقین نہیں ہے تو آج رات حویلی میں اپنے شوہر کی

غیر موجودگی دیکھ کے ضرور یقین آجائے گا کیونکہ آج رات وہ اپنے فارم ہاوس ہو گا۔" انہوں نے اپنا تیر نشانے پہ لگا دیکھ کے اس تیر سے لگے زخم پہ مزید نمک چھڑکا تو وہ بلبلا اٹھی اور بنا کچھ کہے کال بند کرتی دوبارہ سے اس کا نمبر ملانے لگی لیکن اس کا نمبر پاورڈ آف تھا۔

اس کے یوں بنا بتائے اتنی دیر تک کمرے میں نا آنے پہ فرشتے کا یقین متزلزل ہونے لگا۔

"نن۔ نہیں! خانم کو شاید کسی نے غ۔۔غلط ویڈیو سینڈ کی ہو گی۔" ایک جھوٹی تسلی سے پھر ایک بار دل کو بہلاتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھی تو فوراً لڑکھڑا گئی۔

لڑکھڑانے پہ اسے بے ساختہ اس کا سہارا دینا یاد آیا تو آنکھیں بھیگنے لگیں۔

وہ جلدی سے بھیگی آنکھوں کو صاف کرتی دروازے کی جانب بڑھی اور اسے آہستگی سے کھولتی ہوئی باہر نکلی۔

وہ طائرانہ نگاہ ادھر ادھر گھماتی کسی کی تلاش میں تھی، اچانک اس کی نگاہ زونائیشے بیگم کے کمرے کی جانب جاتے شاہ میر پہ پڑی تو اس نے فوراً اسے مخاطب کیا۔

"لالہ!" اس کی آواز پہ شاہ میر چونکتے ہوئے پلٹا اور اسے محوِ انتظار پا کے اس کی جانب بڑھا۔

"جی بھاجائی؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا کیونکہ اس کے دوپٹے کے ہالے کی وجہ سے وہ اس کے چہرے پہ چھائے تاثرات کو جج نہیں کر سکا تھا۔

"شہریار کہاں ہیں؟" اس نے بنا کسی ردوکد کے استفسار کیا۔

"شیری تو شاید حویلی میں نہیں ہے، اسے کوئی ایمرجنسی کال آئی تھی تو اسے جانا پڑا ہے، زر کو پیغام دیا تھا اس نے کہ آپ کو بتا دے کہ وہ رات کو لیٹ پہنچے گا۔" اس کی پہلے فقرے کو سننے کے بعد اس کے کان سائیں سائیں کرنے لگے، وہ چاہ کے بھی نہ سن پائی کہ وہ مزید کیا کہہ رہا ہے۔

بے جان ہوتی ٹانگوں کے ساتھ وہ اس کو بنا کوئی جواب دیے واپس کمرے کی جانب مڑی تو شاہ میر کو لمحہ بھر کے لیے اس کا غیر معمولی رویہ کھٹکا لیکن پھر سر جھٹکتے ہوئے وہ زونائشے بیگم کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

"بی بی خاناں! بی بی خاناں!" گودام میں لگی آگ جب مزید بھڑکنے لگی تو حویلی کے عقب میں بنے کوارٹرز میں موجود ملازموں کو متوجہ کر گئی تبھی ملازم بھاگتے ہوئے آئے اور کچھ آگ بجھانے لگے اور کچھ حویلی کی جانب بڑھے۔

ملازمہ کی حواس باختہ آوازیں سن کے نماز پڑھ کے لیٹنے والی زمرد بیگم جلدی سے باہر نکلیں۔

"کیا ہوا؟" انہوں نے پریشانی سے استفسار کیا۔

"وہ۔۔۔وہ حویلی کے گودام میں آگ لگی ہے اور باہر سب کہہ رہی ہے کہ گودام میں عالیان خاناں موجود ہے۔" ملازمہ نے ہانپتے کانپتے اطلاع دی تو وہ اپنی جگہ پہ لڑکھڑا سی گئیں۔

"کیا کہہ رہی ہو تم؟ عالیان خاناں گودام میں کیا کرنے جائے گا؟" انہوں نے سفید پڑتے چہرے کے ساتھ سوال کیا۔

"یہ تو نہیں پتہ لیکن بی بی خ۔۔۔" ملازمہ بول رہی تھی جب مرجان بیگم کی چنگھاڑتی آواز نے اس کے الفاظ کا گلا گھونٹا۔

"یہ کیا آدھی رات کو تماشا لگایا ہوا ہے یہاں؟" ان کی ناگوار آواز نے زمرد بیگم کی سانسیں مزید تنگ کیں۔

"بی بی خانم! گودام میں آگ لگی ہے اور گودام میں عالیان خاناں بھی ہیں۔" ملازمہ نے جلدی سے اطلاع دی تو وہی الفاظ دوبارہ سن کے زمرد بیگم کا جسم بے جان ہونے لگا جبکہ مرجان بیگم نے نخوت سے سر جھٹکا۔

"نرا ڈرامہ ہے یہ، وہ اس وقت گودام میں کیا لینے جائے گا۔" سپاٹ چہرے کے ساتھ بولتے ہوئے انہوں نے واپس مڑنا چاہا جب ان کی سفاکیت پہ آنسو بہاتیں زمرد بیگم باہر کو لپکیں۔

"بھاجائی بیگم! باہر ملازموں کا ہجوم ہے اس لیے یوں شتر بے مہار باہر نہ بھاگیے گا ورنہ حویلی سے باہر بھی جانا پڑ سکتا ہے۔" مرجان بیگم کے کٹیلے الفاظ پہ ان کے پیروں کو بریک لگی اور وہ وہیں اپنے آپ کو روکتیں ملازمہ کو دیکھنے لگیں۔

"ت۔۔ تم حبیب خاناں کو اطلاع کرو، میں عالیان کے کمرے میں دیکھتی ہوں وہ وہیں ہو گا باہر کیا لینے جائے گا۔" دل کو تسلی دیتیں وہ عالیان کے کمرے کی جانب تیز تیز چلنے لگیں۔

------،------------------------------------

"کیا بکواس ہے یہ، وہ ایسے کیسے کیس واپس لے سکتے ہیں؟ اطلاع ملتے ہی وہ کنفرمیشن کے لیے پہلی فرصت میں شہر آیا تو اسے خبر ملی کہ منصور علی واقعی کیس واپس لینا چاہتا ہے۔

"سر! میرے خیال میں تو منصور علی کو ڈرایا دھمکایا گیا ہے کیونکہ وہ کسی سے بھی مل نہیں رہا بلکہ کیس واپسی کی بھی اطلاع اس نے موبائل پہ دی تھی۔" اس کے اسسٹنٹ نے اسے دیکھتے ہوئے بتایا جو آدھی رات کو اپنی نیند تباہ کرنے کے بعد اس کی بھی نیند خراب کر رہا تھا۔

"تمہارے خیال میں منصور علی کو کون ڈرا سکتا ہے؟" سجاول نے ٹھوڑی پہ ہاتھ رکھتے ہوئے پر سوچ انداز میں کہا تو اس نے کھا جانے والی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"میں نے ڈرایا ہے اسے۔" وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں گویا ہوا اور پھر جیب سے موبائل نکالتے ہوئے ایک نمبر ملانے لگا۔

"السلام علیکم! شہریار آفریدی اسپیکنگ" اس نے دوسری جانب کال اٹھاتے ہی اپنا تعارف کروایا اور فوراً مدعے کی بات پہ آیا۔

"مجھے "صابر کیانی" سے ملنا ہے ابھی کے ابھی۔" اس کی کہی بات پہ ناصرف دوسری جانب موجود ایس ایچ او شاداب خان چونکا بلکہ سجاول نے اپنا ماتھا پیٹ لیا۔

"اس ناممکن بات کو آپ ممکن بنائیے میں جیل کی طرف نکل رہا ہوں۔" اکھڑ انداز میں کہتے ہوئے اس نے کال بند کی اور سجاول کی جانب دیکھا جو اسے گھور رہا تھا۔

"پاگل ہو یا جان بوجھ کے کرتے ہو؟" سجاول کی سنجیدگی قابلِ دید تھی تبھی اس نے آنکھیں سکیڑ کے بغور اسے دیکھا۔

"اپنی بات کی وضاحت کرو۔" وہ ناگواری سے بولا۔

"کیا وضاحت کروں کہ تم ایک مجرم سے رات کے بارہ بجے بنا کسی لیگل نوٹس کے کس خوشی میں ملنے جا رہے ہو؟" سجاول تیکھے انداز میں بولا تو شہریار نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔

"جو کچھ وہ شخص جیل میں بیٹھے ہوئے کر رہا ہے نا اس کے لیے میں اگر اس سے ابھی نہ ملا تو آئندہ کوئی بھی اپنی بہن، بیٹی کو انصاف دلانے کی کوشش نہیں کرے گا۔" وہ سنجیدگی سے کہتا ہوا ٹیبل پہ پڑی کی چین اٹھاتا اسے ساتھ آنے کا اشارہ کرتے ہوئے باہر نکل گیا۔

حبیب خاناں نے اطلاع ملتے ہی سب سے پہلے آگ بجھائی اور عالیان کے جلے ہوئے وجود کو جب گودام سے باہر نکالا گیا تو جیسے کہرام سا مچ گیا۔

اندرونی جالی سے باہر کا جائزہ لیتیں بنفشے اور زمرد بیگم چیخ چیخ کے رونے لگیں لیکن اچانک ہی ان کی چیخیں مدہم پڑیں جب انہیں حبیب خاناں کی روتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"یہ۔۔یہ سانسیں لے رہا ہے۔" ان کی پرامید آواز سن کے وہاں موجود تین نفوس کا حلق تک کڑوا ہو گیا لیکن صورتحال پہ فوری قابو پانے کے لیے عالم صاحب سرعت سے آگے بڑھے۔

"جلدی کریں اور اسے ہاسپٹل لے کے چلتے ہیں۔" ذہن میں تانے بانے بنتے ہوئے وہ حبیب صاحب کو اشارہ کرتے ان کے ساتھ ہاسپٹل کی جانب روانہ ہو گئے جبکہ پیچھے رہ جانے والے نفوس اس کی سلامتی کے لیے دعا مانگنے لگے۔

"اپنی کہی ہوئی باتوں کا کچھ عرصہ تو پاس رکھتے۔" مسلسل گریہ وزاری سے سوجی ہوئی سرخ نگاہوں سے اس کے انلارجڈ پورٹریٹ کو دیکھتے ہوئے وہ زہر خند لہجے میں بولتی اپنے وجود سے لپٹی اس کی دی گئی ہر اک عنایت کو اتارنے لگی۔

اس نے جب ہاتھ اپنی کلائی پہ بندھی گھڑی پہ رکھا تو رکے ہوئے آنسو ایک دم پھر سے بے قابو ہوتے اس کا چہرہ بھگونے لگے۔

"میں چاہتا ہوں کہ یہ گھڑی آپ کو ہمیشہ ان پلوں کی یاد دلائے جن پلوں میں ہم ایک ہوئے ہیں۔" اس کا پرفسوں لہجہ اس کے آس پاس ہی کہیں گونجا تو وہ زور زور سے روتی سر نفی میں ہلانے لگی۔

"جھوٹ، سب جھوٹ تھا فقط ایک دھوکا، ایک انتقامی کاروائی۔" ازیت پسندی سے سوچتے ہوئے وہ اس کا دلایا ہوا لاکٹ گلے سے اتارنے لگی، پھر دھیرے سے ہاتھ پیروں کی جانب گیا تو دل میں جیسے برچھیاں سی چلنے لگیں۔

"مم۔۔مجھے پائل نہیں پسند۔" جب دوسرا مخملیں کیس کھولتے ہوئے اس نے ہاتھ اس کے پیروں کی جانب بڑھائے تو وہ گڑبڑائی۔

"لیکن مجھے پسند ہے، میں چاہتا ہوں کہ جب آپ اسے پہن کے چلیں تو فضا ان کے سروں سے مہک کے اس بات کی گواہ بن جائے کہ میرے محبت آپ کے پیروں سے لپٹی ہوئی ہے جسے آپ چاہ کے بھی دھتکار نہیں سکتی۔"

"اپنے دل کے ساتھ اس طریقے سے کھیلنے پہ آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی کبھی نہیں۔" دل میں اٹھتے درد کے باعث گھٹ گھٹ کے روتی وہ اس سے مخاطب ہوئی جو اس سے فاصلے پہ بیٹھا اس بات سے انجان تھا کہ ایک لامتناہی فاصلہ ان کے مابین آنے والا ہے۔

کہا تھا ناں!

مری خاموشیوں کو تم کوئی معنی نہیں دینا

جدائی کی سبھی باتیں مری آنکھوں میں پڑھ لینا

مری اس مسکراہٹ میں،

اگر محسوس کر پاؤ

تو میرے آنسوؤں کی تم نمی محسوس کر لینا

کہیں جو رہ گئی ہے وہ کمی محسوس کر لینا

مری سوچیں!

مرے الفاظ کا جب روپ لیتی ہیں

تمہارا عکس بنتا ہے

مری نیندوں میں جب جب رتجگوں کے دیپ جلتے ہیں

تمہارا ذکر چلتا ہے

تمہاری یاد ماضی کے دریچے کھول دیتی ہے

تمہاری شبنمی آہٹ یہ مجھ سے بول دیتی ہے

کہا تھا ناں!

ہمارے درمیاں یہ فاصلے قسمت میں لکھے ہیں

اور اس قسمت کے لکھے کو

بدل تم بھی نہیں سکتیں، بدل میں بھی نہیں سکتا

مگر مشکل یہی ہے ہجر کے پر پیچ رستوں پر

سنبھل تم بھی نہیں سکتیں، سنبھل میں بھی نہیں سکتا

تو بہتر ہے کہ ہم اک دوسرے کی یاد کے ہمراہ ہو جائیں

کہ اب کے اس محبت سے

نکل تم بھی نہیں سکتیں، نکل میں بھی نہیں سکتا

سنو جاناں!

تمہاری شبنمی آہٹ مرے اندر دھڑکتی ہے

مگر جب خامشی سے تم کوئی معنی نہیں لیتیں

تو یہ دل روٹھ جاتا ہے

مرے اندر کہیں پر کچھ اچانک ٹوٹ جاتا ہے

عاطف سعید

"ارے واہ! شہر کے معزز وکیل کو ایک نامی وگرامی مجرم کی جیل میں رات کے اس پہر دیکھ کے میں کیا سمجھوں؟" اسے سامنے دیکھ کے صابر کیانی طنزیہ انداز میں بولتا چلا گیا تو شہریار نے سکون سے اپنا کوٹ اتار کے سجاول کو تھمایا اور اپنی نیوی بلیو شرٹ کے بازو فولڈ کرتا ہوا جیل میں داخل ہو گیا۔

"اس خاموشی اور تمہاری موجودگی کو میں کیا سمجھوں؟ بِک گئے ہو یا ڈر گ۔۔۔ آہہہ" وہ خباثت سے بولتا جا رہا تھا جب منہ پہ پڑنے والے مکے پہ جہاں وہ کراہ اٹھا وہیں سجاول کا منہ مارے بے یقینی کے کھل گیا۔

"یہ کیا کر رہے ہو تم؟" وہ دھاڑا لیکن اگلے مکے پہ وہ درد کی شدت سے دہرا ہو گیا۔

"اب تب تک منہ سے کوئی بھی فضول لفظ نہ نکالنا جب تک میں نہ کہوں۔" درشت لہجے میں بولتے ہوئے اس نے اسے کالر سے دبوچا اور اس کی آنکھوں میں اپنی سیاہ آنکھیں گاڑھیں۔

"منصور علی کی بہن کدھر ہے؟" اس کا سرد لہجہ رات کی تاریکی و خوفناک خاموشی میں گونج اٹھا۔

"کون منصور علی اور کون سی اس کی بہن؟" وہ بناڈرے بولا تو شہریار نے اگلا مکہ اس کی پسلیوں میں دے مارا جس کی شدت سے وہ دہرا ہو گیا۔

"اگر یاداشت بحال ہو گئی ہے تو جواب دو۔" اس کے خوبرو چہرے پہ سنگلاخ چٹانوں کی سی سختی تھی۔

"تم یوں مجھ پہ تشدد نہیں کرسکتے؟ میں تم پہ کیس دائر کروں گا بیرسٹر۔" وہ ہتک وغصے کے احساس سے پھنکارا تو شہریار نے سرد نگاہوں سے اسے تکا۔

"اور خدا کی قسم اگر میں تمہیں ادھر زمین میں گاڑھ دوں تو میرا کوئی کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا، نہ تم کیس دائر کرسکو گے اور کیس لڑے بغیر منصور علی کیس بھی جیت جائے گا۔" وہ اس دھیمے لہجے میں دھاڑا تو صابر کیانی کے چہرے پہ تاریک سایہ سا لہرایا۔

"تم قانون ہاتھوں میں لے رہے ہو بیرسٹر؟" اس نے اسے وارن کرنا چاہا۔

"پچھلے کئی سالوں سے قانون کو ہی ہاتھوں میں لیے گھوم رہا ہوں اس لیے مجھے قانون نہیں سکھاو، بس منصور کی بہن کا پتہ بتاو۔" اس کے کالر کو جھٹکا دیتے ہوئے وہ اسے خوفزدہ کر رہا تھا کیونکہ اس لمحے

سپاہیوں کی غیر موجودگی اور سناٹے کو دیکھ کے وہ سمجھ چکا تھا کہ وہ اپنی پوری تیاری کے ساتھ آیا ہے اور اگر اس نے اسے اس کی حسبِ منشاء اطلاع نہ دی تو اسے مار ڈالنے سے گریز نہیں کرے گا۔

"میری "سفید حویلی" میں ہے وہ۔" آہستگی سے کہتے ہوئے اس نے نظریں چرائیں تو خون کے گھونٹ بھرتا وہ دو مکے مزید اس کے جبڑوں پہ رسید کرتا اسے پرے دھکیل گیا۔

"اپنی لڑائیاں اپنے بل بوتے پہ لڑنا سیکھو یوں بزدلوں کی طرح عورتوں کو ڈھال بنانا مردانگی نہیں ہے۔" طنزیہ لہجے میں بولتے ہوئے وہ باہر نکلا تو نفرت سے سیاہ پڑتے چہرے کے ساتھ اسے دیکھتے صابر کیانی کے ہونٹوں سے مغلظات کا طوفان ابل پڑا۔

"کون سی مووی دیکھ کے آئے تھے آج؟" سجاول غیر سنجیدگی سے بولتا ہوا گاڑی کا دروازہ کھولتا اس کے ساتھ بیٹھا تو شہریار نے تیزی سے گاڑی روڈ پہ دوڑانے شروع کر دی۔

"ابھی کہاں جا رہے ہو تم؟" سجاول اپنے سوال کی ناقدری دیکھنے کے باوجود دوبارہ گویا ہوا۔

Urdu Novels Ghar

"فی الحال تو منصور کو کال کرنے کے بعد سفید حویلی جانا ہے اور پھر کل ہی اس کیس کی ہیئرنگ کسی نہ کسی طرح کروانی ہے کیونکہ اگر یہ کیس لیٹ ہوا تو یہ ذلیل انسان مزید ذلالت پہ اتر آئے گا۔" وہ ناگواری سے کہتا ہوا گاڑی فل سپیڈ پہ دوڑانے لگا۔

"بھابھی کو اکیلے چھوڑ کے لانگ ڈرائیو کرتے ہوئے شرم نہیں آتی تمہیں؟" سجاول نے اس کے چہرے پہ چھائے تاثرات دیکھتے ہوئے ماحول کی کشیدگی کم کرنی چاہی تو فرشتے کا خیال آتے ہی وہ چونک اٹھا۔

"اوہ شٹ!" اسٹیئرنگ پہ زور سے مکا مارتے ہوئے اس نے موبائل پکڑا تو حسبِ توقع اس کے نمبر سے بہت زیادہ مسڈ کالز دیکھ کے وہ مسکرا اٹھا۔

لیکن اس سے پہلے کہ وہ اسے ملاتا اس کے نمبر پہ ان ناون نمبر سے میسج آیا تو وہ اسے فوری سننے لگا۔

"اپنے حصے کی شطرنج تم کھیل چکے ہو لیکن تم نہیں جانتے تھے کہ تمہاری بساط کا ایک مہرہ میرے پاس تھا اس لیے اب اس مہرے کو استعمال کر کے میں سارا کھیل اپنے نام کر چکی ہوں۔" متکبر لہجہ گونجا تو اس کا ماتھا ٹھنکا۔

اس نے میسج پڑھ کر تے ہوئے اس کا نمبر ملایا لیکن ناٹ رسپانڈنگ کا سن کے اس کے دل و دماغ میں منفی خیالات نے ڈھیرا جمایا تو وہ زور سے اپنے لب بھینچ گیا۔

"کیا بات ہے؟" اس کے تاثرات کا جائزہ لیتے ہوئے سجاول سے رہا نہ گیا تو وہ بول اٹھا۔

"بات کچھ نہیں ہے لیکن شاید تمہاری بھابھی کی ماں کوئی داو کھیل چکی ہیں۔" وہ سنجیدگی سے کہتا ہوا سامنے نظر آتی تارکول سے بنی سڑک پہ نظریں گاڑھتا گاڑی کی سپیڈ مزید بڑھا گیا تو سجاول بھی خاموشی سے سامنے دیکھنے لگا۔

"مورے! بھا جائی دروازہ نہیں کھول رہی ہیں، بس اندر سے آواز لگائی ہے کہ ناشتہ نہیں کریں گی۔" شہر گل نے اپنی جگہ پہ بیٹھتے ہوئے فرشتے کا پیغام انہیں دیا تو زونائیشے بیگم پریشان ہو اٹھیں لیکن اس سے پہلے کہ وہ اس کے کمرے میں جاتیں ملازمہ بھاگتی ہوئی آئی۔

"خاناں! یوسف زئی حویلی سے کچھ لوگ آئی ہیں۔" وہ پختون لہجے میں اردو کی ملاوٹ کرتے ہوئے بولی تو وہاں بیٹھے نفوس چونک اٹھے۔

"کون کون آیا ہے؟" ظہیر آفریدی نے سنجیدگی سے استفسار کیا۔

"بی بی خاناں کی خانم، زمرد بی بی کے خاوند اور شاید بی بی خاناں (فرشتے) کے لالہ ہیں۔" اس نے مودب لہجے میں جواب دیا تو حاکم آفریدی سب بچیوں کو وہاں سے جانے کا اشارہ کرتے ہوئے مہمانوں کو کھانے کی میز پہ ہی بلانے کی اجازت دے گئے تو ملازمہ واپس پلٹ گئی۔

"آپ کی بہت مہربانی کہ آپ لوگ آئے ہیں اور یوں آ کے پہلی دفعہ کچھ مانگا ہے لیکن بہت معذرت ہم اپنے پوتے کی غیر موجودگی میں اس کی بیوی کو آپ کے ساتھ نہیں بھیج سکتے۔" ان کا مدعا سن کے حاکم آفریدی بارعب انداز میں گویا ہوئے تو عالم صاحب دانت پیس کے رہ گئے جبکہ مرجان بیگم کا سارا دھیان کچھ فاصلے پہ بیٹھے ایبک آفریدی کی جانب تھا۔

"لیکن میں اپنے گھر والوں کے ساتھ جانا چاہتی ہوں۔" اچانک اپنے گرد بڑی سی چادر لپیٹے فرشتے ہال میں داخل ہوتی بلند مگر سپاٹ انداز میں گویا ہوئی تو سب کو گویا سانپ سونگھ گیا جبکہ مرجان بیگم کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

انہیں یہ سوچ کے ہی خوشی ہو رہی تھی کہ جب وہ گھر آئے گا تو بیوی کی غیر موجودگی پہ شرم سے مر جائے گا۔

"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟" حاکم آفریدی نے ہلکی سی ناگواری کے ساتھ استفسار کیا تو فرشتے ایک لمحے کو سہم گئی لیکن اگلے ہی لمحے اس سنگ دل کی بیوفائی یاد آتے ہی ڈٹ گئی۔

"جب ونی کی ہوئی لڑکی کو پوری رسومات کے ساتھ بیسہ کے لاسکتے ہیں آپ لوگ تو پھر اس کے میکے جانے پہ پابندی کیوں ہے؟" اس کے تلخ انداز پہ ظہیر آفریدی نے بغور اس کا چہرہ دیکھا گویا اس کے عزائم کا پتہ لگانا چاہا ہو۔

جبکہ اندر کھڑی خواتین فرشتے کی اس ہٹ دھرمی اور اچانک فرمائش پہ جہاں ششدر تھیں وہیں اس سے نالاں بھی تھیں لیکن وہ اس لمحے سب سے بے نیاز دکھ رہی تھی جبکہ یوسف زئی حویلی والے اب دلچسپی سے یہ سب تماشا دیکھ رہے تھے۔

"آپ شہریار کے آنے کا انت۔۔۔" ایبک آفریدی نے فرشتے سے کہنا چاہا جب وہ ان کی بات کاٹتی ہوئی گویا ہوئی۔

Urdu Novels Ghar

"مجھے ابھی جانا ہے حویلی۔" اس کی ہٹ دھرمی پہ اگر کوئی چاہتا تو ونی کہہ کے اسے کمرے میں بند کر دیا جاتا لیکن اس کے ساتھ جڑا نام انہیں ایسے کسی فعل کی اجازت نہیں دیتا تھا تبھی سب بہت تحمل کا مظاہرہ کر رہے تھے۔

"ٹھیک ہے، آپ تیاری کیجیے جانے کی۔ شہریار کے واپس آنے پہ آجایئے گا۔" ظہیر آفریدی اچانک فیصلہ کن انداز میں بولے تو سب ششدر رہ گئے جبکہ اپنی جیت پہ نازاں مرجان بیگم نے لپک کے فرشتے کا ہاتھ تھاما اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

ان کے اس انداز کو دیکھتے ہوئے سب کے دل میں کھٹکا سا پیدا ہوا کہ فرشتے کو لے جانا اس کے بھائی کی عیادت کے لیے نہیں تھا بلکہ اس سب کے پیچھے کوئی اور مقصد ہے۔

ظہیر صاحب کی منظوری پہ اس کے دل میں بہت سے آنسو گرتے چلے گئے، اس نے پلکیں جھپکتے ہوئے ایک نظر سب پہ ڈالی جو اسے دنوں میں بے شمار محبتوں سے نواز گئے۔

اس نے پلٹ کے سب سے ایک آخری دفعہ ملنا چاہا لیکن مرجان بیگم اس کا ہاتھ مضبوطی سے جھکڑتی باہر کی جانب بڑھیں۔

"بہت دیر ہو رہی ہے، ہسپتال جانا ہے ابھی۔" پاٹ دار آواز میں کہتی وہ اسے ساتھ گھسیٹنے لگیں تو فرشتے نے پلٹ کے سب کو ایک نظر دیکھا تو پلکیں نم ہونے لگیں۔

"اللہ حافظ!" اس کے لب بے آواز ہلے اور وہ بہت خاموشی کے ساتھ اس حویلی کی دہلیز پار کر گئی جہاں اسے بہت ارمانوں کے ساتھ لایا گیا تھا۔

دو پل رکا خوابوں کا کارواں

اور پھر چل دیے

تم کہاں، ہم کہاں

دو پل کی تھی یہ دلوں کی داستاں

اور پھر چل دیے

تم کہاں، ہم کہاں

Urdu Novels Ghar

جب فرشتے کو ساتھ لیے مرجان بیگم اور عالم صاحب نے حویلی میں قدم رکھا تو زمرد بیگم اور بنفشے کے رونے کی بلند آواز پہ جہاں فرشتے کی سانسیں تھم گئیں وہیں ان دونوں کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں۔

"خانم! اندر کیا ہوا ہے؟" اندرونی دروازے کے باہر کھڑی فرشتے نے ماں کو دھڑکتے دل کے ساتھ مخاطب کیا تو انہوں نے ایک نظر بیٹی کے بے رنگ چہرے کو دیکھا اور گویا ہوئیں۔

"کل رات گودام میں آگ لگنے کی وجہ سے وہ عالیان جل گیا تھا تو اسے ہسپتال لے کے گئے تھے لیکن ابھی شاید وہ مر چکا ہے۔" وہ بے حسی کے ریکارڈ توڑتی یوں گویا ہوئیں کہ جیسے کسی انجان شخص کے متعلق کہہ رہی ہوں۔

ان کے الفاظ پہ ایک دم سے فرشتے کو لگا جیسے اس کی ٹانگیں اس کا بوجھ سہارنے سے انکاری ہیں تبھی وہ لڑکھڑاتی ہوئی اپنے ہوش و حواس سے بیگانہ ہوتی مرجان بیگم کے بازوؤں میں جھول گئی۔

اور پھر اس کے یونہی بیہوشی میں ہی عالیان کے جلے بھنے وجود کا جنازہ خود حبیب صاحب نے پڑھاتے ہوئے اسے وہیں حویلی میں دفنا دیا تو اپنے کو کھ ایک دفعہ پھر سے خالی دیکھ کے زمرد بیگم بار بار غشی کھاتیں حواس کھو رہی تھیں۔

اپنے غموں اور جھمیلوں میں مصروف کوئی بھی شخص یہ نہیں جان سکا تھا کہ عالیان کو دفناتے وقت حویلی کے پچھلے حصے میں بنے کوارٹر نما کمروں میں سے ایک کمرے میں روشنی کی لکیر جھلکتی اس منظر کو قید کرتی وہاں رہائش پذیر شخص کو اندر تک کاٹ گئی۔

"السلام علیکم!" کوٹ کندھے پہ دھرے وہ ڈھیلے ڈھالے انداز میں چلتا ہوا ہال میں داخل ہوا جہاں سب خاموشی سے بیٹھے ایک دوسرے کو تک رہے تھے۔

وہ سب پہ طائرانہ نگاہ ڈالتے ہوئے صوفے پہ بیٹھا اور سر صوفے کی پشت سے ٹکاتا آنکھیں زور زور سے دبانے لگا۔

"کہاں تھے رات بھر؟" اچانک ظہیر آفریدی کی سرد آواز پہ اس نے آنکھیں کھول کے انہیں دیکھا۔

"ایک ضروری کام کی وجہ سے شہر گیا تھا۔" اس نے بے نیازی سے جواب دیتے ہوئے متلاشی نگاہیں ادھر ادھر گھمائیں۔

"فرشتے 'یوسف زئی حویلی' گئی ہیں آج صبح، اس لیے انہیں یوں حویلی کے کونے کھدروں میں تلاش مت کریں۔" اس کی متلاشی نگاہوں کا پسِ منظر سمجھتے ہوئے ایبک آفریدی سنجیدگی سے بولے تو لہجے میں تلخی کی آمیزش جھلک رہی تھی۔

"کس کے ساتھ گئی ہیں؟" اس کے چہرے کے تاثرات یکلخت بدلے۔

"یہ سوال پوچھنے کی بجائے آپ اس سوال پہ توجہ کیوں نہیں دے رہے کہ وہ کیوں گئی ہیں؟" وہ سب فرشتے کے اس طرح سے جانے پہ اس وقت سے ملال کا شکار تھے تبھی ظہیر آفریدی خشک لہجے میں گویا ہوئے تو اس کے ماتھے کی رگ پھولنے لگی جو اس کے گہرے اشتعال کو ظاہر کر رہی تھی۔

"میں یہ کیوں نہ پوچھوں کہ میری بیوی، اس حویلی سے کس کی اجازت کے ساتھ باہر گئی ہے؟" اب کے اس کا لہجہ بھی ہلکی سی تلخی سمیٹ لایا تھا۔

"میری اجازت سے۔" اس کی بات کے جواب میں ظہیر صاحب سنجیدگی سے بولے تو اس نے شدتِ ضبط سے اپنی مٹھیاں بھینچیں اور بنا کچھ کہے لمبے لمبے ڈگ بھرتا اپنے کمرے کی جانب چل دیا۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کے قدم بھرپور انداز میں ٹھٹکے۔

ان دونوں کی شادی کی تصویر کا فریم نیچے فرش پہ پڑا ہوا تھا جبکہ بیڈ پہ پڑی جیولری دیکھ کے اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔

"جدائی کے بھی کچھ اصول ہوا کرتے ہیں فرشتے بیگم! اسے یوں بزدلوں کی طرح رشتوں کے بیچ نہیں لایا کرتے بلکہ یوں بچھڑو کہ جدائی اپنے پروقار ہونے پہ خود رو پڑے۔" سرد لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اپنی لمحہ بہ لمحہ سرخ ہوتی نگاہیں بیڈ پہ پڑی گھڑی پہ گاڑھیں جبکہ پیروں کے نیچے فریم کا شیشہ چکنا چور ہوتا اپنی وقعت کھو رہا تھا۔

"اٹھو، جلدی سے منہ ہاتھ دھو کے کھانا کھاؤ تین دن سے عجیب سی نحوست پھیلا رکھی ہے۔" مرجان بیگم ان کے کمرے میں آتے ہی اکھڑ لہجے میں بولیں تو دونوں نے شکوہ کن نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

Urdu Novels Ghar

"خانم! آپ کو زرا افسوس نہیں ہوا؟ آپ کو بیٹا م۔۔۔" فرشتے دکھ سے چور لہجے میں گویا ہوئی جب انہوں نے درشت لہجے میں اس کی بات کاٹی۔

"فضول باتیں کرنے کے لیے نہیں کہا میں نے۔" ان کا لہجہ اس قدر دوٹوک تھا کہ وہ اپنے آنسو ضبط کرتی اپنی جگہ سے اٹھی تو سر چکرانے پہ لڑکھڑا سی گئی۔

"اور مناؤ سوگ، جلدی منہ دھو کے یہ ناشتہ کرو۔" وہ اسے بازو سے سہارا دیتیں ناگواری سے بولیں تو فرشتے بازو چھڑاتی واشروم کی جانب بڑھ گئی اور کچھ ہی دیر بعد منہ ہاتھ دھو کے باہر آئی تو بنفشے واشروم کی جانب بڑھ گئی۔

ایک نظر مرجان بیگم کو دیکھتے ہوئے اس نے سامنے پڑی ناشتے کی ٹرے کو دیکھا تو اس کا دل عجیب سا ہونے لگا لیکن ماں کے ڈر سے اس نے ابلا ہوا انڈا لیا اور اس کا پیس جیسے ہی اس نے منہ میں رکھا تو اگلے ہی لمحے اسے لگا جیسے اس کا معدہ حلق میں آن اٹکا ہو۔

وہ جلدی سے منہ پہ ہاتھ رکھتی واشروم کی جانب بھاگی جبکہ اس کی اس حرکت پہ اچانک اپنی جگہ سے کھڑی ہوتیں مرجان بیگم جہاں کی تہاں رہ گئیں۔

ان کی جہاندیدہ نگاہوں نے پل میں اس کی کیفیت کا اندازہ لگایا تو وہ چکرا سی گئیں۔

"آفریدیوں کا وارث!" ان کے لب بے آواز سرسرائے۔

اس لمحے انہیں سمجھ آیا تھا کہ جیت کے ہار جانا کسے کہتے ہیں؟

لیکن نہیں

مجھے ہارنا نہیں ہے! مجھے ہارنا نہیں ہے! وہ بڑبڑائیں۔

کمرے میں ادھر سے ادھر چکر لگاتے ہوئے وہ مسلسل اضطرابی کیفیت میں ہاتھ مسل رہی تھیں۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" وہ بڑبڑائیں اور آنکھیں زور سے میچتے ہوئے لمبا سانس لینے کی کوشش کی تو 'فرشتے' کا سوگوار چہرہ آنکھوں کے سامنے جھلملانے لگا۔

"کیا میں اپنی بیٹی کو اس درد سے ہمکنار کر سکتی ہوں؟" دل کی بے چینی سے مغلوب ہوتے ہوئے انہوں نے سوچا تو لمحہ بھر کو ممتا ہر احساس پہ غالب آنے لگی۔

"نہیں، میں ایسا کیسے کر سکتی ہوں؟ ایسے میں اس کی جان کو خطرہ ہو سکتا ہے؟" انہوں نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اپنے اندر پنپتے سفاک ارادوں کو باور کروانا چاہا۔

"لیکن اگر میں ایسا نہیں کرتی تو آفریدی مر کے بھی اپنی بہو اور وارث کو یہاں نہیں رہنے دیں گے۔"

اگلے ہی لمحے وہ نفی میں سر ہلاتیں متضاد سی کیفیت میں بڑبڑائیں۔

"میں فرشتے کو لے کے غائب ہو جاتی ہوں اور پھر بچہ پیدا ہو جانے کے بعد واپس آ جائیں گے۔" وہ خود ہی سوال و جواب کرتیں لائحہ عمل تیار کر رہی تھیں لیکن اگلے ہی لمحے وہ جھنجھلائیں۔

"لعنت ہے تم پہ مرجان بیگم، تمہیں کیا لگتا ہے کہ تم آفریدیوں کے وارث کو لے کے ان کی نظروں سے بچ سکو گی؟" وہ اپنے کندھے سہلاتی ہوئیں بڑبڑائیں اور پھر تھک ہار کے صوفے پہ بیٹھ گئیں۔

"میں تم سے محبت کرتی ہوں فرشتے لیکن میری ممتا پہ میرا انتقام غالب آ جاتا ہے اور انتقام کی آگ میں بھڑکتی عورت سب سے پہلے اپنی ممتا کو ہی جلاتی ہے۔" ایک دم سے فیصلہ کن انداز میں سوچتے ہوئے ان کی آنکھیں ہلکی سی نم ہوئیں لیکن اگلے ہی لمحے وہ پلکیں جھپکتیں اپنی کیفیت پہ قابو پا گئیں۔

"کاش کہ تمہیں اس گھر سے وہ سب نہ ملا ہوتا جس کی میں نے تمنا کی تھی تو شاید میرے دل کو صبر آ جاتا لیکن اب جب میں یہ سوچتی ہوں کہ اس کے چچا نے مجھے ٹھکرایا تھا اور اپنے بھتیجے کے ساتھ مل کے تمہیں اس حویلی میں جگہ دی ہے تو میرا خون کھول اٹھتا ہے جس عورت کو وہ گھر بنانے کے قابل

نہیں سمجھتا تھا اسی عورت کی بیٹی کو سر پہ بٹھا رہے ہیں یہ لوگ۔" اپنے اندر لگی برسوں کی آگ میں جھلستی وہ بڑبڑائے جا رہی تھیں۔

"میں تمہیں اس شخص کے نام پہ بٹھا سکتی ہوں ساری زندگی لیکن میں تمہیں اس حویلی میں نہیں دیکھ سکتی۔" وہ فیصلہ کن انداز میں بولتے ہوئے اپنی ممتا کا گلا پل میں گھونگھٹتے ہوئے اپنی انا اور تکبر کا پرچم بلند کر گئیں۔

سورج اپنے پورے جوبن پہ تھا، وہ اپنے دکھتے سر کے ساتھ مرجان بیگم کے کہنے پہ کچھ دیر قبل ہی اپنے کمرے سے نکلی تھی لیکن تھوڑا سا چلنے پہ ہی اس کی ہمت جواب دے گئی تھی۔

تین روز قبل وہ مرجان بیگم کے ساتھ ہاسپٹل گئی تھی لیکن میڈیسن لانے کے باوجود اسے خود میں بہتری محسوس نہ ہوئی تھی بلکہ ان کے بہیوشی میں ہی ٹیسٹ لینے کے بعد سے اسے خود میں عجیب سا خالی پن محسوس ہو رہا تھا اور اس پہ ڈاکٹر کی دی جانے والی ٹیبلیٹس نے عجب نقاہت سی طاری کر دی تھی۔

"زرغونہ! فرشتے کو جوس بنا کے دو ابھی۔" مرجان بیگم نے جب ہال میں بیٹھی فرشتے کو دیکھا تو اس کے چہرے پہ چھائی مردنی دیکھ کے ان کے دل میں لمحہ بھر کو ملال جھلکا، ابھی تو یہ شکر تھا کہ کچھ ہی دیر ہوئی تھی اور فرشتے اس بابت بالکل لاعلم تھی لیکن اس کے چہرے اور وجود پہ چھائی اداسی بتا رہی تھی کہ وہ انجانے میں اپنا قیمتی سرمایہ کھو بیٹھی تھی اپنی سوچوں پہ وہ سر جھٹکتے ہوئے ملازمہ سے گویا ہوئیں۔

اس سے پہلے کہ وہ فرشتے کے نزدیک جاتیں یا اس کو مخاطب کرتیں اچانک ہی ایک شور سا حویلی میں انہیں محسوس ہوا تو دونوں لپک کے اپنی جگہ سے اٹھیں اور جالی کے پاس پہنچیں اسی اثناء میں بنفشے اور زمرد بیگم بھی باہر آ چکی تھیں اور باہر کا منظر دیکھتے ہی سب کی آنکھیں پھٹنے والی ہو گئیں۔

حویلی کے مستعد چوکیدار گیٹ کے باہر کھڑی ہارن بجاتی گاڑی کو دیکھ کے نیم وا دیو ہیکل گیٹ کو جلدی سے بند کرنے کو تھے جب وہ ان کی حرکت پہ برہم ہوتا گاڑی کی مدد سے گیٹ ایک جھٹکے سے کھولتا گاڑی حویلی کے اندر لے آیا تو حویلی میں شور و غل مچ گیا۔

حویلی کے وفادار ملازم ہاتھوں میں اسلحہ لیے اس کے گرد اکٹھے ہو گئے تو اس نے ایک سرد نگاہ ان سب پہ ڈالتے ہوئے قدم آگے بڑھائے۔

"شہریار آفریدی! اپنے قدم یہیں روک لو ورنہ میرے آدمی تمہیں بھون کے رکھ دیں گے۔" اس کی آمد کا علم ہوتے ہی عالم صاحب وہاں پہنچے تو اسے یوں حویلی میں گھستے ہوئے دیکھ کے آگ بگولہ ہو گئے جبکہ ان کے الفاظ پہ جہاں فرشتے کے دل کو دھکا سا لگا وہیں اسے یوں اپنے سامنے دیکھ کے آنکھیں برس اٹھی تھیں۔

"کچھ کرنے والے بولتے نہیں ہیں بلکہ کر گزرتے ہیں اور یہ بات آپ بھی جانتے ہیں کہ آپ کے آدمی مجھ پہ گولی نہیں چلا سکتے۔" کاٹ دار لہجے میں بولتے ہوئے وہ اپنے مضبوط قدم اٹھاتا اندر کی جانب بڑھا تو وہ چیخے۔

"تم زنان خانے میں یوں جا کہ ہماری روایات نہیں توڑ سکتے۔" ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اسے زندہ زمین میں دفنا دیں۔

"میری بیوی کو میری ہی غیر موجودگی میں لا کے آپ ہر روایت کو اپنے ہاتھوں سے توڑ چکے ہیں۔" درشت لہجے میں بولتے ہوئے وہ حویلی کے اندرونی حصے میں داخل ہوا تو پہلی نگاہ اسی پہ پڑی جو بڑی سی

سکن چادر میں ملفوف سوگوار روپ لیے اس کے اندر لگی آگ مزید بھڑکا گئی جبکہ وہ اس کی نظروں کی لپک سے لمحہ بہ لمحہ پگھلنے لگی۔

"اگر تم یہ سوچ رہے ہو کہ یوں غنڈوں کی طرح گھس کے تم ہماری بیٹی کو لے جاوگے تو یہ تمہاری بھول ہے۔" اس کی محویت کو مرجان بیگم کی کاٹ دار آواز نے توڑا تو اس کی آنکھیں دہکنے لگیں۔

"کون روکے گا مجھے؟" اس کی آواز میں اتنا سرد پن تھا کہ فرشتے کی ریڑھ کی ہڈی سنسنا اٹھی۔

"تم فرشتے کو لے کے یہاں سے ایک قدم بھی آگے بڑھاوگے تو یہاں موجود ہر شے تمہیں روکے گی۔" حاقان صاحب جو ابھی وہاں آئے تھے وہ طیش زدہ آواز میں گرجے تو اس نے ناگواری سے انہیں دیکھتے ہوئے اپنے سے چند قدم کے فاصلے پہ کھڑی فرشتے کا ہاتھ پکڑ کے اسے یوں اپنی طرف کھینچا کے وہ بل کھا کے اس کے ساتھ یوں آن لگی کہ اس کی پشت شہریار کے بائیں پہلو سے جڑی تھی جبکہ سر اس کے بائیں کندھے پہ ٹکا محسوس ہو رہا تھا، دادا اور باپ جیسے چچا کے سامنے بے باکی کے اس مظاہرے پہ اس کا دل چاہا کہ وہ شرم سے ڈوب مرے۔

"میں خالی ہاتھ بھی یہ دعویٰ کر سکتا ہوں کہ اگر میں یہاں سے اپنی بیوی کو لے کے نکلتا ہوں تو آپ سمیت مجھے کوئی بھی نہیں روک سکتا۔" بایاں بازو اس کے کندھوں کے گرد حمائل کیے وہ ان پہ نظریں گاڑھے کھڑا تھا جبکہ اس کے حصار میں مقید فرشتے دم سادھے ہوئے آنسو بہاتی اپنی ذات کے تماشے کو دیکھ رہی تھی جبکہ عالم۔صاحب اور حاقان صاحب اس کی بے شرمی و ڈھٹائی پہ مٹھیاں بھینچ کے رہ گئے کہ یہاں وہ بے بس تھے۔

"لیکن نہیں، ان سے میرا معاملہ یہاں نہیں بلکہ وہاں ہی طے ہو گا جہاں سے یہ نکلی ہیں۔" نامحسوس انداز میں اسے خود میں بھینچتے ہوئے اس نے اسے اپنی گرفت سے آزاد کیا تو فرشتے نے بے ساختہ اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ چیخ چیخ کے اس لمحے اس سے کہے کہ معاملہ ابھی حل کرو نا کیوں دیا مجھے دھوکہ؟ لیکن اسے یاد آیا کہ ایسا مان تو ان کے رشتے میں کہیں ہے ہی نہیں جس کے بل بوتے پہ وہ ایک دوسرے کے گریبان پکڑ سکیں۔

"آج میں یہاں صرف اور صرف آپ کو یہ باور کروانے آیا ہوں کہ جو نقصان آپ میرا کر چکی ہیں، اس کے لیے میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔" مرجان بیگم پہ نگاہیں گاڑھے وہ نفرت زدہ لہجے میں بولتا انہیں گڑبڑا سا گیا کہ کیا وہ سب جان چکا ہے؟

"اس سے پہلے آپ کو رعایت اس لیے دے رہا تھا کہ آپ لوگ فرشتے سے منسلک ہیں اور فرشتے میری زندگی ہیں لیکن ایک ہفتہ پہلے فرشتے یہ بات ثابت کر چکی ہیں کہ وہ میری کچھ بھی نہیں تھیں، اس لیے اب میرے وار کا انتظار کیجیے گا۔" سلگتی ہوئی نگاہ فرشتے پہ ڈالتے ہوئے وہ اپنے الفاظ سے ہی اسے ادھ موا کرتے ہوئے زمرد بیگم پہ نرم نگاہ ڈالتا واپس دہلیز پار کر گیا۔

میرے روبرو، میرے چار سو

تیرا عشق، تیری محبتیں

تیرے بعد بھی میرے ہم نشیں

میرے ساتھ ہیں تیری خواہشیں

تیری یاد ہے ابھی مہربان

میرے دل نشیں، میرے رازداں

میرا عشق رہنے دیں راز میں

نابتاپیاتو حقیقتیں

دلِ ناداں بتادے نا

کریں کیسے دوائے عشق

انہیں الزام دو جاناں کریں

اکھیاں خطائے عشق

یہ نادان ہے کچھ نہ جانے

ملے دل کو سزائے عشق

سنو دلبر ملے کیونکر

ملے دل کو سزائے عشق

Urdu Novels Ghar

عشقم دارم، عشقم یارم

کیا گلہ کروں کسے دوش دوں

یہ جو درد ہے یہ وبال ہیں

میری انگلیاں ہی الجھ گئیں

یہ جو رشتوں ناطوں کے جال ہیں

جو دیا بجھا میرے پیار کا

کیا ہوا ساری تھیں سازشیں

میرا عشق رہنے دے راز میں

نا بتا پایا تو حقیقتیں

دلِ ناداں بتا دے نا

کریں کیسے دوائے عشق

انہیں الزام دو جاناں کریں

اکھیاں خطائے عشق

یہ نادان ہے کچھ نہ جانے

ملے دل کو سزائے عشق

سنو دلبر ملے کیونکر

ملے دل کو سزائے عشق

عشقم دارم، عشقم یارم

تو جدا ہوا تو بچھڑ گیا

میرے سامنے میرے دیکھتے

لو بجھا دیا دلِ زار کا

میرے سامنے میرے دیکھتے

نہ بچھڑ سکیں نہ جدا ہوئیں

میرے دلربا تیری خواہشیں

میرا عشق رہنے دے راز میں

نہ بتا پیا تو حقیقتیں

دلِ ناداں بتادے نا

کریں کیسے دوائے عشق

انہیں الزام دو جاناں کریں

اکھیاں خطائے عشق

یہ نادان ہے کچھ نہ جانے

ملے دل کو سزائے عشق

سنو دلبر ملے کیونکر

ملے دل کو سزائے عشق

عشقم دارم، عشقم یارم

اور پھر وہ اپنی بات پہ یوں ڈٹا رہا کہ وہ اس دن کے بعد سے ہر رات کو دوسرے پہر اس کے کمرے میں آدھمکتا تھا اور ان کے رشتے سے متعلق کوئی بھی بات کیے بغیر اس کی خیریت دریافت کرتا اسے بازو میں لیے پلکیں موند جاتا تھا۔

اس کے اس اجنبی رویے کو برداشت کرتی وہ ایک بار پھر سے اس کے بازووں کی عادی ہونے لگی تھی کہ ان تین سالوں میں فقط یہ بازووں کا گھیرا ہی تھا جو اسے احساس دلاتا تھا کہ ان کے درمیان ابھی بھی رشتہ ہے ورنہ وہ شخص جو اس کے نزدیک ہوتے ہوئے اپنی شدتوں سے اسے بھی بوکھلا دیا کرتا تھا وہ ٹھہرے ہوئے سمندر کی مانند محسوس ہونے لگا تھا۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" سجاول نے آئبر و اچکاتے ہوئے اس سے سوال کیا جو سگریٹ پھونکتے ہوئے مسلسل دھواں چھوڑ رہا تھا۔

"یہی کہ عالیان زندہ ہے۔" اس نے پر سکون انداز میں جواب دیا تو سجاول اسے دیکھ کے رہ گیا۔

"اور یہ بات تم اپنے وثوق کے ساتھ کیسے کہہ سکتے ہو؟" سجاول نے سنجیدگی سے استفسار کیا۔

"حبیب خاناں سے ملاقات ہوئی تھی میری اس حادثے کے بعد، انہوں نے بتایا تھا کہ جب عالیان کو ہاسپٹل لے جایا گیا تو اس کی سانسیں چل رہی تھیں لیکن جیسے ہی اسے کمرے میں لے جایا گیا تو کچھ ہی دیر بعد مردہ عالیان کو باہر لایا گیا اور اسے لاش کے سر پہ سرے سے بال ہی نہیں تھے اور عالیان کے آدھے بال اور چہرہ جلا نہیں تھا اور مزے کی بات یہ ہے کہ حویلی میں بنائی گئی عالیان کے نام کی قبر خالی ہے۔" وہ تفصیل سے گویا ہوا تو سجاول کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"حبیب خاناں کو جب پتہ ہے تو وہ بول کیوں نہیں رہے ہے؟" سجاول کو اختلاف ہوا۔

"انہیں کچھ بھی پتہ نہیں ہے، یہ بالوں والی بات انہوں نے روانی میں بتائی تو پھر میں نے خود چھان بین کی اور پھر خالی قبر دیکھ کے میرا یقین پختہ ہو گیا۔" وہ اب کے سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"استغفر اللہ! کتنے سفاک لوگ ہیں یہ؟ کیا قصور ہے اس معصوم کا جسے یہ لوگ اتنی بڑی سزا دے رہے ہیں؟" سجاول دکھی دل سے گویا ہوا۔

"جھوٹی شان و شوکت اور تکبر میں ڈوبے لوگوں کو عالیان کے اندر کی خامی پسند نہیں آئی اور اسی خامی کو مٹانے کی کوششوں میں ہیں بلکہ نہیں یہ اسے مٹانے کی کوششیں نہیں ہیں بلکہ اسے دنیا کی نظروں سے غائب کروا کے اسے اپنے دھندے کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہیں یہ لوگ۔" وہ زہر خند لہجے میں بولا تو سجاول کے دل میں گہرا تاسف چھانے لگا۔

"شہیر کی شادی کا کب تک پلان ہے؟" سجاول نے فوراً موضوع بدلا کہ اسے یہ موضوع تکلیف دے رہا تھا۔

"میری مانے تو آج ہی کر لے لیکن اسے نجانے کیوں اپنی بھاجائی کی موجودگی میں شادی کرنی ہے۔" وہ تمسخرانہ انداز میں بولا جبکہ آنکھوں میں ایک سراپا لہرانے لگا۔

"اور اس کی بھاجائی کب آئیں گی؟ کیونکہ یہ بات تو تم جانتے ہو کہ ملیکہ کی بھی یہی شرط ہے کہ رخصتی بھابھی کی موجودگی میں ہو گی۔" سجاول نے ایک دفعہ پھر کریدا۔

"تم اور شہیر اپنے لیے بندوبست کر لو کیونکہ تم لوگوں کی بھابھی کا ابھی کوئی ارادہ نہیں۔" آرام سے کہتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اسے بھی ساتھ آنے کا اشارہ کرتا ہوا باہر نکل گیا۔

"تم لوگ جو یہ سمجھے تھے کہ فرشتے کے زریعے اس پہ وار کرو گے تو وہ چپ کر جائے گا تو یہ تم لوگوں کی سب سے بڑی بھول ثابت ہوئی ہے۔" حاقان صاحب غصے سے آگ بگولہ ہو رہے تھے۔

"وہ اس کے بزرگ تھے جو مروت و عزت کے مارے چپ کر گئے تھے لیکن یہ شخص گزرے تین سالوں سے زخمی شیر بنا ہمارے سینوں پہ ہی پنجے گاڑھ چکا ہے، صابر کیانی کو سزا بھی دلوا دی، ہمارے ہر دھندے پہ اس کی نظر ہے، ہماری کراسمگلنگ کو یہ روک رہا ہے، اگر اس شخص کو ابھی نہ روکا تو یہ مزید تباہی لے آئے گا۔" وہ غصے و پریشانی کی ملی جلی کیفیت کے ساتھ گویا ہوئے۔

"یہ شخص قانون کے بل بوتے پہ اتنا اچھل رہا ہے نا تو کیوں نہ اسے ہی قانون میں الجھا دیا جائے؟" عالم صاحب شاطرانہ انداز میں بولے تو حاقان صاحب نے استفہامیہ انداز میں انہیں دیکھا تو وہ آہستہ آہستہ انہیں بات بتانے لگا۔

"لیکن ہمارے ہی گھر کی بچی کیوں؟" اس کی بات سن کے حاقان صاحب کو اختلاف ہوا۔

"ارے آغا جان، ملازماوں کی کوئی نہیں سنتا لیکن سوچیں کہ نامور وکیل بیوی کی بہن کے ساتھ زیادتی کرے گا تو اس کا کیا حشر ہو گا وہ بھی تب جب بیوی ہی گواہ ہو گی۔ ویسے بھی بات صرف ڈرانے تک ہی ہو گی کوئی ہماری بچی کو ہاتھ کیسے لگا سکتا ہے۔" شاطرانہ و مکارانہ انداز میں بولتے وہ کہیں سے ایک باشعور انسان نہیں دکھ رہے تھے اور پھر بہت سوچنے کے بعد انہوں نے یہ کام بنفشے کے خالہ زاد کو سونپا اور آدھی رات کو شہریار کے آنے کا انتظار کرنے لگے کہ انہیں کچھ عرصہ قبل ہی علم ہوا تھا کہ وہ ان کی حویلی آتا تھا۔

انتظار کے باوجود انہیں اس کے آنے کا تو علم نہیں ہوا لیکن جیسے ہی وہ فرشتے کے کمرے سے نکلا تو کچھ ہی دیر میں بنفشے کی چیخوں سے حویلی گونج اٹھی۔

بنفشے کی چیخیں سن کے وہ جیسے ہی کمرے سے باہر نکلی تو مرجان بیگم ایک ہی نام لے کے چیخ رہی تھیں اور وہ نام سنتے ہی اسے تین سال پہلے کی ویڈیو یاد آئی تو سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں مفقود ہوتی چلی گئیں اور پھر وہ وہ سب کرتی چلی گئی جو وہ نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن اس نے کر دیا،

اس نے شہریار میر آفریدی کو اپنے نام کی ہتھکڑی لگادی تھی۔

اس کے جیل سے چھوٹنے اور بنفشے کے گواہی دینے کے پیچھے صرف اور صرف حبیب صاحب کا ہاتھ تھا جنہیں اس پہ یقین تھا اور انہوں نے بنفشے سے صرف ایک ہی سوال کیا تھا کہ

کیا اس رات واقعی وہاں شہریار تھا؟

ان کے سوال کا جواب جب نفی میں آیا تو انہوں نے مزید کچھ نہیں پوچھا اور بنفشے کو لیے عدالت پہنچ گئے کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ایک بیٹی کی وجہ سے دوسری کا گھر اجڑے کہ وہ سمجھ رہے تھے کہ ان کی بیوی سمیت ان کے بھائی اور باپ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی بیٹی کا گھر بسے اسی لیے وہ شہریار کے حق میں بنفشے کو بولنے پہ آمادہ کر گئے۔

لیکن اس سب میں کوئی بھی یہ بات نہ جان سکا کہ اس رات بنفشے کے ساتھ فقط ڈرامے کے لیے پیش کیے جانے والا اس کا خالہ زاد بنفشے پہ اپنی نیت خراب کر چکا تھا اور اب اسے اپنی حرکتوں سے ڈراتا دھمکاتا تھا اور اس کے خوف سے بنفشے ان کی موجودگی میں کمرے سے نکلنا چھوڑ چکی تھی۔

جب ان کے کھیلے گئے تمام داو بیکار چلے گئے اور وہ کسی بھی داو میں نہ الجھا تو آخری داو کے طور پہ انہوں نے فرشتے کو منظر سے ہٹانا چاہا لیکن یہاں قسمت ان کے ساتھ کھیل کھیل گئی اور فرشتے کو کوئی اور بیچ راستے سے اٹھا کے لے گیا لیکن سب کی چالیں ناکام ہوئیں اور وہ اسے ان سب کے چنگل سے آزاد کرتا وہیں لے گیا جہاں سے یہ کہانی شروع ہوئی تھی۔

حال:

"شہریار خاناں!" بڑی سی چادر میں لپٹی فرشتے کو بازووں میں اٹھائے جب وہ "آفریدی حویلی" میں داخل ہوا تو سب سے پہلے آئلہ بیگم کی نگاہ اس پہ پڑی۔

"یہ۔۔یہ فرشتے آپ کو کہاں سے ملی؟" آئلہ بیگم لپک کے اس کے نزدیک آئیں لیکن وہ ان کا سوال سرے سے نظر انداز کرتا ہوا نعمت بی بی کے کمرے کی جانب بڑھا۔

"شہریار خاناں! ہوا کیا ہے فرشتے کو؟ یہ کہاں سے ملی ہے آپ کو اور ایسے بیہوش کیوں ہے؟" آئلہ بیگم اس کے پیچھے لپکیں اسی لمحے زونائیشے بیگم بھی آن پہنچیں اور آئلہ بیگم کی بات سنتی چونک اٹھیں۔

"فرشتے!" وہ آگے بڑھیں تو دیکھا کہ وہ اسے نعمت بی بی کے بیڈ پہ لٹا رہا تھا۔

"شاہ میر کو بولیے گا کہ ڈاکٹر صاحبہ کو بلوا لائے۔" سرد انداز میں ماں اور چچی کو کہتا ہوا وہ ایک غلط نگاہ اس کے سراپے پہ ڈالتے ہوئے واپس مڑا۔

"لیکن آپ کہاں جا رہے ہیں اور فرشتے کو کیا ہوا ہے؟" اس کے عجیب و غریب رویے پہ حیران زونائیشے بیگم نے فوراً اس کو روکا۔

"مجھے ابھی واپس شہر جانا ہے اور یہ۔۔۔۔" اس نے ایک سلگتی نگاہ بیڈ پہ ڈالی۔

"اپنوں کے کیے پہ منہ کے بل گری ہیں۔" عجیب سے انداز میں کہتا ہوا وہ بنا ان کی مزید سنے وہاں سے نکلتا چلا گیا جبکہ زونائیشے بیگم کا دل اس کے جواب پہ دھک سے رہ گیا۔

"خدا کے لیے شیری، آج اپنے ہاتھوں پہ کنٹرول رکھنا۔" اس کے ساتھ چلتا ہوا سجاول اس کے تیز قدموں کا ساتھ دیتے ہوئے دہائی دینے والے انداز میں بولا تو اس نے وہیں خود کو روکتے ہوئے اسے گھور کے دیکھا۔

"اور اگر میں ایسا نہ کروں تو؟" اس نے شانِ استغاثہ سے استفسار کیا تو وہ سلگ اٹھا۔

"تو میں ہرگز تمہارے ساتھ نہیں آؤں گا کیونکہ کل کو اگر تم تشدد کرنے کی وجہ سے پکڑے جاتے ہو تو میں عدالت میں کھڑے جھوٹ نہیں بول سکتا۔" اس نے بھی جواباً پوری طرح اسے سلگانے کی کوشش کی۔

"میرے خلاف تم سچ بھی بولو گے تو سننے والے جھوٹ ہی سمجھیں گے اس لیے آ جاؤ کیونکہ مجھے جیل اور کورٹ تک پہنچانے کا حوصلہ صرف ایک ہی بندی میں تھا جو وہ آزما چکی ہیں ان کے علاوہ مجھ تک پہنچنے والے خاک ہوئے۔" اپنے مخصوص انداز میں کہتے ہوئے وہ آگے کی طرف چلنے لگا تو چار و ناچار سجاول اس کے پیچھے بڑھا۔

"لالہ! فرشتے کہاں ہیں؟" زمرد بیگم نے جب حبیب خان کو مردان خانے کی جانب جاتے ہوئے دیکھا تو بے ساختہ انہیں پکار اٹھیں۔

"وہ وہیں ہے جہاں سے وہ آئی تھی۔" صبح کی بنسبت حبیب صاحب اس وقت پرسکون تھے۔

"کیا مطلب؟" زمرد بیگم اپنا چہرہ ڈھکے حیرانی سے گویا ہوئیں۔

"آفریدی حویلی ہے وہ۔" چونکہ انہیں اطلاع مل چکی تھی اس لیے انہوں نے سکون سے انہیں بتایا تو انہوں نے بے ساختہ تشکر بھرا سانس لیا۔

"شکر ہے یارب۔" ان کی اپنے بچوں سے محبت پہ مسکراتے ہوئے حبیب صاحب سر جھکائے انہیں خدا حافظ کہتے وہاں سے چلے گئے جبکہ زمرد بیگم اب مطمئن و پر سکون دل کے ساتھ عالیان کے کمرے کی جانب بڑھ گئیں جہاں وہ ہمیشہ کی طرح عالیان کے لیے دعا کرتی تھیں۔

کسمساتے ہوئے اس نے اپنی سوجی آنکھوں کو کھولنے کی کوشش کی تو نگاہ نامانوس سے چہروں سے ٹکرائی تو وہ تیزی سے اٹھ بیٹھی تبھی کراہ اٹھی۔

"آہہہہ!" اس نے بے ساختہ اپنا چکراتا ہوا سر تھاما۔

"دھیرج بچے! ایسے نہیں اٹھو، زخموں سے درد اٹھے گا۔" نعمت بی بی نے حلاوت سے کہا تو وہ غیر متوقع طور پہ یوں اس حالت میں خود کو حویلی میں پا کے بے ساختہ رو دی۔

اس کے بہتے آنسوؤں میں درد اور تکلیف سے زیادہ شرمندگی واہانت کے آنسو شامل تھے کیونکہ وہ جس طرح سے تین سال پہلے اس حویلی سے گئی تھی اس کے بعد بھی ان چہروں سے جھلکتی محبت اسے زندہ مار گئی تھی۔

۔

"کیوں رو رہی ہو بچے؟ کیا درد ہو رہی ہے آپ کو؟" زونائیشے بیگم اسے ہچکیوں کے ساتھ روتے دیکھ کے آگے بڑھیں اور اسے ساتھ لگایا تو وہ مزید رونے لگی۔

"مورے! آپ لوگ یوں جمگھٹا سا نہ بنائیں بھاجائی کے پاس اور انہیں آرام کرنے دیں۔" اس کے جذبات کو کسی حد تک سمجھتا شاہ میر جو وہاں ابھی اس کی دوائی دینے آیا تھا اس نے سب کو وہاں سے ہٹنے کا اشارہ کیا تو سب لڑکیاں منہ بناتی ہوئیں وہاں سے نکل گئیں جبکہ نعمت بی بی، آئلہ بیگم اور زونائیشے بیگم وہیں بیٹھی اس کے ساتھ ہلکی پھلکی گفتگو کرنے لگیں تاکہ وہ ریلیکس ہو سکے۔

"کیا ہوا؟ یہ تمہارے منہ میں ہوا کس نے بھری ہے؟" شہیر جو کچن سے کباب لیے نکل رہا تھا سامنے سے آتی گل کے پھولے ہوئے چہرے کو دیکھ کے شرارت سے گویا ہوا تو وہ ایک اچٹتی نگاہ اس پہ ڈالتی صوفے پہ بیٹھ گئی۔

"یہ مجھے دیکھ کے اس غبارے میں مزید ہوا کیوں بھرنے لگی ہو؟" اسے خود کو نظر انداز کرتا ہوا دیکھ کے ادھر ادھر دیکھتا اس کے نزدیکی صوفے پہ بیٹھ گیا۔

"پوچھیں مت مجھ سے کچھ۔" اس نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا تو شہیر ایک نظر اسے دیکھ کے خاموشی سے صوفے سے ٹیک لگاتا کباب کھانے لگا تو کچھ لمحے انتظار کے بعد گل بھنا اٹھی۔

"کچھ پوچھ کیوں نہیں رہے آپ؟" اس کے بولنے پہ اس کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"خود ہی تو کہا ہے کہ نہیں پوچھو۔" گہری نگاہ اس پہ ڈالتے ہوئے بولا تو گل خجل سی ہو گئی۔

"وہ تو اس لیے کہا تھا کہ آپ ایک بار پھر سے پوچھو۔" اس نے نروٹھے پن سے کہا تو اس نے اپنا سوال دہرایا تو وہ اب نخرہ دکھانے کی بجائے بول اٹھی۔

"بھاجائی گھر آئی ہیں اور یہ لوگ ان سے باتیں کرنے کی بجائے ہمیں ان سے دور کر رہے ہیں۔" اس نے اپنی خفگی کی وجہ بتائی تو شہیر نے گہرا سانس خارج کیا۔

"بھاجائی کی طبیعت خراب ہے نا اس لیے ہی انہیں ریلیکس کرنے کے لیے ایسا کہا ہے۔" شہیر نے نرمی سے کہا۔

"لیکن بھاجائی کو ہوا کیا ہے؟" وہ ہچکچاتے ہوئے بولی تو شہیر کے چہرے پہ سنجیدگی پھیل گئی۔

"یہ تم بھاجائی کے آنے پہ اتنی خوش اس لیے تو نہیں ہو کہ اب تمہاری شادی کی جائے گی۔" شہیر نے جواب دینے کی بجائے موضوع یوں بدلا کہ وہ گڑبڑا سی گئی۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" اس نے خوامخواہ دوپٹہ ٹھیک کرتے ہوئے کہا تو شہیر نے گہری نگاہوں سے اس کا خوبصورت چہرہ دیکھا۔

"ایسی ہی بات ہونی چاہیے کیونکہ بھاجائی کے واپس آنے کا جشن ہمارے نکاح والے دن ہی منایا جائے گا۔" شریر لہجے میں بولتے ہوئے وہ ہوائی کس اس کی جانب اچھالتے ہوئے اس کے لال بھبھوکا

ہوتے چہرے کا جائزہ لیتا دانت نکالتے ہوئے وہاں سے نکل گیا جبکہ وہ دھڑکنوں کو اعتدال پہ لاتی ہوئی وہیں صوفے پہ نیم دراز ہو گئی۔

"ایک سوال ہی پوچھوں گا، اگر مجھے میری حسبِ منشاء جواب نہ ملا تو اگلی سانس لینے کی بھی مہلت نہیں دوں گا۔" بلیو کلر کی شرٹ کے بازو فولڈ کیے وہ کرسی پہ بیٹھا ایک بازو کرسی کی ہتھی پہ رکھے دوسرے بازو کی کہنی ٹانگ پہ جمائے سرد انداز میں بولا تو اس کے سامنے بیٹھے دونوں آدمی خوفزدہ ہوئے۔

"خاناں! ہم نے کچھ بھی نہیں کیا ہے۔" ایک آدمی گھگھیائے ہوئے انداز میں بولا تو اس کے چہرے پہ ناگواری سی پھیل گئی۔

"تم لوگوں نے جو کیا ہے اس کی سزا بعد میں دوں گا پہلے یہ بتاو کہ کس کے کہنے پہ کیا ہے یہ سب؟"

اس کا لہجہ پھنکارتا ہوا سا محسوس ہو رہا تھا جبکہ اس کا سوال سن کے دونوں چپ کر گئے تو شہریار نے طیش میں آ کے ایک ایک مکہ ان کے جبڑوں پہ دے مارا تو سجاول نے فوراً اپنا رخ موڑا۔

"مجھے اس شخص کا نام بتادو تو شاید تم لوگوں کی جان خلاصی ہو جائے۔" ان کی خاموشی پہ تپتے ہوئے وہ بولا تو دونوں نے ایک نظر ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر اس کا چہرہ دیکھنے لگے۔

انہیں جب اس بیرسٹر کی بیوی کو اٹھانے کا کہا گیا تھا تو وہ اتنے خوفزدہ نہیں تھے کیونکہ انہیں لگا تھا کہ پکڑے جانے کے بعد بھی انہیں جیل سے چھڑوالیا جائے گا لیکن وہ یہ بات نہیں جانتے تھے کہ خاندان کی عزت پہ جب بات آتی ہے تو سامنے بیٹھا شخص قانون کے لباس میں چھپا سب سے بڑا غنڈہ تھا۔

"خاناں اگر ہم نے اس کا نام بتایا تو ہم مارے جائیں گے۔" ان میں سے ایک خوفزدہ لہجے میں بولا تو سجاول کے چہرے پہ مسکان پھیل گئی۔

"بیرسٹر صاحب کی بیوی کو کڈنیپ کرنے کے بعد اسی کے سامنے کھڑے کسی دوسرے کے ہاتھوں مرنے کا خوف لیے کھڑے ہیں، چغد کہیں کے۔" سجاول مدھم آواز میں بڑبڑایا تو شہریار نے بمشکل اپنی مسکان دبائی۔

"اور اگر تم نے مجھے نام نہ بتایا تو میں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" اس نے انہیں وارن کیا تو ان میں سے ایک نے جزبز ہوتے ہوئے آہستہ سے ایک نام لیا جسے سن کے شہریار کے جبڑے تن گئے۔

اس کی نگاہوں کے سامنے بنفشے اور فرشتے کا چہرہ ایک ساتھ لہرایا تو اس نے دونوں ہاتھوں کو زور سے بھینچا اور پھر بنا کچھ کہے وہ ایک جھٹکے سے اٹھا اور بنا کسی ایک پہ بھی نگاہ ڈالے وہ آتش فشاں بنا جیل سے باہر نکلا تو سجاول بھاگتے ہوئے اس کے پیچھے لپکا جبکہ وہ دونوں اپنی غیر متوقع جان خلاصی پہ شکر کا سانس بھرتے آنے والے لمحات کے بارے میں سوچنے لگے۔

"شیری، رکو میری بات سنو۔" سجاول نے بھاگتے ہوئے اس کا راستہ روکا جو اس وقت اپنی گاڑی کی کانب بڑھتا کسی کی بھی سننے کے موڈ میں نہ نظر آرہا تھا۔

"راستے سے ہٹو۔" وہ زور سے دھاڑا تو سجاول جھرجھری سالے کے رہ گیا لیکن راستے سے پھر بھی نہ ہٹا۔

"اوہ میرے باپ یہ غنڈہ گردی کرنے سے قبل تھوڑا سا استعمال دماغ کا بھی کر لو، تم ایسے جاوگے تو کیا سب ٹھیک ہو جائے گا؟ کبھی نہیں بلکہ کوئی جذباتی قدم اٹھانے سے قبل بنفشے کا بھی سوچ لو۔" سجاول نے سنجیدگی سے کہا تو شہریار کے تنے اعصاب ڈھیلے پڑے۔

"لیکن اس شخص نے میری بیوی پہ بری نظر ڈالی کیسے؟" اس شخص کا خیال ذہن میں آتے ہی وہ پھر سے مٹھیاں بھینچ کے رہ گیا۔

"تم میری طرف سے بیشک اس شخص کی آنکھیں نکال لینا لیکن موقع محل کا انتظار تو کر لو ورنہ جو جنگ تم نے چھیڑی ہے وہ ناقابلِ برداشت نقصان چھوڑ جائے گی۔" سجاول اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولا تو وہ سر جھٹکتے ہوئے گاڑی میں بیٹھ گیا۔

"بھابھی یہ سمجھتی ہوں گی شادی ایک جانے مانے وکیل سے ہوئی ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتی کہ تم میں چھپے ہوئے بدمعاشوں والے گٹس وکالت سے کچھ زیادہ ہیں۔" اس کے زوردار آواز میں گاڑی کا دروازہ بند کرنے پہ سجاول تپانے والے انداز میں بولتا خود بھی فرنٹ سیٹ پہ بیٹھا تو شہریار نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے کھا جانے والی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"اپنی آواز قابو میں رکھو ورنہ یہ بد معاش ملیکہ کو بیوہ کرنے میں دیر نہیں لگائے گا۔" بد مزاجی سے کہتے ہوئے وہ تیزی سے گاڑی جیل کے احاطے سے نکالتا سڑک پہ دوڑانے لگا جبکہ اس کی ایسی خونخوار دھمکی پہ سجاول نے چپ ہونے میں ہی عافیت سمجھی۔

"بھاجائی آپ جانتی ہیں کہ آپ کی واپسی کا سب سے زیادہ انتظار کس نے کیا تھا؟" زر نے سسپنس کری ایٹ کرنے کو اپنا سوال پیش کرنے کے بعد سب پہ طائرانہ نگاہ ڈالی جو آج دو دن کے بعد فرشتے کو کمرے سے نکلنے پہ مجبور کیے اس وقت ہال میں ڈیرا جمائے بیٹھے تھے۔

زر کے سوال پہ یہ جاننے کے باوجود بھی کہ وہ کبھی بھی "اس" کا نام نہیں لے گی اس کا دل زوروں سے دھڑک اٹھا لیکن وہ اپنی کیفیت پہ قابو پاتی ان لوگوں کی جانب متوجہ ہوئی۔

"کس نے کیا میرا سب سے زیادہ انتظار؟" اس نے ازراہِ مروت سوال کیا حالانکہ اس لمحے اسے نجانے کیوں ہر شے سے وحشت ہو رہی تھی، اسے حویلی آئے تین دن ہو چکے تھے لیکن اسے وہ بے مہر انسان ایک پل کو بھی نہ دکھا تھا۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ حویلی میں ہے یا واپس شہر چلا گیا ہے لیکن وہ ہوش کھونے سے پہلے اپنی نفرت کے کیے گئے اظہار پہ اس کارد عمل دیکھنا چاہتی تھی لیکن وہ تھا کہ ایک پل کو بھی نہ سامنے آیا تھا اسی لیے وہ اس دن سے نعمت بی بی کے ہی کمرے میں رہ رہی تھی۔

"آپ کی واپسی کا انتظار سب سے زیادہ گل اور شہیر نے کیا تھا۔" زر کی پر جوش آواز اسے سوچوں کے یلغار سے کھینچ لائی تو اس نے گل کی جانب دیکھا جو گلابی چہرے کے ساتھ زر کو گھور رہی تھی۔

"ہاں تو اس میں غلط کیا ہے، اب ایک ہی دفعہ شادی کرنی ہے اس میں بھی اپنی بھاجائی کو شامل نہیں کرنا تو کیا فائدہ۔" شہیر ڈھٹائی سے بولا تو سب کے چہروں پہ مسکان مچل گئی۔

"اور اگر تاریخ پکی کرنے والے دن آغا جان آپ دونوں کا ایک دوسرے سے پردہ کروا دیتے تو پھر آپ تین سال کیا کرتے؟" شہیر کی بات سن کے وہ متبسم لہجے میں بولی۔

"پھر اس شخص نے پاگل سانڈ کی طرح ٹکریں مارنی تھیں دیواروں سے اور پھر اپنی بچی کی حفاظت کے لیے ہم اس سانڈ کو لاہور چھوڑ آتے۔" شاہ زیب میں منٹوں میں شہیر کی مٹی پلید کی تو سب کے قہقہے ابل پڑے۔

"تم نا مجھے ہلکے میں لے رہے ہو لالہ، اگر پردے والا کوئی سسٹم ہوتا تو ہم چوری چوری ملاقاتیں کرتے اور ان تین سالوں کو اور رنگین بناتے۔" وہ مزے سے سر دھنتا ہوا بولا تو گل اس بے باکی پہ شرمندہ سی ہو گئی۔

"بے شرم انسان۔" گلالئی نے اسے چپت رسید کی اور گل کے سامنے ہو کے بیٹھ گئی کہ اسے دیکھتے ہوئے وہ مزید شرارت پہ اترے گا۔

"ارے تم لوگ ابھی تک یہی بیٹھی ہو، اٹھو جا کے سب آرام کرو۔" آئلہ بیگم نے ایک نظر ہال میں ٹنگی گھڑی پہ ڈالی جہاں دس بجنے والے تھے تبھی انہوں نے سب لڑکیوں کو کہا جو سر جوڑے گپیں ہانکنے میں مصروف تھیں۔

اور تو اور فرشتے بھی اپنے خول کو چٹخائے ان کے ساتھ محوِ گفتگو تھی۔

"مورے بھاجائی کے ساتھ باتوں میں وقت گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلا۔" گلالئی مسکراتے ہوئے بولی تو سب مسکرا دیں۔

"چلواب بہت ہو گئیں باتیں، اب اٹھواور فرشتے کواس کے کمرے میں چھوڑکے آواور خود بھی تم سب جاکے سو۔" وہ نرم لہجے میں بولتی واپس پلٹ گئیں تو فرشتے ان کے الفاظ پہ چونکی۔

"کیاوہ آج 'اپنے' کمرے میں جائے گی؟" یہ سوچ آتے ہی اس کا دل زوروں سے دھڑک اٹھا، اس کا دل چاہا کہ وہ انکار کر دے لیکن وہ چاہ کے بھی ایسانہ کرپائی تھی کہ

ہوش آنے کے بعد گزشتہ تین دن سے اس کی سابقہ حرکت کو بھلائے وہ جس طرح سے اس کی آو بھگت میں لگے ہوئے تھے اس سب کے بعد اسے ان کے ساتھ سخت رویہ رکھنے پہ خود ہی بہت برا محسوس ہوا، اسے خیال آیا کہ اس کا مجرم تو وہ سنگدل شخص تھا اس کی وجہ سے وہ ان سب کی مجرم کیوں بنے، بس یہی سب سوچ کے وہ ان کے ساتھ دل بہلانے لگی تھی۔

ان سب کے اچھے رویے کے ساتھ ساتھ اگر اسے کسی کارویہ بدلا ہوا محسوس ہو رہا تھا تو وہ 'حاکم آفریدی' اور 'ایبک آفریدی' تھے جنہوں نے بظاہر تو اسے کچھ نہ کہا بلکہ اس سے ملے بھی تھے لیکن ایک نامحسوس سا سرد پن ان کے انداز سے جھلک رہا تھا جو اس کے حساس دل پہ فوراً اثر کر گیا تھا۔

وہ شاید یہاں اس واقعے کے بعد اتنی جلدی شاید ایڈ جسٹ نہ کرپاتی جو اگر 'یوسف زئی حویلی' سے کوئی اس کی خبر گیری کو آتا لیکن اس جانب کی خاموشی محسوس کر کے اس کا دل اس بری طرح سے ٹوٹا تھا کہ اسے اس موقع پہ اپنی خانم کا خود کو یوں اکیلا چھوڑنا اس طرح سے متاثر کر گیا کہ وہ اپنے دکھوں کو بہلانے کے لیے ان کے کندھوں کا سہارا لینے لگی کہ وہ واپس جانے کی ضد کیسے کرتی جب اس کے پچھلے ہی اسے فراموش کر بیٹھے تھے۔

وہ اپنی سوچوں میں اس قدر غلطاں تھی کہ اسے خبر نہ ہو سکی اور وہ زرسانگہ اور گل کے ہمراہ اپنے کمرے کے سامنے آن کھڑی ہوئی۔

"شب بخیر بھا جائی!" ان کی دونوں کی آواز پہ چونکتے ہوئے اس نے دیکھا تو کمرے کے بند دروازے کو دیکھ کے اس کا دل یوں دھڑکنے لگا جیسے بند دروازے کے اس پار 'وہ' موجود ہے۔

اپنی پوری ہمت مجتمع کرتی وہ کانپتے ہاتھوں کے ساتھ دروازہ کھولتی اندر داخل ہوئی۔

اس نے دھیرے سے قدم اندر رکھتے ہوئے دروازہ بند کیا اور پھر گہرا سانس بھرتے ہوئے آگے بڑھی ہی تھی کہ اس کے قدم ٹھٹھک گئے۔

سائیڈ ٹیبل پہ پڑی اسی کی اتاری گئی جیولری پہ نگاہ پڑتے ہی اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں، اس نے بے اختیار آگے بڑھنے کی کوشش کی جب اس کے قدموں کے ساتھ ساتھ اس کا پورا وجود ساکت ہو گیا۔

میری زندگی کے مالک، میرے دل پہ ہاتھ رکھ دے

تیرے آنے کی خوشی میں، میرا دم نکل نا جائے

بھاری گھمبیر آواز اس کے عقب میں گونجتی اس کی دھڑکنوں کو سست کر گئی۔

"آپ کے جانے کی طرح آپ کا آنا بھی اس قدر جان لیوا لگنے لگا ہے کہ دم نکلنے کا خدشہ ہو گیا ہے اب تو۔" کاٹ دار لب و لہجہ اس کے سن ہوئے اعصاب پہ کھولتے پانی کی طرح برسا تو اس نے ہولے سے اپنی گردن گھما کے اس کی جانب دیکھنا چاہا لیکن اس سے پہلے کہ وہ مڑتی ایک مضبوط بازو اس کے گرد حائل ہوتا اس کی کوشش مسترد کر گیا۔

"اونہہ !ابھی چہرہ مت دکھائیے گا، مجھے آپ سے ابھی نفرت جتانی ہے۔" بائیں کان میں کی گئی مدہم لیکن پھنکارتی ہوئی سرگوشی گونجی تو وہ تڑپ اٹھی۔

جیل جانے کے بعد اس نے جو رویہ دکھایا تھا اس کے بعد اس کا ایسا روپ دیکھ کے اس کا دل مرنے لگا تھا۔

"چھوڑیں مجھے۔" اس کے بازو کے حصار میں مقید وہ مچلی لیکن گرفت میں مزید مضبوطی محسوس کر کے اس کی سانسیں مدہم پڑنے لگیں۔

"چھوڑ دوں گا، پہلے مجھے یہ بتائیے کہ آپ کے واپس آنے کا جشن مناوں یا پھر جدائی کی سوغات دینے پہ آپ کو سزا دوں؟" اس کے بائیں رخسار کو اپنے لمس کی حدت سے مہکاتے ہوئے وہ بولا تو وہ اس کی حرکات کے برعکس اس کے سرد لہجے سے خائف پھر سے آزادی کے لیے مچلی۔

"آپ مجھے مسلسل تین سالوں سے سزا ہی دے رہے ہیں۔" وہ مچلتے ہوئے نم آواز میں دبا دبا سا چلائی تو اس کی مزاحمت کی وجہ سے اس کی چادر اس کے سر سے ڈھلک گئی۔

"آپ کے بالوں کی مہک بہت جان لیوا ہے۔" اس کی بات کو سرے سے نظر انداز کرتے ہوئے وہ اس کے بالوں میں چہرہ چھپائے خمار آلود لہجے میں بولا تو فرشتے کو اس شخص سے خوف محسوس ہوا، اسے لگا کہ یہ شخص آج اسے یونہی اپنی باتوں سے ہی زیر کر لے گا۔

"آپ جانتی ہیں، میں نے آج تین سال کے بعد اس کمرے میں قدم رکھا ہے کیونکہ میں چاہتا تھا کہ میں اس کمرے میں تب آوں جب آپ موجود ہوں اور میں آپ سے جان سکوں کہ کیوں کیا آپ نے ایسا ہمارے ساتھ؟" اس کے لہجے میں چھپی کاٹ پہ وہ بلبلا اٹھی۔

"اور آپ؟ آپ نے کیوں کیا میرے ساتھ ایسا؟" ہلکا سارخ موڑتے ہوئے وہ روتے ہوئے بولی تو شہریار نے لب اس کے کندھے پہ جمائے۔

"یہ سوال آپ نے یہ کمرہ چھوڑنے سے قبل مجھ سے کیوں نہ پوچھے؟ مجھ پہ اعتبار نہیں تھا یا ہمارے درمیان موجود رشتے کو کھوکھلا سمجھ رہی تھیں؟" اس کی پشت کو یونہی اپنی جانب موڑے وہ اسے بازو کے حصار میں لیتے دوسرے ہاتھ میں اس کا نازک ہاتھ لیتا چبھتے ہوئے لہجے میں بولا تو وہ لاجواب سی ہو گئی۔

Urdu Novels Ghar

"مجھے تو لگا تھا کہ ہمارا رشتہ اس مقام تک پہنچ چکا ہے کہ میں اگر اپنے منہ سے بھی آپ کے سامنے کبھی بے وفائی کا تذکرہ کروں تو آپ میرے الفاظ پہ یقین نہیں کریں گی بلکہ جو رشتہ ہمارے درمیان ہے اسے فوقیت دیں گی۔" اس کے لہجے میں اب کی بار تاسف کا رنگ چھلکا تو اب کی بار فرشتے نے پوری قوت سے خود کو آزاد کروایا اور اس کی جانب دیکھنا چاہا لیکن شہریار نے سرعت سے اسے قابو کرتے ہوئے اپنے سینے سے لگا لیا۔

"نہیں فرشتے! ابھی نہیں، آپ مجھے آپ سے محبت نہیں کرنی ہے بلکہ جو نقصان آپ تین سال پہلے بے خبری میں کر چکی ہیں نا اس نقصان پہ آپ سے خفگی و نفرت دکھانی ہے۔" اس کے کندھے پہ سر ٹکائے وہ مدھم لہجے میں بولا تو اب کی بار نجانے کیوں فرشتے کو اس کی آواز میں گہرا دکھ ہلکورے لیتا ہوا محسوس ہوا تو اس کا دل بے چین ہوا اٹھا لیکن وہ اسے ملنے کی بھی نوبت دیے بغیر خود میں بھینچے کھڑا رہا کیونکہ اس لمحے اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ اگر اس نے جنبش بھی کی تو وہ اسے اپنے پیار کی نشانی کو بے خبری میں ہی لٹا دینے پہ کچھ کر بیٹھے گا، جو لاوا اس کے اندر تھا وہ اسے ابلنے نہیں دینا چاہتا تھا۔

"تین سال، تین سال میں نے اس انتظار میں گزارے ہیں کہ آپ سے پوچھ سکوں کہ کیوں کیا ایسے؟ کیوں میری محبت کو بدگمانی و بے یقینی کی ہتھکڑی پہنائی؟" اس کے سوالوں پہ دل میں بے حد غبار لیے

فرشتے بھی نجانے کیوں چپ کر گئی تھی؟ اسے یاد آیا اس نے دو دفعہ شہریار پہ شک کیا تھا لیکن دونوں ہی دفعہ اس کے پاس ایسا ثبوت نہیں تھا لیکن اپنے اندر کے خوف کی وجہ سے وہ دونوں دفعہ اسے مجرم قرار دے بیٹھی۔

اس کی خاموشی پہ اس کے کندھے پہ سر ٹکائے شہریار نے گہری سانس بھرتے ہوئے خود کو پر سکون کرنا چاہا اور پھر یونہی اسے سینے میں چھپائے اس نے لب اس کی پیشانی پہ لگے زخم کے نشان پہ رکھے تو وہ سسکی۔

"زخم کیسا ہے اب؟" کچھ پل وہیں لب جمائے اس نے استفسار کیا تو اس کا دل چاہا کہ بول اٹھے کہ اس کے لمس کی تاثیر اس کے زخم کی دوا تھی لیکن وہ کچھ لہنے کی بجائے ہولے سے سر ہلا گئی۔

ایک بات مانیں گی؟" چند لمحوں کے توقف کے بعد اس کی سنجیدہ آواز گونجی تو وہ چونکی لیکن کہا کچھ نہیں کیونکہ وہ شخص آج پل پل رنگ ڈھنگ بدلتا اس کا دل دہلائے جا رہا تھا۔

"جو الفاظ بیہوش ہونے سے قبل کہے تھے وہ ایک دفعہ پھر سے دہرائیں۔" اس کے الفاظ پہ فرشتے کو یوں لگا جیسے کسی نے ٹھنڈا ٹھار پانی اس کے اوپر انڈیل دیا ہو اور وہ اس ٹھنڈک سے سرد پڑنے لگی۔

Urdu Novels Ghar

"وہ الفاظ پھر سے دہرائیں فرشتے کیونکہ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ میں آپ سے کتنی نفرت کرتا ہوں۔" اس کے بالوں کو چھوتا ہوا اپنے الفاظ کے برعکس وہ مخمور لہجے میں بولتا اب دھیرے سے اس کی بند پلکوں کو چھو رہا تھا جبکہ وہ اس کی قربت سے خائف لب بستہ سی اس کے حصار میں مقید تھی۔

"جو قیمتی پل آپ نے مجھ سے چھینے ہیں نا ان کی معافی ہرگز نہ ملے گی۔" ایک جھٹکے سے اس کا رخ موڑتے ہوئے وہ اس کی پشت ایک بار پھر سے اپنے سینے سے لگا گیا اور ہاتھ بڑھاتے ہوئے سائیڈ ٹیبل پہ پڑی گھڑی اٹھائی۔

"ہمارے وصل کے ساتھ ساتھ یہ اب ہمارے ہجر کے لمحات کی بھی گواہ بن گئی ہے۔" گھڑی اس کی سڈول کلائی میں باندھتے ہوئے وہ دھیرے سے بولتا ہوا اپنے لب اس کی کلائی پہ جماتا گویا اس کی سانسیں ہی کھینچ گیا۔

"کچھ عرصہ قبل آپ نے اپنے نام کی ایک ہتھکڑی مجھے پہنائی تھی لیکن آج میں ایک بار پھر سے آپ کو پیار کی زنجیر میں قید کرنے لگا ہوں۔" پرفسوں لہجے میں بولتے ہوئے وہ خوبصورت سالاکٹ اس

کے گلے کی زینت بنانے لگا، لاکٹ کو بند کرتے ہوئے شہریار کے لب اس کی گردن سے ٹکرائے تو وہ تڑپ اٹھی۔

"شہریار پلیز!" اس کی مزاحمت بے ساختہ تھی لیکن وہ اثر لیے بغیر اس کے بالوں میں چہرہ چھپاتا اپنے اندر لگی آگے کو ٹھنڈا کرنے کی سعی کرنے لگا۔

"آپ سے تو شہری خدمات کروانے کا بھی فائدہ نہ ہو سکا۔" ذو معنی انداز میں کہتے ہوئے اس نے اس کی کنپٹی کو چھوا تو فرشتے کو خود پہ غصہ آنے لگا کہ وہ کمزور کیوں پڑ رہی ہے اس کے سامنے تبھی اس نے ہمت مجتمع کی اور بول اٹھی۔

"آپ نے آغا جان کے سامنے ایسی ڈیمانڈ کیوں رکھی تھی؟" اس کے سوال پہ اس کی مخروطی انگلیوں کو چومتا ہوا شہریار ٹھٹکا لیکن اگلے ہی لمحے اس نے دوبارہ ہاتھ ہونٹوں پہ جمایا۔

"فرشتے! ضروری نہیں کہ ہر بار جو دیکھا یا سنا جائے وہ سچ ثابت ہو، جو کام آپ کی غیر موجودگی مجھ سے نہ کروا سکی وہ کام آپ کی موجودگی میں کیسے کر سکتا ہوں؟" نپے تلے انداز میں بولتے ہوئے اس نے سائیڈ ٹیبل سے پائل اٹھائی۔

"یہ تب باندھیے گا جب آپ کو لگے کہ واقعی شہریار آفریدی کی محبت آپ کے روم روم میں اتر چکی ہے اور اسی محبت کے سُر کو آپ ہر سوں بکھیرنا چاہتی ہیں۔" اسے مزید سوالات کو موقع دیے وہ اس کے ہاتھ میں پائل تھماتا اسے ایک جھٹکے سے اپنی جانب موڑتا بنا لمحے کی مہلت دیے اس کی سانسوں پہ قابض ہوا تو فرشتے نے لرز کے اس کی شرٹ جھکڑی۔

چند پلوں کی بے خودی کے بعد وہ اس کی گرفت سے اپنی شرٹ چھڑواتا سرعت سے پلٹتا کمرے کی دہلیز پار کر گیا جبکہ کمرے کے بیچ و بیچ کھڑی فرشتے گہری سانسیں بھرتی قد آور شیشے میں ابھرتے عکس کو دیکھ رہی تھی جسے وہ بنا دیکھے ہی اپنی پرجوش قربت کے باعث بکھیر چکا تھا۔

سر سے ڈھلکا دوپٹہ، گلے میں پہنایا گیا لاکٹ جس کی چین چٹیا کے اوپر ہی تھی، بکھری سانسیں اور نم پلکیں اس کی پرجوش و پرشدت قربت کے اثرات کو واضح بیان کر رہی تھیں۔

چند لمحے شیشے میں ابھرتے عکس کو دیکھنے کے بعد اس نے ہاتھ میں تھامی پائل سائیڈ ڈرا میں رکھی اور دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپتھپاتی وہیں بیڈ پہ گر سی گئی۔

کھڑکیوں سے آتی چھن چھن کرتی روشنی نے جب کمرے میں قدم رکھا تو وہ منہ بناتی کروٹ بدل گئی لیکن کچھ پل کے بعد نجانے کس احساس کے تحت اس نے آنکھیں کھول کے دیکھا تو سلوٹوں سے پاک بیڈ شیٹ اس کا منہ چڑا رہی تھی۔

بیڈ شیٹ کو دیکھتے ہوئے اس کی نیند بھک سے اڑی اور وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کے بیٹھتی پورے کمرے پہ طائرانہ نگاہ ڈالنے لگی لیکن پورا کمرہ اس چیز کی گواہی دے رہا تھا کہ وہ سنگ دل شخص رات بھر کمرے سے غائب رہا ہے۔

"رہیں سب مجھ سے دور، میری کیا پرواہ ہے کسی کو؟ میں تو انتقام میں ڈوبے ان سب لوگوں کے لیے فقط ایک مہرہ ہوں نا۔" خود اذیتی سے سوچتی ہوئی وہ بکھرے بال سمیٹتی اٹھی اور نم آنکھوں و بھاری دل کے ساتھ واشروم کی جانب بڑھ گئی۔

Urdu Novels Ghar

"تائی اماں! میرا دل کر رہا ہے آج کسی دربار پہ جاکے دیے جلا کے آؤں۔" وہ چھوٹی سی ڈائیننگ ٹیبل پہ بیٹھا ناشتہ کرنے میں مگن تھا جب کانوں میں مانوس سی آواز گونجی تو اس کے لب بے ساختہ ایک خوبصورت سی مسکان میں ڈھلے۔

"ساس کے سامنے اس کے بیٹے کو دیکھنے کی خوشی میں دیے جلاؤں گی تو ساس برا بھی منا سکتی ہیں۔" دبی دبی سی مسکان ہونٹوں پہ سجائے وہ شرارتی لہجے میں بولا تو وہ یکلخت گڑبڑا اٹھی جبکہ دوسری جانب رابعہ بیگم کے ہونٹوں پہ بھی مسکان پھیل گئی۔

"میرا اتنا دماغ نہیں خراب کہ تمہیں دیکھنے کی خوشی میں ایسے کام کروں گی۔" ناک چڑھا کے کہتی وہ کرسی گھسیٹ کے وہیں بیٹھ کے اسے گھورنے لگی تو سجاول نے نوالہ منہ میں رکھتے ہوئے اسے دیکھا کو لائٹ فیروزی رنگ میں نکھری سی اس خوبصورت صبح کا ہی حصہ محسوس ہو رہی تھی۔

"ناشتہ کرتے ہوئے ایسے نہیں دیکھو، خون ہلکا ہے میرا نظر لگ جائے گی۔ پانچ منٹ بس رک جاؤ پھر فری ہو کے تمہارے سامنے بیٹھوں گا تو جی بھر کے دیکھ لینا۔" اس کی گھورتی نگاہوں پہ چوٹ کرتے ہوئے وہ جس انداز میں بولا اسے سچ مچ رابعہ بیگم کی موجودگی کے باعث شرم نے آن گھیرا۔

"چپ کر کے ناشتہ کرو، خوامخواہ میری بچی کے پیچھے نہ پڑ جایا کرو۔" رابعہ بیگم اس کے سرخ چہرے کو مسکراتی نگاہوں سے دیکھتیں سجاول کے ڈپٹ کے بولیں تو وہ ہنس دیا۔

"کہاں تھے اتنے دن؟" چند لمحے بعد دل میں ہوتی کھدبد کے باعث وہ پوچھ بیٹھی تو سجاول نے چائے کا گھونٹ لے کے کپ نیچے رکھا اور اسے دیکھا۔

"کام کاج کر رہا تھا۔" اس نے نپا تلا انداز اختیار کیا۔

"سڑکوں پہ لور لور پھرنا کون سا کام ہے؟" رابعہ بیگم جیسے ہی کچن کی جانب گئیں وہ تندہی سے بولی تو سجاول نے چونک کے اسے دیکھا۔

"کیا مطلب؟" تجاہل عارفانہ سے استفسار کیا تو ملیکہ کو تپ سی چڑھ گئی۔

"ایک بات تو بتاو۔" اس نے بمشکل ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا تو سجاول نے اب کے بولنے کی بجائے آنکھوں سے ہی اشارہ کیا تو وہ شروع ہو گئی۔

"تم دونوں دوست ہو وکیل ہی نا؟ اتنے تم لوگ عدالت میں کیس نہیں لڑتے جتنا تم لوگ ادھر ادھر پھڈے بنا کے لوگوں سے لڑتے ہو۔" اس نے طنزیہ لہجے میں استفسار کیا تو نجانے کیوں سجاول کو ہنسی آگئی جسے چھپانے کو اس نے فوری طور پہ چائے کا کپ منہ سے لگاتے آخری سپ لیا۔

"یہ پھڈے بھی تو عدالتی کیس سے ہی منسلک ہوتے ہیں نا۔" اس کی بات پہ ملیکہ نے اسے یوں دیکھا گویا کہنا چاہتی ہو کہ تمہارے کیسز کو میں جانتی ہوں۔

"اچھا اور یہ تین چار دن کون سا کیس لڑتے رہے ہو؟" اس نے سنجیدگی سے کہا تو وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔

"فرشتے آفریدی بنام شہریار آفریدی۔" اس کی آنکھوں سے جھلکتی شرارت پہ وہ الجھی۔

"کیا مطلب؟" اس نے استفہامیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تو سجاول نے گہری سانس بھرتے ہوئے آہستہ سے بولنا شروع کیا تو ملیکہ کا منہ حیرت و جوش سے کھل گیا۔

"اس کا مطلب فرشتے بھابھی واپس آگئی ہیں؟" اس نے پرجوش انداز میں استفسار کیا تو سجاول نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔

"یہ جو تمہارے چہرے پہ خوشی آئی ہے نا بس اسی کے واسطے فرشتے بھابھی کو حویلی واپس لانے کے لیے شیری کی مدد کی ہے کہ وہ آئیں اور ہماری شادی ہو۔" وہ فوراً پینترا بدلتے ہوئے گویا ہوا تو ملیکہ نے تمتماتے چہرے کے ساتھ اسے گھورا۔

"انتہائی چیپ انسان ہو تم سجاول چوہدری۔" وہ دانت کچکچاتے ہوئے بولی تو وہ کھل کے ہنس دیا۔

"شادی کی ڈیٹ فکس کر کے چیپنیس کے ریکارڈ توڑوں گا۔" خباثت سے کہتے ہوئے اس نے ونک کیا تو ملیکہ نے تپتے ہوئے چہرے کے ساتھ اسے کچھ کہنا چاہا لیکن رابعہ بیگم کو آتے دیکھ کے لب بھینچ کے رہ گئی۔

پانچ نفوس ہونے کے باوجود "یوسف زئی حویلی" کے ہال کمرے میں اس وقت موت کی سی خاموشی چھائی ہوئی تھی کہ کچھ لمحے پہلے ان پہ گرا جانے والا بم سب کے حواسوں کو جھنجھوڑ گیا تھا۔

وہ جو سب "فرشتے" کی تلاش میں مگن تھے کہ ایسا کون تھا جس نے ان دونوں گھروں کی دشمنی کی آڑ میں اتنا کڑا وار کیا تھا کہ ان کی ہی گیم ان پہ پلٹ دی تھی لیکن کچھ لمحے پہلے زمرد بیگم کی دی گئی اطلاع پہ انہیں پوری حویلی گھومتی محسوس ہو رہی تھی۔

".بنفشے حویلی سے غائب تھی۔" یہ اطلاع ایسی تھی جسے سن کے سب کے دماغ نجانے کتنی کڑیوں کو ملانے میں تلا ہوا تھا۔

آیا کہ.بنفشے اس حویلی سے اپنی مرضی سے غائب ہوئی تھی کہ کوئی اسے غائب کروا کے لے گیا تھا لیکن سوچنے کی بات یہ تھی کہ دونوں صورتوں میں حویلی کے اتنے ملازموں کے ہوتے ہوئے وہ غائب کیسے ہو سکتی تھی۔

ان سب کے شکوک کے دھاگے سیدھا "شہریار آفریدی" تک ہی پہنچ رہے تھے لیکن وہ یہ بات کہنے میں متامل تھے۔

"آپ لوگوں کی بے بنیاد نفرت اور انتقام کی اس جنگ نے اور کسی کا نقصان نہیں کیا ماسوائے میری اولاد کے۔ دو بیٹے آپ کی ہی بدولت نظروں سے دور ہیں، ایک کو آپ لوگوں کے ہی کوسنے مار گئے،

بیٹی آپ کی نسل بچانے کو عجیب سی دشواریوں سے گزر رہی ہے اور دوسری بیٹی بھی اسی منزل کی راہی بن گئی ہے۔" حبیب صاحب سب کی لامتناہی سوچوں کو بریک دیتے ہوئے تھکے تھکے سے لہجے میں گویا ہوئے تو وہ جو احساسِ ملامت میں مبتلا ہو رہے تھے فوراسیدھے ہوئے۔

"مطلب کیا ہے تمہاری اس بکواس کا؟ کیا انوکھا ہوا تمہارے بچوں کے ساتھ؟ بیٹوں سے ہر روز بات کرتے ہو، مہینے بعد مل بھی آتے ہو اور جو مرا ہے وہ کیا انہونا مرا ہے، دنیا میں بے شمار لوگ تو مرتے ہیں روزانہ اور 'ونی' ہونا پٹھانوں کی پرانی رسم ہے جسے تمہاری بیٹی نے قائم رکھا اور اس کے بعد آنے والی ہر مصیبت تمہاری ہی بیٹی کے نام نہاد شوہر کی پیدا کردہ ہے۔" حاقان صاحب ان کی کھری بات کی تاب نہ لاتے ہوئے گرج کے بولے تو حبیب صاحب نے شکوہ کناں نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

"میری بیٹی کاش۔۔۔۔۔" حبیب صاحب نے کچھ کہنا چاہا جب مرجان بیگم چیخ اٹھیں۔

"حبیب خاناں یہ پدرانہ شفقت کے جھنڈے بعد میں گاڑھ لیجیے گا پہلے میری بیٹیوں کو ڈھونڈ کے لائیں۔" ان کی آواز قدرے بلند تھی جسے سن کے حبیب صاحب کی پیشانی پہ لاتعداد بل پڑے۔

"تمہاری ایک بیٹی اپنے سسرال ہے اور ان کی اجازت کے بغیر میں اسے ہر گز نہیں لا سکتا اور دوسری کی تلاش کے لیے بھی آدمی بھیجے ہیں اب کیا ڈھنڈورا پیٹنے لگ جائیں کے یوسف زئی حویلی والوں کی بیٹی گھر سے غائب ہے۔" حبیب صاحب نے تندہی سے کہا تو عالم صاحب نے نخوت سے سر جھٹکا۔

"اب ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ غائب اپنی مرضی سے ہوئی ہے یا۔۔۔؟" عالم صاحب نے عجیب سے انداز میں بات کرتے ہوئے ادھوری چھوڑی تو زمرد بیگم نے لرز کے اپنے شوہر کو دیکھا جو اپنے ہی خاندان کی بیٹیوں کے متعلق ایسی زبان استعمال کر رہا تھا۔

"مجھے اپنی بیٹیوں پہ پورا اعتماد ہے اور مجھے امید ہے کہ جس طرح فرشتے خیریت سے مل گئی ہے ویسے ہی اللہ پاک اب بھی مجھے مایوس نہیں کرے گا۔" مضبوط لہجے میں کہتے ہوئے حبیب صاحب کی آواز نم ہوئی تو وہ بے اختیار وہاں سے اٹھ کے چلے گئے تو عالم صاحب نے زمرد بیگم کو وہاں سے اٹھانے کے لیے چائے لانے کا کہا تو وہ جلدی سے اٹھ گئیں۔

"عالم خاناں! جتنی جلدی ہو سکتی ہے یہ پتہ لگانے کی کوشش کرو کہ فرشتے کو لے جانے والا کون تھا اور کیا اس کے بارے میں وہ وکیل با خبر ہے؟ یہ چیز اس وقت بنفشے کی تلاش سے بھی زیادہ ضروری ہے

کیونکہ جو بندہ ہمارے ہاتھ سے فرشتے کو لے گیا وہ ہمارے راز بھی تو جانتا ہو گا اور ہو نہ ہو اسی بندے کا تعلق بھی بنفشے کی غیر موجودگی سے ہو۔" حاقان صاحب پر سوچ انداز میں بول رہے تھے جبکہ ان کی بات سن کے عالم صاحب سر اثبات میں ہلاتے مرجان بیگم کو ایک نا محسوس سا اشارہ دیتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

"بھاجائی! بھاجائی! جلدی کریں۔" زرسانگہ بھاگتی ہوئی آئی اور اس کا بازو زور سے جھکڑا اور ساتھ لیے تیز تیز چلنے لگی۔

"ارے رکو تو، ہوا کیا ہے؟ مجھے اننّے کی بات تو سننے دو۔" اس نے بے ساختہ مزاحمت کی لیکن وہ اسے خاطر میں لائے بغیر اس کا بازو گھسیٹتی چلتی رہی۔

"اننّے بھی وہیں ہیں جہاں لے کے جا رہی ہوں، جلدی کریں بہت مزہ آنے والا ہے۔" وہ پرجوش سی کہتی اسے ہال میں لے آئی جہاں داخل ہوتے ہی 'وہ' دشمنِ جان آج اسے پورے ایک ہفتے کے بعد دن کے اجالے میں نظر آیا تھا۔

اس رات کے بعد اس نے اسے دن کے اجالے میں نہیں دیکھا تھاہاں وہ رات کو اس کے سو جانے کی بعد آتا اور اسے بازووں میں بھرے سو جایا کرتا تھا۔

وہ اس کی اس خفیہ آمد پہ شاید بے خبر رہتی لیکن اس شخص کی گئی بے باک گستاخیاں صبح ہوتے ہی اسے اس کی موجودگی کا احساس دلا دیا کرتی تھیں،وہ شخص قربت کی انتہا کو چھوئے بغیر اپنے لمس اور نزدیکی سے ہی اسے خود سے بیگانہ کرنے کا ہنر باخوبی جانتا تھا۔

اب اتنے بعد اسے یوں اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ کے نجانے کیوں اس کا دل چاہا وہ اس سے بہت زور کا جھگڑے لیکن وہ خود پہ ضبط کرتی ہوئی گلالئی کی جانب بڑھی لیکن اس کے وہاں بیٹھنے سے قبل زر نے اسے کھینچتے ہوئے اس سنگل صوفے کی جانب دھکیلا جہاں وہ اطمینان سے بیٹھا تھا لیکن زر کے اشارہ کرنے پہ اس نے سمٹتے ہوئے جگہ بنائی اور زر بہت تیزی سے اسے اس کے پہلو میں براجمان کرتی خود گلالئی کے ساتھ بیٹھ گئی۔

اس اچانک ہوئی افتاد پہ بری طرح گڑبڑاتے ہوئے اس نے ایک نظر ہال میں موجود تمام ینگ جنریشن پہ ڈالی اور اٹھنے لگی لیکن اگلے ہی لمحے اپنی کمر کے گرد مضبوط بازو کا حصار محسوس ہوتے ہی اس کی تمام حسیات جامد ہو گئیں۔

"کیسی ہیں آپ؟" بنا اس کی جانب دیکھے وہ نگاہیں سامنے صوفے پہ بیٹھے شہیر، شاہ زیب، شاہ میر پہ ٹکائے وہ بھاری لہجے میں بولا تو فرشتے کو نجانے کیوں رونا سا آ گیا اس لیے وہ ضبط کرتی ہوئی چپ سادھے بیٹھی رہی لیکن اس کی خاموشی شاید مقابل کو پسند نہ آئی تھی تبھی اس کے پہلو پہ ہاتھ کا دباو بڑھایا تو اس کے چہرے کی رنگت فورا بدلی اس نے ایک چور نگاہ خود ڈالی جہاں اس کی اوڑھی گئی سرمئی رنگ کی چادر اس کے ہاتھ کی گستاخی کو چھپا گئی تھی لیکن سب کی موجودگی میں اس کی یہ بے باکی اسے تپا گئی تھی۔

"ہاتھ ہٹائیں اپنا۔" اس نے دبے دبے لہجے میں کہا لیکن نتیجتاً ہاتھ سرکتا ہوا گرفت مزید مضبوط کر گیا تو وہ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ کے رہ گئی۔

"شیری یہ سب ایسے کیوں اکٹھے ہوئے ہیں؟" شہیر سے جب برداشت نہ ہوا تو اس نے پوچھا لیکن اسی لمحے جب سب بڑے ہال میں داخل ہوئے تو فرشتے کے چہرے کا رنگ فورا بدلا اس نے جلدی سے اس کا ہاتھ ہٹانے کی کوشش کی۔

"اپنی کوشش ترک کر دیں ورنہ آپ میری بے باکی سے اچھی طرح واقف ہیں۔" ڈھکے چھپے ذو معنی الفاظ پہ فرشتے نے تھک ہار کے شکایتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا اور پھر یکلخت اس کے دل پہ جیسے پھوار سی پڑی۔

آج نجانے کتنے عرصے کے بعد "سیاہ آنکھیں" ان "سبز نگینوں" سے ٹکرائی تھیں اور نگاہوں کے اس ملن پہ اس لمحے بنا کچھ کہے، بنا کچھ سنے دونوں کے دل ایک دوسرے کے جذبات محسوس کر رہے تھے۔

"ایسے دیکھیں گی تو نفرت تو کیا محبت کرنے کے بھی قابل نہیں رہوں گا۔" سب سے نظر بچا کے اس کی کھلی آنکھوں پہ پھونک مارتے ہوئے وہ گھمبیر لہجے میں بولتا اسے پلکیں جھکانے پہ مجبور کر گیا۔

وہ فوراً دھڑکتے دل کے ساتھ سیدھی ہو کے بیٹھتی حاکم صاحب کی جانب دیکھنے لگی جو اس وقت تخت پہ براجمان ہو رہے تھے۔

"ٹھیک ہونا آپ سب؟ اور فرشتے بچے آپ کا زخم ٹھیک ہے؟" وہ سب سے حال پوچھتے ہوئے اس کی جانب متوجہ ہوئے تو اس نے جلدی سے گردن ہاں میں ہلائی کیونکہ اس لمحے وہ چاہ کے بھی کچھ نہیں بول پا رہی تھی کیونکہ اس شخص کی دست درازیاں بڑھتی ہوئیں اس کی دھڑکنیں منتشر کر رہی تھیں۔

"آپ سب لوگوں کو آج ادھر اس لیے اکٹھا کیا ہے کہ یہ بتایا جاسکے کہ شہیر اور شہر گل خاناں کی شادی جو تاخیر کا شکار ہوئی تھی وہ اب اس مہینے کی چوبیس کو ہو گی اس لیے تم سب اپنی اپنی تیاری کر لو۔" حاکم صاحب نے بلا تمہید اس بیٹھک کی وجہ بیان کی تو شہیر کی باچھیں خوشی کے مارے کھِل سی گئیں جبکہ لڑکیوں کے نرغے میں بیٹھی گل بے ساختہ شرما گئی۔

"آغا جان! آپ کی بتائی گئی تاریخ کے مطابق تو شادی میں بس دس ہی بچتے ہیں تو کیا بچوں کا پردہ نہیں کروایا جائے گا۔" سب کی پڑھائی گئی پٹی کے مطابق عائلہ بیگم نے جب بات کی تو شہیر نے کرنٹ کھا کے انہیں دیکھا۔

"اوہ ماڑا مورے یہ کیا غضب کر دیا۔" اس نے التجائیہ نگاہوں سے آغا جان کی جانب دیکھا کہ شاید وہ منع کر دیں لیکن آغا جان کے بولنے سے قبل ایک غیر متوقع سی آواز سنائی دی جسے سن کے سب لڑکوں کے منہ حیرت سے کھل گئے۔

"جی آغا جان! چچی خاناں ٹھیک کہہ رہی ہیں، اب تھوڑے ہی دن رہ گئے ہیں تو دونوں کا پردہ شروع کروا دیتے ہیں، یہ بھی تو ایک رسم ہے۔" پہلو پہ جمے ہاتھ کی گرفت کو بمشکل نظر انداز کیے وہ آہستہ سے بولی تو شہیر نے صدمے سے اسے دیکھا۔

"جن پہ تھا تکیہ وہی پتے ہوا دینے لگے۔" اس کا منہ یوں بن گیا گویا ابھی آنسوؤں کا ریلہ پھوٹ جائے گا جبکہ عائلہ بیگم کی بات سن کے تذبذب کا شکار حاکم صاحب فرشتے کی بات پہ فیصلہ سناتے ہوئے باہر نکلے تو ہال چھت پھاڑ قہقہوں سے گونج اٹھا۔

"آپ! آپ دونوں خواتین کو تو میں چھوڑوں گا نہیں۔" سب کے قہقہوں پہ صدماتی کیفیت سے نکلتا شہیر فرشتے کی جانب لپکا تو وہ فوراً ساتھ بیٹھے شہریار کی آڑ میں چھپ گئی، اس کی اس بے ساختگی پہ جہاں وہ مسکرا دیا تھا وہیں شہیر تھم گیا۔

Urdu Novels Ghar

"بلٹ، مکہ، دھموکہ بلکہ بات پروف سیکیورٹی لے کے بیٹھی ہیں اس لیے اس وقت آپ کو بخش رہا ہوں لیکن میں بدلہ ضرور لوں گا۔" شہریار کی آنکھوں میں چھپی وارننگ کو سمجھ کے وہ دھمکی آمیز لہجے میں بولتا ہوا عائلہ بیگم کی جانب بڑھا تو سب لڑکیوں نے ہلّہ بول دیا۔

"خبردار! اس جانب مت آنا یہ علاقہ اب دس دن کے لیے تمہارے لیے علاقہ غیر بن چکا ہے۔" گلالئی اور زر ایک ساتھ بولیں تو اس نے کھا جانے والی نگاہوں سے ان کے پیچھے چھپی گل کو دیکھنے کی کوشش کی۔

"کیا وقت آگیا ہے بچے پہ کہ کڑی کو اپنا بنانے چلا تھا لیکن وہ تو علاقہ غیر میں چلی گئی۔" شاہ میر مصنوعی تاسف سے گویا ہوا تو شہیر کو تپ چڑھی۔

"تم سب لوگ فکر نہیں کرو، تم سب کی شادیوں پہ مہینوں کے حساب سے پابندی لگاوں گا۔" وہ منتقمانہ انداز میں جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے لگا اور پھر گل کو دیکھنے کی کوشش کی جو کہ ان کے پیچھے چھپی اسے بالکل دکھائی نہ دے رہی تھی۔

"یہ اب تم ہم پہ نہ زہر نکالو، بھاجائی سے بدلہ لو۔" زیب نے اسے اکسانے کی کوشش کی تو وہ منہ بنا گیا۔

"اسے اس بلڈوزر کے قبضے سے تو چھڑواو تاکہ میں بھی اپنے زخموں پہ مرہم رکھ سکوں۔" وہ یوں بولا گویا کہ نجانے کیسا تشدد ہو گیا تھا اس پہ جبکہ اس کی بات سن کے ناچاہتے ہوئے بھی فرشتے کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"واللہ شہیر لالہ! یہ سب میں نے خود سے نہیں کہا بلکہ مجھے انہوں نے کہا تھا کہنے کے لیے۔" وہ دھیمے سے انداز میں کہتی شہریار کی جانب اشارہ کر گئی تو شہیر اوپر کو اچھلا۔

"ت۔۔تم نے؟ تم نے ایسا کرنے کو کہا؟ دوست کی آڑ میں چھپے بدترین دشمن، اپنی بیوی کو پاس بٹھا کے دو پیار کرنے والوں کو جدا کرتے ہوئے تمہیں شرم نہ آئی؟" شہیر کی صدماتی اداکاری عروج پہ تھی جو کسی پہ بھی اثر نہ کر رہی تھی۔

"ہاں تو کیا ضروری ہے کہ گل بھی تجھ جیسے چھچھوندر سے پیار کرے، خاناں اسے مجبوری کہہ لو۔" زیب نے پھر سے دل جلا ٹکڑا لگایا تو سب کے قہقہوں پہ وہ بلبلا اٹھا۔

"اب تو بات دلی جذبات تک پہنچ گئی ہے، میری دھک دھک گرل آوہاں زرا علاقہ غیر سے باہر۔" وہ دونوں بازووں کے کف فولڈ کرتا لڑکیوں کے گروہ کی جانب بڑھا تو ان کے پیچھے بیٹھی گل نے ایک دم سے اٹھ کے اندر کمرے کی جانب دوڑ لگائی تو شہیر کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"یہ ہے پیار۔" سب کے چھت پھاڑ قہقہوں پہ خون کے کڑوے گھونٹ بھرتا وہ اپنی دھک دھک گرل سے بدلہ لینے کا سوچنے لگا۔

"تمہارا تو لگتا ہے کہ یہاں بہت دل لگ گیا ہے۔" لکڑی کا بوسیدہ سا دروازہ احتیاط سے کھولتے ہوئے وہ اندر داخل ہوئیں تو اسے دعا مانگنے میں مشغول پایا تو نجانے کس احساس کے تحت وہ اس کی دعا ختم ہونے کا انتظار کرنے لگیں اور اس کی دعا ختم ہوتے ہی طنزیہ انداز میں بولیں تو زمین پہ بچھا کپڑا اٹھاتا عالیان چونکا۔

"آپ کا عنایت کردہ ٹھکانہ ہے اس میں دل نہ لگانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" اس کی مدھم آواز میں ایک عجیب سی کاٹ چھپی ہوئی تھی جو مرجان بیگم کا وجود نیلو نیل کر گئی۔

"چلو پھر اسی خوشی میں تمہارا ٹھکانہ تبدیل کر دیتی ہوں۔ بتاؤ کہاں جانا پسند کرو گے، سری لنکا، دوبئی یا امریکہ؟" انہوں نے پر اسرار سی مسکان ہونٹوں پہ سجائے ہوئے بولیں تو عالیان نے بغور ان کا چہرہ دیکھا اور پھر بہت ٹھہرے ہوئے انداز میں گویا ہوا۔

"آپ نے کہاں کیا ہے میرا سودا؟" اس کے کہے الفاظ مرجان بیگم کو ایک پل کے لیے ایک طمانچے کی صورت محسوس ہوئے لیکن اگلے ہی لمحے وہ سنبھلتے ہوئے غرائیں۔

"کیا بکواس کر رہے ہو تم؟" ان کے غصہ کرنے پہ عالیان نے عجیب سی نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

"اس میں کچھ غلط کیا ہے؟ آپ نے سودا ہی تو کیا ہے میرا، تو پھر آپ مجھ سے میری مرضی کیوں پوچھنے آئی ہیں سیدھا بتایئے نا کہ اب کس نگری میں ٹھکانہ ہو گا میرا؟" اس نے خود شکستگی کے احساس میں ڈوبے ہوئے چند الفاظ کہے جنہیں وہ بمشکل برداشت کر گئیں۔

"ایک ہفتے کے بعد دوبئی جا رہے ہو تم۔" چند لمحے خود کو کمپوزڈ کرتے ہوئے وہ جب بولیں تو لہجہ انتہائی خشک اور سفاک تھا جسے سن کے عالیان کے دل کو زور کا دھچکہ لگا لیکن وہ اس بار بھی سہہ گیا۔

"بہتر۔" یک لفظی جواب دیتے ہوئے وہ زمین کو گھورنے لگا تو مرجان بیگم اس کے جھکے سر پہ فاتحانہ نگاہ ڈالتے ہوئے کمرے سے نکل گئیں جبکہ زمین پہ ٹکی عالیان کی ساکت نگاہوں سے آنسو قطرہ در قطرہ زمین پہ گرتے چلے گئے۔

وہ شہریار کے بلانے پہ اس کے کمرے کی جانب چل رہا تھا جب اس کے کمرے سے دو کمرے پہلے بنے ایک کمرے کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور کوئی بہت تیزی سے آ کے اس کے دائیں کندھے سے ٹکرایا تو وہ لڑکھڑایا۔

"اوہ ماڑا، مار ڈالا۔" لڑکیوں سے بھی زیادہ سریلی آواز میں دہائی دیتے ہوئے اس نے جونہی حملہ آور کی جانب دیکھا تو آنکھیں گویا پھٹنے لگیں۔

وہ جو کوئی بھی تھی اسے اس سے پہلے اس نے اس حویلی میں نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی کوئی عورت حویلی میں یوں نقاب کر کے رکھتی تھی لیکن اس کے سامنے جو بھی کھڑی تھی وہ اس لمبے بڑی سے سیاہ چادر میں اس طرح سے ملفوف تھی کہ سوائے آنکھوں کے کچھ بھی نظر نہ آ رہا تھا۔

"تاسی خوک یاست "(تم کون ہو؟) فطری تجسس کے مارے اس نے آنکھیں سکیڑتے ہوئے استفسار کیا تو اس نامعلوم لڑکی نے اس کا سوال نظر انداز کرتے ہوئے آہستگی سے کچھ کہنا چاہا۔

"شہریار خاناں تہ زنگ وواھہ "(شہریار خاناں کو بلا دیں)" اس لڑکی کے منہ سے شہریار کا نام سن کے اس کا منہ حیرت و بے یقینی کے باعث کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"تاسی خوک یاست؟"(تم کون ہو؟) اب کے اس کے لہجے میں تجسس کے ساتھ بے چینی بھی سمٹ آئی کہ آیا یہ ہے کون جو شہریار کو جانتی ہے اور وہ اسے نہیں جانتا۔

"شہریارل۔۔۔۔" وہ نقاب پوش حسینہ بول ہی رہی تھی کہ عقب سے آتی خشک آواز پہ دونوں بیک وقت چونکے۔

"شاہ زیب!" ظہیر آفریدی کی آواز سن کے زیب کو لگا کے اب تو اس کی انسلٹ پکی ہے کیونکہ وہ حویلی میں ایک انجان کے ساتھ سرِ راہ محوِ گفتگو تھا۔

"کیا کر رہے ہو آپ ادھر؟" ان کے نزدیک پہنچ کے انہوں نے سنجیدگی سے اسے مخاطب کیا تو وہ اس لمحے کو کوسنے لگا جب لڑکی اس سے آکے ٹکرائی تھی۔

"وہ۔۔۔میں شیری کے کمرے میں جا رہا تھا تو غلطی سے یہ ٹکرا گئیں تو میں رک گیا تھا۔" اس نے فورا صفائی پیش کی تو ظہیر صاحب نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے اسے جانے کا اشارہ کیا اور خود اس کی جانب متوجہ ہوئے۔

"کیا بات ہے بچے، آپ پریشان لگ رہی ہیں؟" ان کے پوچھنے کی دیر تھی کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"میری ایک دفعہ مورے یا خانم سے بات کروا دیں۔" وہ کہتے ہوئے رو پڑی تو ظہیر صاحب نے اس کا سر تھپتھپاتے ہوئے واپس کمرے کی جانب بڑھنے کا اشارہ کیا تو وہ آنکھیں پونچھتی کمرے کی جانب بڑھی تو وہ دروازے میں آن رکے۔

"میں شہریار سے کہتا ہوں وہ آپ کی مورے سے بات کروا دے گا لیکن آپ رونا بند کریں شاباش۔" انہوں نے نرمی سے اسے چپ کروایا تو وہ بمشکل اپنے آنسوؤں کو روکتے ہوئے بولی۔

"م۔۔میں فرشتے سے مل سکتی ہوں؟" اس کے لہجے میں پختون انداز کی جھلک بہت نمایاں تھی وہ بہت بھلی محسوس ہو رہی تھی۔

Urdu Novels Ghar

"فرشتے بہت سے حقائق سے ابھی بے خبر ہیں اس لیے آپ سے نہیں ملوایا لیکن آپ پریشان نہیں ہوں جلد ہی آپ اس سے بھی ملیں گی۔" سنجیدگی سے کہتے ہوئے وہ اس کا سر تھپتھپاتے ہوئے چلے گئے تو دروازہ ہولے سے بند کرتی ہوئی بنفشے نے چادر چہرے سے ہٹاتے ہوئے گہری سانس لی اور وہیں دروازے کے ساتھ ٹیک لگا کے بیٹھتی وہ اونچی آواز میں روتی اپنے اپنوں کو یاد کرنے لگی جن کی سنگدلی اور بے غیرت فطرت کے عوض وہ یہاں اوروں کے در پہ بیٹھی رو رہی تھی۔

"شیری! شیری!" وہ اس کے روم کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے اونچی آواز میں اسے بلا رہا تھا، اس کے اندر بے چینی مترشح تھی، اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کسی طرح دروازہ توڑ کے شیری کے کان میں جا گھسے لیکن فرشتے کی موجودگی کے باعث وہ ایسی دیدہ دلیری نہیں دکھا سکتا تھا۔

"ش۔۔۔" اس کا اٹھا ہوا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گیا جب دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور خطرناک حد تک سنجیدہ تیور لیے فرشتے نمودار ہوئی۔

"جی!" اس کا 'جی' اس قدر خشک تھا کہ زیب پل بھر کو بوکھلا گیا۔

"بھاجائی! شیری کہاں ہے؟" اس نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے اس کے متعلق استفسار کیا تو وہ جو اس کی لاتعلقی پہ پہلے ہی تپی ہوئی تھی یوں اس کے متعلق استفسار پہ پھٹ پڑی۔

"میں کون سا ان کی ملازمِ خاص ہوں جو وہ مجھے اپنی معاملات کی خبر دیتے رہتے ہیں، گئے ہوں گے کہیں وکالت جھاڑنے۔" شہریار کا غصہ غلط بندے پہ نکالتی وہ ایک جھٹکے سے دروازہ اس کے منہ پہ بند کر گئی تو اس نقاب پوش حسینہ کو قطعاً فراموش کیے وہ اپنی اس عزت افزائی پہ منہ کھولے بند دروازے کو گھور رہا تھا جب عقب سے آتی چھت پھاڑ قہقہوں کی آواز پہ چونکا۔

"مجھے لگتا تھا کہ تیری قسمت میں لڑکیوں سے عزت افزائی ہی لکھی ہے لیکن یار اتنے برے طریقے سے لکھی ہے یہ نہیں پتہ تھا۔" شہیر پہلووں پہ ہاتھ دھرے زور زور سے ہنستا ہوا اس کی مٹی مزید پلید کرنے لگا تو شہیر کے ساتھ کھڑا شہریار بھی اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکا۔

"لڑکیوں سے بے عزتی تو اس کی ہونی ہی ہوتی ہے لیکن آج یہ میری جو الہ مکھی سے کیوں الجھ پڑا ہے؟" شرارت سے آنکھیں گھماتے ہوئے شہریار نے کہا تو زیب سلگ اٹھا۔

"تیری حصے کا بھار اٹھایا ہے میں نے۔ تمہاری جو الہ مکھی تم پہ تپی ہوئی تھیں لیکن نشانہ میں بن گیا۔"

زیب سلگتے ہوئے بولا تو دونوں کا چھت پھاڑ قہقہہ کمرے میں بیٹھی فرشتے کے اندر شعلے سے بھڑکا گیا۔

"یار وہ شیری پہ جتنا بھی تپی ہو تیں لیکن اس کے ساتھ اتنی ماڑی کبھی نہ کر تیں جتنی تیری ساتھ کر دی، مطلب منہ پہ دروازہ بند۔" شہیر دونوں ہاتھ گھٹنوں پہ رکھتا زور زور سے ہنستا زیب کو تپائے جا رہا تھا جب اس کی برداشت کی حد جواب دینے لگی تو وہ اس پہ جھپٹا۔

"ایک نمبر کا کمینہ انسان ہے تو، نا تو شیری کو بغل میں لیے ریمپ واک کر رہا ہو تا نا بھاجائی میری انسلٹ کر تیں۔" وہ اپنی خفت مٹانے کو ان پہ چڑھ دوڑا لیکن جواباً ان کے جاری قہقہے اسے مزید خجالت کا شکار کر رہے تھے۔

"مرو تم لوگ۔" بھنا کے کہتا وہ وہاں سے کھسکنے لگا جب شیری نے بمشکل مسکان دباتے ہوئے اسے دیکھا۔

"اچھا رکو تو، یہ تو بتاؤ مجھے کیوں ڈھونڈ رہے تھے؟" لہجہ اگرچہ سنجیدہ تھا لیکن آنکھوں سے عیاں ہوتی شرارت زیب سے پوشیدہ نہ رہ سکی۔

"سانس نہیں آ رہی تھی تیرے بغیر اس لیے۔" پھاڑ کھانے والے انداز میں کہتا وہ دو قدم چلا لیکن اچانک وہ رکا اور شہریار کے سامنے جا رکا۔

"اچھا سن شیری، تیرا بھاجائی کے علاوہ کسی اور کے ساتھ کوئی چکر تو نہیں؟" مشکوک انداز میں کہتا وہ اسے جھٹکا دے گیا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" اس نے گھور کے اسے دیکھا جبکہ شہیر باری باری ان کے چہروں کو دیکھ رہا تھا۔

"تو مطلب کو چھوڑنا، یہ بتا کہ تم نے دوسری شادی تو نہیں کر رکھی؟" اب کی بار پہلے سے بھی زیادہ شدید جھٹکا لگا تھا۔

"کیا بکواس کر رہا ہے تو؟" شہریار نے اب کی بار کڑے تیوروں سے اسے گھورا۔

"بکواس نہیں ہے، ابھی کچھ دیر قبل ایک نقاب پوش حسینہ اتنے استحقاق سے تیرا پوچھ رہی تھی تو اسے میں کیا سمجھوں؟" آنکھیں گھماتے ہوئے وہ جس مشکوک انداز میں بولا تو شہریار نے ایک زوردار دھموکا اس کی کمر پہ مارا۔

"سالی ہے وہ میری۔" تندہی سے کہتے ہوئے وہ ان دونوں کے سروں پہ بم پھوڑ گیا۔

سالی مطلب بھاجائی کی بہن، مطلب کے یوسف زئی حویلی والوں کی ایک اور لڑکی؟" وہ بے یقینی کی شدت سے تابڑتوڑ سوال کرتا چلا گیا تو شہریار نے بیزاری سے اسے دیکھا۔

"جتنے بھی طریقے سے پوچھو گے جواب وہی ہے جو بتا چکا ہوں، اب اپنا یہ ڈھکن بند ہی رکھنا کیونکہ فرشتے اس کی موجودگی سے بے خبر ہیں۔" اب کی بار اپنے مخصوص اکھڑ انداز میں بولتا اپنے کمرے کی جانب بڑھا۔

"ارے رک تو۔" شہیر نے بے ساختہ اسے روکنا چاہا لیکن وہ اس کی پکار اگنور کرتا قدم بڑھاتا چلا گیا۔

"تم لوگوں کی مزید بک بک بعد میں سنوں گا، پہلے مجھے اپنی بیوی سے ملنے دو اس سے پہلے کہ کوئی اور عتاب کا نشانہ بنے۔" بے نیازی سے کہہ کے وہ اپنے کمرے کے دروازے کے ہینڈل پہ ہاتھ رکھ گیا۔

اپنے کمرے میں تنہا بیٹھیں زمرد بیگم کے ہاتھوں میں ایک تصویر تھی جس پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے مسلسل روئے جارہی تھیں۔

اس تصویر میں موجود حبیب صاحب اور مرجان کے پانچوں بچوں کے چہرے تکتی وہ اپنی سسکیاں دبا رہی تھیں۔

"یا میرے مالک! میں نے تم سے اپنے لیے کچھ نہیں مانگا، کبھی کوئی شکوہ نہیں کیا، تو مجھے اولاد جیسی نعمت دے کے واپس لیتا رہا لیکن میں نے شکوہ نہیں کیا، میں نے اپنی ممتا ان بچوں پہ نچھاور کرنے کی کوشش کی۔ میں نے اس بچے کو سینے سے لگایا جسے اس کی ماں ٹھکرا چکی تھی لیکن تم نے مجھ سے وہ بھی چھین لیا۔" وہ دل ہی دل میں اپنے رب سے اپنے دل کی باتیں کرتیں عالیان کی یاد آنے پہ پھوٹ پھوٹ کے رونے لگیں۔

"تو نے مجھ سے عالیان کو چھینا تو مجھے لگا میرے جینے کی آس ختم ہو چکی ہے لیکن میں نے پھر سے خود کو سمیٹا اور ان بچوں میں خود کو مگن کر لیا۔" وہ فرشتے اور بنفشے کی تصویر پہ انگلیاں پھیرتی ہوئی بڑبڑا رہی تھیں۔

"لیکن جب اپنے ہی دشمن بن جائیں تو ہمیں خود کو ان سے بھی دور کرنا پڑتا ہے جن کے بغیر ہم جی نہیں سکتے۔ یا میرے مالک ان سب بچوں کی حفاظت کرنا جو اپنے بڑوں کے کیے گئے گناہوں کے

بھگتان بھگتنے کے لیے اپنوں سے دور ہیں۔" سسکتے ہوئے وہ ان سب کے لیے دعا گو تھیں جنہیں وہ خود ہی اپنے سے دور کر بیٹھے تھے۔

فرشتے کے اغوا اور پھر اس کی آفریدی حویلی میں موجودگی کی خبر سن کے یوسف زئی حویلی میں ہی مقیم جب فرشتے کے خالہ زاد شاداب نے اپنی شکست سے بے حال ہوتے اپنے پرانے شکاری کو جال میں جھکڑنے کی پلاننگ بنائی تو خوش قسمتی سے زمرد بیگم کی خاص ملازمہ نے اس کی بات پلاننگ سن لی تو وہ فوراز مرد بیگم کے پاس پہنچی تو اس کی بات سن کے زمرد بیگم کے پاس اور کوئی چارہ نہ بچا تو انہوں نے اپنا چھوٹا سا خفیہ موبائل نکالا جو تین سال قبل شہریار ہی انہیں اسی ملازمہ کے ذریعے دے کے گیا تھا اور وہ وقتاً فوقتاً اس سے رابطہ کرتی تھیں۔

انہوں نے شہریار کو ساری بات بتائی اور پھر شہریار کی ہدایات سن کے انہوں نے.بنفشے کو بلایا اور بہت آرام سے ساری سچویشن اسے سمجھاتے ہوئے ملازمہ سے اس کا لباس منگوا کے اسے پہنایا، نقاب اوڑھایا اور اسی ملازمہ کی مدد سے حویلی کی دہلیز پار کروائی جہاں سے وہ شہریار کے ہمراہ ایک نئی منزل کی جانب چل دی تھی جبکہ اس بڑی سی حویلی میں موجود زمرد بیگم رفتہ رفتہ اپنے سارے خیر خواہوں

اور غمگساروں کو جاتے دیکھ کے اب ٹوٹنے لگی تھیں لیکن نہیں انہیں ابھی ٹوٹنا نہیں تھا بلکہ انہیں کسی معجزے کا انتظار کرنا تھا جو انہیں ان کے اپنوں سے ملائے گا۔

دونوں پاوں اوپر کیے وہ بیڈ کی بائیں جانب چوکڑی کے سے انداز میں بیٹھی اپنی گود میں دھرے دونوں ہاتھوں کو بغور تک رہی تھی۔

وائیٹ کلر کی سلوٹ زدہ قمیض شلوار پہنے وہ ایک کندھے پہ ملٹی کلر کا دوپٹہ جبکہ دوسرے کندھے پہ ڈھیلی سی چٹیا گرائے ارد گرد سے بیگانہ محسوس ہو رہی تھی۔

دروازہ دھیرے سے بند کرتے ہوئے وہ آگے بڑھا تو اس کی بے توجہی محسوس کر کے اس نے اپنی واسکٹ صوفے پہ پھینکی اور پھر بائیں کلائی پہ بندھی گھڑی کھول کے اس نے زوردار آواز کے ساتھ وہیں ٹیبل پہ پھینکی تو اس اچانک آواز پہ وہ بری طرح سے چونکی لیکن اس پہ نگاہ پڑتے ہی اس کے ملائم چہرے کے زاویے بگڑنے لگے۔

Urdu Novels Ghar

"ایسے کمرے میں کیوں بیٹھی ہیں آپ؟ ابھی باقی سب نیچے باتیں کر رہے ہیں اور آپ اکیلی ادھر آ گئی ہیں۔" دانستالا پرواہ لہجہ اختیار کیا تو اسے نجانے کیا ہوا کہ وہ اٹھی اور آہستگی سے چلتی ہوئی اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"کیوں؟ کیوں کر رہے ہیں آپ ایسا میرے ساتھ؟" مدہم لہجہ عجیب سی یاسیت سمیٹے ہوئے تھے، شہریار نے بغور اس کی جانب دیکھا جو اس کے سامنے آنے سے کتراتی تھی اور آج یوں بے پرواہ حلیے میں اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

اس کا دل چاہا کہ وہ اسے آگے بڑھ کے خود میں سمیٹ لے اور اس نے فوراً اپنے دل کے کہے پہ عمل کیا اور آگے بڑھ کے اسے اپنی مضبوط بانہوں کا سہارا دیا تو فرشتے نے خاموشی سے سر اس کے سینے پہ رکھا۔

"کاش میں آپ کو یہ کہہ سکتی کہ مجھے اس حصار میں وہ والہانہ شدت نہیں محسوس ہو پاتی جو وہ کچھ عرصہ قبل محسوس کرتی تھی۔" دکھ سے سوچتے ہوئے اس نے بے ارادہ دونوں ہاتھ اس کے سینے پہ رکھتے ہوئے اس کی شرٹ کو مٹھیوں میں بھینچا۔

"محبت بہت ظالم شے ہے، یہ مجھ جیسے خود پرست اور انا پرست بندے کو بھی جھکنے پہ مجبور کر دیتی ہے۔" اس کی بے ساختہ حرکت پہ شہریار نے گھمبیر لہجے میں کہا تو فرشتے کی گرفت اس کی شرٹ پہ مزید مضبوط ہوئی۔

"آپ سے نفرت کی جنگ ادھار رہی، فارغ وقت میں پورے حساب کتاب کے ساتھ کھیلوں گا کیونکہ ابھی میرا دل نفرت پہ مائل نہیں لگ رہا۔" اس کے سر پہ ٹھوڑی ٹکاتا وہ خوبصورت لب و لہجے میں بولتا اس کے دل کو دھڑکائے جا رہا تھا۔

اس نے اس کی شرٹ یونہی دبوچے ہوئے اس سے فاصلہ قائم کرنا چاہا تو شہریار نے بنا کسی ردوکد کے اپنی گرفت ڈھیلی کی تو فرشتے نے فوراً دو سے تین انچ کا فاصلہ بنایا تو شہریار نے دوبارہ سے گرفت مضبوط کرتے ہوئے اس فاصلے کی حد متعین کر دی۔

اس کے اس انداز پہ فرشتے کا دل پگھلنے لگا تھا، یہ شخص کچھ نہ کہہ کے بھی اس کے دل کو دہلا دیا کرتا تھا۔

"شادی کی تیاریوں پہ دھیان دیں، خود و سجائیں سنواریں شاید میرا دل نفرت پہ مائل ہو جائے۔" وہ پر چار نفرت کا کر رہا تھا لیکن اس کی دلکش نگاہیں فرشتے کے سرخ چہرے کے نقوش کو چومتی کچھ اور ہی ورد کر رہی تھیں اور انہی نگاہوں کی لپک پہ سب کچھ بھولتی فرشتے اس وقت خود کو ہوا سے بھی ہلکا محسوس کر رہی تھی۔

"کیا یہ نفرت بنا بتائے حویلی چھوڑ کے جانے کی وجہ سے ہے؟" اس کی مضبوط انگلیوں کا لمس اپنی پیشانی پہ محسوس کر کے نجانے اس کے دل میں کیا آئی جو وہ پوچھ بیٹھی۔

اس کے سوال پہ نجانے کیا کچھ شہریار کو یاد آیا لیکن وہ کمال ضبط کا مظاہرہ کرتا ہوا دھیرے سے مسکرایا اور پھر اس کے داہنے رخسار پہ جھکا اور اپنا لمس وہاں چھوڑنے لگا۔

"اونہوں، مجھ پہ بے وفائی کا ڈھپہ لگانے کے لیے۔" پر تپش لہجے میں کہتے ہوئے وہ اس کے چہرے پہ جھکتا بے باک گستاخی کا مرتکب ہوتا اس کے باقی سوالات و جوابات کا گلا گھونٹ گیا۔

"ابھی میرے رویے یا مجھ سے وابستہ کوئی بات نہ سوچیں کیونکہ اس چنگاری کو چھیڑنے سے شعلے بھڑک اٹھیں گے اس لیے سکون سے شادی کو انجوائے کریں پھر حساب کتاب کریں گے۔" کچھ

ثانیے بعد اس کے گرد گرفت ڈھیلی کرتا وہ اس کے ہونٹوں پہ نگاہیں جمائے بھاری لہجے میں بولتا وہ اس کی پیشانی کو دھیرے سے چھو کے وارڈروب کی جانب بڑھ گیا جبکہ وہ وہیں ساکت کھڑی خود کو اس کی خوشبوؤں کے حصار میں مقید محسوس کرتی رہ گئی۔

"مطلب اب آپ واقعی میری مدد نہیں کرو گی؟" شہیر نے افسوس سے گلالئی کی جانب دیکھا جو مصروف سے انداز میں ہال میں بچھے تخت کا کور تبدیل کر رہی تھی۔

"میں کیسے تمہاری مدد کر سکتی ہوں؟ مورے کو پتہ چل گیا تو ٹانگیں توڑ دیں گی میری۔" گلالئی نے صاف معذرت کی تو وہ جل اٹھا۔

"تب مورے اور اپنی ٹانگوں کا خیال نہیں آیا جب آپ لوگوں کی شادی سے پہلے میں نے اس لنگور کی شکل دیکھ کے آپ لوگوں کی ملاقات کروائی تھی۔" شہیر کے چمک کے کہنے پہ وہ ایک دم سے جھینپی۔

"وہ۔۔وہ تو بہت پرانی بات ہے ویسے بھی اس دن مورے گھر نہیں تھیں۔" گلالئی نے فوراً اپنی خفت مٹانے کی کوشش کی۔

"یہی تو میں بتا رہا ہوں نا آپ کو کہ مورے اور خانم بابا خان کے ساتھ کسی شادی پہ جا رہی ہیں تو پلیز میری گل سے میری ملاقات کروا دو اللہ سات بیٹے دے گا۔" شہیر نے پلاننگ بتا کے دعا دی تو گلالئی ایک دم سے شرما گئی۔

"تم سب لڑکے شہر پڑھ کے اتنے بد تمیز کیوں ہو گئے ہو؟" اس نے گھورتے ہوئے کہا تو شہیر نے دانت نکوسے۔

"کیوں میر بھی اتنا ہی بد تمیز ہے کیا؟" شہیر کی جوابی کاروائی پہ گلالئی نے فوراً اس کے کندھے پہ ایک چپت رسید کی۔

"اچھا چلیں چھوڑیں میر کو یہ بتائیں کہ پھر کب ملوا رہی ہیں آپ مجھے؟" اس نے اتاولے پن کی انتہا کی تو گلالئی کو ہار مانتے ہی بنی۔

"اچھا میں کوشش کروں گی لیکن آج نہیں کل مگر تمہیں ایک کام کرنا پڑے گا تمہیں۔" اس نے نیم رضامندی دکھاتے ہوئے اسے کہا تو وہ جلدی سے بولا کیونکہ وہ ہال میں کھڑے تھے اور یہاں کوئی بھی آسکتا تھا۔

Urdu Novels Ghar

"بھاجائی کو کسی طریقے لالہ کے ساتھ مصروف کر دینا کیونکہ بھاجائی آج کل پوری جلاد ٹائپ بھاجائی بنی ہیں اور بہت سخت پہرہ دے رہی ہیں۔" گلالئی نے پیشگی کہا تو اس نے لاپرواہی سے کندھے جھٹکے۔

"ان کی نا آپ فکر کرو، وہ تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔" لاپرواہی سے کہتے ہوئے وہ کل کی میٹنگ فائنل کرتے چھلاوے کی مانند وہاں سے غائب ہوا تو گلالئی کل کی ملاقات کے لیے کوئی ترکیب سوچنے لگی۔

"کیا تم جانتی ہو کہ آج اماں اور ابا کیوں آئے ہیں؟" فریزر کے ساتھ ٹیک لگائے وہ بہت اطمینان کے ساتھ اس کا جائزہ لے رہا تھا جو چائے پیالیوں میں انڈیلتی بہت گھریلو سی محسوس ہو رہی تھی۔

"نہیں میں اتنی فضول باتیں نہیں جانتی، ان کا اپنا گھر ہے یہاں آنے کے لیے بھی انہیں کسی وجہ کی ضرورت ہے۔" وہ تنک کے کہتی نفاست سے پیالیاں ٹرے میں سجانے لگی تو سجاول نے افسوس سے اسے دیکھا جو ہمیشہ بات کی تہہ تک نہ جاتی تھی۔

"لیکن آج وہ کسی خاص وجہ کے لیے ہی آئے ہیں۔" اس کے چہرے پہ نظریں جمائے وہ سنجیدگی سے بولا تو ملیکہ نے کباب پلیٹوں میں سجاتے ہوئے ایک نظر اسے دیکھا۔

"کون سی وجہ ؟" کبابوں والی پلیٹ دونوں ہاتھوں میں پکڑے وہ ٹرے میں رکھنے لگی جب وہ بول اٹھا۔

"تمہاری رخصتی کی تاریخ فائنل کرنے آئے ہیں۔" پلیٹ ایک دم سے اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کے فرش پہ جا گری اور دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی۔

وہ جو اس اچانک حملے کی زد میں تھی یوں پلیٹ کی ہلاکت پہ اس حملے کو بھولتی اس نقصان پہ ساکت ہو گئی۔

"میرے فیورٹ سیٹ کی پلیٹ اور میرے کباب۔" اس کی مدہم آواز میں اس قدر دکھ تھا کہ شادی کی خوشی کو فی الوقت فراموش کرتا سجاول اس کے نزدیک ہوا۔

"اوہو ٹوٹنے والی چیز تھی ٹوٹ گئی ہے، پریشان کیوں ہو رہی ہو دوسری پلیٹ نکال لو۔" اس نے آسانی سے اسے مشورہ دیا تو اس نے کھا جانے والی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"تم۔۔تمہاری وجہ سے ہوا ہے یہ سب، ایسے کون بتاتا ہے ایسی خبر۔" وہ اس پہ چڑھائی کرتی ہوئی بولی تو سجاول کو ہنسی آگئی۔

"غلطی ہوگئی مجھ سے بہت بڑی حالانکہ مجھے چاہیے تھا کہ میں ایک سپیشل سی ڈیٹ کا بندوبست کرتا اور چاند کی روشنی میں تمہارا ہاتھ ہاتھوں میں لے کر، کھلے آسمان تلے تمہیں بتاتا کہ تم بہت جلد میری دسترس میں آرہی ہو۔" وہ شرارت سے کہتے ہوئے اس کی جانب ہلکا سا جھکا تو وہ بوکھلائی۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے اس کی، میرا یہ مطلب بھی نہیں تھا۔" وہ کترائے سے انداز میں کہتی نیچے جھکنے لگی جب سجاول نے بہت سہولت کے ساتھ اس کا بازو پکڑتے ہوئے اپنی جانب جھٹکا دیا تو وہ لڑکھڑائی لیکن بدقت خود کو سنبھال گئی۔

"تمہارا جو بھی مطلب ہو لیکن میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں اپنی اس خوشی کو تم سے بہت سپیشل طریقے کے ساتھ سیلیبریٹ کروں، میں تمہیں بتاوں کہ اب جب تم میری دسترس میں آنے والی ہو تو مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے میں مکمل ہونے والا ہوں۔" خوبصورت لب ولہجے میں کہتے ہوئے وہ اس کی ٹھہری دھڑکنیں منتشر کرتا اس کے چہرے کو گلنار کر گیا۔

"پیچھے ہٹو، کوئی آجائے گا۔" اس کی نگاہوں کے ارتکاز سے گھبراتی وہ اس کی بات کے جواب میں فقط اتنا ہی بول پائی لیکن وہ اس کی ماننے کی بجائے مزید اس کے نزدیک ہوا اور اس کے رخسار کی جانب جھکا ہی تھا کہ ہلکی سی چیخ پہ وہ دونوں بوکھلا گئے۔

"پلیز دروازہ بند کر لیتے ہیں پہلے۔" عائزہ دونوں ہاتھ آنکھوں پہ جمائے تیز تیز بولی تو وہ بوکھلاتی ہوئی اس سے فاصلہ بڑھا گئی جبکہ وہ بھی عائزہ کو گھورتا ہوا واپس اپنی جگہ پہ ہوا۔

"جب پتہ ہو کہ میاں بیوی ساتھ ہیں تو دروازے کو موردِ الزام ٹھہرانے کی بجائے خود وہاں آنے سے گریز کرنا چاہیے۔" سجاول نے ماحول کی معنی خیز خاموشی کو توڑنے کی کوشش کی جو کارگر ثابت ہوئی۔

"بجا فرمایا آپ نے لیکن فی الوقت یہاں آنا مجبوری تھی کیونکہ آپ کی بیوی کے سسر اور آپ کے سسر کو چائے نوش فرمانی ہے اس لیے ان شہید ہوئے کبابوں کو سپردِ خاک کر کے نئے کبابوں کے ساتھ کمرے میں آجائیں ورنہ جب دونوں سسر حضرات آگئے تو بند دروازے بھی کام نہ آئیں گے۔" عائزہ پٹر پٹر بولتی ان کا جواب سنے بغیر واپس پلٹ گئی تو وہ دونوں اس کی پشت کو گھورتے ایک دم سے ہنس دیے اور پھر جلدی سے چائے اندر لے جانے کا انتظام کرنے لگے۔

کالے بند شیشوں والی گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ بیٹھا وہ بند آنکھوں کے ساتھ مسلسل آیت الکرسی کا ورد کرتا کچھ دیر قبل کے مناظر سوچ رہا تھا۔

جب مرجان بیگم اور عالم صاحب بہت جلدی میں اس کی بند کوٹھڑی میں آئے اور اسے آتے ہی ایک نسبتاً نیا سوٹ پہننے کو کہا اور بنا کچھ بتائے اپنے نرغے میں لیے رات کی تاریکی میں ہی مردان خانے کی بیٹھک کی جانب بڑھے جہاں پہنچ کے مرجان بیگم تو چپکے سے زنان خانے کی طرف بڑھ گئیں جبکہ وہ عالم صاحب کے ساتھ بیٹھک میں داخل ہوا جہاں خاقان صاحب کے ساتھ تین ہٹے کٹے سوٹڈ بوٹڈ سے بندے براجمان تھے۔

اسے اندر داخل ہوتے دیکھ نے ان تینوں نے بغور اس کا جائزہ لیا اور پھر بنا کچھ کہے وہ براون بریف کیس خاقان صاحب کے سامنے پڑے ٹیبل پہ رکھتے خود کھڑے ہو گئے تو وہ سمجھ گیا کہ اس کا ایک ہفتے بعد ہونے والا سودا دو دن بعد ہی فائنل ہو چکا تھا اور اب اسے ہمیشہ کے لیے اس حویلی کو چھوڑنا تھا۔

اس لمحے اس کا شدت سے دل چاہا کہ وہ زمرد بیگم کو ایک نظر دیکھ لے لیکن اپنی خواہش پہ قابو پاتا وہ ان آدمیوں کے اشارے پہ ایک خاموش نظر اپنے دادا اور چچا پہ ڈالتا تھکے تھکے قدموں کے ساتھ باہر نکل گیا تو نجانے کیوں ایک لمحے کے لیے زنان خانے کی جالی کے ساتھ لگی مرجان بیگم کا دل لرزا لیکن اگلے ہی لمحے وہ خود پہ قابو پاتی اندر کی جانب پلٹ گئیں۔

"بالآخر آج ہماری زندگیوں سے 'عالیان' نام کا باب مکمل طور پہ ختم ہو چکا ہے۔" بریف کیس کو سرشاری سے دیکھتے ہوئے خاقان صاحب نے طمانیت سے سوچا اور مسکرا دیے۔

گاڑی کو جھٹکا لگنے پہ وہ تکلیف دہ سوچوں سے باہر نکلا تو دیکھا کہ ان کی گاڑی کے سامنے سرخ بتی سے جگمگاتی ایک گاڑی کھڑی تھی لیکن نہیں یہ ایک گاڑی نہیں تھی بلکہ اسی گاڑی کے شیشوں پہ نظر ڈالتے ہوئے اسے اندازہ ہوا کے اس گاڑی سمیت دو اور گاڑیاں بھی ان کے اردگرد تھیں۔

وہ ابھی یہ مفروضے لگانے کی کوشش میں ہی تھا کہ آیا یہ گاڑیاں ہیں کس کی جب اس کی کانوں میں ان تینوں میں سے ایک شخص کی آواز پڑی۔

"پولیس"!

اس کی آواز سن کے اس کا دماغ چکرا سا گیا اسے اب خیال آیا تھا کہ سرخ بتی سے جگمگاتی یہ گاڑیاں پولیس کی ہی ہو سکتی ہیں۔

وہ ابھی تانے بانے بننے میں ہی لگا تھا جب دس بارہ آفیسرز نے ان کی گاڑی کو گھیرا۔

"یو آر انڈر اریسٹ، ہوشیاری کرنے کی کوشش نہ کرنا اور گاڑی سے مکمل خاموشی کے ساتھ اتر آو۔"

ایک آفیسر بلند آواز میں بولا تو ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھے شخص نے چور نگاہ باہر ڈالتے ہوئے اپنا پسٹل نکالا اور اس آفیسر کا نشانہ بنانا چاہا لیکن اس سے پہلے ہی اس کے ہاتھ کا نشانہ لے لیا گیا۔

آفیسرز کی اس جارحانہ کاروائی پہ پیچ و تاب کھاتے وہ آدمی باہر نکلے کیونکہ وہ ہمیشہ سے اس علاقے سے سمگلنگ کرتے آئے تھے اور کبھی بھی ایسی کسی رکاوٹ کا سامنا نہ کرنا پڑا تھا انہیں اس لیے اب بہت سالوں سے وہ بنا اسلحے کے آتے تھے مگر اتنے سالوں میں پہلی دفعہ ایسے ہوا تھا کہ پشاور کی حدود سے نکلتے ہی انہیں پولیس نے آن گھیرا تھا اور وہ نہتے تھے۔

ان کے باہر نکلتے ہی ایک آفیسر نے گاڑی کی چابی سے پچھلی سیٹ کا لاک کھولا تو ایک آفیسر پھرتی سے آگے بڑھا اور پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کے اسے باہر کو کھینچا اور پھر اگلے پانچ منٹوں میں آفیسر زان چاروں کو لیے نجانے کس جانب چل دیے جبکہ عالیان لب بستہ اپنی زندگی میں آنے والے واقعات کو برداشت کیے جا رہا تھا۔

"کیا بکواس ہے یہ؟ پولیس کو کیسے خبر ہو گئی؟" عالم صاحب کو جب سے خبر ملی تھی وہ بپھرے ہوئے شیر کی مانند کمرے میں چکر لگا رہے تھے۔

"ہو نا ہو کہ یہ اسی وکیل کا کام ہو؟" حاقان صاحب نے اپنا خیال پیش کیا تو عالم صاحب کی جھلاہٹ میں مزید اضافہ ہوا۔

"وہ کوئی اوپری مخلوق نہیں ہے کہ اسے ہر بات کی خبر ہونے لگے گی، عالیان کی موت کی خبر پورے علاقے میں مشہور ہے اس کے بعد انہیں خواب آیا ہے کہ وہ زندہ ہے اور آج حویلی سے باہر نکلا ہے۔" بایاں ہاتھ زور سے بھینچتے ہوئے وہ دبی دبی آواز میں گرجے تو حاقان صاحب کے چہرے پہ تفکر پھیلا۔

Urdu Novels Ghar

"پھر یہ بات ہمیں سوچنی چاہیے عالم خاناں کہ ہمارا ایسا کون سا دشمن نکل آیا ہے جو ہمارے پیچ رہ کے ہماری جڑیں کاٹ رہا ہے۔ پہلے کورٹ میں فرشتے کا اغوا، پھر کالج سے فرشتے کا اغوا، بنفشے کی غیر موجودگی اور اب یہ اسمگلنگ گینگ سمیت عالیان کی پولیس گرفتاری، یہ چھوٹی موٹی بات نہیں ہے اس پہ اب بہت زیادہ غور کرو خاناں ورنہ ہم سب بے موت مارے جائیں گے۔" حاقان صاحب نے اب کے اپنے غصے پہ کنٹرول کرتے ہوئے بمشکل متوازن لہجے میں بیٹے کو ہدایت دی اور ساتھ ہی عالیان کی گرفتاری کی خبر مرجان بیگم سے چھپانے کو بھی کہا کیونکہ عالم صاحب نے ایک منجھے ہوئے وکیل کو ہائیر کیا تھا جو بغیر ان کے نام کے اب ان سب کی رہائی کی تگ و دو میں تھا۔

پولیس کی گاڑی جب ایک جھٹکے سے رکی تو عالیان نے جھکا ہوا سر اٹھا کے باہر کی جانب دیکھنا چاہا تو تھانے کی جلتی لائیٹس نے پل بھر کو آنکھیں چندھیائی سی کر دیں۔

"آفیسر! تم بنا کسی ایف آئی آر کے ہمیں جیل میں نہیں ڈال سکتے۔" جیسے ہی ان تینوں آدمیوں کو جیل میں ڈالنے کے لیے لے جایا جانے لگا تو ان میں سے ایک دھاڑا۔

"تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے کہ ایف آئی آر نہیں کاٹی گئی بلکہ ایف آئی آر ایک ہفتہ پہلے کی درج ہے اور تم لوگوں کا اریسٹ وارنٹ بھی تب کا جاری ہے۔" آفیسر کا لہجہ سنجیدہ تھا جبکہ ان کی باتیں سن کے عالیان نے چونک کے انہیں دیکھا۔

"کس نے درج کروائی ہے ایف آئی آر؟" ان میں ایک بھڑ کا تو سپاہی نے ہتھکڑی کو جھٹکا دیا۔

"یہ جاننا تمہارا کام نہیں ہے تم لوگ جاؤ اور اپنے شاہی کمرے میں جا کے آرام کرو۔" اب کی بار آفیسر کا لہجہ خاصا خشک تھا۔

"ہمیں پہلے ہمارے وکیل۔۔۔۔" اس نے پھر بولنا چاہا جب آفیسر نے درشتی سے اس کی بات کاٹی۔

"جس نے تمہاری ایف آئی آر درج کروائی ہے وہی تمہارا وکیل ہے اور وہی تمہارا جج ہے اس لیے اب زبان بند کر کے جاؤ یہاں سے ورنہ رات کے اس پہر تم لوگوں کی آواز اس طرح سے بند کی جائے گی کہ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہو گی۔" بلند لہجے میں دی گئی وارننگ پہ ایک خونخوار نگاہ آفیسر سمیت عالیان پہ ڈالتے ہوئے وہ تینوں ہتھکڑی کی زنجیر پکڑے سپاہیوں کے ساتھ جیل کی جانب بڑھ گئے۔

"سر! اس کا کیا کرنا ہے اب؟" ان کے جانے کے بعد ایک سپاہی نے لب بستہ سے عالیان کی جانب اشارہ کیا۔

"ابھی بیرسٹر صاحب ہی فیصلہ کریں گے۔" آفیسر کی بات سن کے عالیان پوری جان سے ٹھٹھکا۔

"شہریار لالہ؟" اس کا پورا وجود اس وقت حالتِ بے یقینی میں تھا۔

"وہ کیسے جانتے ہیں میرے بارے میں؟ اور اب ایسے بروقت ان کا یہ عمل؟" وہ جتنا سوچ رہا تھا اتنا ہی اس کا دماغ شل ہوا جا رہا تھا۔

"شیری!" وہ تیز تیز چلتا ہوا باہر دروازے کی جانب بڑھ رہا تھا جب شہیر کی بلند آواز پہ چاروناچار اسے اپنے قدم روکنے پڑے۔

"کہاں جا رہے ہو؟" اس نے نزدیک آتے ہی سوال داغا تو شہریار کی کشادہ پیشانی پہ بل پڑے۔

"تم میرے اسسٹنٹ کب سے بن گئے؟" اس کا لہجہ کسی قدر طنزیہ تھا لیکن شہیر نے خود پہ قابو پایا۔

"کنٹرول خاناں کنٹرول، اس بات کا بدلہ آج نہیں کل۔" بظاہر مسکراتے ہوئے وہ دل ہی دل میں بولا۔

"مجھے ایسا کوئی مرض لاحق نہیں ہے، یہ سوال آپ کی بیگم کی طرف سے تھا۔" اس کی بات سن کے شہریار الجھا۔

"فرشتے کی طرف سے؟" اس نے دہرایا۔

"اگر تو ایک ہی بیگم ہے تو یقیناً فرشتے ہی نام ہو گا اور اگر کوئی اور بھی ہے تو بہت معذرت میری رسائی ابھی صرف فرشتے نامی بیگم تک ہی ہے۔" نانا کرتے ہوئے بھی اس کی زبان اچھا خاصا کام دکھا گئی تو شہریار بھنا اٹھا۔

"کام کی بات کرو میرے پاس وقت نہیں ہے۔" اس نے خشک لہجہ اپنایا تو شہیر جلدی سے سیدھا ہوا۔

"ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ بھاجائی پوچھ رہی ہیں کہ کہاں جا رہے ہو؟" اس نے اپنا سوال دہرایا۔

"شہر جا رہا ہوں، خیریت؟" ایک نظر ہاتھ میں پکڑے موبائل پہ ڈالتے ہوئے اس نے کہا۔

"وہ کہہ رہی ہیں کہ انہیں بھی شہر جانا ہے، شاید شادی کے لیے کچھ خریدنا ہے۔" شہیر نے سنجیدگی سے کہا تو شہریار نے موبائل پہ میسج ٹائپ کرتے ہوئے مصروف سے انداز میں سر ہلایا۔

"اچھا پھر جلدی کرو۔" اس کے لہجے کی بے توجہی صاف ظاہر کر رہی تھی وہ شہیر کی بات سن نہیں پایا تھا لیکن شہیر کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔

"اوکے تم یہیں انتظار کرو میں آیا۔" خوشی سے چور وہ اسے رکنے کا اشارہ کرتا واپس پلٹا تو شہریار نے ان سنا کرتے ہوئے موبائل کان سے لگایا۔

"ارے بھاجائی! آپ یہاں بیٹھی ہیں جبکہ میں آپ کو سارے گھر میں ڈھونڈ چکی ہوں۔" گلالئی کمرے میں داخل ہوتی ماتھے پہ ہلکا سا ہاتھ مارتی ہوئی بولی تو شہر گل کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف فرشتے نے چونک کے اسے دیکھا۔

"ارے میں نے کہاں جانا ہے، میں تو آج کل بس گل کے پاس ہی ہوتی ہوں۔" وہ ہلکا سا مسکراتی ہوئے بولی۔

"اچھا اب گل کے علاوہ شوہر کو بھی یاد کر لیں، لالہ کا پیغام آیا ہے کہ جلدی سے تیار ہوں شاید سجاول لالہ کے گھر جانا ہے۔" گلالئی نے دھڑکتے دل کے ساتھ اس کو دیکھتے ہوئے کہا تو فرشتے الجھی۔

"لیکن انہوں نے مجھے تو کچھ نہیں کہا، تھوڑی دیر پہلے وہ خانم سے ملنے آئے تھے تو میں بھی خانم کے پاس ہی تھی۔" فرشتے کے لہجے میں ہلکا سا نروٹھا پن در آیا تو گلالئی گڑبڑائی جبکہ گل خاموشی سے انہیں سن رہی تھی۔

"یہ تو مجھے نہیں پتہ لیکن ابھی آپ جلدی کریں ناوہ گاڑی میں بیٹھے ہیں۔" گلالئی نے جلدی مچائی تو فرشتے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بھا جائی وہ گلابی رنگ کی فراک پہنیے گا بہت پیاری لگتی ہے آپ کو۔" گل نے پیچھے سے آواز دی تو وہ مسکرائی اور اس کی جانب دیکھتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا اور باہر نکل گئی۔

"ارے آپ کہاں بیر بہوٹی بنی چل دی ہیں؟" زرسانگہ نے ہلکے گلابی رنگ کے فراک کے ساتھ ہم رنگ دوپٹے پہ بڑی سی سفید رنگ کی چادر لیے ہلکی سی لپ اسٹک لگائے فرشتے کو دیکھتے ہوئے پوچھا تو گلالئی کا دل چاہا کہ اپنا سر پیٹ لے۔

کیونکہ وہ فرشتے کو باہر لانے سے قبل سب کو کمروں میں بھیج چکی تھی لیکن یہ بی بی سی نیوز نجانے کہاں چھپی تھی۔

"یہ شرفو(چوکیدار) والے کام تم نے کب سے شروع کر دیے ہیں؟" اچانک شہیر کی آمد پہ زر کو جواب دینے کے لیے فرشتے کے نیم واہوتے ہونٹ واپس بند ہوئے تو شہیر نے گلالئی کو نا محسوس سا اشارہ کیا۔

"جب سے ہم نے تم جیسوں سے اپنی لڑکی بچانا شروع کی ہے۔" زر بھی فرشتے کی تیاری فراموش کرتی اس کی جانب مڑی تو گلالئی فرشتے کا بازو کھینچتی دروازے کی جانب لپکی۔

"وہ سامنے لالہ کی گاڑی ہے، جلدی جائیں۔" گلالئی نے گاڑی اسٹارٹ ہوتے دیکھی تو جلدی سے اسے باہر کی جانب دھکیلا تو وہ ہڑبڑاتی ہوئی اس کے عجیب سے رویے پہ حیران ہوتی اپنا منہ چھپائے گاڑی کی جانب لپکی جبکہ دوسری جانب شہیر زرسانگہ کو چھیڑ کے اڑنچھو ہو چکا تھا۔

وہ فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولتی گاڑی میں بیٹھی تو موبائل کان اور کندھے کے بیچ پھنسائے شہریار نے بنا دیکھے گاڑی اسٹارٹ کردی اور بہت تیزی کے ساتھ گیٹ سے باہر نکالی۔

"نہیں میں ابھی حویلی سے نکلا ہوں، میرا ارادہ ہے کہ کورٹ جانے سے پہلے میں جیل سے ہوتا چلوں پھر اس کے بعد تم سے ملتا ہوں۔" اس کے جیل جانے کی بات پہ اس کے پہلو میں بیٹھی فرشتے الجھی۔

"یہ جیل جائیں گے تو پھر مجھے کیوں ساتھ لیا؟" اس کا دل مزید خفگی سے بھر گیا کہ یہ شخص اس قدر مشکل پسند کیوں تھا؟

"اوکے اللہ حافظ!" بات کرتے کرتے اسے غیر معمولی سا احساس ہوا تو اس نے ہلکی سی گردن گھما کے دیکھا تو لب میکانیکی انداز میں ہلے اور اس نے کال بند کرکے موبائل ڈیش بورڈ پہ پھینکا۔

"آپ؟" شہریار کی سیاہ آنکھوں میں الجھن سی تیر رہی تھی۔

"کیوں آپ کو کسی اور کا انتظار تھا؟" وہ جو اس سے کسی اور جملے کی توقع کر رہی تھی اس کی حیرانگی پہ طنزیہ انداز میں بولی تو شہریار کی بھنویں سکڑیں۔

"شہیر کدھر ہے؟" اس نے بغور اس کا جائزہ لیتے ہوئے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا کیونکہ اسے اس وقت لگا کہ شاید وہ اس کے ساتھ جانا چاہتا ہے۔

"مجھے نہیں پتہ، میں کون سا کسی کی اسسٹنٹ ہوں۔" اس کے اس قدر روکھے رویے پہ بمشکل خود پہ ضبط کرتی وہ تیکھے لہجے میں بولتی رخ موڑ گئی تو شہریار نے ایک نظر نسبتاً سنسان روڈ پہ ڈالتے ہوئے گاڑی ایک سائیڈ پہ روکی۔

"اسسٹنٹ تو میں آپ کو کسی کا بھی بننے نہیں دوں گا لیکن ایک بات تو بتائیں؟" گاڑی ایک سائیڈ پہ روک کہ اس نے گاڑی کے شیشوں پہ ڈارک شیڈز لگاتے ہوئے رخ اس کی جانب کرتے ہوئے سنجیدگی سے سوال کیا تو وہ بنا کچھ کہے رخ یونہی موڑے بیٹھی رہی جبکہ سفید ابھی تک چہرے کو ڈھکے ہوئے تھی۔

"مجھ سے ملنے کا ارادہ تھا تو گھر ہی بتا دیتیں نا مجھے، اب یہ گاڑی مجھے کچھ سوٹ ایبل نہیں لگ رہی ہے۔" اگلے ہی لمحے شہریار کی مسکاتی آواز سن کے اس کی بے نیازی بھک اڑی اور اگلے ہی لمحے وہ جھٹکے سے اس کی جانب مڑی۔

"مطلب کیا ہے آپ کا؟" ایک تو پہلے ہی وہ اس سے گریزاں تھا ان دنوں دوسرا اس کا ملنے پہ ایسا رویہ نجانے کیوں اسے سلگا رہا تھا۔

"مطلب بہت واضح ہے نا، اب اس قدر تیاری کے ساتھ آپ یوں اچانک آئی ہیں اسے میں کیا سمجھوں؟" قدرے اس کی جانب جھکتے ہوئے وہ بولا تو وہ پرے کھسکی۔

"آئی نہیں ہوں بلکہ آپ کے کہنے پہ بھیجی گئی ہوں لیکن آپ کو برداشت نہیں ہو رہی تو واپس چھوڑ آئیں۔" سبکی کے احساس سے اس کی آنکھیں چھلکنے کو بے تاب تھیں جبکہ اس کی بات پہ شہریار چونکا ضرور لیکن بنا کچھ ظاہر کیے وہ مزید اس کی جانب جھکا۔

"فی الحال تو مجھ سے آپ کی چادر کا یہ پلو برداشت نہیں ہو پا رہا۔" بھاری لہجے میں بولتے ہوئے اس نے اس کی چادر چہرے سے سرکائی تو نگاہ جیسے الجھ سی گئی۔

شدتِ ضبط سے گلابی ہوتے چہرے پہ لائٹ سی گلابی لپ اسٹک نے اس کی نگاہوں کو بری طرح سے جھکڑ لیا۔

اس کی اس بے ساختہ حرکت اور نگاہوں کی بے باک لپک پہ جزبز ہوتے ہوئے اس نے پیچھے کو کھسکنے کی کوشش کرتے ہوئے جیسے ہی نگاہ اٹھائی تو اس کی نگاہوں کا مرکز جان کے اس کا دل دھک سے رہ گیا۔

اس نے ایک چور نگاہ سنسان راستے پہ ڈالتے ہوئے گاڑی میں چھائی معنی خیز خاموشی اور اس کی نگاہوں کے شوخ تقاضوں سے گھبراتے ہوئے جلدی سے ہتھیلی اپنے چہرے کی جانب بڑھائی اور اپنے ہونٹوں پہ رگڑ دی۔

اس کی اس اچانک حرکت پہ شہریار کی سیاہ آنکھوں میں پہلے حیرت، پھر بے یقینی اور پھر ایک دم سے شوخ چمک لہرائی تو اس کا زندگی سے بھرپور قہقہہ گاڑی میں گونج اٹھا۔

"بہت ہی فضول اور ناکام حرکت تھی۔" مسکراتے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے فرشتے کا بازو پکڑ کے اسے اپنی جانب کھینچتے ہوئے مرر کی جانب اشارہ کیا تو اس کے کندھے سے لگی فرشتے نے اس اچانک افتاد پہ بوکھلاتے ہوئے جیسے ہی مرر پہ نگاہ ڈالی تو اس کا دل چاہا زمین پھٹے اور اس میں سما جائے۔

کیونکہ ہونٹوں سے لپ اسٹک ختم کرنے کی اس کی فضول سی کوشش اس کے ہونٹوں کو اب مزید جلا بخش چکی تھی اور اس کے ہونٹ سرخی دکھاتے توجہ کا مرکز بن رہے تھے۔

"آپ نے اگر ملیکہ لوگوں کے گھر نہیں جانا تو مجھے پہلے وہیں چھوڑ دیں گا پھر جائیے گا آپ جیل۔" اس آکورڈ سچویشن میں جب وہ مزید نزدیکی پہ آمادہ ہوا تو فرشتے جلدی سے اس کی گرفت سے نکلی اور کتراتے سے لہجے میں بولتی اپنی چادر دوبارہ سے اپنے چہرے پہ پھیلا گئی۔

"جب آپ آہی چکی ہیں تو پھر کہاں جانا ہے؟ اس کا فیصلہ مجھ پہ چھوڑتے ہوئے اس سفر کو انجوائے کریں۔" ساری ٹینشنز اور کام اس لمحے پسِ پشت ڈالتے ہوئے وہ گاڑی سٹارٹ کرنے لگا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر وہ اس لمحے اسے یوں واپس حویلی چھوڑنے گیا تو وہ ضرور ہرٹ ہو گی اور شہریار آفریدی کبھی بھی فرشتے آفریدی کی دل آزاری یا افسردگی کا باعث نہیں بننا چاہتا تھا۔

"جیو شاہ میر کی جان!" ان دونوں کی روانگی کے بعد جب گلالئی اندر کی جانب بڑھی تو اسے دیکھ کے شہیر نے نعرہ لگایا تو وہ جھینپی۔

"بکو نہیں، تمہاری وجہ سے لالہ اور بھاجائی سے جھوٹ بولا ہے، اب جلدی کرو۔" گلالئی جھینپ مٹانے کو جلدی سے بولی تو وہ مسکراہٹ دباتا سر ہولے سے ہلاتے ہوئے ایک چھلاوے کی مانند وہاں سے غائب ہو گیا۔

کچھ ہی دیر بعد وہ اسی کمرے کے دروازے کے باہر کھڑا تھا جہاں سے کچھ دیر قبل فرشتے نکلی تھی، اس نے ایک نظر ادھر ادھر دیکھا اور پھر چھپاک سے اندر گھس گیا۔

"اوہ ماڑا آپ؟" جہازی سائز پہ بیٹھی گل کا رخ دروازے کی جانب ہی تھا اس لیے جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوا تو وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔

"اتنی بے تابی سے کون استقبال کرتا ہے یار؟ بندہ بشر ہوش بھی کھو سکتا ہے۔" اس کی شرارتی آواز پہ وہ ہوش میں آئی تو فوراً سر پہ ٹکے دوپٹے کو کھینچ کے چہرے پہ گرایا تو وہ جی بھر کے بدمزہ ہوا۔

"اے میری مادھوری ڈکشٹ میں نے تمہارا یہ خوبصورت دوپٹہ دیکھنے کے لیے اتنا تردد نہیں کیا۔" اس نے فوراً کہا لیکن وہ ان سنی کرتی رخ موڑ گئی۔

"آپ جائیں باہر، اگر کسی نے آپ کو دیکھ لیا نا تو پھر آغا جان ہم دونوں کو ہی نہیں چھوڑیں گے۔" وہ دبے دبے لہجے میں بولتی پلو اپنی مٹھی میں دبوچ گئی۔

"ای زمادک دک نجلی پریردہ (اے چھوڑو میری دھک دھک گرل)! جب پیار کیا تو پھر کیا ڈرنا۔" وہ سینہ چوڑا کر کے کہتا ہوا جب اس کے نزدیک ہوا تو اگلے ہی پل اس کی بلند چیخ پہ اچھل پڑا۔

"پاگل ہو گئی ہو، ایسے کیوں چلائی؟" ساری عاشقی بھولتے ہوئے وہ اس پہ چڑھ دوڑا۔

"میرے قریب کیوں آ رہے تھے آپ؟" اس کی نروٹھی آواز پہ وہ جل اٹھا۔

"تمہارا دوپٹہ اوڑھنے کے لیے۔" اس کے سلگتے جواب پہ گل کی دبی دبی ہنسی نکل گئی۔

"یہ تبسم زرا میرے سامنے چھلکاؤ نا۔" اس کی ہنسی محسوس کر کے اس نے بنا اسے سمجھنے کا موقع دیے اس کا دوپٹے پیچھے کو الٹایا تو اگلے ہی پل اپنی ہتھیلی اس کے ہونٹوں پہ جمائی۔

"اللہ کا واسطہ ہے خانزادی، چلانا مت کیونکہ میں لنگڑاتے ہوئے بارات نہیں لانا چاہتا۔" اس کے التجائیہ لہجے پہ شہر گل نے کسمساتے ہوئے خود کو چھڑانے کی کوشش کی تو وہ شرافت کا مظاہرہ کرتا اسے چھوڑتا دو قدم پیچھے ہوا۔

"کیا کرنے آئے ہیں آپ؟" اپنا تنفس بحال کرتے ہوئے اس نے استفسار کیا تو وہ برجستہ انداز میں بولا۔

"تمہیں دیکھنے۔" اس کی بے ساختگی پہ اس کا دل دھڑک اٹھا۔

"تھا تو میں تم سے ناراض لیکن میں تمہیں دیکھے بغیر اتنے دن نہیں نکال سکتا اور ویسے بھی مجھے دیکھنا تھا کہ میرے نام ہونے کے لیے مجھ سے گریزاں تم کیسی لگتی ہو۔" اس کے چہرے کا گلال دیکھتے ہوئے وہ محبت بھرے لہجے میں گویا ہوا تو وہ مزید بلش کرنے لگی۔

"میرے خیال میں مجھے چلے ہی جانا چاہیے ورنہ مجھے شدت سے ملال ہونے لگے گا کہ نکاح کیوں نہیں کروایا پہلے۔" بے باک لہجے میں بولتا وہ اسے بوکھلانے پہ مجبور کر گیا۔

"بھابی کو آپ نے کہیں بھجوایا ہے نا؟ جب وہ کچھ دیر اسے یونہی تکتا رہا تو وہ موضوع بدلنے کے لیے بولی تو وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔

"ارے میری کیا اوقات، میں نے تو بس دو عاشقوں کو اکیلے ملنے کا موقع دیا ہے۔" دانت نکوستے ہوئے وہ اپنے کارنامے کا اعتراف کر گیا جبکہ وہ افسوس سے اسے دیکھنے لگی جواب اسے تفصیلاً اپنے کارنامے کے متعلق بتا رہا تھا۔

اسی لمحے دستک کی آواز پہ وہ دونوں اچھل پڑے۔

"یہ کون آگیا؟" وہ ہولے سے بڑبڑایا تو گل نے پریشانی سے اسے دیکھا۔

"اگر مجھے کسی نے کچھ کہا تو میں نے آپ کو نہیں چھوڑنا۔" وہ روہانسے انداز میں دروازے کو دیکھتے ہوئے بولی تو شہیر نے اس کی جانب دیکھا۔

"تو میں کب چاہتا ہوں کہ تم مجھے چھوڑو، یونہی تھامے رکھو مجھے ہمیشہ۔" اس کا ہاتھ تھام کے دلپزید انداز میں بولتا وہ اسے چڑا گیا۔

"جاگ جائیں، ورنہ یونہی ہاتھ تھامیں ایک ساتھ دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔" وہ دبے دبے لہجے میں بولتی ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑوا گئی اسی لمحے بہت بری طرح سے دروازہ پیٹا گیا تو دونوں کی سانسیں خشک ہوئیں۔

"دونوں بھنگ پی کے سو تو نہیں گئے؟" دروازے کے پار سے گلالئی کی مدہم مگر غصیلی آواز سن کے شہیر نے تشکر بھرا سانس لیا اور آگے بڑھ کے دروازہ کھولا۔

"جلدی سے نکلو یہاں سے کیونکہ مورے اپنی فوج کے ساتھ یہاں ہی آ رہی ہیں۔" گلالئی نے اسے کچھ بھی کہنے سننے کا موقع دیے بغیر باہر کو دھکیلا تو وہ اس عزت افزائی پہ خون کے گھونٹ بھر تا نو دو گیارہ ہو گیا جبکہ دوسری جانب گلالئی نے گل کی جانب دیکھا جو اسے بری طرح سے گھور رہی تھی۔

"بھاجائی ساتھ جھوٹ بولتے شرم تو نہیں آئی؟" گل نے دونوں ہاتھ پہلوؤں پہ جماتے ہوئے کہا تو وہ خجل سی ہو گئی لیکن فوراً سنبھلتے ہوئے بولی۔

"ملاقات کر کے تمہیں خیال آیا۔" گلالئی کے کہنے پہ وہ کھسیاگئی اسی لمحے مورے کے ساتھ باقی سب نے کمرے میں قدم رکھاتو وہ دونوں بھی ان کی جانب متوجہ ہوئیں جو مورے کے لائے گئے زیوارت کو دلچسپی سے دیکھ رہی تھیں۔

"ملیکہ کدھر ہو؟" رائمہ بیگم نے فون صوفے پہ رکھتے ہوئے اسے آواز لگائی تو بالوں کا جوڑا کستی ہوئی اپنے کمرے سے نکلی۔

"کیا بات ہے اماں؟" اس نے کسلمندی سے پوچھا۔

"سجاول کا دوست اور اس کی بیوی ڈیٹ فکس ہونے کی مبارکباد دینے آرہے ہیں ان کے لیے کچھ اہتمام کرلو۔" رائمہ بیگم کی اطلاع پہ اس کی ساری کسلمندی ہوا ہوگئی اور وہ فوراسیدھی ہو کے بیٹھی۔

"فرشتے بھابھی آرہی ہیں؟" اس نے پرجوش انداز میں پوچھا تو رائمہ بیگم نے سر اثبات میں ہلایا۔

"یہ تو اچھی بات ہے لیکن اب اتنی ایمرجنسی میں کیا بناؤں؟" اس کو نئی فکر نے آن گھیرا۔

"منہ بنالو کیونکہ اتنے وقت میں ایک یہی کام تم بہتر طریقے سے کر سکتی ہو۔" عقب سے آنے والی دل جلاتی آواز پہ اس نے مڑ کے دیکھا تو ٹراوزر ٹی شرٹ میں ملبوس خاصا فریش دکھ رہا تھا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" اس کی بے مروتی پہ رائمہ بیگم نے اسے گھور کے دیکھا۔

"تم سے ملنے آیا ہوں، شریف اور مسکین شوہر ہوں صبح شام بیوی کا درشن نہ کروں تو گزارا نہیں ہوتا۔" بے شرمی سے کہتے ہوئے وہ اسی کے سامنے آ کے براجمان ہوا تو ڈھٹائی اور بے شرمی کے اس مظاہرے پہ وہ رائمہ بیگم کو دیکھ کے رہ گئی۔

"میری ساس کو مت گھورو بد نظر جلدی لگ جاتی ہے انہیں، تم اگر گھورنا ہی چاہتی ہو تو میرا مکھڑا حاضر ہے۔" رائمہ بیگم کو بازو کے حصار میں لیتے ہوئے وہ مزید شرارت کو طوالت بخشنے لگا تو ملیکہ کا ضبط جواب دینے لگا۔

"کل مجھے اپنی تمام ڈگریز چیک کروانا تاکہ میں دیکھوں تو سہی کہ فضول بکواسیات کی ڈگری تم نے کس کالج سے لی ہے؟" تیکھے لہجے میں بولتی وہ رف ٹف سے حلیے میں اسے بہت بھلی محسوس ہو رہی تھی

جبکہ ان دونوں کو ہمیشہ کی طرح لڑتے دیکھ کے رائمہ بیگم بولنے کی کوشش کرتیں لیکن دونوں ان سے پہلے ہی ایک دوسرے کی مٹی پلید کرنے لگے۔

"دیکھا ساسوماں، میرے سچے اور کھرے جذبات کو یہ لڑکی کیسے فضول بکواسیات کا نام دے رہی ہے۔" سجاول نے رائمہ بیگم کو بھی اب کی بار شاملِ گفتگو کرنا چاہا۔

"اس کو تو چھوڑ ہی دو تم، یہ تو ہے ہی پاگل۔" رائمہ بیگم کی بات پہ اسے پتنگے لگ گئے۔

"تو ٹھیک ہے مجھے نہیں کرنی اس ہوش مند سے شادی، دونوں خواتین مل کے شہزادہ سلیم کے لیے لڑکی ڈھونڈلیں۔" خفگی سے کہتی وہ کچن کی جانب جانے لگی۔

"لڑکی تو ڈھونڈلیں لیکن مجھے ایک پاگل ہی چاہیے بس۔" سجاول نے ہانک لگائی تو اس نے تفاخر سے گردن اکڑاتے ہوئے جواب دیا۔

"لیکن پاگل کی جانب سے صاف انکار ہے۔" اپنی بات کے جواب میں جب اسے سجاول کے جناتی قہقہے کے ساتھ رائمہ بیگم کی بھی ہنسی سنائی دی تو وہ اپنے بیوقوف بنائے جانے پہ دانت کچکچاتی ہوئی واپس پلٹی اور کشن اس کی سمت اچھالتی بدلہ لینے لگی۔

"ہم یہاں کیا کرنے آئے ہیں؟" سجاول کے گھر سے واپسی پہ جیسے ہی اس نے گاڑی ایک شاپنگ مال کے سامنے روکی تو فرشتے نے فوراً استفسار کیا۔

"یہاں کیا کرنے آتے ہیں؟" شہریار نے جواباً سنجیدگی سے سوال کیا تو وہ جزبز ہو گئی۔

"مجھے آپ کے ساتھ شاپنگ نہیں کرنی۔" اگلے ہی لمحے وہ دوٹوک انکار کر گئی کیونکہ گزشتہ تجربہ اسے یاد تھا۔

"اب آپ کے لیے شاپنگ میں کسی اور کے ساتھ کرتا ہوا آپ کو ہرگز اچھا نہیں لگوں گا۔" شہریار نے گہرے لہجے میں کہا تو وہ جھنجھلائی۔

"لیکن میری شادی کی ساری شاپنگ مورے اور خانم نے کر لی ہے۔" اس نے دبے دبے لہجے میں کہا کیونکہ ان دنوں اس کے جو تیور تھے اس سے کچھ بعید نہ تھا کہ وہ واقعی 'ویسی' شاپنگ پہ اتر آتا۔

"وہ شاپنگ آپ کی دوسروں کو دکھانے کے لیے ہے لیکن یہ شاپنگ آپ ذاتی میرے لیے کریں گی۔" مدھم لہجہ کچھ جتاتا ہوا محسوس ہوا تو دھڑکنوں نے لے بدلی۔

"نفرت کرتے ہوئے ایسی عنائتیں؟" اس نے نگاہ اٹھا کہ اس کا ارادہ جانچنا چاہا۔

"اونہوں، ابھی نفرت اور محبت کے کھیل کو نہ چھیڑیں کیونکہ دونوں سے الجھنا آپ برداشت نہیں کر پائیں گی ابھی فقط اپنی خانم (زونائیشے بیگم) کا بیٹا سمجھ لیں۔" گہرے لب و لہجے میں بولتا وہ اسے مزید الجھا گیا جبکہ اس کی پہلی بات سے دل کو دھچکا سا لگا۔

"میں ایسے ہی خانم کے بیٹے کے ساتھ خریداری نہیں کر سکتی۔" اس نے بے مروتی سے کہتے ہوئے گویا بدلہ لینا چاہا۔

"چلیں پھر شوہر سمجھ لیں کیونکہ شوہر کے ساتھ تو پہلے بھی آچکی ہیں، محبت و نفرت کے چکر سے بالاتر ہو کے۔" اس کے سنجیدگی سے کہنے پہ فرشتے کا وجود ساکت ہو گیا جبکہ وہ اب گاڑی سے اترتا اس کی سائیڈ آیا تو وہ اس کے پہنچنے سے قبل دروازہ کھولتی نیچے اتری۔

"مجھے نفرت و محبت کے چکر میں نہ الجھائیں بلکہ جو کچھ کرنا ہے وہ کھل کے کریں کیونکہ ڈرتے تو آپ ویسے بھی کسی سے نہیں ہیں۔" اس کے عجیب سے رویے پہ کڑھتی وہ تلخ لہجے میں کہتی اس کے بغیر ہی آگے کو بڑھی تو شہریار نے سپاٹ نگاہوں سے اس کی پشت کو دیکھا۔

"آغا جان! میں نے آپ کے کہنے پہ بنفشے کی تلاش روکی تھی لیکن ابھی تک آپ نے مجھے کوئی تسلی بخش خبر نہیں سنائی۔" بنفشے کی طویل ہوتی غیر حاضری پہ اپنی ہمت کھوتے حبیب صاحب جیسے ہی بیٹھک میں داخل ہوئے تو بنا تمہید کے بولے۔

"مر چکی ہے وہ جا کے منالو سوگ اس کا۔" خاقان صاحب جو کہ پہلے ہی ان آدمیوں کی گرفتاری اور اس کے ساتھ ہی عالیان کی تھانے سے اچانک غیر موجودگی سے پریشان تھے ان کے اچانک پوچھنے پہ بھڑک اٹھے۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟" حبیب صاحب نے بے یقینی اور دکھ سے انہیں دیکھا۔

"میں کہہ رہا ہوں کہ تمہاری بیٹی مر چکی ہے بلکہ دونوں ہی مر چکی ہیں ان پہ فاتحہ پڑھ لو اور آئندہ ان کا زکر نہ کرنا میرے سامنے۔" انہوں نے سفاکی سے اپنی بات دہرائی تو حبیب صاحب کے سینے میں اچانک درد کی ایک تیز لہر دوڑی تو وہ لڑکھڑائے۔

Urdu Novels Ghar

"میں نے سمجھا تھا کہ میرے بچوں کو یہاں بہت پیار اور توجہ مل رہا ہے لیکن میں۔۔۔" سینے پہ ہاتھ دھرے وہ پر تاسف لہجے میں بولتے ایک دم سے حواس کھوتے زمین پہ آ گرے تو لمحے بھر کو خاقان صاحب کا وجود تھما۔

"اب یہ کیا نئی مصیبت آن پڑی ہے۔" بیزاری سے کہتے ہوئے انہوں نے ملازم کو آواز لگائی اور خود عالم کو کال ملانے لگے۔

"ایسے آپ کو چھپ چھپ کے کسی لڑکی کے کمرے میں جاتے ہوئے خانم دیکھ لیں تو حویلی میں طوفان آ جائے۔" کھانے کی ٹرے پکڑے زیب نے ظہیر آفریدی کے ساتھ چلتے ہوئے زبان چلائی تو انہوں نے بے دریغ اسے گھورا۔

"یہ کون سا چور طریقہ ہے اور وہ لڑکی میرے لیے بیٹیوں جیسی ہے اس لیے تمہیں طوفان کے متعلق پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" انہوں نے سرد لہجے میں اسے کہتے ہوئے بنفشے کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا تو اگلے ہی لمحے دروازہ کھل گیا۔

"آپ روتی رہی ہو؟" وہ ٹرے میز پہ رکھ رہا تھا جب ظہیر صاحب کی آواز پہ اس نے متجسس نگاہیں اٹھا کے اس جانب دیکھا تو نگاہ اس کی نم آنکھوں سے ٹکراتی پلٹنے سے انکاری ہو گئی۔

"کسی کی نم آنکھیں بھی اتنی پیاری ہوتی ہیں؟" دل ہی دل میں کہتے ہوئے وہ اس کی آنکھوں کی گہرائی میں ڈوبنے لگا۔

"میں یہاں اکیلے نہیں رہ سکتی، آپ مجھے واپس بھجوا دو میں خانم کو جا کے ساری بات بتا دوں گی، ادھر کمرے میں دم گھٹتا ہے۔" اس کی روتی آواز پہ اس کی محویت ٹوٹی تو دیکھا کہ ظہیر آفریدی اسے گھورتے ہوئے باہر نکلنے کا اشارہ کر رہے تھے، وہ جلدی سے گڑبڑاتا ہوا برتن میز پہ لگانے لگا۔

"میں سمجھ سکتا ہوں آپ کی بات، لیکن آپ حویلی واپس نہیں جا سکتی کیونکہ حالات بہت خراب ہو چکے ہیں مگر آج میں آپ کو سب سے ملوا دوں گا آج ہمارے بھتیجے اور بھتیجی کی ڈھولک ہے تو میں رات کو آپ کو فرشتے سے ملوا دوں گا۔" ظہیر صاحب نے اسے تسلی دی تو وہ سر اثبات میں ہلا گئی تب ہی زیب نے باہر جانے میں عافیت سمجھی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر مزید وہاں کھڑا رہا تو لڑکی کے سامنے بے عزتی ہو جائے گی۔

"سر یہ والا کلر پیک کروں یا یہ والا؟" سیلز گرل نے اس کے سامنے سرخ اور مونگیا کلرز کی ساڑھیاں رکھتے ہوئے استفسار کیا تو شہریار نے فرشتے کی جانب دیکھا جو ہرگز بھی ساڑھیوں کی جانب متوجہ نہیں تھی۔

"دونوں پیک کر دیں۔" اس کی بھاری حکمیہ آواز پہ دانستا لاپرواہی جتاتی فرشتے جل اٹھی۔

"بیشک چار پیک کروالیں میں ہرگز نہیں پہنوں گی۔" اس نے دل ہی دل میں ارادہ باندھا۔

"آج رات آپ یہ والی ساڑھی پہن رہی ہیں۔" قدرے اس کی جانب جھکتے ہوئے اس نے مونگیا رنگ کی ساڑھی کی جانب اشارہ کیا تو فرشتے نے خمدار پلکیں اٹھا کے اس کی جانب دیکھا۔

"یہ فرمائشیں تب کیجیے گا جب نفرت اور محبت کے چکر سے نکل کے یہ کنفرم کرلیں کہ نبھانا کیا ہے؟ محبت یا نفرت؟" خشک لہجے میں بولتی وہ فاصلہ بڑھا گئی۔

Urdu Novels Ghar

"آنکھوں کی زبان کیوں نہیں پڑھتی؟ انہیں دیکھیں اور بتائیں کہ یہ مائل بہ محبت ہیں یا نفرت؟"
شاپنگ کے بعد جیسے ہی وہ گاڑی میں بیٹھے تو شہریار نے رخ اس کی جانب موڑتے ہوئے موضوع گفتگو وہیں سے جوڑا تو وہ جزبز ہو گئی۔

"یہ کوئی جگہ ہے آنکھوں کی زبان پڑھنے کی؟" وہ اس کی آنکھوں میں نا دیکھنے کی پوری کوشش کرتی ہوئی کتراتے ہوئے لہجے میں بولی تو اس نے اسے ایک جھٹکے سے اپنے نزدیک کیا تو فرشتے نے بے ساختہ پلکیں اٹھائیں۔

"تو پھر کیوں آپ بے موقع نفرت و محبت کے چکر میں الجھ رہی ہیں؟" اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں اپنی نظریں گاڑھتے ہوئے وہ پر تپش لہجے میں بولا تو وہ اس کی گرفت میں کسمسائی۔

"یہ چکر آپ کو الجھا دے گا، کہا نا کہ جو موقع آیا ہے اسے گزر جانے دیں پھر بٹھائیں گے ایک دوسرے کو عدالت میں اور پھر دیکھیں گے کہ کس کی جفاوں کا پلڑا بھاری ہے؟" گھمبیر لہجہ فرشتے کی ریڑھ کی ہڈی تک سنسنا گیا، اس نے پیچھے ہٹنا چاہا لیکن وہ اسے موقع دیے بغیر اس کے چہرے پہ جھکا اور اس کے چادر سے ڈھکے ہونٹوں کو نرمی سے چھوتا سیدھا ہوا تو اس کی دھڑکنوں سے شور مچا دیا۔

"یہ کہاں جارہے ہیں ہم؟" گاڑی گاوں کی جانب نامڑتے دیکھ کے اس کے لب بے ساختہ سرسرائے تو شہریار نے بنا اس کی جانب دیکھے سنجیدگی سے کہا۔

"کسی اپنے سے ملنے۔" اس کے جواب پہ وہ حیران رہ گئی، اس کی یہ حیرانی اس وقت شدت اختیار کر گئی جب وہ اسے لیے ایک قطعی انجان گھر میں داخل ہوا۔

"شہریا۔۔۔۔" اس نے اسے کچھ کہنا چاہا جب کھٹکے کی آواز پہ اس نے پلٹ کے دیکھا تو نگاہوں کے سامنے گویا ہفت واقلیم گھوم گئے۔

"عالیان!" اس کے لب بے آواز ہلے۔

فرشتے کی ششدر نگاہیں سامنے کھڑے وجود پہ تھیں جو رفتہ رفتہ اس کی جانب بڑھ رہا تھا۔

"یہ۔۔یہ یہاں تک۔۔کیسے؟" اس نے بے یقین نگاہیں شہریار کی جانب موڑیں جو بہت پرسکون انداز میں کھڑا دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ یہاں کیسے آیا، یہ بہت لمبی کہانی ہے ابھی آپ یہ دیکھیں کہ یہ آپ کے سامنے زندہ سلامت کھڑا ہے۔" اس کی سپاٹ سی آواز گونجی تو فرشتے نے دوبارہ اس کی جانب دیکھا تو اب کی بار آنسوؤں کی دبیز تہہ راہ میں حائل ہو گئی۔

"تہ راسرانہ شی؟" (آپی مجھ سے ملو گی نہیں؟) اس کے نزدیک آکے رکتے ہوئے عالیان نے نم مگر دلسوز انداز میں پوچھا تو وہ تڑپ کے اسے سینے سے لگا گئی۔

"زماروح، زماورود۔" (میری جان، میرا بھائی) وہ اس کو سینے سے لگائے اس کے ہونے کا یقین خود کو دلاتی پھوٹ پھوٹ کے رو رہی تھی جبکہ ان دونوں کو یوں روتے دیکھ کے شہریار کو پھر سے اس عورت پہ غصہ آنے لگا جس کے جھوٹے تکبر اور جھوٹی انا نے سب کچھ تباہ کر دیا تھا۔

"عالی تم زندہ ہو اور یہاں کیسے آئے؟ ان سے کیسے ملے؟ اور کیا حویلی والے جانتے ہیں کہ تم زندہ ہو؟" اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتی وہ تابڑ توڑ سوال کیے گئی تو عالیان نے خاموش نگاہوں سے قدرے فاصلے پہ کھڑے شہریار کو دیکھا۔

"جن سوالوں کے جواب آپ عالیان سے لینا چاہتی ہیں وہ آپ کو مجھ سے ملیں گے اس لیے اسے پریشان نہیں کریں۔" شہریار کا ٹھہرا ہوا لہجہ گونجا تو وہ ایک جھٹکے سے اس کی جانب مڑی۔

"تو پھر آپ کیوں نہیں بتا رہے کہ یہ سب کیا ہے؟ عالی کہاں تھا اتنا عرصہ؟" وہ بے تابی سے بولی تو شہریار نے بغور اس کے بے چین وجود کا جائزہ لیا۔

"سرکاری وکیل ہوں رشوت کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا۔" اچانک وہ پراسرار لہجے میں بولا تو آنکھوں کی چمک قابلِ دید تھی۔

"کیسی رشوت؟" وہ الجھی اور ایک نظر مڑ کے عالیان کو دیکھا جو خاموشی سے اب صوفے پہ بیٹھ چکا تھا۔

"میری فرمائش پوری کر دیں، میں آپ کے سوالوں کا جواب دے دوں گا۔" سکون سے کہتے ہوئے وہ اس کی سائیڈ سے گزرتا جا کے عالیان کے ساتھ بیٹھ گیا جبکہ وہ اس کی بات سمجھنے کی کوشش میں تھی۔

لیکن اچانک ہی اسے اس کی شاپنگ مال میں ساڑھی پہننے کی فرمائش یاد آئی تو وہ کڑھ اٹھی کہ اتنی پریشان صورتحال میں بھی وہ کیوں ایسا کر رہا تھا لیکن یہ بھی جانتی تھی کہ اس سب کا فائدہ نہیں ہے تبھی خود پہ ضبط کرتی وہ عالیان کے دوسری جانب بیٹھتی محوِ گفتگو ہو گئی۔

"تم؟" ان دنوں یوسف زئی حویلی پہ مردنی سی چھائی ہوئی تھی جبکہ خاقان صاحب اور عالم صاحب شکست کے مارے بپھرے شیروں کی مانند غراتے پھر رہے تھے کیونکہ جو تین آدمی عالیان کے ساتھ گرفتار ہوئے تھے ان کی جب تفصیلات نکلوائیں گئیں تو پولیس یہ پتہ لگنے پہ کہ ان کا تعلق یوسف زئی والوں سے ہے وہ ہر روز حویلی چکر لگاتی اور مسلسل تفتیش جاری تھی۔

ان لوگوں نے پورا زور لگا دیا تھا لیکن اب کی بار تو پولیس بھی جانتی تھی کہ کیس ڈالنے والے معمولی لوگ نہیں ہیں اس لیے وہ سب بنا خوف و خطر اپنا کام کیے جا رہے تھے اور نا صرف تفتیش ہو رہی تھی بلکہ ان کے ہر کام پہ کڑی نظر رکھی جا رہی تھی اسی لیے ان کے تمام دھندے اس وقت بہت ماند چل رہے تھے ایسے میں اچانک بنا بتائے ثوبان اور صبور کی حویلی آمد نے انہیں ایک اور جھٹکا لگا دیا۔

"کس کی اجازت سے تم لوگ واپس حویلی آئے ہو؟ کیا تم لوگوں کو اندازہ نہیں ہے کہ کن حالات میں تم لوگ گئے تھے؟" انہیں دیکھتے ہی مرجان بیگم لہجے میں تفکر لیے بولتی چلی گئیں۔

"یہ جن بھی حالات میں حویلی سے گئے تھے لیکن اب یہ میری اجازت سے واپس آچکے ہیں کیونکہ مجھے زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے، میں نہیں چاہتا کہ جیسے پہلے میری تین اولادیں مجھ سے دور ہیں، یہ بھی مجھ سے دور رہیں۔" ان کے پیچھے آتے حبیب صاحب نے سنجیدگی سے کہا تو وہ پیچ وتاب کھا کہ رہ گئیں جبکہ وہ دونوں بھائی خاموش تھے کیونکہ انہیں حبیب صاحب نے برین واش کیا تھا۔

"آپ جانتے ہیں کہ ان کی جان کو خطرہ ہے۔" وہ تند لہجے میں بولیں تو خاقان صاحب نے بیچ میں مداخلت کی۔

"جو ہونا تھا ہو گیا، بچوں کے لیے کھانا لگواؤ بہو خاناں۔" انہوں نے مصلحتاً انہیں چپ کروایا۔ ان کے دماغ میں شاید کہیں یہ بات موجود تھی کہ وہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ وہ لوگ جتنے زیادہ شو ہوں گے لوگ ان سے ڈریں گے۔

حاقان صاحب کے کہنے پہ مرجان بیگم منہ بناتی ہوئیں کچن کی جانب چل دیں جبکہ صبور اور ثوبان باپ کے اشارے پہ زمرد بیگم کے کمرے کی جانب چل دیے۔

"یہ ہمارے گھر میں ہو کیا رہا ہے؟" فریش سیب پہ دانت گاڑھتے ہوئے زیب نے متجسس لہجے میں استفسار کیا تو سب لڑکوں نے استفہامیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"سب سے پہلی بات تو یہ کہ اس گھر میں ایک خوبصورت دوشیزہ کی موجودگی جس تک رسائی صرف ظہیر خاناں کو۔۔۔۔۔۔" وہ بہت رازدرانہ انداز میں بول رہا تھا جب شاہ میر نے اس کی بات ٹوکی۔

"باقی باتیں بعد میں کرنا، پہلے یہ بتاؤ کہ تمہیں کیسے پتہ ہے کہ وہ 'خوبصورت دوشیزہ' ہے؟" وہ آنکھیں گھماتے ہوئے بولا تو زیب بلاارادہ گڑبڑا سا گیا۔

"وہ ایک دن بابا خاناں کے ساتھ اس کے کمرے میں گیا تھا تو آواز سنی تھی۔" وہ ٹھہر ٹھہر کے بولا اور غلطی سے بھی اس کی آنکھوں کی خوبصورتی کا تذکرہ نہ کیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ پھر یہ سب بال کی کھال ادھیڑ دیں گے۔

"تو اس کے کمرے میں گیا تھا پھر بھی یہ دہائی دے رہا ہے کہ وہاں رسائی صرف ظہیر خاناں کو ہے؟" شمشیر تفتیشی انداز میں بولا تو وہ چڑا۔

"بات تو سن لیا کرو کہ انہوں نے کہا تھا کہ کھانے کی ٹرے کمرے میں پہنچا کے آؤ تو بس وہ ان کے ساتھ دینے گیا تھا۔" وہ اپنی بات شروع کرنے پہ پچھتایا۔

"ارے واہ تو وہ اتنی خوبصورت دوشیزہ ہے کہ تم اس کے لیے ویٹر بھی بن گئے۔" شہیر نے اس قدر حیرانگی کا مظاہرہ کیا کہ وہ دانت کچکچا کہ رہ گیا۔

"ایک نمبر کے کمینے انسان ہو تم لوگ۔" وہ جھلا اٹھا۔

"ہمیں یہ ایک نمبری منظور ہے لیکن کیا تمہیں پتہ ہے کہ ایک دو نمبر آدمی بھی اس حویلی میں موجود ہے؟" شہیر جلے کٹے انداز میں بولا تو زیب نے الجھ کے اسے دیکھا۔

"ایک نمبر کے کمینے انسان تو تم سب ہو تو پھر دو نمبر آدمی تو بابا خاناں لوگ ہی بچتے ہیں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا تو شاہ میر نے فوراً اسے ایک جھانپڑ رسید کیا تو وہ کراہ اٹھا۔

"دو نمبر انسان اس پوری حویلی میں وہ وکیل ہے جو صبح سے اپنی بیوی کو لے کے غائب ہے۔" شہیر نے بلی تھیلے سے باہر نکالی تو سب ایک ساتھ آگے ہوئے۔

"آہا، یہ بات تو پوری حویلی میں گردش کر رہی ہے کہ اپنا وکیل اپنی بیگم کے ساتھ کہاں غائب ہے؟" زیب نے فوراً کہا تو شہیر کچھ لمحے اسے دیکھنے کے بعد وہ حلق تر کرتے ہوئے بولا۔

"وہ۔۔وہ مجھے گل سے ملنا تھا تو گلالئی کی مدد سے بھاجائی اور شیری کو حویلی سے باہر بھیجا تھا لیکن یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ واپس آنے کا نام ہی نہیں لے گا۔" اس نے ہولے ہولے بولتے آخر میں سارا مدعا اسی پہ ڈال گیا۔

"شاباش دنیا کی ساری دونمبری تم خود گھول کے پی چکے ہو اور الزام وکیل پہ لگاتے ہو۔" وہ سب اس پہ چڑھ دوڑے اور اس کے بچاؤ کے باوجود اس پہ گھونسوں اور مکوں کی برسات کر دی۔

"یار رکو تو، دیکھو میں نے جو کرنا تھا کر لیا لیکن اب یہ سوچو کہ وہ ہے کدھر؟" وہ دہائی دیتے ہوئے بولا تو سب نے رک کے اسے یوں دیکھا جیسے اس کا دماغ خراب ہو چکا ہے۔

"چھی چھی! وہ اپنی بیوی کے ساتھ ہے اور ہم اسے سوچیں گے تو یہ بے شرمی کی انتہا ہو گی۔" شاہ میر فوراً کانوں کو ہاتھ لگاتا ہوا بولا تو شہیر کا دل چاہا اس کا گلا دبا دے۔

"بھئی ہم تو شریف لوگ ہیں ہم اتنی بے شرمی کا مظاہرہ نہیں کر سکتے۔" زیب نے میر کی بات آگے بڑھائی تو اب کی بار شہیر خود پہ قابو نہ رکھ سکا اور لپک کے اس کی گردن دبوچی۔

"رک ذرا تیری شرافت نکالوں میں۔" وہ دانت پیستے ہوئے بولا تو سب کے چھت پھاڑ قہقہے کمرے میں گونج اٹھے۔

وہ صوفے پہ بیٹھا سگریٹ پہ سگریٹ پھونکتے جا رہا تھا، اس کا ذہن اس وقت عالیان میں الجھا ہوا تھا جو ابھی کچھ دیر پہلے ہی اس کے پاس سے گیا تھا اور اس کے سامنے ایسی بہت سی تلخ حقیقتوں سے پردہ چاک کیا تھا کہ اس کا دماغ اس وقت مفلوج ہو رہا تھا۔

اس کی بتدریج سرخ ہوتی نگاہیں موبائل فون کی سکرین پہ مرکوز تھیں جو ہر لمحہ بعد اسے بتا رہی تھی کہ اسے وقفے وقفے سے حویلی کے افراد کے اور پولیس آفیسرز کی کالز آرہی ہیں لیکن اس لمحے وہ کسی سے بات کرنے کی پوزیشن میں ہی نہیں تھا۔

سگریٹ کا گہرا کش لگاتے ہوئے وہ بائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور انگلی سے اپنی دکھتی آنکھوں کے کنارے دبا رہا تھا جب کلک کی آواز پہ اس نے ٹھٹھک کے دروازے کی جانب دیکھا تو اسے بند آیا۔

کچھ خیال آنے پہ اس نے گردن گھمائی تو نگاہ ڈریسنگ روم سے نکلتی فرشتے کے ہوشربا سراپے سے الجھ کے رہ گئی۔

مونگیا رنگ کی سادہ سی ساڑھی میں ملبوس، وہ اپنے بالوں کو میسی جوڑے میں باندھے، اس ساڑھی کے ساتھ لی گئی سلور کلر کی ہلکی پھلکی جیولری پہنے، ہونٹوں پہ سرخ مہرون رنگ چڑھائے وہ اس وقت اس کے الجھے ہوئے حواسوں پہ سوار ہونے لگی تھی۔

آنکھوں میں پرشوق جذبات لیے وہ یک ٹک اسے دیکھتے ہوئے اپنی نگاہ کی حدت سے ہی سمٹنے پہ مجبور کر رہا تھا۔

تبھی اس کی بے باک لپک سے گھبراتی ہوئی وہ اپنی پوری ہمت مجتمع کرتی ہوئی اپنی جگہ سے ہلی اور ڈوبتے دل کے ساتھ دھیرے دھیرے اس کی جانب بڑھنے لگی یہ جانے بغیر کے وہ جو اس کے متوقع روپ کے میٹھے سے خوف کے باعث جل تو جلال کا ورد کر رہی ہے اس کا اظہار اس کے دھکتے ہونٹوں کی لرزاہٹ کر رہی تھی۔

"عا۔۔۔عالی چلا گیا؟" اس سے چند قدم کی دوری پہ ٹھہرتے ہوئے اس نے بات کا آغاز کرنے کی کوشش کی۔

"جب ایک انتہائی قدم اٹھا ہی لیا ہے تو پھر اس معمولی فاصلے کو ختم کرنے میں تاخیر کیوں؟" اس کی تیاری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے اس کی ہچکچاہٹ پہ کہا تو اس کا چہرہ 'معمولی فاصلے' پہ دہک اٹھا۔

اس نے چور نگاہوں سے اس کے اور اپنے قدموں کے درمیان فاصلے کو جانچا تو دل دھڑک اٹھا کیونکہ اس کا لاشعور جان چکا تھا کہ یہ معمولی فاصلہ کچھ لمحوں بعد مٹنے والا ہے۔

وہ اپنی سوچوں میں ہی گم کھڑی تھی جب اس نے بازو بڑھاتے ہوئے بہت سہولت کے ساتھ اس کی کلائی گرفت میں لیتے ہوئے اپنی طرف کھینچا تو توازن بر قرار نہ رکھنے کے باعث اس کی آغوش میں جا گری۔

اس بے اختیارانہ حرکت پہ اس کا چہرہ سیدھا اس کے کشادہ سینے سے ٹکرایا تو ہونٹوں کے اس کے وجود سے ٹکراو پہ اس کا چہرہ مارے حیاو شرمندگی کے لہو چھلکانے لگا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟" وہ ابھی پہلے جھٹکے سے ہی نہ سنبھلی تھی کہ اس کی مضبوط انگلیوں کی سرسراہٹ اپنے بالوں میں محسوس کرتی وہ سٹپٹاتی ہوئی اس کے سینے سے چہرہ ہٹاتی جلدی سے بولی لیکن تب تک وہ اس کے بالوں سے پن نکالتا اس کے بال بکھیر چکا تھا۔

"اپنے کیل کانٹے مکمل کریں نا۔" بھاری لہجے میں بولتے ہوئے اس نے چہرہ اس کے بالوں میں چھپایا تو فرشتے مارے بے بسی کے اس کے بالوں سے بھرے سر کو دیکھنے لگی جو چند ہی لمحوں میں اس کی حالت بکھیر چکا تھا۔

"میں نے آپ کی بات مان لی ہے اب آپ مجھے پوری بات بتائیں۔" ہولے سے اس کے سینے پہ ہاتھ دھرتے ہوئے اس نے بمشکل کچھ انچ کا فاصلہ قائم کرنے کی کوشش کی تو شہریار نے گہری نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا تو فرشتے نے جلدی سے ہاتھ اس کے سینے سے ہٹائے۔

"آپ معصوم ہیں یا بیوقوف؟" اس کے ٹھہرے ہوئے لہجے پہ فرشتے نے کرنٹ کھا کے اسے دیکھا جو اپنے اندر کے طوفان چھپائے اس وقت صرف اور صرف اسی کی جانب متوجہ تھا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟" فرشتے نے شاکی انداز میں استفسار کیا۔

"بہت سادہ سی بات ہے میری جان!" اچانک بدلے ہوئے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے صوفے سے ٹیک لگائی اور پھر دونوں بازو اس کی کمر کے گرد حائل کرتے ہوئے اس نے اس کے وجود کو اس طرح سے جھٹکا کہ وہ دوبارہ اس کے سینے سے جا لگی۔

دھڑکنوں کے اچانک تال میل الجھنے پہ فرشتے کا وجود سنسنا اٹھا۔

"اس قدر اپنی جانب مائل کرنے والی تیاری کر کے آپ اپنے شوہر سے بات اگلوانے آئی ہیں، شوہر بھی وہ جو عاشقوں کو مات دیتا ہے۔" ایک ہاتھ اس کی کمر سے ہٹاتے ہوئے وہ اس کے چہرے تک لایا

اور دھیرے دھیرے اسی ہاتھ کی انگلی سے اس کے نقوش محسوس کرتے ہوئے وہ گھمبیر لہجے میں بولا تو فرشتے کی سانسیں اس کے سینے میں الجھنے لگیں۔

"تو بتایئے پھر آپ کو معصوم کہوں، بیوقوف کہوں یا پھر حد سے زیادہ چالاک؟" اپنی بات مکمل کرتے ہوئے اس نے لب اس نے رخسار پہ رکھے تو وہ تڑپ اٹھی۔

"آپ۔۔چیٹنگ کر رہے ہیں۔" اس نے فوراً دبے لہجے میں کہا تو شہریار نے دلچسپی سے اس کا یہ روپ دیکھا جو شرمائی، کترائی اس سے الجھنے کو تیار تھی۔

"آپ نے آنکھوں پہ مسکارا نہیں لگایا؟" سوال چنا جواب گندم کے مصداق وہ اس کی بات کو سرے سے نظر انداز کرتے ہوئے اس کی پلکوں کو دھیرے سے چھوتے ہوئے بولا تو اس کی جسارت پہ وہ تپ اٹھی۔

"آپ ایسی حرکتیں کر کے میری باتوں سے نہیں بچ سکتے، ہٹیں پیچھے اور سیدھی طرح سے بیٹھ کے مجھ سے بات کریں۔" اپنے دھڑکتے دل پہ قابو پاتے ہوئے وہ پوری قوت سے اس کی گرفت سے آزاد ہوتی اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی اور کانپتے ہاتھوں کے ساتھ اپنے بکھرے بال سمیٹنے لگی۔

میں اس سے ساری بحث جیتنے ہی والا تھا

کہ اس نے ہاتھ اٹھا کے بال باندھنے شروع کر دیے

جذبوں کی شدت سے چور بے باک لہجہ گونجا تو فرشتے نے تمتماتے ہوئے چہرے کے ساتھ اس کی جانب دیکھا تو اس کی بے باک نگاہوں کا مرکز جان کے اس نے فوراً ہاتھ نیچے کرتے ہوئے ساڑھی کے پلو اپنے گرد لپیٹا تو وہ کھل کے مسکرا دیا۔

"احتیاط اچھی چیز ہے لیکن بروقت کی جائے تو زیادہ بہتر ہوتی ہے۔" پر تپش لب ولہجہ پہ اس کے ہاتھوں سے ساڑھی کا پلو چھوٹا تو وہ گھبرائی لیکن تب تک وہ ساڑھی کا پلو اپنے ہاتھ میں تھامتا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"عالیان زندہ کیسے ہے؟ میرے پاس وہ کیا کر رہا ہے؟ اپنے سسرال والوں سے میری دشمنی اصل میں ہے کیا؟ ان سب سوالوں کے جواب آپ کو پچھتاووں کی دبیز تہوں میں لے جائیں گے اس لیے ان کو کریدیں مت۔" سنجیدگی سے کہتے ہوئے وہ پلو اپنے ہاتھ پہ لپیٹتا ہوا فاصلہ گھٹانے لگا تو وہ الجھی۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟ کیسا پچھتاوا؟ جو غلطی مجھ سے ہوئی تھی اس میں قصوروار آپ بھی تھے، آپ کے الفاظ نے ہمارے رشتے کو اس نوبت تک پہنچایا تھا۔" وہ اس ویڈیو کال کی جانب اشارہ کرتی ہوئی بولی تو وہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگا۔

"عجیب بات ہے نا، قصور دونوں کا برابر ہے لیکن نفرت کا پلڑا ہمیشہ آپ کا بھاری رہا ہے۔" اس کے لہجے کی چبھن پہ فرشتے نے شکوہ کناں نگاہوں سے اسے دیکھا جو اسے باتوں میں الجھا کے اس کے بے حد قریب آن ٹھہرا تھا۔

"آپ کی آنکھیں مجھے شدت سے اپنی طرف بلاتی ہیں اور یہ واضح اشارہ دیتی ہیں کہ نفرت کا پلڑا جھکنے کو ہے۔" گھرے لہجے میں بولتے ہوئے اس نے لب اس کی خوبصورت آنکھوں پہ رکھے تو وہ ہوش میں آئی لیکن تب تک بہت دیر ہو چکی تھی، وہ ایک صیاد کی محبت بھری قید میں آ چکی تھی۔

"شہریار!" وہ چیخی لیکن وہ دھیان دیے بغیر ایک ہاتھ پہ ساڑھی کا پلو لپیٹے دوسرا ہاتھ اس کی کمر کے گرد لپیٹے اس کے چہرے پہ اپنے دہکتے لمس کی چھاپ چھوڑے جا رہا تھا۔

"میرے حواسوں پہ اس طرح سوار ہو کے، میری ظاہری نفرت کی دیواروں میں دراڑیں ڈالنے کے بعد آپ یہ توقع کیسے کر سکتی ہیں کہ مجھے آپ کے علاوہ کچھ دکھے گا؟" اس کی ٹھوڑی پہ اپنے لب رکھتے ہوئے اس نے کہا تو وہ تڑپی۔

"آپ مجھے چیٹ کر رہے ہیں۔" اس کا لمس اپنے کندھے پہ محسوس کرتے ہوئے وہ روہانسے انداز میں بولی لیکن تب تک وہ اسے اپنے بازوؤں میں قید کر چکا تھا۔

"چلیں پھر آج کی شام اسی چیٹنگ کے نام۔" شدت سے کہتے ہوئے وہ دھیرے سے اس پہ جھکتا ہوا اس کے ہونٹوں پہ بکھرا ہوا رنگ اپنے لمس سے سمیٹنے لگا تو اس کی دھڑکنیں رکنے لگیں۔

"ہم نے ح۔۔حویلی جانا ہے واپس۔" اس نے آخری حربہ استعمال کرنے کی کوشش کی تو وہ دوبارہ سے اس کے الفاظ پہ قابض ہوا تو کوئی جائے فرار نہ پاتی اس کی جسارتوں سے بے حال وہ اسی کے وجود میں پناہ لیتی لاشعوری طور پہ پیش قدمی کا مظاہرہ کرتی اس بپھرے طوفان میں مزید طغیانی کا باعث بن گئی۔

"اماں! سجاول کہاں ہے؟" پنک اور بلیک کلر کے دیدہ زیب سوٹ میں تیار شیار وہ چہرے پہ خفگی لیے رابعہ بیگم سے بولی تو انہوں نے مشفقانہ انداز میں اس کا نکھرا نکھرا سا روپ دیکھا اور پھر سجاول کے کمرے کی جانب اشارہ کیا تو وہ تپ اٹھی۔

"شام ہونے کو آئی ہے لیکن اس بندے کو خیال نہیں کہ راستہ اتنا خطرناک ہے تو ہمیں وقت پہ گھر سے نکلنا چاہیے۔" وہ شکایتی انداز میں انہیں کہتی سجاول کے کمرے کی جانب بڑھی اور دھاڑ کی آواز کے ساتھ دروازہ کھولا لیکن خالی کمرہ اس کا منہ چڑا رہا تھا۔

واشروم سے پانی گرنے کی آواز آئی تو وہ گہری سانس بھرتی کمرے کا جائزہ لینے لگی۔

اگرچہ ان دونوں کی بے تکلفی بچپن ہی سے قابلِ دید تھی لیکن وہ اس کے کمرے میں بہت ہی کم آتی تھی اور نکاح کے بعد تو یہ اس کا پہلا چکر تھا تبھی اسے کمرے میں ہلکی پھلکی سی تبدیلی کا احساس ہو رہا تھا۔

Urdu Novels Ghar

وقت گزاری کے لیے کمرے کا جائزہ لیتی وہ سجاول کی وارڈروب کی جانب آئی اور آہستگی سے اسے کھولا تو اس کے لٹکے ہوئے کپڑے دیکھ کے نجانے کیوں اسے عجیب سا احساس ہوا تو اس نے جلدی سے اس کے پٹ بند کرنے چاہے جب عقب سے آتی آواز پہ وہ بری طرح سے اچھلی۔

"میری بلیک شرٹ اور جیکٹ نکال دو۔" اس کی آواز پہ وہ جس تیزی سے پلٹی تھی اُسی ہی تیزی کے ساتھ کے ساتھ اس نے رخ دوبارہ وارڈروب کی جانب موڑا کیونکہ وہ اس وقت صرف جینز میں ہی ملبوس تھا۔

وہ جو تڑختے ہوئے اس کی بات سے انکار کرنا چاہتی تھی اس کی حالت دیکھ کے اس نے شرافت کے ساتھ اس کی مطلوبہ چیزیں تلاش کرنی شروع کر دیں۔

"نکاح پہلے ہی ہو چکا تھا، بیوی کو کمرے تک لانے کا مرحلہ باقی تھا وہ بھی آج پایہ تکمیل تک پہنچ گیا ہے اب میرے خیال سے مجھے باقی رسومات پہ بھی عمل درآمد کر لینا چاہیے۔" عین اس کے پیچھے کھڑے ہوتے ہوئے وہ چہرے اس کے داہنے کندھے پہ ٹکاتے ہوئے شریر لہجے میں بولا تو ملیکہ کا چہرہ نا چاہتے ہوئے بھی بلش کرنے لگا۔

"فضول باتیں نہیں کرو اور جلدی سے تیار ہو۔" اپنی اندر کی حالت پہ بمشکل قابو پاتے ہوئے اس نے اس کی مطلوبہ شرٹ بنا اسے دیکھتے ہوئے اس کی جانب بڑھائی تو اس کے ہاتھوں کی ہلکی سی لرزاہٹ دیکھ کے وہ کھل کے مسکراتا اس کے ہاتھ سمیت شرٹ تھام گیا۔

"میری طرف دیکھو۔" لہجے میں پیار سموئے وہ نرمی سے بولا تو ملیکہ نے ہاتھ کھینچنے کی کوشش کی۔

"تم یہ شرٹ پہنو نا پہلے اور اپنی تیاری مکمل کرو۔" وہ کتراتے ہوئے لہجے میں بولی لیکن اگلے ہی لمحے اسے دھچکا لگا جب اس کے عقب میں کھڑے سجاول نے نرمی سے اسے اپنی بانہوں میں سمیٹا۔

"تیاری کو گولی مارو، میری بات کا جواب دو نا کہ بیوی کمرے میں آچکی ہے تو پھر اب مجھے مزید انتظار نہیں کرنا چاہیے نا۔" بھاری لہجے میں بولتے ہوئے اس نے نرمی سے اس کی کان کی لو کو چھوا تو ملیکہ کے ہاتھوں میں پسینہ آنے لگا۔

"بیوی کمرے میں نہیں آئی بلکہ تمہاری کزن کمرے میں آئی ہے۔" بمشکل خود پہ قابو پائے وہ بولی تو اس نے بھنویں اچکاتے ہوئے اسے گویا داد دی۔

"لیکن مجھے کزن میں بیوی ہی کیوں دکھ رہی ہے؟" اس نے جیسے اپنی مجبوری بیان کی تو ملیکہ نظریں اٹھا کہ اسے دیکھنے لگی۔

"کیا ہوا؟" اس نے انجان پن سے پوچھتے ہوئے اس کا ہاتھ اپنی گرفت میں لیا تو اس کی جان مزید پریشان ہوئی۔

"تم اتنے ٹھرکی کب سے ہو گئے؟" ہاتھ اس کی گرفت سے نکالنے کی کوشش کرتے ہوئے اس نے طنزیہ انداز اختیار کیا۔

"جب سے تم بیوی بنی ہو۔" بے باکی سے کہتے ہوئے اس نے اس کے رخسار پہ شدت آمیز لمس چھوڑا تو وہ بے اختیار کسمسا اٹھی۔

"بیوی سے ٹھرک جھاڑنا کونسی کتاب میں لکھا ہے؟" اس نے اب کے پورا زور لگاتے ہوئے اس کا حصار توڑنا چاہا لیکن اس نے مزید بازووں کو بھینچتے ہوئے اس کی کوشش ناکام بنائی۔

"سجاول بنام ملیکہ کی کتاب میں۔" ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتا وہ اس کے دونوں رخساروں کو اپنے لمس سے سرخ کرتا اس کے لال بھبھوکا چہرے کو دیکھ کے قہقہہ لگا اٹھا۔

"اچھی لگتی ہو جب مجھ سے جھگڑتی ہو لیکن اس وقت اور بھی زیادہ اچھی لگتی ہو جب میرے بانہوں میں بھیگی بلی بنی ہوتی ہو۔" معنی خیزی سے کہتے ہوئے اس نے اس کی کنپٹی کو چھوا اور اسے اپنی گرفت سے آزاد کرتے ہوئے شرٹ پہننی شروع کی تو وہ پھرتی سے فاصلے پہ ہوئی۔

"لیکن تم مجھے کسی صورت بھی اچھے نہیں لگتے کیونکہ تم پہ ہمیشہ کسی چھچھورے ہیرو کا سایہ ہوا رہتا ہے۔" اس کی گستاخیوں کے باعث بے ربط ہوتی سانسوں کے درمیان وہ تیز تیز بولتی کمرے سے باہر نکل گئی جبکہ وہ مسکراتے ہوئے اپنے بال سنوارتا اپنی تیاری مکمل کرنے لگا۔

------------------- ---------------

"میں آپ کو بتا رہا ہوں عالم خاناں، اگر مجھے میرے تینوں آدمی ایک ہفتے کے اندر اندر نہ ملے تو آپ میری دشمنی کے رنگ دیکھیں گے۔" دبئی کے مشہور اسمگلر شیخ امجد نے اپنے سامنے بیٹھے عالم صاحب کو غصے سے کہا تو اس کا چہرہ مارے ہتک کے سرخ پڑنے لگا لیکن انہیں اس وقت جوش سے نہیں ہوش سے کام لینا تھا۔

"شیخ صاحب آپ تحمل کا مظاہرہ کریں اللہ نے چاہا تو آپ کے تینوں آدمی ہفتے سے پہلے پہلے آپ کو مل جائیں گے۔" انھوں نے سنجیدگی اور کسی قدر عاجزی سے کہا تو اس کے تنے ہوئے تاثرات زرا ڈھیلے پڑے۔

"مل جائیں تو بہتر ہے، اس کے علاوہ آپ جانتے ہیں نا کہ آپ کی پولیس کی وجہ سے ہمارا کس قدر نقصان ہوا ہے تو اس نقصان کا ازالہ بھی تو آپ لوگوں نے ہی کرنا ہے نا۔" اس کے چہرے پہ پراسرار سی مسکان پھیلی تو عالم صاحب نے استفہامیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ہمیں ہمارے تین آدمی ہی نہیں بلکہ ایک لڑکی بھی چاہیے اس علاقے کی تاکہ جو لڑکا آپ نے دینے کا وعدہ کیا تھا اس وعدے کی بھرپائی ہو سکے۔" اس نے اپنی ڈیمانڈ بتائی تو ان کے چہرے کا رنگ فورا بدلا لیکن اگلے ہی لمحے خود کو سنبھالتے ہوئے انہوں نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"کیا کہہ رہا تھا وہ کم بخت؟" حاقان صاحب جو کہ جان بوجھ کے بیٹھک میں نہیں گئے تھے، انہوں نے عالم صاحب کے اندر آتے ہی استفسار کیا تو مرجان بیگم جو کہ حبیب صاحب کے باہر نکلتے ہی آغا جان کے کمرے میں آئی تھیں انہوں نے بھی فوراً عالم صاحب کی طرف دیکھا۔

"وہی جو وہ موبائل پہ کہہ رہا تھا، اپنے آدمیوں کی رہائی اور اس مردود (عالیان) کے بدلے اس علاقے کی لڑکی۔" انہوں نے خشک لہجے میں کہا تو حاقان صاحب نے سنجیدگی سے انہیں دیکھا۔

"اب کہاں سے لاوگے اس کے آدمی کیونکہ اس وکیل نے کیس اتنا تگڑا کیا ہے کہ کسی طرح بھی ان کی ضمانت نہیں ہوسکی اور نہ ہی وہ کمینہ آفیسر کسی بات پہ آرہا ہے۔" ان کا لہجہ خاصا طیش بھرا تھا کیونکہ اس وقت پے درپے ہونے والی شکستوں کے باعث سب بھرے پڑے تھے۔

"تین دن بعد حاکم آفریدی کے پوتے کی بارات ہے جو کہ بہت دھوم دھام سے ہوگی ایسے میں حویلی میں کسی کا بھی داخلہ بہت آسان ہوگا تو اگر ہم حویلی کے کسی بھی فرد کو اٹھواتے ہیں تو اس وکیل کو ہماری بات ماننا پڑے گی۔" لہجے میں شیطانیت اور کمینگی بھرے وہ بولے تو مرجان بیگم فوراً بولیں۔

"اور لڑکی؟"

"یہاں کسی بھی مزارعے کی بیٹی کو دے بھیجیں گے۔" فرعونیت سے بھرپور لہجہ اس وقت خدا کو بھولے ہوئے تھا۔

"بنفشے کا پتہ چلا کے وہ کہاں ہے؟" اچانک مرجان بیگم نے پوچھا تو وہ لحظہ بھر کو چپ ہوئے۔

"اس کو تو نجانے آسمان کھا گیا یا زمین نگل گئی ہے، علاقے کے چاروں طرف آدمی پھیلے ہیں لیکن وہ کہیں بھی نہیں مل رہی اور نہ ہی علاقے سے باہر نکلنے کی اطلاع ملی ہے۔" عالم صاحب نے کہا تو مرجان بیگم کا چہرہ پھیکا سا پڑ گیا۔

"عالیان نہیں جائے گا ہمارے ساتھ؟" اپنا وہی پنک کلر کا ڈریس پہنے جب وہ نکلنے لگے تو عالیان کو وہیں صوفے پہ براجمان دیکھ کے اس نے حیرانگی سے استفسار کیا تو شہریار اور عالیان نے خاموش نگاہوں کا تبادلہ کیا۔

"عالیان ابھی ہمارے ساتھ نہیں جا سکتا۔" گلا کھنکھارتے ہوئے وہ دھیرے سے بولا تو فرشتے نے حیرت و بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"لیکن کیوں؟ جب یہ زندہ ہے تو یوں چھپ کے کیوں رہے؟ اور آپ اسے حویلی کیوں نہیں لے کے جارہے؟" اس نے تابڑ توڑ سوالوں کی برسات کی تو شہر یار نے نظر بھر کے اسے دیکھا جو گلابی رنگ کے لباس میں ملبوس بہت فریش اور نکھری نکھری سی اس کی قربت کے اثرات ظاہر کر رہی تھی۔

"یہ چھپ کے نہیں رہ رہا لیکن یہ ہمارے ساتھ ابھی حویلی نہیں جاسکتا۔" اس نے نپے تلے انداز میں کہا تو اس نے شاکی انداز میں اسے دیکھا تو عالیان نے کچھ بولنا چاہا لیکن شہر یار نے اسے اشارے سے فوراروکا۔

"لیکن کیوں؟" اس نے شکایتی انداز میں اسے دیکھا۔

"گھر چلیں، کافی ٹائم ہو گیا ہے، ڈھولکی کی رسم شروع ہونے والی ہے۔" اس نے اس کا سوال نظر انداز کیا تو فرشتے شکوہ کناں نگاہوں سے چند لمحے اسے گھورنے کے بعد بے بسی سے عالیان کی طرف بڑھی اور نم آنکھوں سے اسے ملتی ڈھیر ساری ہدایات اسے دیتی وہاں سے رخصت ہولی اور پھر پورا راستہ وہ اس کے مخاطب کرنے کے باوجود یونہی منہ پھلائے اس سے ناراضگی کا اظہار کرتی رخ موڑے بیٹھی رہی۔

"فرشتے بھابھی کہاں ہیں؟" سب سے ملنے کے بعد جب ملیکہ سب لڑکیوں کے ساتھ زنان خانے میں بنے بڑے سے ہال کمرے میں بیٹھی تو فرشتے کی غیر موجودگی محسوس کرتی وہ جب اچانک بولی تو گلالئی گھبرا اٹھی کیونکہ اسی نے سب کو بتایا تھا کہ لالہ اور بھاجائی سجاول لالہ کے گھر گئے ہیں اور ایسے میں ملیکہ کا استفسار سب کے لیے حیرانگی کا باعث تھا کیونکہ ان کے آنے پہ انہیں لگا کہ وہ بھی آ ہی رہے ہیں ان کے ساتھ ہی۔

"تو کیا لالہ اور بھاجائی آپ لوگوں کے ساتھ نہیں ہیں؟ وہ تو صبح آپ کے گھر جانے کے لیے ہی نکلے تھے۔" زر فوراً بولی تو گلالئی کا دل چاہا اس کو کہیں غائب کر دے۔

"وہ آئے تھے ہمارے گھر لیکن ہماری طرف تو وہ بس گھنٹہ ڈیڑھ ہی رکے تھے۔" ملیکہ نے فوراً صاف گوئی سے جواب دیا تو سب لڑکیوں نے آنکھیں گھماتے ہوئے خواتین کو دیکھا گویا کچھ باور کروانے کی کوشش کی تھی۔

"یہ گل کی ڈھولکی پہ لالہ اور بھاجائی اپنی شادی کی یادیں تازہ کرنے کو گھر سے بھاگ تو نہیں گئے؟" زر فورا متجسس انداز میں گویا ہوئی لیکن اس سے پہلے کہ ان میں سے کوئی مزید سوال کرتا ظہیر صاحب اور حاکم صاحب کی اچانک آمد پہ سب ایک دم سے الرٹ ہو گئیں۔

انہوں نے دیکھا کہ اندر آتے ظہیر صاحب کے پہلو میں چلتی ایک سکڑی سمٹی سی لڑکی سیاہ چادر اوڑھے چہرہ جھکائے ہوئے تھی۔

"السلام علیکم! ایا ھر خہ سم دی؟(سب ٹھیک ہے نا؟) حاکم صاحب نے بارعب انداز میں استفسار کیا اور پھر سب کے سر اثبات میں ہلانے میں انہوں نے ظہیر صاحب کو آگے آنے کا اشارہ کیا۔

"یہ بنفشے یوسف زئی ہے، فرشتے کی بہن اور شہریار خاناں کی سالی۔ مگر اسے فرشتے کی بہن نہیں بلکہ اپنی بہن سمجھنا ہے اور اس کا بہت سارا خیال رکھنا ہے تا کہ بچی کو مسئلہ نہ بنے۔" حاکم صاحب نے ہمیشہ کی طرح دوٹوک بات کی اور پھر سب کی حیرانی کو نظر انداز کرتے ہوئے بنفشے کو آگے آنے کا اشارہ کیا تو وہ دھیرے دھیرے چلتی ان کے قریب آئی۔

"یہ لالہ کی وہی سالی ہے نا جس کے ساتھ زیادتی کرنے کے الزام میں لالہ جیل گئے تھے؟" گل فورا گلالئی کے کان میں گھسی لیکن اس نے جواب دیے بنا اسے ٹھوکا دیتے ہوئے آغا جان کی طرف متوجہ ہونے کو کہا یہ محسوس کیے بغیر کہ گل کی سرگوشی پہ ان کے پاس کھڑی ملیکہ کے کان بھی فورا کھڑے ہو گئے تھے اور اسے بھی وہ نیوز ہیڈ لائنز فورا یاد آئیں۔

"بچے یہ ہماری بڑی بہو ہے ظہیر خاناں کی بیوی اور شہریار خاناں کی ماں، یہ ہماری دوسری بہو ہے ایبک خاناں کی بیوی اور شہیر خاناں کی ماں۔ یہ تم کو باقی سب سے ملوا دے گی اور تم کو کسی شے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ تو تم فورا ان کے پاس آؤ اور بنا کسی خوف کے انہیں کہو کیونکہ یہ فرشتے کی طرح تمہاری بھی مائیں ہیں۔" حاکم صاحب کے مشفق انداز پہ نجانے کیوں اسے اپنے آغا جان یاد آئے جنھوں نے تمام زندگی ان سے خوش اخلاقی سے بات نہیں کی تھی، یہی سب سوچتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے جنہیں وہ بمشکل پیتی ظہیر صاحب کے اشارے پہ زونائیشے بیگم کی جانب بڑھی جنھوں نے بہت التفات کا مظاہرہ کیا اور یہ مظاہرہ صرف ان تک ہی محدود نہ تھا بلکہ وہاں موجود ہر فرد نے ہی اسے گرم جوشی سے خوش آمدید کہا۔

"ایامور تاسوتہ ستاسوپہ خیر غرکولی شو؟"(ہم آپ کو تم کہہ کے بلاسکتے ہیں؟) اس سے ابتدائی تعارف کے بعد گلالئی نے سب کے اشارے کرنے پہ استفسار کیا تو بنفشے نے فوراسر اثبات میں ہلایا۔

"بنفشے تم نقاب پیچھے کر سکتی ہو، یہاں ابھی کوئی بھی مرد نہیں آئے گا۔" زرتاج نے اس کی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے کہا تو اس نے جھجھکتے ہوئے چادر کا پلو چہرے سے ہٹایا تو سب کے چہرے کھل اٹھے۔

"ارے واہ! تم بھی بھاجائی کی طرح بہت حسین ہو۔" گل بے ساختہ بولی تو سب کی تائید پہ وہ شرما سی گئی۔

"فرشتے کہاں ہے؟" اس نے مدھم سے لہجے میں استفسار کیا تو سب کے ہونٹوں پہ دبی دبی مسکان مچل گئی۔

"بھاجائی تولالہ کے ساتھ گھومنے گئی ہیں۔" زر آنکھیں گھماتے ہوئے بولی تو بنفشے حیران ہوئی کیونکہ یہ سب ان کی حویلی یا ان کے علاقے میں نہیں تھا لیکن یہاں سب فرسودہ رسم وروایات کو جھکڑے ہوئے نہیں تھے، ادب وحیا کا احترام تھا لیکن اس طرح نہیں تھا کہ سب ایک دوسرے سے کٹے ہوئے تھے۔

"کب آئے گ۔۔۔" وہ ابھی بول ہی رہی تھی کہ جب فرشتے ایک پوری پلٹون کے ساتھ اندر داخل ہوئی تو پھر بھانت بھانت کی بولیاں شروع ہو گئیں۔

"کہاں لے کے اڑے تھے ہماری کڑی کو؟" سب سے پہلے عائلہ بیگم جو کہ باورچی خانے سے نکل رہی تھیں ان کو آتے دیکھ کے شرارت سے بولیں تو فرشتے نے فوراچہرہ جھکایا۔

"مائنڈاٹ چچی خاناں، آپ کی کڑی ہماری زوجہ ہوتی ہیں۔" اس نے بھی انہی کے انداز میں جواب دیا تو وہ ہنس دیں۔

"تو وکیل صاحب آپ اپنی زوجہ کو لے کہ جن کے گھر گئے تھے وہ تو دو گھنٹے سے حویلی پہنچ چکے ہیں۔" شہیر دونوں ہاتھ پہلووں پہ جماتا ہوا بولا تو فرشتے نے اس موقع عدالتی کاروائی کو بے بسی سے دیکھا لیکن چاہنے کے باوجود بھی آگے نہ بڑھ سکی۔

"تو؟" جواباًوہ تیکھے چتونوں سے گویا ہوا تو اب کی بار زیب میدان میں اترا۔

"تو یہ کہ ہمیں رپورٹ پیش کرو کہ تم ہماری بھاجائی کو لے کے کہاں گئے تھے؟" اس کی بھڑک پہ شہریار نے گھور کے اسے دیکھا تو وہ دل ہی دل میں گھبر ایا۔

"یہ رپورٹ تو میں اپنے باپ کو بھی پیش نہیں کرتا اس لیے تم ایسے کسی گمان میں نہ رہنا۔" وہ اپنے مخصوص بلنٹ انداز میں بولا۔

"یہ بات تمہارا باپ بہت اچھے سے جانتا ہے تم یوں اپنی ڈھٹائی کا کھلے عام اعلان نہ کرو۔" عقب سے آتی ظہیر صاحب کی اچانک آواز پہ جو قہقہوں کا طوفان امڈا اس نے جیسے ہال کی چھتیں ہلا دی تھیں۔

"پورے دن کے بھڑکتے دل کو اب جا کے قرار آیا ہے۔" شہیر نے بے شرمی سے کہا تو وہ ایک شاکی نگاہ باپ پہ ڈالتا اسے ساتھ لیے آگے بڑھنے لگا جب فرشتے کی نگاہ ہال میں بیٹھے نفوس میں موجود ایک نفس کے چہرے پہ پڑی تو اس کے قدم آگے بڑھنے سے انکاری ہو گئے۔

"بنفشے؟" اس کے لب بے اختیار ہلے۔

"جی بنفشے ہی ہیں یہ، آپ کی ناراضگی دور کرنے کی کوشش کی ہے۔" شہریار نے اس کی سرگوشی نما آواز سن کے کہا تو وہ بنا جواب دیے تیر کی سی تیزی سے آگے بڑھی اور لپک کے اس کے سینے سے جا لگی۔

"تم یہاں کیسے؟ اور باقی سب کیسے ہیں؟ خانم کو پتہ ہے کہ تم یہاں ہو؟" اس نے عادتاً سوالات کی بوچھاڑ کی تو بنفشے نے ایک نظر کچھ فاصلے پہ کھڑے شہریار اور پھر ایک نظر زونائیشے بیگم سے بات کرتے ظہیر صاحب کو دیکھا۔

"سب ٹھیک ہیں اور میں خانم کی اجازت سے ہی یہاں آئی ہوں، آپ لوگوں کے باباخاناں (ظہیر آفریدی) نے آغاجان سے اجازت لی ہے شادی میں شرکت کے لیے اور تم سے ملاقات کرنے کے لیے۔" اس نے رٹے رٹائے انداز میں جواب دیا تو خانم کی اجازت کا سنتی فرشتے ہر فکر سے آزاد ہوتی اسے ساتھ لیے وہیں بیٹھ گئی جبکہ دوسری جانب شہریار بھی پرسکون ہوتا کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔

"بھاجائی ایک بات تو سچی بتاؤ کہ آپ لوگ واقعی سجاول لالہ کے گھر ہی گئے تھے؟" گل نے ایک شریر نگاہ اس کے سراپے پہ ڈالتے ہوئے استفسار کیا تو فرشتے نے ایک خجل سے مسکان ملیکہ کے مسکراتے چہرے پہ ڈالی اور دھیرے سے بولی۔

"انہیں کہیں کام تھا تو ادھر دیر ہو گئی تھی۔"

"کام کی نوعیت تو آپ کا کِھلا کِھلا روپ ہی بیان کر رہا ہے۔" گلالئی ذو معنی لہجے میں بولی تو گزرے لمحات کی رومانیت یاد آتے ہی فرشتے کے چہرے پہ گلال بکھر گئے جن کو چھپانے کی غرض سے چہرے پہ نامحسوس انداز میں ہاتھ پھیرتی بات بدلنے کو گویا ہوئی۔

"رسم کا آغاز کب کرنا ہے؟" اس کی اس حرکت پہ سب کھل کے ہنس دیں۔

"جب آپ گانا سنائیں گی۔" گل کے برجستہ جواب پہ محفل زعفران بن گئی۔

"مورے! آپ نے باہر پیغام بھجوا دیا ہے نا کہ یہاں کوئی بھی مرد نہیں آئے گا؟" زرسانگہ نے بلا مبالغہ ایک سو دسویں دفعہ زونائیشے بیگم سے پوچھا تو زر چڑی۔

"اتنی کوئی تم حسین پری نہیں ہو کہ تمہیں دیکھنے کے لیے یہاں کوئی چوری چھپے آئے گا۔" اس کے جواب پہ وہ اسے جواباً گھورنے لگی۔

"اچھا چلو تم سب لوگ جلدی سے تیار ہو اور اپنا کام شروع کرو کیونکہ رات گئے ہلا گلا رہا تو آغا جان ناراض ہوں گے۔" آئلہ بیگم نے سب لڑکیوں سے کہا تو سب جلدی سے الرٹ ہو تیں ہال کمرے کی سٹنگ ٹھیک کرنے لگیں۔

"گل تم جاو جلدی سے بھاجائی کو بلا کے لاو۔" گلالئی نے ملیکہ کے ساتھ ہی فلور کشن پہ بیٹھتے ہوئے ڈھولک سیٹ کرتے ہوئے گل کو دوڑایا تو وہ اسے ایک نظر گھور کے جلدی سے فرشتے کے روم کی طرف بھاگی۔

سیاہ رنگ کے سمپل سے فراک کو پہنے وہ تیزی سے واشروم سے باہر نکلی اور سیدھی دیوار گیر شیشے کے سامنے جا کھڑی ہوئی اور سرعت سے اپنی سفید کلائیوں پہ سیاہ و سرخ رنگ کی چوڑیاں چڑھانے لگی اور پھر جلدی سے لپ اسٹک اپنے خوبصورت ہونٹوں پہ لگاتی وہ بیڈ سے اپنا سرخ دوپٹہ لیتی پھرتی سے دروازہ کی جانب بڑھی۔

"اتنی تیاری کے بعد شوہر سے ملے بغیر کمرے سے نکلنے پہ کوئی دفع عائد ہوتی ہے کیا؟" وہ دروازے سے چند قدم کے فاصلے پہ تھی جب عقب سے آتی گھمبیر آواز پہ اس نے چونکتے ہوئے گردن گھمائی تو نگاہیں ٹھٹھک سی گئیں۔

سیاہ شلوار سوٹ پہ سیاہ ہی واسکٹ پہنے وہ گھنے بال ہلکے سے ماتھے پہ بکھرائے اپنی چھا جانے والی شخصیت کے ساتھ ڈریسنگ روم کے دروازے کے ساتھ ٹیک لگا کے کھڑا اس کے دل کو دھڑکا گیا۔

اس کے دیکھنے پہ وہ جاندار طریقے سے مسکرایا تو وہ ہوش میں آتی اپنے ہاتھ میں پکڑا سرخ دوپٹہ جلدی سے اوڑھنے لگی لیکن شاید یہ اس کی بے باک نگاہوں کی تاثیر تھی کہ اس کے ہاتھوں سے بار بار شیفون کا سرخ ڈوپٹہ پھسل رہا تھا۔

"بتائیں نا کون سی دفع عائد ہونی چاہیے؟" اپنا سوال دہراتے ہوئے وہ مضبوط قدموں سے چلتا ہوا اس کی جانب بڑھنے لگا تو فرشتے سے یہ یاد رکھنا مشکل ہونے لگا کہ وہ اس سے خفا تھی۔

"مجھے نہیں پتہ، دفعات یاد رکھنا آپ وکیلوں کا کام ہو گا میرا نہیں۔" وہ لہجے میں رکھائی سموئے اسے اپنے بے حد نزدیک آتے ہوئے دیکھ کے اس کی جانب سے نگاہیں موڑتی واپس مڑنے لگی جب اس

نے اسے عقب سے بانہوں میں سمیٹتے ہوئے اس کے دائیں کان میں ہلکورے لیتے جھمکے کو چھوتے ہوئے ہولے سے سرگوشی کی۔

"میری دفعات کے مطابق آپ سزا نہیں بھگت سکتی۔" اس کی بات پہ اس کے سر پہ لگی اور تلووں پہ جا بجھی۔

وہ سلگتی ہوئی اس کی جانب پلٹی اور تیکھے انداز سے اسے گھورا۔

"آپ میرے ساتھ یہ چوہے بلی کا کھیل کھیلنا بند کریں اور جو دفعات اور سزائیں نے آپ نے دینی ہیں وہ جلدی سے دیں، یہ مجھے محبت و نفرت کے کھیل میں نا الجھائیں۔" اس کے پراسرار رویے پہ وہ اس وقت شدید حد تک نالاں تھی۔

اس کے انداز و الفاظ پہ شہریار نے بغور اس کا جائزہ لیا جو ہلکی پھلکی سی تیار اس وقت مارنے یا مر جانے والی حالت میں تھی، ایک پل کو اس کا دل چاہا کہ وہ کم از کم اسے عالیان کے متعلق بتا دے کیونکہ زیادہ غبار شاید اسی وجہ سے تھا لیکن پھر گھر کے ماحول کو دیکھتے ہوئے اس نے ہمیشہ کی طرح خود پہ قابو پائے رکھا اور نسبتاً ہلکے پھلکے انداز میں بولا۔

"کورٹ سے تین چار دن کی چھٹی لے رکھی ہے اس لیے یہ دفعات وسزاؤوں والا کھیل چھٹی ختم ہونے کے بعد کھیلیں گے۔" اس کی چالاکی پہ فرشتے کا چہرہ مارے طیش کے خطرناک حد تک سرخ پڑا تو وہ پوری قوت سے اسے پرے دھکیلتی فاصلے پہ ہوئی۔

"آپ ایک وکیل نہیں بلکہ چالاک وکیل ہیں۔" کاٹ دار انداز سے کہتے ہوئے اس نے ڈور ناب پہ ہاتھ دھرا لیکن اسی لمحے اس کے ہاتھ کا لمس وہاں محسوس کر کے اس نے فوراً ہاتھ پیچھے کھینچا لیکن اس نے فوراً گرفت مضبوط کی۔

"الزام تو آپ نے لگا ہی دیا ہے اب اس پہ عمل بھی کر ہی لیتا ہوں۔" معنی خیز انداز میں کہتے ہوئے اس نے اس کے اسی ہاتھ کو ہوا میں بلند کرتے ہوئے گھمایا تو فرشتے کے بال لہراتے ہوئے شہریار کی آنکھوں میں پر شوق رنگ بھر گئے۔

اس نے اسے یونہی گھماتے ہوئے اپنے دوسرے بازو میں سمیٹا اور جلدی سے اپنی جیب سے موبائل نکالتے ہوئے اس کے حواس سمیٹنے تک وہ کیمرہ خود پہ فوکس کر چکا تھا۔

اور پھر فرشتے کے ہزار احتجاج اور مزاحمت کے باوجود وہ ان دونوں کی تصویریں کچھ اس انداز سے لے چکا تھا کہ فرشتے اس شخص کی بے باکی پہ سوائے برداشت کرنے کے کچھ اور نہ کر سکی۔

"آپ کو یہ پتہ ہے کہ میں بہت چالاک وکیل ہوں تو آپ کو اپنے دل گردے بھی مضبوط رکھنے چاہییے۔" بے باکی سے اس کے چہرے پہ بکھرے رنگوں کا جائزہ لیتے ہوئے اس نے ان رنگوں کو چرانے کے لیے دوبارہ سے اسے اپنی جانب گھسیٹا تو فرشتے نے فوراً اس کے سینے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے درمیانی فاصلہ برقرار رکھنے کی سعی کی لیکن وہ اس کی کوشش کو سرے سے نظر انداز کرتے ہوئے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتا اس کے کندھے پہ جھکا ہی تھا کہ کمرے کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا۔

"استغفر اللہ!" دروازے کے بیچ و بیچ کھڑی گل دونوں ہتھیلیاں منہ پہ رکھے اس بری طرح سے چلائی کے ایک دوسرے میں مگن وہ دونوں ایک ساتھ متوجہ ہوئے لیکن سامنے کھڑی گل کو دیکھ کے فرشتے نے فوراً فاصلہ بڑھایا۔

"سس۔۔۔سوری لالہ! مجھے لگا صرف بھا جائی ہیں کمرے میں۔" شہریار کی استفہامیہ نگاہوں سے گھبراتی وہ جلدی سے بولتی ہوئی واپس دوڑی جبکہ فرشتے اپنے متوقع حال کا سوچتی ابھی سے ٹھنڈی ہو رہی تھی۔

"ہمارے سارے دھندوں پہ وہ ایک ایک کر کے حملہ آور ہو رہا ہے اور تو اور مجھے لگتا ہے کہ اس نے حبیب خاناں کو بھی اپنے ساتھ ملایا ہوا ہے۔" مرجان بیگم قدرے متفکر انداز میں بولتیں اس وقت عالم صاحب کو بے حد بدمزہ کر گئیں۔

"حبیب خاناں کو اگر ساتھ ملایا بھی ہے تو بھی حبیب خاناں ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور جہاں تک بات ہے باقی دھندوں کی تو اب باری ہمارے کڑے وار کی ہے۔ آج آفریدیوں کی حویلی میں سنگیت کی رسم ہے اور کل مہندی تو بس کل مہندی کی رسم نہیں بلکہ آفریدیوں کا ماتم ہو گا۔" ان کے لہجے میں زہریلے اژدھوں کی پھنکار تھی۔

"عالم خاناں منصوبے کے مطابق آفریدیوں سے صرف اپنے تین آدمیوں کی رہائی نہ مانگنا بلکہ ان سے شہریار آفریدی بھی مانگنا کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ وہ ہمارے بہت سے رازوں سے واقف ہو چکا ہے۔" مرجان بیگم نے کہا تو عالم صاحب ان سے ایک نازیبا حرکت کرتے ہوئے کمینگی سے گویا ہوئے۔

"وہ چاہے ہمارے بہت سے رازوں سے واقف ہو جائے لیکن وہ اس راز سے واقف ہونے کے باوجود بھی کچھ نہیں کر سکے گا۔" انہوں نے اپنے اور ان کے درمیان کی نزدیکی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا تو مرجان بیگم کے ذہن میں ہاسپٹل کے باہر اپنی اور شہریار کی گفتگو آئی تو لحظہ بھر کو ان کے چہرے کا رنگ بدلا لیکن پھر سر جھٹکتے ہوئے وہ عالم صاحب کی جانب متوجہ ہوئیں جو رات کی تاریکی میں ایک دفعہ پھر سے ان کے وجود سے کھیلنے میں مگن ہو چکے تھے۔

"بھاجائی تیاری میں اتنا ٹائم کون لگاتا ہے بھلا؟" اسے آتے دیکھ کے گلالئی نے لپک کے اس کا بازو پکڑا اور اپنے ساتھ ہی نیچے بٹھالیا جبکہ اس کے سوال پہ وہ بے ساختہ گڑبڑائی۔

"تیاری کے بعد تعریف وصولنے میں تو ٹائم لگتا ہے نا؟" گلالئی کا سوال سنتی گل نے شریر انداز میں فرشتے کو دیکھتے ہوئے کہا تو اس کی رنگت فوراً گلابی پڑی، اس نے فوراً گل کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

"تم نے کب شہیر سے ایسی تعریف وصول کی جو تمہیں اتنا تجربہ ہے؟" زر اس کی بات پہ مشکوک انداز میں تو پوں کا رخ اس کی جانب موڑ گئی تو وہ گھبرائی۔

" مجھے کہاں سے تجربہ ہوگا، میں نے تو ویسے بات کی ہے۔" گلالئی کی شریر نگاہوں سے گھبراتی وہ جلدی سے بولی۔

"ملیکہ تم بتاؤ کہ تیاری کے بعد تعریف وصول ہوتی ہے؟" گلالئی نے ملیکہ کو مخاطب کیا تو وہ سٹپٹائی کیونکہ آج سے پہلے کوئی پوچھتا یہ سوال تو وہ فوراً تیخ سے انکار کر دیتی لیکن آج کے دن ہی سجاول کی گئی کاروائیاں یاد آتے ہی وہ بے اختیار بلش کرنے لگی۔

"چلو جی یہاں سب ہی ایک پلڑے میں ہیں۔" زر نے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے شرارت سے کہا۔

"اونہوں! پلڑا فرشتے آفریدی کا ہی بھاری ہے کیونکہ ان کے پاس شہریار آفریدی ہیں۔" گل نے کچھ دیر والے منظر کو سوچتے ہوئے معنی خیزی سے کہا تو سب نے شرارت سے فرشتے کو دیکھا جو جان بوجھ کے اپنا سارا دھیان بنفشے کی طرف لگائے ہوئے تھی۔

پھر زونائیشے بیگم کے توجہ دلانے پہ سب ڈھولکی کی جانب متوجہ ہوئیں۔

"آہا! کبھی کبھی ہمیں یہ رونقیں بھی کتنی فضول لگتی ہیں۔" حویلی کے مردان خانے میں اس وقت جشن کا سماں تھا، ڈھیروں مہمان، اونچی آواز میں چلتے علاقائی گیت و رقص، آتش بازی اور بھانت بھانت کی بولیاں اس وقت ماحول کو بہت خوش رنگ بنا رہی تھیں۔

ایسے میں سب لڑکوں کے نرغے میں بیٹھا شہیر ایک دم سے فلسفیانہ انداز میں بولا تو سب نے خاموشی سے اسے دیکھا اور کم از کم دو سے تین منٹ تو دیکھا جس کے باعث وہ دل ہی دل میں گڑبڑا یا۔

"اب اس گھسی پٹی لائن کا پسِ منظر بھی بتا دو۔" شاہ میر طنزیہ انداز میں بولا تو وہ کھسیا سا گیا لیکن پھر اپنی ازلی ڈھٹائی کے ساتھ دانت نکوستا ہوا بولا۔

"میری اس گھسی پٹی لائن کا پسِ منظر زنان خانے کا ہال کمرہ ہے۔ شرم کرو تم سب، سب کی ہی بیویاں اندر سجی سنوری گیت گا رہی ہیں اور یہاں تم بیٹھے یہ پہلوان دیکھ رہے ہو۔" وہ آگے کو جھکتا ہوا انہیں گویا شرم دلانے والے انداز میں بولا اور سب کی جانب داد طلب نگاہوں سے دیکھا۔

"تو پھر میرے خیال میں اندر صرف ان کو ہی جانا چاہیے جن کی بیویاں اندر ہیں؟" اچانک شہریار نے سنجیدگی سے بولا تو وہ اس کی بات سن کے پرجوش انداز میں بولا۔

"بالکل!" بولتے ساتھ ہی اس کا ماتھا ٹھنکا، اس نے چونک کے شہریار کو دیکھا جو اپنی جگہ سے کھڑا ہو رہا تھا۔

"تو پھر تم یہیں بیٹھو ہم لوگ اندر سے ہو کے آتے ہیں۔" میر کو اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا تو وہ بوکھلایا۔

"شیری!" وہ چلایا جبکہ شہریار کی اس دھوکا دہی پہ زیب، شہیر سمیت سجاول بھی دانت کچکچا اٹھا۔

"وکیل صاحب! میری بیوی بھی اندر ہے۔" اس نے آواز لگائی جو اس ہنگامے میں بمشکل اس تک پہنچی۔

"حالانکہ تم سے نکاح کے بعد اسے کہیں اور ہونا چاہیے تھا۔" شہریار وقت فل فارم میں تھا۔

"جب فرشتے بھابھی تم جیسے انسان کے ساتھ چار سال سے رہتے ہوئے صحیح سلامت ہیں نا تو ہم تو تمہارے آگے کچھ بھی نہیں ہیں۔" سجاول بھی سیر کو سوا سیر ثابت ہوا جبکہ ان کی لفظی جنگ کا فائدہ اٹھاتے زیب اور شہیر سب سے آگے جا کھڑے ہوئے لیکن اس سے پہلے کے سب وہاں سے ہٹتے اچانک سامنے آتے ظہیر اور ایبک آفریدی کو دیکھ کے سب نے میکانیکی انداز میں شہریار کی جانب دیکھا جو اپنے باپ کو سامنے پا کے گہری سانس بھر کے رہ گیا۔

نیا گانا شروع ہونے پہ رقص کرتی لڑکیاں اپنی جگہ پہ بیٹھیں تو پھر سب کے بے انتہا اصرار پہ جب گل نے اسے اپنے ساتھ کھڑا کرتے ہوئے ڈانس کرنے کو کہا تو گلالئی کو ایک سپیشل سانگ لگانے کو بھی کہا۔

"یہ گانا شہریار لالہ کے جذبات کی عکاسی کرے گا اور بھا جائی اس خوشی میں جھومیں گی۔" وہ آنکھیں گھماتے ہوئے بولی تو فرشتے سٹپٹاتی ہوئی واپس اپنی جگہ پہ بیٹھنے لگی لیکن پھر بنفشے کے اصرار پہ وہ دوبارہ ہال کے وسط میں آئی تو گلالئی نے جلدی سے گانا لگایا تو سب ساتھ ساتھ اونچی آواز میں گنگنانے لگیں۔

داستر°ی جادو°ر°دی

(یہ آنکھیں جادوگر ہیں)

دامینہ لیونئ دہ

(یہ محبت پاگل ہے)

جانان، جانان، جانان، جانان

سرخ رنگ کا دوپٹہ وہ اپنے سر پہ پن سے ٹکائے روایتی انداز میں پیچھے کو کیے دونوں بازو کو اوپر اور نیچے کی جانب حرکت دیتی پاؤں ایک مخصوص انداز میں ہلاتی سب کے حلقے میں کھکھلا رہی تھی۔

جانان چی پکا°ی اوسي

(جانان جس میں رہتا ہے)

°ومرہ °کلی دنیا°ئ دہ

(کتنی خوبصورت دنیا ہے)

جانان، جانان، جانان، جانان

خوا°ہ خوا°ہ را°وري

(کتنی پیار سے دیکھ رہا ہے)

پہ نظر کی،°رانغا°ي

(اپنی نظروں میں مجھے سمو رہا ہے)

امید د زند°ئ دہ

(زندگی کی امید ہے وہ)

غو°ولی،°جولئ دہ

(میں نے اپنی جولی پھیلائی ہے)

جانلن، جانان، جانان، جانان

داژوند،°ستا د پارہ

(یہ زندگی تمہارے لیے)

دامینہ ستادپارہ

(یہ محبت تمہارے لیے)

داستا محبتونہ°

(یہ تمہاری محبتیں)

قیصہ د زند°ئ دہ

(میری زندگی کا قصہ ہے)

جانان، جانان، جانان، جانان

راجو°ت°شہ°و°ل تہ

(میرے سینے کے قریب ہو جاؤ)

درزا°دز°ہ واورہ

)میرے دل کا دھڑکنا سنو (

دیرہ ° دزڑہ کور کی

)میرے دل کی گھر میں ٹھہرا ہے(

جانان دسادۍ دہ

)جانم سادگی والا(

جانان، جانان، جانان، جانان

رقص کرتی وہ اب اسے انجوائے کرتی ہوئی ارد گرد سے بے نیاز سب کے ساتھ اس موقع کو یاد گار بنا رہی تھی۔

"جانان، جانان، جانان" کہتی وہ دونوں ہاتھ اوپر کیے ہنستی ہوئی ایک عجیب سے احساس کے تحت ایک نظر سامنے دیکھنے لگی تو اس کے ہاتھوں کے ساتھ ساتھ اس کے تمام اعضاء لمحے بھر کو ساکت ہوئے۔

ہال کمرے کے داخلی دروازے کے دائیں جانب وہ بہت پر سکون انداز میں ٹانگ پہ ٹانگ چڑھائے کرسی پہ بیٹھا سگریٹ کے گہرے کش لگاتا اس پہ نگاہیں مرکوز کیے ہوئے جبکہ اس کے ساتھ کھڑے

Urdu Novels Ghar

زیب، شہیر، میر اور شمشیر کی نگاہیں بھی ان سب پہ ہی مرکوز تھیں جبکہ ہونٹوں پہ دبی ہنسی ان کی اندرونی حالت کا صاف ظاہر کر رہی تھی۔

چونکہ کمرے کا یہ کونہ قدرے تاریک اور پر سکون تھا اس لیے کسی نے اس جانب دھیان نہ دیا کہ وہ کس وقت یہاں آئے تھے اور کیا کچھ دیکھ یا سن چکے تھے۔

اس کے ایک دم رکنے پہ سب نے اس کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا تو سب کے منہ سے چیخیں نکلیں لیکن کوئی بھی اس طرف نہ آیا کیونکہ یہ سب تو وہ کافی دیر سے کر رہی تھیں۔

اس کی نگاہوں کے عجیب سے تاثر سے گھبراتے ہوئے اس نے فوراً اپنا دوپٹہ اپنے مخصوص انداز میں اوڑھا اور جلدی سے ملیکہ اور بنفشے کے درمیان جا بیٹھی۔

"آپ سب یہاں کیا کر رہے ہیں؟" گلالئی ہوش میں آتے ہوئے بولی تو شہیر دانت نکوستے ہوئے بولا۔

"آپ کو دیکھنے آئے ہیں۔" اس کے جواب پہ گلالئی اور میر نے بیک وقت اسے گھورا۔

"یہ میرو کے دل کی آواز تھی۔" وہ جلدی سے تصحیح کرتے ہوئے بولا۔

"ہم مورے کو بلائیں گے آپ جلدی سے باہر جائیں۔" اس وقت چونکہ ان نے پاس سب کی سپورٹ تھی تبھی وہ شہریار کی موجودگی میں بھی ایسے بولیں۔

"ہم اپنے لیڈر کے بغیر ہرگز نہیں جائیں گے اور وہ اس وقت اپنی بیوی کو دیکھنے بلکہ گھورنے میں مصروف ہے۔" زیب کی زبان میں کھجلی ہوئی تو سب لڑکیاں اس کی بات پہ ہوش میں آئیں اور ان سب نے گل اور فرشتے کے گرد ہالہ سا بنا دیا۔

"پیار کے دشمن۔" شہیر نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا اور پھر لڑکیوں کی سمت چل دیا۔

"او میری پیاری بہنو، تم ہمیں غلط سمجھی ہو، دیکھو ہم یہاں اپنی دلہنیں نہیں بلکہ جو نئی مہمان حویلی میں آئی ہے اس سے ملنے آئے ہیں۔" بنفشے کو دیکھ کے شہیر نے فوراً پینترا بدلا تو سب کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کے بنفشے گھبرائی جبکہ دوسری جانب اسے آج بنا کسی حجاب کے دیکھ کے زیب گنگ سا رہ گیا۔

" واللہ اتنی خوبصورتی کو تو واقعی چھپا کے رکھنا چاہیے۔" وہ بے خودی میں بڑبڑایا۔

"اپنی آنکھوں کو لگام ڈالو، بھاجائی تیری بال نوچ لے گی تیرے۔" شہریار کی سرد آواز پہ وہ جھرجھری لے کے رہ گیا۔

"اسی لیے تمہارے سر پہ بال کم ہوتے جا رہے ہیں۔" اس نے فوراً بدلہ چکایا لیکن وہ نظر انداز کرتا ہوا ان کی جانب بڑھا جو شہیر سے بھڑنے کو تیار تھیں جس کی پوری کوشش گل تک رسائی تھی۔

"یہ اس ناکے کی سمجھ نہیں آرہی، جو کام آپ لوگ پہلے کر رہی تھیں ہم وہ کام مل جل کے کریں گے اس لیے یہ ناکہ تھوڑی دیر کے لیے ہٹا دیں ہاں زرا۔" شہریار ان کے نزدیک جاتے ہوئے بولا تو فرشتے اس کی آواز سن کے گھبرائی۔

"ہم نے کوئی کام بھی مل جل کے نہیں کرنا، آپ باہر جائیں ورنہ میں بابا خاناں کو بلاؤں گی۔" وہ ایک دم سے بولی تو سب لڑکیوں نے گردن اکڑا کے اسے دیکھا جبکہ بنفشے اس دن والے لڑکے کو اپنی طرف آنکھیں پھاڑ کے دیکھتا ہوا پا کے فوراً فرشتے کی جانب کھسکی۔

"دھمکیوں کے بعد اپنی منمانی کرنے کا مزہ ہی کچھ اور ہوتا ہے۔" اپنے مخصوص انداز میں کہتا ہوا وہ اس ناکے کو خاطر میں نہ لاتا اسے اس باونڈری سے نکال کے اپنے سنے لایا تو لڑکوں نے وہ ہوہا مچائی کے الامان۔

اور اس کی دیکھا دیکھی شہیر نے گل کو پکڑ کے میدان میں لایا تو شاہ میر بھی گلالئی کی سمت متوجہ ہوا اور پھر گزشتہ شادیوں کے برعکس سب نے مل کے اپنے روایتی ماحول کو مزید چار چاند لگاتے ہوئے محفل کو یادگار بنا ڈالا۔

"یہ کیا طریقہ ہے بلوانے کا؟" ملیکہ نے کمرے میں آتے ہی استفسار کیا تو سجاول نے گھور کے اسے دیکھا۔

"بینڈ باجوں کے ساتھ بلوانے میں دو چار دن ہیں ابھی۔" اس کی برجستگی پہ وہ سٹپٹائی۔

میرا وہ مطلب نہیں تھا، میں یہ کہہ رہی کہ ایسے سب کے درمیان سے اٹھ کے آئی ہوں تو بعد میں ریکارڈ لگائیں گی۔" وہ خائف انداز میں بولی تو وہ مسکرایا۔

"چلو شکر ہے تم کسی سے تو ڈرتی۔" وہ شرارت سے بولا اور پھر اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے اسے اپنے ساتھ بیڈ پہ ہی بٹھا لیا۔

"کل سے اب تک تمہیں ایک دفعہ بھی نہیں دیکھا اس لیے اب رہا نہیں گیا تو بلوا لیا۔" اس کے لہجے سے جھلکتی محبت پہ وہ آسودگی سے مسکرائی تو اس کی مسکراہٹ پہ سرشار ہوتا وہ اس کی کنپٹی کو ہولے سے چھوتا اسے اپنے حصار میں لیے پیچھے کو بیڈ پہ گرا تو دونوں کی ٹانگیں بیڈ سے نیچے لٹک رہی تھیں۔

"آج اگر تم نے مجھے رات کو تصویریں نہ بھیجیں اپنی تو رات کو کمرے میں آ کے سزا دوں گا۔" اچانک وہ کل رات کی بات یاد آنے پہ بولا تو وہ کھکھلا اٹھی۔

"سوری مجھے رات کو یاد نہیں رہا اور ویسے میرے ساتھ رات کو فرشتے بھابھی اور ان کی بہن تھیں تو ان کی موجودگی میں مجھ سے ملنے آئے تو اپنے ہی دوست سے جوتے کھاؤ گے۔" اس کے کہنے پہ اس نے برا سا منہ بناتے ہوئے اسے دیکھا اور کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ دروازے ایک جھٹکے سے کھولتا شہیر کسی میزائل کی طرح کمرے میں داخل ہوا اور سیدھا اس کی الماری کی جانب بڑھا۔

"سجاول یار جلدی سے یہ سوٹ پکڑ اور تیاری کر، ہمیں بازار۔۔۔۔" تیز تیز بولتا وہ مڑا تو اس کی زبان کو بریک لگا اور پھر اس کا منہ مارے حیرت کے پورے کا پورا کھل گیا جبکہ شرمندگی سے چور ملیکہ جو اس

کے متوجہ نا ہونے کا فائدہ اٹھا کے اٹھ کھڑی ہوئی تھی اس کی حیرانگی دیکھ کے فوراً وہاں سے غائب ہوئی تو سجاول نے لپک کے اس سے گردن دبوچی۔

"بازار جا کے تیرے لیے زہر کی پڑیا لاوں گا جو تو کھا کے مر جانا، ذلیل انسان اتنی مشکل سے اسے بلایا تھا اور تو کسی ولن کی طرح ٹپک پڑا۔" اس کا ملال کم ہونے میں ہی نہیں آ رہا تھا جبکہ اس کی شکل دیکھ کے وہ مسلسل قہقہے لگائے جا رہا تھا۔

آج آفریدی حویلی میں شہیر اور گل کی مہندی کی رسم تھی اور سب کو حیرت اس بات پہ ہو رہی تھی کی اس رسم کے دوران شہریار حویلی سے غائب رہا تھا اور شاید اسی وجہ سے فرشتے کا موڈ پوری رسم کے دوران خوشگوار نہ ہو سکا تھا۔

سبز اور پیلے رنگ کے امتزاج سے سجا دیدہ زیب سوٹ پہنے وہ روایتی جیولری پہنے اس سے خفا اس کی ایک خاص نگاہ کی طالب تھی لیکن اسے نہیں آنا تھا اور وہ نہ آیا جس کے باعث وہ کھل کے سب کچھ انجوائے نہ کر سکی۔

اس کے حویلی میں موجود نہ ہونے کی خبر پہ اگر کوئی پر سکون تھا تو وہ ظہیر صاحب، سجاول اور شہیر تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر وہ یہاں موجود نہیں ہے تو تب ہی یہ خوشیاں سلامت ہیں ورنہ شاید یہ شادیانے ماتم میں بھی بدل سکتے تھے۔

"وہ کمینہ انسان ہماری سوچ سے بھی زیادہ شاطر نکلا ہے۔" عالم صاحب اس وقت مارے طیش کے غرا رہے تھے کیونکہ انہیں ایک بار پھر سے منہ کی کھانی پڑی تھی۔

"اپنی بیوی سے پوچھ پڑتال کرو عالم خاناں کہ کہیں وہ تو نہیں مخبر بن بیٹھی آفریدیوں کی۔" حاقان صاحب کی سفاک آواز گونجی تو انہوں نے غصے سے سر جھٹکا۔

"وہ عورت ایسا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی کیونکہ وہ جانتی ہے کہ اس کی کیا سزا ہو گی ویسے بھی ہماری باتیں جہاں ہوتی ہیں وہاں اس کا داخلہ ممنوع ہے اس تک خبریں پہنچانے والا کوئی ہے ورنہ وہ یوں رات ورات ان آدمیوں کو کیسے پھانسی کے پھندے تک پہنچا سکتا ہے، اس کا مطلب تو یہی ہوا نا کہ یہ سب وہ بہت پہلے سے سوچ چکا ہے اور آج اس نے عمل کر ڈالا، اب اگر شیخ کو اپنے آدمیوں کی موت کا پتہ چلا

تو وہ تباہی مچا ڈالے گا اوپر سے اس وکیل نے انتظامات اتنے سخت کر رکھے ہیں کہ ہمارے آدمی حویلی میں گھس کے بھی ناکام رہے ہیں۔" عالم صاحب اس وقت بیک وقت بہت سی کیفیات میں مبتلا تھے اسی کے باعث وہ اس وقت وہ دھاڑ رہے تھے۔

"جو ہونا تھا ہو چکا ہے, عالم خاناں لڑکیوں کا بندوبست کرو تا کہ اپنے آدمیوں کے بدلے اگر ہم شیخ کو لڑکیاں دیتے ہیں تو شاید اس کا غصہ کچھ کم ہو سکے۔" حاقان صاحب نے خیال ظاہر کیا تو وہ پر سوچ انداز میں ہنکارہ بھر کے رہ گئے۔

"مورے! شہریار کہاں ہیں؟" آج شہیر اور گل کی بارات تھی لیکن وہ شخص اسے ابھی تک کہیں نظر نہ آیا تو وہ زونائیشے بیگم سے پوچھ بیٹھی۔

"میرے خیال میں مردان خانے میں شہیر کے پاس ہے، رات کو کسی کام سے کہیں گیا تھا تو دیر سے آیا اس لیے اب اسی کے پاس ہے سب اسے تیار کروا رہے ہیں۔" زونائیشے بیگم نے تفصیلاً جواب دیا تو وہ سر اثبات میں ہلاتی کسلمندی سے گل کے کمرے کی جانب بڑھی جہاں گل کو تیار کیا جا رہا تھا۔

وہیں اس کے ساتھ ہی بنفشے اور ملیکہ بھی تیار ہو رہی تھیں، ان کی تیاری میں مدد کروانے کے بعد وہ سب کے کہنے پہ خود تیار ہونے کے لیے کمرے میں آئی تو دل ایک بار پھر سے بھر آیا۔

اسے یہ شخص ایک چلتی پھرتی مسٹری بک لگتا تھا جو نجانے کتنے راز خود میں چھپائے ہوئے تھی، لیکن اس سے ہزار اختلاف ہونے کے باوجود وہ اس شخص کی عادی ہو چکی تھی اور ایسے میں اس کی غیر حاضری اسے بے کل کر رہی تھی۔

اپنی کیفیت پہ سر جھٹکتے ہوئے وہ واشروم کی جانب بڑھ گئی۔

چینج کرنے کے بعد جب وہ ڈریسنگ روم سے نکلی تو گلابی اور نیلے رنگ کے بہت فینسی اور دیدہ زیب لباس میں ملبوس تھی۔

نیلے رنگ کا پاجامہ پہنے وہ پنک کلر کی فراک زیب تن کیے ہوئے تھی، جس کی گلے، گھیرے اور بازووں پہ نیلے رنگ کے موتیوں کا بہت دلکش کام ہوا تھا۔

وہ چلتی ہوئی شیشے کے سامنے آئی اور اپنی بقیہ تیاری کرنے لگی، ہلکا پھلکا سا میک اپ کرتے ہوئے اس نے میچنگ جیولری پہنی اور پھر اپنے گھنے بالوں کو سنوارنے لگی۔

بالوں میں برش کرتے ہوئے اسے اچانک ایک خیال آیا تو وہ جلدی سے اپنے جیولری باکس کو دیکھنے لگی اور اپنی مطلوبہ شے ملنے پہ وہ ہولے سے مسکرائی۔

ہاتھ میں پکڑے ہوئے جھومر کو وہ بائیں جانب سیٹ کرنے کی کوشش کر رہی تھی جب شیشے میں نظر آتے عکس میں ایک دوسرے وجود کو دیکھ کے اس کے ہاتھوں سے جھومر پھسلا لیکن اس سے پہلے کہ وہ نیچے گرتا اس کے پیچھے کھڑے شہریار نے پھرتی سے اسے پکڑا۔

"میرا غصہ مجھ پہ نکالنے کی بجائے کب تک بے جان چیزوں پہ نکالیں گی؟" بھاری لہجے میں بولتے ہوئے اس نے جھومر اس کے بالوں پہ سیٹ کرنا شروع کیا تو وہ خود پہ ضبط کرتی اپنی آنکھیں میچتی خاموش کھڑی رہی۔

اس نے خود کو آج اس کے سامنے خاموش رہنے کی تلقین کی کیونکہ وہ اب اس شخص کے سامنے کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی۔

"آئم سوری، میں رات کو چاہ کے بھی رسم کا حصہ نہیں بن سکا کیونکہ مجھے ضروری کام سے جانا تھا۔"

اس کا جھومر سیٹ کر کے اس نے اپنے لب اس پہ جماتے ہوئے رسانیت سے کہا تو وہ دونوں مٹھیاں زور سے بھینچتی خاموش کھڑی رہی تو شہریار نے اس کا چہرہ توجہ سے دیکھا تو اسے اپنی کل رات کی غیر موجودگی پہ غصہ آنے لگا لیکن یہ وقت جوش سے نہیں ہوش سے کام لینے کا تھا تبھی وہ دھیرے سے اس کے چہرے کو ہاتھوں کے ہالے میں لیے اپنے سامنے کرتا اس کے ماتھے پہ جھکا تو فرشتے کا دل گداز ہوا۔

"میرے ساتھ میوٹ میوٹ والی گیم نہ کھیلیں فرشتے، پچھتائیں گے۔" اس کے کسی قسم کے رد عمل نہ دینے پہ وہ وارننگ دینے والے انداز میں بولا لیکن وہ اس کی بات پہ توجہ دیے بغیر شیشے کو دیکھنے لگی جہاں اس کی نیلے رنگ کے لباس میں ملبوس مضبوط پشت دکھائی دے رہی تھی۔

اس کی نظر اندازی کا جائزہ لیتا وہ ہاتھ اس کے چہرے سے ہٹاتا اس کی کمر کے گرد حائل کرتا گرفت مضبوط کرنے لگا تو انگلیوں کی سرسراہٹ پہ فرشتے کے چہرے کا رنگ فورا بدلا۔

اس کے چہرے پہ نظریں گاڑھے شہریار نے اپنے دائیں ہاتھ کو حرکت دی اور اس کے دائیں ہاتھ کی انگلیوں میں اپنی انگلیاں پھنساتے ہوئے اس کی گردن پہ جھکا تو اس کے لمس پہ وہ بے اختیار تڑپ اٹھی۔

"شہریار!" اس کی پکار پہ رگ وپے میں اترتے سکون سے سرشار ہوتا وہ اس نام کی پکار کا انعام اسے دینے لگا تو وہ بے ساختہ اس کو تھام گئی۔

"آپ کے بقول میری جفاوں کا پلڑا ابھاری ہے مگر جو کچھ آپ کرتے ہیں ناعنقریب یہ کھاتہ بھی آپ کے حصے میں ہی جائے گا۔" جیسے ہی اس کی سانسوں کو رہائی ملی وہ اس کی گرفت سے آزاد ہوتی نم آواز میں کہتے ہوئے اس کے روکنے سے قبل کمرے کی دہلیز پار کر گئی جبکہ وہ خاموش کھڑا بیڈ پہ پڑے اس کے سرخ ڈوپٹے کو گھور رہا تھا۔

شہیر کو اس وقت زنان خانے میں بلوایا گیا تھا اور اس کو کلاہ پہنانے کو کوشش کی جارہی تھی جسے وہ مکمل نہیں ہونے دے رہا تھا۔

"کلاہ صرف مورے نے پہنانا ہے یہ باقی سب یہاں کیوں جمع ہوئی ہیں؟" وہ سر کو ایک دفعہ پھر پرے کرتا ہوا بولا تو سب لڑکیوں نے اسے گھورا۔

"یہ تمہاری بہنیں ہیں کزنیں ہیں انہوں نے یہاں نہیں ہونا تو کدھر جانا ہے؟" زونائیشے بیگم نے فہمائشی انداز میں کہا۔

"میری کزن توگل بھی ہے ناتو اسی بھی بلا کے لائیں۔" وہ دانت نکوستے ہوئے فرمائشی انداز میں بولا۔

"او میرے بھائی آرام سے یہ کلاہ پہن لو کیونکہ اگر تمہاری کزن گل آئی تو وہ اسی کلے سے پھانسی دے دے گی۔" زیب نے بیزاری سے کہا کیونکہ اسے اپنی تلاش پوری ہوتی نظر نہ آرہی تھی۔

"بھاجائی آپ زرا ادھر آئیں اور اس قربانی کے بکرے کا سر مضبوطی سے پکڑیں اور اس کی ڈرامے بازی سے جان چھڑائیں۔" میر نے فرشتے کو بلایا تو وہ مسکراتی ہوئی آگے بڑھی اور مورے کے ساتھ مل کے شہیر کے سر پہ کلاہ سجایا تو سب نے شکر کا سانس لیا۔

-----------------،------------

"جب تک ایک کمرے میں قید تھی، تب دکھائی دے جاتی تھی اور اب حویلی میں گھومنے کی اجازت ہے لیکن اس نے شاید سلیمانی ٹوپی پہن لی ہے۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے بڑے ہال کی جانب جارہا تھا جہاں سے اسے مٹھائی کے ٹوکرے اٹھوانے تھے۔

"اوہ مارا!" اچانک سائیڈ سے آتی بنفشے کو دیکھ کے اس کا دل خوش سے پھولنے لگا، اس نے فوراً ادھر ادھر دیکھا اور راستہ بدلتے ہوئے اس کی سائیڈ پہ ہوا۔

"کیسی ہیں آپ؟" وہ جو اپنے دھیان میں آرہی تھی، اس کے اچانک سامنے آکے مخاطب کرنے پہ چونکی لیکن سامنے دیکھنے پہ جب وہ نظر آیا تو خود پہ قابو پاتی دھیرے سے بولی۔

"میں ٹھیک ہوں۔" اس کے جواب پہ زیب نے چوری چوری اس کو دیکھا جو سفید رنگ کے ملٹی کلر کی کلیوں والے فراک میں ملبوس خود بھی کھلی ہوئی کلی لگ رہی تھی۔

"میرا حال نہیں پوچھو گی؟" وہ بے تکلفی سے بولا تو بنفشے نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔

"آپ کو کیا ہوا ہے؟" اس کے انداز پہ زیب کا دل ڈولنے لگا جبکہ بنفشے اس وقت وہاں سے جانے کو پر تول رہی تھی کیونکہ بیشک ادھر کا ماحول بے تکلفانہ تھا مگر وہ اپنے اقدار بھی نہیں بھول سکتی تھی۔

"میرا دل کچھ دنوں سے میرے قابو میں نہیں ہے۔" اس کی زبان پھسلی تو بنفشے نے آنکھیں پھیلا کے اس کی جانب دیکھا تو زیب کا دل چاہا وہ ان آنکھوں کو چھوئے لیکن پھر ضبط کر کے رہ گیا۔

"اللہ پاک آپ کو شفا دے۔" اگلے ہی پل سر جھٹکتی وہ مدہم سے انداز میں اس کو دعا دیتی اس کے پہلو سے گزرتی چلی گئی جبکہ وہ اس کے الفاظ پہ مسکراتا واپس ہال کی جانب چل دیا۔

"ہیں؟ واقعی؟ سچی لیکن ایسے کیسے اچانک؟" حاکم صاحب کے کہے گئے الفاظ نے زیب کے سر پہ دھماکہ کیا تو وہ بے ربط سے انداز میں بولتا چلا گیا جبکہ اس کی اداکاری پہ شہریار نے گھور کے اسے دیکھا۔

"یہ اداکاری تم پہ سوٹ نہیں کر رہی، تم بس خود کو ذہنی طور پہ تیار کر لو۔" وہ اپنے آپ پہ قابو نہ رکھ سکا تو بول اٹھا جس پہ ظہیر آفریدی نے اسے خفگی سے دیکھا۔

"دیکھو خاناں، یہ سب کرنا بے حد ضروری ہے ورنہ یوسف زئی کسی بھی حد تک جاسکتے ہیں اس لیے اور میرے خیال میں یہ تمہاری بھی خواہش ہے تو پھر اسے پورا کرنے میں متامل نہ ہو۔" ظہیر صاحب نے مدبر انداز میں اسے کہا تو کھسیاتا ہوا سر اثبات میں ہلا گیا۔

"بھا جائی چلیں جلدی سے فرشتے کو لے کے آئیں۔" زر نے فرشتے سے کہا تو وہ سر اثبات میں ہلاتی اپنی جگہ سے اٹھی ہی تھی کہ اس کے پیچھے کھڑی ملیکہ کے ہاتھ میں پکڑا بوتل کا گلاس ٹکرانے کے باعث اس کے سوٹ کو داغدار کر گیا۔

"اوہ شٹ، آئم سوری۔" ملیکہ معذرت خواہانہ انداز میں بولی تو فرشتے اسے ریلیکس رہنے کا کہتی کپڑے صاف کرنے کے لیے پہلے اپنے روم کی جانب بڑھی تو ملیکہ نے گہرا سانس لیتے ہوئے سجاول کو ڈن کا میسج سینڈ کیا۔

"اب یہ پتہ نہیں داغ اترے گا بھی یا نہیں۔" بڑبڑاتے ہوئے وہ واشروم کی جانب بڑھ رہی تھی جب اس کی نگاہ بیڈ پہ پڑے جھلملاتے ڈریس پہ پڑی تو وہ ٹھٹھکی۔

لائٹ سکن کلر کا لہنگا اور اسی رنگ کے فل سلیوز بلاوز کے ساتھ ریڈش مہرون ڈوپٹہ کے ساتھ پڑا خوبصورت اور دیدہ زیب لباس دیکھ کے اس کی نگاہیں خیرہ ہو گئیں۔

اس کی نگاہ ڈریس سے ہوتی پھسلی تو اس کے ساتھ پڑی چھوٹی سی چٹ سی ٹکرائی تو دل بے ساختہ دھڑک اٹھا۔

"جو کچھ ہو چکا ہے اسے بھول جائیں، نفرتوں و محبتوں کی جنگ کو سرے سے ختم کر دیں اور خود کو میرے لیے پور پور سجا کے محبت کا نیا باب رقم کرنے کی تیاری کریں کیونکہ اب رگ و پے میں سمٹنے کا وقت آ چکا ہے۔" اس چٹ پہ لکھے الفاظ پڑھ کے فرشتے کے ہاتھوں سے پسینہ پھوٹ نکلا جبکہ دل گویا کانوں میں دھڑکنے لگا، اس نے ڈریس کو دوبارہ دیکھا اور پھر اس کے ساتھ پڑی میچنگ جیولری کو دیکھا تو جیسے احساس ہوا کہ آج پہلی دفعہ اس کے سامنے کا کڑا وقت آن پہنچا ہے۔

وہ کانپتے ہاتھوں کے ساتھ ڈریس اٹھاتی آج پہلی ہی دفعہ میں اس کی بات مانتی چینج کرنے کو چل دی۔

اپنے خوبصورت لہنگے کو دونوں ہاتھوں میں تھامے وہ سہج سہج کے اتر رہی تھی تو اس کے بائیں کندھے پہ دھرے اس کے خوبصورت بال بھی ساتھ حرکت کر رہے تھے جبکہ میرون رنگ کا خوبصورت دوپٹے کا ایک سرا سر پہ جبکہ دوسرا اس کے سینے پہ پھیلا ہوا تھا۔

وہ آخری سیڑھی پہ پہنچی ہی تھی جب نگاہ سامنے سے آتے کریم کلر کے سوٹ میں ملبوس شہریار پہ پڑی تو اس نے بے ساختہ اپنا لہنگا مٹھیوں میں دبوچتے ہوئے خود پہ قابو پانے کی کوشش کی لیکن یہ کوشش اس کی اس وقت ناکام ہوئی جب وہ دھیرے سے چلتا اس کے بے حد نزدیک آن پہنچا۔

"تھینک یو!" اس کے کان میں ہلکورے لیتے بھاری جھمکے کو ہونٹوں سے چھوتے وہ واپس پلٹا تو فرشتے اپنے وجود میں ہوتی لرزاہٹ کو کم کرنے کے لیے کچھ لمحے وہیں کھڑی رہ گئی۔

"لیکن ایسے کیسے ہو سکتا ہے ایسے بابا جان اور خانم کی غیر موجودگی میں اور آغا جان راضی ہیں اس بات پہ؟" ظہیر صاحب کی بات سنتے وہ شدید حیرانی و بے یقینی کی زد میں تھی۔

"وہ لوگ پہنچنے والے ہیں لیکن مولوی صاحب کی جلدی کے باعث ہمیں یہ نکاح جلد کرنا پڑ رہا ہے امید ہے کہ تب تک آپ کے گھر والے آجائیں گے۔" ظہیر صاحب نے مصلحتاً جھوٹ بولا تو فرشتے کو چاروناچار رضامندی دینی پڑی۔

اسے نہیں پتہ تھا کہ بنفشے کو کس نے منایا تھا لیکن جب وہ اس کے پاس گئی تو وہ بہت سپاٹ چہرے کے ساتھ بیٹھی تھی گویا کہ اس کی نہیں بلکہ کسی اور کی زندگی کا فیصلہ ہو رہا ہو۔

وہ اس سے بات کرنا چاہتی تھی لیکن اس ہنگامے میں وہ اس سے بات نہ کر سکی اور شہیر اور گل کے ساتھ ساتھ شاہ زیب اور بنفشے بھی رشتہ ازدواج میں بندھ گئے۔

وہ جو پوری کاروائی کے دوران اپنے میکے والوں کی منتظر تھی ان کی غیر موجودگی پہ خائف وہ ہال میں بیٹھے شہیر اور گل کے ساتھ مصروف سب لوگوں پہ ایک نظر ڈالتی شہریار سے سوال وجواب کرنے کے لیے اسے ڈھونڈنے کے لیے چل دی۔

سجے سنورے کمرے میں سجے بیڈ کے وسط میں اپنا خوبصورت لہنگا پھیلائے وہ دھک دھک کرتے دل کے ساتھ اس کی محوِ انتظار تھی جو حق نہ رکھتے ہوئے اسے اپنی باتوں سے بوکھلا دیا کرتا تھا اور اب تو اسے ہر طرح سے حق حاصل تھا اب تو اس کے متوقع روپ کو سوچتے ہوئے اس کا دل بیٹھا جارہا تھا۔

وہ نجانے کب تک سوچوں میں کھوئی رہتی کہ اچانک کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز پہ اس کے حواس الرٹ ہوئے۔

"السلام علیکم!" شریر آواز کانوں سے ٹکرائی تو وہ باتونی ہونے کے باوجود جواب دینے کی بجائے سر ہلا گئی۔

"یہ بھی اچھا ہے کہ آج بولنے کی بجائے اشاروں سے کام چلا لینا کیونکہ آج میں تمہاری آواز سننے کے موڈ میں بھی نہیں ہوں۔" شرارت سے کہتے ہوئے اس نے اس کے ہاتھ تھامے تو وہ کسمسائی۔

"ہاتھ چھوڑیں میرے۔" جب اس کی مضبوط انگلیوں کی سرسراہٹ ہاتھوں سے بازووں پہ پہنچی تو وہ بے ساختہ بول اٹھی جس پہ وہ قہقہہ لگاتا اس کا زرتاری گھونگھٹ الٹا گیا۔

"مجھے لگتا تھا کہ تمہارے بغیر بولے آج کام چلاوں گا لیکن تمہیں دیکھنے کے بعد مجھے لگ رہا ہے کہ میرے الفاظ پھیکے پڑنے لگے ہیں۔" اس کے خوبصورت چہرے پہ نگاہیں ٹکائے وہ مخمور لہجے میں بولا تو گل کا دل دھڑک اٹھا تو اس نے بے ساختہ ہاتھ اپنے سینے پہ دھرا تو شہیر کی آنکھوں میں پر شوق جذبات لہرائے۔

"آج اس دھک دھک کو بہکنے دو کیونکہ آج دو دلوں کا سنگم ہو رہا ہے، آج تو دھک دھک تباہیاں مچائے گی۔" اس کی نتھ کو چھوتے ہوئے وہ بھاری لہجے میں بولتا اس کے اوسان خطا کر گیا۔

"پلیز۔۔۔" اس نے بے ساختہ مزاحمتی انداز میں اسے پکارا لیکن وہ نظر انداز کیے بغیر اس کی گردن کو زیور کے بھاری بوجھ سے آزاد کرتا ہوا خوبصورت سی چین اس کی گردن کی زینت بنا گیا۔

"اب لگ رہی ہو میری دھک دھک گرل۔" پیار سے اس کو دیکھتے ہوئے وہ اس کے چہرے پہ جھکا اور اپنے پہلے لمس سے آگاہ کرنے لگا تو گل کو یوں لگا وہ پاگل ہو جائے گی لیکن وہ چاہ کے بھی اسے روک نہ سکی اور وہ اسے اپنے حصار میں لیے محبت کی بارش میں بھگوتا چلا گیا۔

"اب صبر کرنے کا وقت نہیں ہے، اپنی شکست پہ پھنکارتے وہ کچھ بھی کر گزرنے کو تیار ہیں، اب وہ ہر طرح سے عالیان اور شیخ کے تینوں آدمیوں کے بدلے لڑکیاں شیخ تک پہچانے کی کوشش میں ہیں، عالیان کی تلاش وہ کھل کے اس لیے نہیں کر رہے کیونکہ اسے وہ خود مردہ قرار دے چکے ہیں جبکہ لڑکیوں کے لیے وہ بار بار حویلی میں گھسنے کی کوشش کر رہے ہیں ایسے میں اگر انہیں بنفشے کی موجوگی کا علم ہو جاتا تو غصے کی وجہ سے وہ اسی کا سودا کر گزرتے اسی لیے بنفشے کا نکاح کرنا پڑا آج اس طرح سے۔" وہ ماتھا مسلتے ہوئے بول رہا تھا جبکہ دروازے کے پار کھڑی فرشتے کو لگا کہ ہفت اقلیم اس کے سر پہ ٹوٹ پڑے ہیں، وہ بار بار خود کو باور کروا رہی تھی کہ جو کچھ سنا ہے وہ سب غلط ہے لیکن ایسا کچھ نہ ہوا۔

"وہ اپنی بیٹی کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟ بدلے کی آگ میں انسان اولاد کی خوشیاں یا ان کا وجود تھوڑی نہ نگلتا ہے، چلو عالیان کا کیس مان لیا اور تھا لیکن یہ تو ان کی بیٹیاں ہیں۔" سجاول کو اس کی بات سے اختلاف ہوا۔

"وہ عورت اور اس حویلی کے وہ دو فرعون مرد کچھ بھی کر سکتے ہیں، جو عورت اپنے انتقام میں اپنی ہی بیٹی کو کسی کے سامنے چارے کی طرح پیش کرے اور پھر اپنے داماد پہ زیادتی کا الزام لگا سکتی ہے، جو

عورت اپنے وجود سے جنم لیے بچے کو زندہ جلا سکتی ہے، جو عورت اپنی ہی بیٹی کے وجود میں پنپتی سانسوں کو بے خبری میں موت کے حوالے کر سکتی ہے، جو اپنی نسوانیت کا سودا کر سکتی ہے، وہ کچھ بھی کر سکتی ہے۔" اس کی آواز اپنے بچے کے زکر پہ مدہم پڑی تو سجاول نے دکھ سے اسے دیکھا جبکہ دوسری جانب فرشتے کو لگا وہ اگلی سانس نہیں لے پائے گی۔

اس نے سائیں سائیں کرتے کانوں اور نم ہوتی نگاہوں سے اپنے پیٹ کی جانب دیکھا تو دل چاہا دھاڑیں مار مار کے اس قدر روئے کے اس کے دماغ کی رگیں پھٹ جائیں۔

وہ ڈولتے قدموں کے ساتھ پلٹی تو سامنا ساکت کھڑے ظہیر آفریدی سے ہوا تو وہ لٹے پٹے انداز میں چلتی ان کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

"ایک دفعہ پہلے بھی میرے کہے بغیر آپ نے مجھے حویلی سے جانے کی اجازت دی تھی، اس بار بھی مجھ پہ یہ احسان کریں تا کہ میں اپنی ناکردہ سزاوں کا حساب لے سکوں۔" خالی خالی انداز میں کہتے ہوئے وہ آخر میں پھوٹ پھوٹ کے روتی ان کے سامنے ہاتھ جوڑ گئی تو ظہیر صاحب نے ایک نظر سامنے

کمرے کے بند دروازے کو دیکھا اور دوسری نگاہ ہال کمرے کی جانب ڈالی جہاں سب کا شور شرابا ابھی تک جاری تھا۔

ان کی نگاہ واپس اپنی بہو کی جانب پلٹی جو آج گویا اپنا سب کچھ ہار بیٹھی تھی۔

انہوں نے دھیرے سے اپنے گرد لپٹی شال اتاری اور اس کے گرد لپیٹتے ہوئے اسے جانے کی اجازت دی تو فرشتے نے الوداعی نگاہ بند دروازے پہ ڈالی اور ایک دفعہ پھر سے حویلی کی دہلیز خاموشی سے پار کر گئی۔

حویلی کے اندرونی حصے میں داخل ہوتے ہی اس کے ضبط کی طنابیں چھوٹ گئیں اور وہ زور زور سے ماں کو آوازیں دیتی ہال میں سجی آرائشی چیزیں اٹھا اٹھا کے نیچے پٹخنے لگی تو شور کی آواز سن کے حبیب صاحب اور عالم صاحب کے علاوہ سب ہی وہاں آ گئے۔

"کیا تماشا لگا رکھا ہے تم نے؟ اور یہ پاگل پن کس خوشی میں دکھا رہی ہو ہماری حویلی میں۔" مرجان بیگم جب وہاں آئیں تو وہاں کا حال دیکھ کے وہ سخت لہجے میں بولیں کیونکہ ان کے خیال میں ان کی بیٹی

دوسری دفعہ ان کے دشمن کے ساتھ جانے کے جرم میں ان کے ساتھ جڑے ہر رشتے سے حق کھو چکی تھی۔

"یہ تماشا نہیں ہے بلکہ تماشا تو وہ ہے جو آپ کرتی آ رہی ہیں ہماری زندگیوں کے ساتھ۔" وہ زور سے چیخی تو مرجان بیگم نے غصے سے اپنا ہاتھ بلند کیا لیکن اس کے چہرے پہ پڑنے سے قبل اس نے وہ ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا تو خاقان صاحب نے چہرے پہ غیض و غضب چھانے لگا جبکہ زمرد بیگم نے دونوں ہاتھ اپنے سینے پہ دھرے۔

"مجھے ہاتھ لگانے سے قبل یہ بات مت بھولیے گا کہ میں کس خاندان کی بہو اور کس شخص کی بیوی ہوں، اگر انہیں بھنک بھی پڑی تو وہ اس حویلی کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔" وہ پھنکارتے ہوئے بولی تو اس کی حرکت پہ ناگواری محسوس کرتا ثوبان آگے بڑھا۔

"تم جس بھی حویلی کی بہو ہو لیکن تمہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ تم اپنی ماں سے یہ بدتمیزی کرو۔" وہ ناگواری سے اس کا ہاتھ جھٹکتا ہوا بولا تو مرجان بیگم کے چہرے پہ طمانیت بھری مسکان پھیلی۔

"یہ ماں نہیں ہیں بلکہ ماں کے روپ میں چھپی ناگن ہیں جو اپنے ہی بچوں کو نگل جاتی ہیں، پوچھو ان سے کہ صرف ایک کمزوری کی وجہ سے انہیں کس نے حق دیا تھا کہ وہ سسر اور جیٹھ کے ساتھ مل کے اپنے ہی بیٹے کو زندہ جلا کے اس کی جھوٹی موت کا ڈھنڈورا پیٹتی، ان کو کس نے حق دیا تھا کہ وہ میرے شوہر پہ الزام لگانے کے لیے اپنی بیٹی کو تر نوالہ بنا کر دوسروں کو سامنے ڈال دیں، ان کو یہ حق کس نے دیا تھا کہ وہ میری کوکھ اجاڑتی، پوچھو ان سے۔" وہ زور زور سے روتی گھٹنوں کے بل جھکتی چلی گئی جبکہ اس کے کیے انکشافات پہ وہاں کھڑے نفوس پہ سروں پہ گویا آسمان ٹوٹ پڑے تھے۔

"پوچھو ان سے کہ ایسا کیوں کیا انہوں نے، کیوں مجھے میری ہی نظروں سے گرا دیا، کیوں مجھ سے میرے اپنوں کا مان چھین لیا، مجھے اس انمول احساس سے محروم کر دیا جس کے لیے دنیا ترستی ہے، مجھے میری ہی اولاد کا قاتل بنا ڈالا۔" وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے بال نوچتی کرلا رہی تھی، جبکہ باقی سب ساکت اس کو سن رہے تھے۔

"بکواس بند کرو اپنی، شرم نہیں آتی تمہیں اپنی ماں پہ الزام لگاتے ہوئے؟" مرجان بیگم کے وجود پہ چھایا سکتہ ٹوٹا تو وہ سنبھلتے ہوئے سخت لہجے میں بولیں تو فرشتے نے بے یقینی سے ماں کو دیکھا اور یہی بے

یقینی حاقان صاحب کی نگاہوں میں بھی تھی کیونکہ انہیں باقی سب باتوں کا تو علم تھا لیکن وہ فرشتے کے بچے کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔

"آپ کی ڈھٹائی کا اور جھوٹ کا سب سے بڑا ثبوت عالیان اور بنفشے ہیں جو اس وقت اس شخص کے پاس ہیں جسے میں نے ہمیشہ جھٹلانے کی کوشش کی ہے۔" وہ حلق کے بل چلائی تو سب کو زوردار جھٹکا لگا۔

"خانم آ۔۔۔ آپ؟" ثوبان نے شدید صدمے اور بے یقینی سے ماں کو دیکھا تو ان کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا، انہیں اس وقت شدت سے عالم صاحب کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔

"بکواس کر رہی ہے یہ، آفریدیوں کی بہو بن کے آئی ہے ہماری زندگیوں میں زہر گھولنے کے لیے۔" وہ زہر خند لہجے میں گویا ہوئیں تو زمین پہ گھٹنوں کے بل بیٹھی فرشتے نے دکھ سے ماں کو دیکھا۔

"آفریدیوں کی بہو تو بنی ہی ہوں اسی بات کا تو دکھ کھائے جا رہا ہے مجھے۔" وہ خود اذیتی سے کہتی وہیں گھٹنوں کے بل اپنی ماں کی جانب مڑی۔

"اس وقت آپ کی بیٹی بن کے کہہ رہی ہوں کہ میرے سر پہ ہاتھ رکھ کے قسم کھائیں کے آپ نے یہ گناہ نہیں کیے؟" اپنے بھائیوں کی آنکھوں میں چھائی بے یقینی کو دیکھتے ہوئے اس نے کہا تو زمرد بیگم نے دکھ سے سر نفی میں ہلاتے ہوئے گویا اسے روکنا چاہا جبکہ مرجان بیگم نے خاموش نگاہوں سے اس کا کھنڈر بنا وجود دیکھا جو کچھ دیر پہلے مہکتے پھولوں کو مات دے رہا تھا۔

انہوں نے اپنا لرزتا ہوا ہاتھ آگے بڑھایا اور فرشتے کے سر پہ رکھ دیا تو وہیں ڈھے گئی۔

"ہو گئی تمہاری تسلی؟ مل گیا تمہیں سکون؟ اب اگر یہ ڈرامہ ختم ہو گیا ہو تو وہیں چلی جاؤ جہاں سے آئی ہو۔" صبور نے زہر خند لہجے میں کہا تو زمرد بیگم نے دکھ سے سب کو دیکھا اور فرشتے کی جانب بڑھیں لیکن ان کے بڑھنے سے پہلے ہی وہ اپنی آنکھیں صاف کرتی ہوئی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں نے سنا تھا کہ ماں رشتہ نہیں ہوتی بلکہ ماں ایک فطرت کا نام ہے جسے نبھایا نہیں جاتا لیکن افسوس کی بات ہے کہ آپ تو اسے نبھا بھی نہیں سکیں، اپنی خود ساختہ نفرت اور انا کی جنگ میں آپ نے سب سے پہلے اپنے بچوں کو کھایا ہے۔" سرد لہجے میں بولتی وہ ان کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

"یہ مت سمجھیے گا کہ خاموشی سے جا رہی ہوں تو چپ بیٹھوں گی، ایک وکیل کی بیوی ہوں آپ سے اپنے بہن بھائی اور بچے کی زندگی سے کھیلنے کا حساب ضرور لوں گی۔" مضبوط لہجے میں بولتی وہ اس وقت وہاں موجود حاقان صاحب کو آگ لگا گئی۔

"اپنے وکیل کے بل بوتے پہ اتنا مت اچھلو ورنہ بہت نیچے آ کے گرو گی اور سہارے کے لیے تمہیں یہیں آنا پڑے گا۔" انہوں نے طیش زدہ لہجے میں کہا تو اس نے کاٹ دار نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

"اپنی لاڈلی بہو کی طرفداری کر کے یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ آپ بھی ان کے سارے کالے کرتوتوں میں ان کے ساتھ تھے۔ کچھ دیر پہلے میری ماں میری سر کی جھوٹی قسم کھا کے مجھ سے اپنا ہر رشتہ توڑ چکی ہے لیکن میں ان رشتوں کا پاس رکھوں گی کوشش کروں گی جب آپ لوگوں کو آپ کے کیے کی کڑی سزا مل رہی ہو تو رخ موڑ لوں کہ آپ کی تکلیف دیکھ کے دل نرم نہ پڑ جائے۔" سنجیدگی سے بولتے بولتے اس کی آواز نم پڑنے لگی تو وہ واپس مڑی لیکن آنکھوں میں چھائی آنسوؤں کی دبیز تہہ کے باعث وہ لڑکھڑائی تو زمرد بیگم نے فوراً آگے بڑھ کے اسے سہارا دیا تو وہ ایک بار پھر سے ان کی مہربان آغوش پا کے سسک اٹھی۔

"مورے۔۔ مورے! عالی، عالی زندہ ہے، ان ظالموں نے اسے ہم سے دور کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اس نے اسے بچا لیا۔ میں اس شخص پہ الزام تراشیاں کرتی رہی، سوال و جواب کرتی رہی لیکن مجھے کیا پتہ تھا کہ وہ مجھے ٹوٹا ہوا نہیں دیکھنا چاہتا تھا، وہ مجھے میرے اپنوں کا اصل چہرہ نہیں دکھانا چاہتا تھا۔" وہ ان کے بازوؤں میں چہرہ چھپاتی اونچی آواز میں کرلا رہی تھی جبکہ اس کی مسلسل گریہ وزاری پہ صبور اور ثوبان نے بے چینی سے پہلو بدلا اور ایک نظر ماں اور دادا کے ناگوار چہرے پہ ڈالی تو چپ سے رہ گئے۔

"سنبھالو بچے اپنے آپ کو۔" اس کی حالت دیکھتی زمرد بیگم رندھے ہوئے لہجے میں بولیں تو حاقان صاحب نخوت سے ہنکارہ بھرتے ایک سائیڈ پہ ہو گئے۔

"مورے! مجھے لگ رہا ہے جیسے کوئی میرے سینے کو نوچ رہا ہے، مجھے یہ احساس کھائے جا رہا ہے کہ میں اس شخص کے بچے کو ختم کرنے کے بعد کس طرح سے اس کے سامنے سر اٹھا کے اتنا عرصہ گزارتی رہی ہوں، مجھے یہ احساس زندہ در گور کر رہا ہے۔" اس کے لہجے میں ٹوٹے دل کی کرچیوں کی تکلیف تھی جو وہاں موجود مرجان بیگم کے دل کو لحظہ بھر کے لرزا گئی لیکن وہ اس مقام پہ آ کے کمزور نہیں پڑنا

چاہتی تھیں تبھی فورارخ موڑ گئیں جبکہ ان کے رخ موڑنے پہ فرشتے نے سرد نگاہوں سے ان کی پشت کو دیکھا۔

" دعا کیجیے گا کہ آپ کی کھائی جھوٹی قسم مجھے حویلی پہنچنے سے پہلے ہی نگل لے ورنہ میں اک ناقابلِ معافی احساسِ ندامت لیے اس شخص کے سامنے کبھی سر نہ اٹھا سکوں گی۔" نم مگر دلسوز لہجے میں کہتی وہ زمرد بیگم سے اپنا آپ چھڑواتی دروازے کی سمت بڑھی ہی تھی۔

لیکن اسی لمحے ہال میں گونجنے والی آواز پہ ان سب کا حرکت کرتا وجود ساکت ہو گیا۔

-----'--------------------------

"گلالئی فرشتے کدھر ہیں؟" مردان خانے سے آتے شہریار نے فرشتے کی غیر موجودگی محسوس کرتے ہوئے وہاں سے گزرتی گلالئی کو روکتے اس سے پوچھا۔

"بھاجائی توگل کو کمرے میں بھیجتے ہی شاید اپنے کمرے میں چلی گئی ہیں۔" گلالئی نے بھی چونکہ اسے کافی دیر سے نہیں دیکھا تھا اس لیے وہ اپنا خیال ظاہر کرتی بولی تو کسی خیال کے تحت زیرِلب مسکراتے ہوئے وہ گلالئی کو شب بخیر بولتا اپنے کمرے کی جانب چل دیا۔

اس کے کچھ دیر پہلے کے دمکتے وجود کو یاد کرتے ہوئے اس نے دھیرے سے کمرے کا دروازہ کھولا مگر خالی کمرہ اس کا منہ چڑا رہا تھا، خالی ڈریسنگ روم دیکھتے ہوئے اس کے ماتھے پہ فورا بل پڑے تو وہ لب بھینچتے ہوئے کمرے سے باہر نکلا اور اس کمرے کی جانب بڑھنے لگا جہاں بنفشے کا قیام تھا کیونکہ اس کے خیال میں اس سے چھپنے کے لیے وہ اس کمرے میں دبکی ہو گی۔

"کہاں جا رہے ہیں آپ؟" اچانک ظہیر صاحب کے سامنے آ جانے پہ اس نے بمشکل پاوں کو بریک لگایا اور ایک نظر لمبی سے راہداری کی سامنے والی دیوار پہ لگی گھڑی پہ ڈالی جہاں ساڑھے دس بج رہے تھے (موسم سرد ہونے کی وجہ سے اور راستے خراب ہونے کے باعث شادی کی رسومات بہت جلدی سے ادا کی گئی تھیں تبھی اس وقت تک سب فارغ ہو چکے تھے۔)

"جہاں سے آپ آ رہے ہیں۔" اس نے اپنے مخصوص انداز میں جواب دیا تو ظہیر صاحب نے ہلکا سا گھور کے اسے دیکھا۔

"میں آپ کی مورے کے پاس گیا تھا۔" انہوں نے شرم دلانے والے انداز میں سنجیدگی سے کہا۔

"میں بھی آپ کے پوتوں کی مورے کے پاس ہی جارہا ہوں۔" بنا شرمندہ ہوئے وہ اسی انداز میں بولا تو ظہیر صاحب کے چہرے پہ چھائی سنجیدگی مزید دوبالا ہوئی۔

"وہ حویلی موجود نہیں ہے۔" انہوں نے بنا کسی تمہید کے کہا تو شہریار نے چونک کے انہیں دیکھا۔

"سوری؟" اس نے سوالیہ نگاہیں ان کے باوقار چہرے پہ ٹکائیں۔

"فرشتے اس وقت حویلی میں موجود نہیں ہیں بلکہ یوسف زئی حویلی گئی ہیں۔" ان کے الفاظ پہ شہریار کے چہرے کا رنگ فوری طور پہ تبدیل ہوا جبکہ ہاتھوں کی انگلیاں شدتِ ضبط سے بھینچ لی گئیں۔

"کس کی اجازت سے گئی ہیں؟" اب کی بار اس کا لہجہ بے انتہا سرد تھا لیکن ظہیر صاحب بہت پر سکون انداز میں کھڑے رہے۔

"میری اجازت سے۔" ان کے جواب پہ اس کا چہرہ مارے طیش کے سرخ پڑا لیکن اس نے خود پہ قابو پاتے ہوئے بمشکل اپنے ہونٹوں کو دبائے رکھا۔

"وہ ساری حقیقت جان چکی ہیں اور اسی بابت وہ حویلی گئی ہیں۔" اس کی خاموشی محسوس کرتے ہوئے انہوں نے مزید کہا تو اس کے ضبط کا شیرازہ بکھر گیا۔

"سب کچھ جاننے کے باوجود آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ آپ اور آپ کی بہو کیا کر چکے ہیں؟" چاہنے کے باوجود بھی وہ آواز مدھم نہ رکھ سکا تو اس کی آواز سن کے سونے کی تیاریوں میں مشغول سب بھاگتے باہر آئے تو دونوں باپ بیٹے جو آمنے سامنے پا کے سب کے دل دہل گئے۔

"وہ اپنے گھر گئی ہیں اور ادھر جانے سے انہیں روکا نہیں جا سکتا۔" ظہیر صاحب ناگواری محسوس کرنے کے باوجود اس کی کنڈیشن سمجھتے ہوئے مصلحتاً گویا ہوئے تو وہ بھڑ اٹھا۔

"میں روک سکتا ہوں انہیں لیکن آپ دونوں نے ہی اس عمل سے قبل یہ نہیں سوچا کہ اس کا انجام کیا ہو گا؟" سوچ سوچ کے اس کا دل پاگل ہو رہا تھا اور اسی پاگل پن کے ہاتھوں وہ مزید بات کیے بغیر دائیں جانب کھڑے شاہ میر کے ہاتھوں سے گاڑی کی چابی لیے باہر کی جانب لپکا تو زونائیشے بیگم کا دل دہل اٹھا۔

"شہریار جذباتی پن مت دکھاو، فرشتے کے ساتھ میں نے ملازم بھیجے ہیں ایسے میں تم جاوگے تو معاملہ بڑھ سکتا ہے۔" ظہیر صاحب فوراً اس کی جانب بڑھے اسی لمحے اطلاع ملنے پہ مردان خانے سے حاکم صاحب اور ایبک آفریدی بھی آ گئے۔

"معاملہ بڑھ چکا ہے بابا جان، آپ لوگ نہیں جانتے کہ وہ فرشتے کے ساتھ کیا کر سکتے ہیں؟ میں پچھلے ایک ہفتے سے پاگل کتوں کی طرح شیخ کے وعدے کو پورا کرنے کے چکر میں الجھے عالم یوسف زئی کو چکما دے رہا ہوں لیکن آپ لوگوں نے تو پورا 'مہرہ' ہی اس کے ہاتھ تھما دیا۔" وہ بے لچک آواز میں دھاڑا تواب کی بار سب کی آنکھوں میں تفکر کی لکیریں واضح ہوئیں۔

اسی لمحے شہریار کے موبائل کی رنگ ٹیون گونجی تو سب کے دل مزید خوفزدہ ہوئے کیونکہ یہ آواز ان کو کسی انہونی کی نوید سنا رہی تھی۔

شہریار نے جیب سے موبائل نکالا تو سکرین پہ نگاہ پڑتے ہی اس کے چہرے کا رنگ مزید سرخ ہوا جبکہ ماتھے کی پھولتی رگیں اندرونی خلفشار کی نشاندہی کر رہی تھیں۔

"بیرسٹر شہریار آفریدی اسپیکنگ!" اس نے سرد لہجے میں اپنا تعارف کرواتے ہوئے نجانے کیا سوچ کے موبائل سپیکر پہ کیا۔

"بیرسٹر صاحب!" دوسری جانب سے آتی مکروہ آواز پہ آفریدی حویلی کے وہاں موجود تمام افراد کو اپنی دھڑکنیں تھمتی محسوس ہوئیں۔

"بیرسٹر صاحب! اپنی وکالت دکھانے کے چکروں میں اتنا بھی مصروف نہیں ہونا چاہیے کہ بیوی پہ دھیان رکھنا ہی بھول جاو۔" عالم یوسف زئی کی مکروہ مگر بشاش آواز پہ اس کی گرفت موبائل پہ سخت ہوئی۔

"میری بیوی پہ کسی بھی برے ارادے سے نگاہ ڈالنے سے قبل یہ بات ضرور سوچ لینا کہ اس کے ساتھ نام کس کا لگا ہوا ہے۔" اس کی سرد و پتھریلی آواز پہ دوسری جانب لحظہ بھر کو خاموشی چھا گئی۔

"میں ڈر گیا، ویسے میرے جتنا بھی گھاگ انسان پوری دنیا میں نہیں ہے، میں فضول میں تیری حویلی کے دوسرے افراد کو لانے کی کوششوں میں لگا ہوا تھا، اصل مہرے کی جانب تو میرا دھیان گیا ہی نہیں لیکن دیر پھر بھی نہیں ہوئی وہ مہرہ تو خود میرے پاس آگیا ہے۔" اس کی بات پہ شہریار نے سلگتی نگاہوں سے ظہیر صاحب کی جانب دیکھا تو وہ بے اختیار نظریں چرا بیٹھے۔

"اب تم ضرور اپنی بیوی کو لینے کے لیے آو گے لیکن آتے ہوئے ہمارے تین آدمیوں کے بدلے اپنے علاقے سے تین لڑکیاں، ہمارا پرانا مہرہ عالیان اور۔۔۔۔" وہ سانس لینے کے لیے رکا تو شہریار آفریدی کی آنکھوں کی سرخی بڑھنے لگی۔

"اور ایک آفریدی کو لیتے آتے۔" عالم صاحب نے بات مکمل کی تو آفریدیوں کو ایک اور جھٹکا لگا جبکہ اس کی مکروہ اور غلیظ باتوں پہ اپنا ضبط کھوتا شہریار ہاتھ میں تھاما موبائل فون سامنے لگے دیوار گیر شیشے پہ زور سے مارتا ایک عجیب سی فضا قائم کر گیا اس نے ادھر ہی بس نہیں کیا بلکہ وہاں سائیڈ پہ رکھے ٹیبل پہ رکھا گلدان اٹھا کے اس نے دوسری سائیڈ پہ لگے شیشے پہ مارا تو ایک آفریدی آگے بڑھے لیکن ان کے کچھ بولنے سے قبل وہ ظہیر آفریدی کی جانب مڑا۔

"دعا کیجیے گا میرا کوئی نا قابلِ تلافی نقصان نہ ہو ورنہ آپ کی بہو کی جان اپنے ہاتھوں سے لوں گا۔"

شہریار کی وحشتوں سے بھرپور آواز نے وہاں ایک منجمد سا سناٹا بکھیر دیا جسے بنفشے کے بے جان موجود کے گرنے نے توڑ دیا جو اپنے اپنوں کی سفاکیت اور شہریار کے جنون کو دیکھ کے حواس بحال نہ رکھ سکی۔

اسے یوں گرتے دیکھ کے زیب سب سے پہلے آگے بڑھا لیکن شاہ میر نے فوراً اس کا بازو تھامتے ہوئے حاکم صاحب کی موجودگی کا احساس دلایا تو وہ دل مسوس کر رہ گیا جبکہ دوسری جانب وہ سب خوشیوں کے گہوارے کو سوگواریت میں بدلتا دیکھ کے سوائے آنسو بہانے کے کچھ بھی نہ کر پا رہے تھے جبکہ دوسری طرف وہ جیب سے موبائل نکالنے لگا۔

"عالیان کو لے حویلی کی طرف نکلو۔" ایبک آفریدی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس نے اپنے موبائل پہ کسی کو ہدایت دیتے انہیں بہت کچھ باور کرواتے ہوئے باہر کی جانب قدم بڑھائے تو وہ بھی اس کے پیچھے ہو لیے۔

"اتنی جلدی کیا ہے جانے کی؟ جب اتنا تردد کر کے حساب کتاب لینے کے لیے آ ہی گئی ہو تو پھر اتنی جلدی واپسی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" عالم صاحب کی سفاک آواز پہ سب نے گردنیں گھما کے ان کی جانب دیکھا تو مرجان بیگم کا چہرہ انہیں دیکھ کے کھل اٹھا۔

"جو حساب کتاب میں لینے آئی تھی وہ لے چکی ہوں، باقی کے حساب کتاب میرا شوہر بہت اچھے طریقے سے لے لے گا۔" خود کو سنبھالتے ہوئے وہ خشک لہجے میں بولتی اپنے گرد ظہیر صاحب کی اوڑھائی گئی چادر ٹھیک کرنے لگی۔

"تو پھر کیا خیال ہے، شوہر کے آنے تک یہیں نہ رکھا جائے تمہیں؟" آنکھوں میں پراسرار سی چمک لیے وہ گویا ہوئے وہ سب الجھے۔

"چچا خان! آپ جانے دیں اسے واپس، یہ جو کرنے آئی تھی وہ کر چکی ہے۔" صبور سپاٹ لہجے میں گویا ہوا تو فرشتے نے کاٹ دار نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"صبور ٹھیک کہہ رہا ہے عالم، نکال باہر کرو اسے۔" حاقان صاحب نے حقارت سے کہا تو عالم صاحب نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے قہقہہ لگایا۔

"معذرت چاہتا ہوں آغا جان لیکن یہ تو میرے اس کھیل کا اصل مہرہ ہے جس کے ذریعے میں آفریدیوں کو کچل سکتا ہوں۔" زہر خند لہجے میں بولتے ہوئے وہ فرشتے کے نزدیک آئے تو وہ بے اختیار پیچھے کو کھسکی۔

"تمہیں سچائی جاننی ہے نا, میں بتاتا ہوں تمہیں کہ جو کچھ بھی تم کہہ رہی ہو سارا سچ ہے اور سب سے بڑا سچ تو یہ ہے کہ یہاں اگر تمہارے شوہر نے میری بات نہ مانی تو مجھے تمہیں جان سے بھی مارنا پڑا تو میں کر گزروں گا۔" فرشتے اور اس کے دونوں بھائیوں پہ بم گراتے ہوئے وہ جیب سے نکالتے ہوئے نمبر ملانے لگے تو فرشتے نے فوراً آگے بڑھ کے ان کا موبائل جھپٹا تو اس کی جرات پہ آپے سے باہر ہوتے عالم صاحب نے الٹے ہاتھ کا تھپڑ اس کے منہ پہ مارا تو وہ نیچے جا گری۔

"چچا خان!" ثوبان اس کی حالت دیکھ کے چلایا تو انہوں نے اس کی جانب دیکھا جبکہ عالم کا ایسا روپ دیکھ کے تو مر جان بیگم اور حاقان صاحب بھی دنگ تھے۔

"کوئی آگے نہ بڑھے ورنہ مجھے سب کے ساتھ بہت برے طریقے سے پیش آنا پڑے گا کیونکہ اس وقت مجھے اس شیخ سے نا صرف اپنا پیسہ بلکہ اپنی جان بھی بچانی ہے۔" سفاکیت سے بھرپور آواز میں کہتے ہوئے انہوں نے جیب سے پسٹل نکالتے ہوئے شہریار کو کال ملائی تو دوسری جانب سے اس کی آواز سنتے ہی فرشتے سسک اٹھی۔

"تم شہریار بھائی کے ساتھ کیوں نہیں گئے؟" ملیکہ نے اسے مخاطب کیا جو خلافِ عادت اس وقت بہت چپ سا تھا۔

"اسے اس وقت کسی کے ساتھ کی نہیں بلکہ دعاوں کی ضرورت ہے۔" اس کے جواب پہ ملیکہ نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔

"شہریار بھائی اتنا ہارش ری ایکٹ کیوں کر رہے ہیں؟ فرشتے بھابھی کے گھر والے برے ہوں گے لیکن وہ اپنے ہی گھر کی بیٹی کے ساتھ کچھ غلط تو کرنے سے رہے۔" وہ چونکہ بہت سی باتوں سے انجان تھی تبھی وہ جزبز سی ہوئی۔

"وہ ہارش اس لیے ہو رہا ہے کہ بھابھی اس وقت اپنوں کے روپ میں چھپے بھیڑیوں کے پاس ہیں، اس لیے تم بس دعا کرو کہ جس مقصد کے لیے وہ اس راہ پہ آیا ہے وہ اس کا پایہ تکمیل تک پہنچ جائے۔" سجاول نے خلوصِ دل سے کہا تو ملیکہ سر اثبات میں ہلاتی شہریار اور فرشتے دونوں کے لیے دعا کرنے لگی کہ اس پل دونوں کی ہی غیر موجودگی نے حویلی کو ویران سا کر دیا تھا۔

"خاناں! شہریار خاناں ہمارے علاقے میں داخل ہو رہا ہے، اس کے ساتھ عالیان اور ایبک خاناں موجود ہیں۔" اپنے آدمیوں کے ساتھ ہال کمرے میں فرشتے سمیت صبور، ثوبان اور زمرد بیگم کو قابو کیے ہوئے عالم صاحب اس وقت اپنے علاقے کی تمام روایات بھولے غیر مردوں کے سامنے اپنی عورتوں کو لیے بیٹھے تھے۔

"اس کے پل پل پہ نظر رکھنا اور جیسے ہی وہ حویلی میں قدم رکھے اس سے ہر قسم کا ہتھیار چھین لینا اور اس کے بعد کسی کو بھی حویلی داخل نہ ہونے دینا۔" ان کے حکم دینے پہ فرشتے کے دل کو پتنگے سے لگ گئے، اسے لگا کہ شاید آج بہت کچھ غلط ہو جائے گا۔

"عالم خاناں! کوئی جذباتی قدم نہ اٹھانا۔" حاقان صاحب نے اسے تنبیہہ کی کیونکہ پہلے کی بات اور تھی، پہلے بات صرف پنچائیتوں تک تھی اور علاقے والے دونوں خاندانوں کی دشمنی سے واقف تھے اس لیے کوئی مداخلت نہیں کرتا تھا لیکن اس بار ان کا واسطہ جس سے پڑا تھا وہ قانون دان ہونے کے باوجود غنڈہ بنا ان کے لیے ہر طرح سے مسئلے کھڑے کر رہا تھا۔

"بہت معذرت آغا جان لیکن اس وقت کام ہوش سے چلنے والا نہیں ہے، اگر کل صبح تک شیخ کو لڑکیاں نہ بھجوائیں تو کتوں سے بھی بدتر حالت ہونے والی ہے ہم سب کی۔" پھنکارتے ہوئے وہ فرشتے کے نزدیک ہوئے اور اس کے بال مٹھی میں دبوچتے ہوئے غرائے۔

"اور لڑکیوں کو ہم اس کے شوہر کی مدد کے بغیر نہیں بھیج سکتے کہ اس نے ہمارے سب آفیسرز کی چھٹی کروا کے سچائی کے علمبرداروں کو کرسیوں پہ بٹھا دیا ہے۔" ان کے زہر میں بجھے الفاظ اور ایسی حرکت

پہ صبور اور ثوبان غصے سے آگ بگولہ ہو رہے تھے لیکن عالم صاحب کے آدمیوں نے انہیں بے بس کر رکھا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ مزید درندگی دکھاتے مرجان بیگم نے فرشتے کو اپنی جانب گھسیٹا۔

"اسے کم از کم ایسی حالت میں نہ کرو خاناں کہ گیم الٹی پڑ جائے۔" وہ جو ان کی حرکت کو ان کی ممتا سمجھ بیٹھی تھی ان کے الفاظ پہ شکوہ کن نگاہوں سے انہیں دیکھتی ان کے ہاتھ جھٹکتی زمرد بیگم کے پاس جا بیٹھی۔

اسی لمحے شہریار کی حویلی پہنچ آنے کی اطلاع ملتے ہی اس کا دل ڈوب کے ابھرا، اس کا پل اس کا شدت سے دل چاہا کہ وہ یہیں بیٹھے بیٹھے مر جائے جس کی بدولت آج نوبت یہاں تک آن پہنچی ہے کہ وہ جان ہتھیلی پہ رکھے دشمنوں کی دہلیز پار کر گیا ہے۔

"آپ کی وجہ سے میرا بیٹا آج اتنی تکلیف میں ہے۔" زونائیشے بیگم روتے ہوئے بولیں تو ظہیر صاحب نے تپ کے ان کی جانب دیکھا۔

"یہ آپ کے بیٹے کا ہی حکم تھا۔" ان کے جل کے کہنے پہ سب نے چونک کے انہیں دیکھا۔

"فرشتے کو حویلی بھیجنے کا؟" شاہ میر نے فوراً پوچھا جبکہ یہی سوال سب کے چہرے پہ پھیلا ہوا تھا۔

"نہیں، اس کی بیوی کی آنکھوں میں آنسو نہ آنے کا اور اس وقت وہ سچائی سننے کے بعد اس قدر دلبر داشتہ تھی کہ اگر اس وقت اسے نہ بھیجا جاتا تو آپ اور آپ کا بیٹا نا قابلِ معافی نقصان اٹھاتے۔" ان کے سپاٹ لہجے پہ وہ بے اختیار شرمندہ ہوئیں۔

"اب گزری باتوں کو دہرانے کا فائدہ نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ آگے کا لائحہ عمل تیار کرو ظہیر خاناں، ایس پی صاحب کو فون کر کے اطلاع کروا بھی۔" حاکم صاحب نے سنجیدگی سے کہا تو ظہیر صاحب نے سر اثبات میں ہلایا۔

"لیکن آغا جان شہری نے کہا تھا کہ کوئی بھی کام کرنے سے پہلے اس کی فون کال کا انتظار کریں۔" شاہ میر نے فوراً انہیں یاد کروانے کی کوشش کی تو وہ تپ اٹھے۔

"وہ سب کا باپ نہیں ہے کہ سب کو انگلیوں پہ نچاتا رہے، وہ اکیلا نہیں ہے وہاں ہماری بہو بھی ادھر ہے اور اس کی وجہ سے ہم اپنی عزت پہ سمجھوتا نہیں کر سکتے۔" حاکم صاحب جلالی انداز میں گویا ہوئے وہ سب فوراً دبک گئے جبکہ ظہیر صاحب مطلوبہ نمبر ملاتے ہوئے فوراً وہاں سے اٹھے۔

"امید نہیں تھی کہ تم اتنی جلدی دکھاؤ گے میری بات ماننے میں۔" عالم صاحب نے مسکراتی نگاہوں سے اپنے سامنے کھڑے شہریار اور ایبک آفریدی کو دیکھتے ہوئے کہا جو بہت سپاٹ نگاہوں سے انہیں تک رہے تھے جبکہ ان کے پیچھے کھڑا اعالیان نگاہیں جھکائے ہوئے تھا۔

"فرشتے کدھر ہیں؟" چونکہ وہ اس لمحے ہال کے اندرونی دروازے کے باہر کھڑے تھے اس لیے وہ اسے دیکھ نہیں پا رہا تھا تبھی سرد لہجے میں استفسار کیا۔

"اتنی جلدی کیا ہے، اسے اپنی ماں سے حساب کتاب تو کر لینے دو۔" اس کی بے بسی کا مزہ لیتے ہوئے وہ محظوظ انداز میں گویا ہوئے تو شہریار لمحے کی دیری کیے بغیر انہیں اپنے سامنے سے ہٹاتے ہوئے اندر بڑھا تو سامنے کا منظر دیکھ کے اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔

"میں نے وارن کیا تھا کہ میری بیوی کو تکلیف پہنچانے کی کوشش مت کرنا۔" عالم صاحب کے گریبان کو دونوں ہاتھوں کی گرفت میں لیتے ہوئے وہ اتنی بلند آواز میں دھاڑا کہ گلے کی رگیں پھولنے لگیں جبکہ عالم صاحب کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا۔

"عالم خاناں کا گریبان چھوڑو ورنہ ہمارے آدمی بھون کے رکھ دیں گے تمہیں۔" مرجان بیگم سنبھلتے ہوئے آگے بڑھیں لیکن اس نے گریبان چھوڑنے کی بجائے گرفت مزید مضبوط کی ان کی آنکھیں باہر کو ابلنے لگیں۔

"میں نے کہا تھا کہ جو لڑائی میرے خاندان یا مجھ سے ہے اسے مجھ سے ہی لڑنا لیکن میری بیوی پہ ہاتھ اٹھانے کی کوشش کیسے کی؟" اس کے ہونٹوں سے نکلتے خون اور سوجے رخساروں کو دیکھ کے جو آگ اس کے اندر لگی تھی وہ کم ہونے کی بجائے بڑھتی جا رہی تھی جبکہ اس کی اس دیوانگی اور شدت انگیزی کو دیکھتی فرشتے خود کو زمین میں دھنستا محسوس کر رہی تھی، اسی لمحے فرشتے کی نگاہ شہریار کے عقب میں پڑی تو وہ بے اختیار چلا اٹھی۔

"عالیان!" اس کی بے ساختہ پکار پہ وہ ٹھٹھکا تو اس کی لمحے بھر کی غفلت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے عالم نے شہریار کو پرے دھکیلتے ہوئے ہاتھ میں تھامی پسٹل کا پچھلا حصہ اس کی کنپٹی پہ دے مارا تو بھل بھل نکلتے خون کو دیکھ کے فرشتے اپنے ہذیانی چیخوں پہ قابو نہ رکھ سکی جبکہ ایک نظر یر غمال بنے ایبک اور عالیان کو دیکھ کے اس نے سرد نگاہ فرشتے پہ ڈالی تو اس کی آوازیں وہیں دب گئیں۔

"ایبک آفریدی تمہارا یہاں بلاوا خاقان یوسف زئی اور مرجان یوسف زئی کے کہنے پہ ہوا ہے لیکن یہ شخص میرا مجرم ہے اسے میں خود سزا دوں گا۔" نفرت سے کہتے ہوئے اس نے پھر سے پسٹل کا وار کرنا چاہا جو شہریار نے بہت پھرتی سے ناکام بناتے ہوئے اس کا وہی ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے اسے پلٹا کے اپنے شکنجے میں کسا تو خاقان صاحب بوکھلا گئے۔

"یہ تم ٹھیک نہیں کر رہے۔" وہ گرجے تو شہریار نے گردن گھما کے انہیں دیکھا۔

"یہ کام آپ لوگ بہت برسوں سے کر رہے ہیں اس لیے آپ کو فرق نہیں پڑنا چاہیے۔" اس کے سپاٹ لہجے پہ مرجان بیگم نے آدمیوں کو اشارہ کیا تو انہوں نے بندوقیں شہریار اور ایبک کی جانب موڑ لیں تو اس کے چہرے پہ زہر خند سی مسکان پھیل گئی۔

"سمجھ نہیں آتا کہ آپ کی محبت کو کیا نام دوں، میرے خاندان سے نفرت کی وجہ ایبک آفریدی ہیں لیکن آج ایبک آفریدی کو ہی مارنے کو پر تول رہی ہیں، کیا ایبک آفریدی سے کی گئی محبت عالم یوسف زئی سے جوڑے گئے ناجائز تعلق سے بھی گئی گزری نکلی ہے۔" اس کے ہونٹوں سے نکلنے والے الفاظ پہ وہاں موجود لوگوں کو حویلی کی چھت اپنے سروں پہ ٹوٹتی محسوس ہوئی۔

"کک۔۔کیا بکواس کر رہے ہو تم شہریار خاناں؟" ثوبان پوری قوت سے چلاتے ہوئے اس کی جانب لپکا تو شہریار نے اسے نظر انداز کرتے ہوئے ایبک آفریدی کو دیکھا تو وہ زمرد بیگم کی جانب بڑھے۔

"ایبک آفریدی اگر تم نے میرے بیٹے کی ونی کی جانب ہاتھ بڑھایا تو جو حال برسوں پہلے تمہاری بہن کا ہوا تھا وہی حال تمہاری بیٹ۔۔۔۔" حاقان صاحب غلیظ لہجے میں بول رہے تھے جب ایبک آفریدی ان پہ ٹوٹ پڑے کہ جو آگ برسوں سے سینے میں دہک رہی تھی وہ ان کے الفاظ نے مزید بھڑکا دی تھی۔

جبکہ عالم بے بسی اور غصے سے خود کو مارے جانے کے خوف سے اتنے آدمیوں سمیت لاچار کھڑے تھے لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ جن دو آدمیوں کو وہ نہتا سمجھ رہے تھے ان کے پیچھے آفریدی حویلی کے تمام ملازمین پہنچ چکے تھے اور ان کے باہر موجود تمام آدمیوں کو بے بس کر چکے تھے۔

"تمہاری آنکھوں کے سامنے تمہارے بیٹے کی ونی اور اپنے بھتیجے کی بیوی کو لے کے جارہا ہوں جو کر سکتے ہو کر لینا۔" ان کو ادھ مواسا کر کے گراتے ہوئے وہ بمشکل خود پہ قابو پاتے ہوئے زمرد بیگم کی جانب بڑھے لیکن انہوں نے ان کا بڑھا ہوا ہاتھ تھامنے سے انکار کر دیا۔

"مم۔۔میں نے ساری زندگی یہاں گزار دی ہے اب میں زندگی کے اس مقام پہ یہاں سے جا کے شوہر کی نافرمان نہیں ہو سکتی۔" ان کے الفاظ پہ عالم کی گردن شکنجے میں کسے شہریار کے ضبط کا پیمانہ لبریز ہوا تو وہ پھٹ پڑا۔

"کس شوہر کی بات کر رہی ہیں آپ، جو نا صرف میرے بلکہ اپنے ہی بچوں کا بھی قاتل ہے، جن بچوں کے نا ہونے پہ آپ روتی تھیں ان ہی بچوں کو مار کے یہ درندہ ہنستا تھا اور صرف یہی نہیں بلکہ اس نے اپنی ہی بھابھی سے ناجائز تعلقات سے جنم لینے والا بچہ بھی ختم کر دیا، یہ عالیان کے مجرم نہیں ہے، نا یہ

فرشتے کے مجرم ہیں بلکہ یہ تو پوری انسانیت اور شرعی رشتوں کے بھی مجرم ہیں۔" تابڑتوڑ ان کے منہ پہ مکے برساتے ہوئے وہ دھاڑ رہا تھا اسی لمحے حبیب یوسف زئی حویلی میں داخل ہوئے تو باپ کا دھواں دھواں چہرہ دیکھتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور ماں کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

"میرا شدت سے دل چاہ رہا ہے کہ ہمارے درمیان جو رشتہ ہے وہ کسی طرح سے مکمل ختم ہو جائے تو میں آپ کو خود اپنے ہاتھوں سے ختم کر دوں۔" نفرت انگیز لہجے میں بولتے ہوئے وہ مرجان بیگم کا وجود نیل و نیل کر گئی۔

"میں سمجھتی تھی کہ آپ مورے کے ونی ہو کے آنے کی وجہ سے ان سے نفرت کرتی ہیں اور عالیان سے نفرت آپ اس کی خامی کی وجہ سے کرتی ہیں لیکن آپ نفرت کرتے ہوئے بھول گئیں کہ عالیان آپ کے ہی کیے گئے گناہوں کا ہی نتیجہ ہے جسے آپ کی سفاکی معاشرے کا ناسور بنانے چلی تھی مگر جو باتیں آج پتہ چلی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ماں تو کیا عورت کہلانے کی بھی حقدار نہیں ہیں، میں سارے جرم بھول بھی جاوں لیکن یہ کبھی بھولوں گی کہ آپ میرے باپ اور میرے بچے کی مجرم ہیں۔" بولتے بولتے وہ زور زور سے رونے لگی تو شہریار نے عالم کو دھکا دے کے نیچے گرایا اور خود اس کا ہاتھ اپنی مضبوط کلائی میں جکڑتے ہوئے باہر کی جانب بڑھا۔

"برسوں پہلے تم لوگوں نے پنچائیت کے فیصلے سے ہمیں توڑا تھا اب کل کا سورج تم لوگوں کو ہر لحاظ سے ختم کر دے گا۔" خاقان صاحب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے کہتے ہوئے وہ فرشتے کے بے جان وجود کو گھسیٹتے ہوئے دروازے کی جانب بڑھا تو فرشتے نے اپنے باپ کو پستول اٹھا کے مرجان بیگم کی جانب نشانہ باندھتے ہوئے دیکھا تو دل میں اک کسک سی جاگی لیکن وہ بے حس بنی اس دشمنِ جان کے ساتھ گھسٹتی چلی گئی جبکہ ان کے پیچھے ایبک آفریدی زمرد بیگم اور عالیان کو لیے باہر نکل گئے۔

پیچھے وہ سب یہ سوچتے رہ گئے کہ ان جرائم کے باوجود ان کو کیسے یوں چھوڑ کے چلا گیا تھا وہ؟

"خانم! مورے!" بے چینی سے سر تکیے پہ ادھر ادھر مارتے ہوئے وہ ہولے ہولے بڑبڑاتی آنکھیں کھولنے کی کوشش کر رہی تھی جبکہ اس کی مدہم بڑبڑاہٹ پہ اس کے کمرے میں موجود عائلہ بیگم، زیب اور زرسانگہ فوراً اس کی جانب متوجہ ہوئیں۔

"بنفشے! آنکھیں کھولو۔" سب سے پہلے زیب تڑپ کے اس کے نزدیک قدرے جھکتے ہوئے بولا تو زرسانگہ کو اس سچویشن میں اس کی حالت دیکھ کے ہنسی آنے لگی۔

"بنفشے! بچے آنکھیں کھولو۔" عائلہ بیگم اس کے قریب بیٹھیں حلاوت آمیز انداز میں کہتی اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگیں تو اس کی بڑبڑاہٹ مدھم ہوئی۔

"مورے!" وہ سسکی تو اس کی تکلیف محسوس کرتی عائلہ بیگم نے اسے فوراً سینے سے لگایا تو اس کے سوئے ہوئے حواس بیدار ہونے لگے تو حقیقت سے روشناس ہوتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی۔

"بس کرو بچے، اس طرح تو طبیعت بگڑ جائے گی۔" انہوں نے محبت سے اسے پچکارا جبکہ وہ دونوں خاموشی سے انہیں تک رہے تھے۔

"خ۔۔خانم ایسا کیسے کر سکتی ہیں؟ وہ۔۔وہ اتنی ظالم کیسے ہو گئیں؟" وہ سسکتے ہوئے بولی تو اس کی حالت پہ زیب نے شدتِ ضبط سے لب بھینچتے ہوئے اس کے عائلہ بیگم کی آغوش میں چھپے وجود کو دیکھا۔

"جو ہونا تھا اسے واپس بدلا نہیں جا سکتا لیکن تم اگر اس طرح سے روگی تو تم سے وابستہ جو لوگ ہیں انہیں ضرور تکلیف پہنچاؤ گی۔" اس کی سنجیدہ آواز پہ عائلہ بیگم کے سینے سے لگی بنفشے نے کرنٹ کھا

کے سامنے دیکھا تو اسے دیکھتے ہی اس کا وجود پل بھر کو ٹھٹھک سا گیا کیونکہ نکاح کے بعد یہ ان کا پہلا باضابطہ سامنا تھا تبھی ہوش میں آتے ہوئے اس نے تکیے کے پاس رکھا دوپٹہ اپنے گرد لپیٹا۔

اس بات سے بے خبر کہ گزشتہ دو گھنٹوں سے وہ اس کے چادر سے بے نیاز وجود کو ہی گھورے جا رہا تھا۔

"فرشتے واپس آ گئی کیا؟" اس کی جانب دیکھنے سے مکمل گریز کرتے ہوئے اس نے استفسار کیا تو عائلہ بیگم کے چہرے کے تاثرات اس کا دل دھڑکا گئے۔

"آ جائے گی کچھ دیر تک۔" انہوں نے اس کے ساتھ ساتھ خود کو بھی تسلی دینے کی کوشش کی جبکہ اس کی حالت کے پیشِ نظر زیب ایک نظر اسے دیکھ کے باہر نکل گیا جبکہ اس کے نکلتے ہی بنفشے کا دل دوبارہ رونے لگا کہ اسے لگ رہا تھا کہ وہ اب ان لوگوں کے سامنے کبھی سر نہ اٹھا سکیں گی۔

تیزی سے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے اسٹیئرنگ اس کے ہاتھوں میں لٹو کی طرح گھوم رہا جبکہ سپاٹ چہرہ کسی بھی قسم کے تاثرات سے پاک تھا۔

فرشتے جو کہ اس وقت یوسف زئی حویلی میں کیے گئے انکشافات کے ہی زیرِ اثر تھی اس کی اس ریش ڈرائیونگ پہ اسے اس شخص کی جنونیت سے خوف آنے لگا تھا، اس نے بے اختیار ایک نگاہ عقب میں آتی ایبک آفریدی کی گاڑی اور ان کے آدمیوں پہ ڈالی جبکہ دوسری نگاہ اس کے چہرے پہ ڈالی تو اس کے تاثرات دیکھ کے وہ اپنی جگہ ٹھٹھر کے رہ گئی۔

وہ اس شخص کا سامنا کرنے کی ہمت خود میں نہیں پاتی تھی لیکن اس وقت جب وہ سامنے تھا تو اس کے انداز دیکھ کے اس کا دل چاہ رہا تھا وہ کہیں بھاگ جائے۔

وہ نجانے کب تک ان پراگندہ سوچوں میں الجھی رہتی کہ اچانک سپیڈ بریکر آنے پہ اس نے گاڑی کو ایک جھٹکے سے بریک لگائی تو وہ اپنی جگہ سے اچھل پڑی لیکن اس سے پہلے کا اس کا سر ڈیش بورڈ سے ٹکراتا، اس سے بے نیازی برتتے شہریار نے ایک ہاتھ سے سٹیئرنگ سنبھالتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اس کا بازو تھامتے ہوئے اسے ایک جھٹکے سے اپنی جانب کھینچا تو وہ سیدھی اس کے مضبوط کندھے سے آٹکرائی۔

اس اچانک ہوئی افتاد اور نتھنوں سے ٹکراتی اس کی مہک محسوس کرتے ہی اس کے تمام حواس الرٹ ہوئے تو اس نے چہرہ اٹھا کے اسے دیکھنا چاہا۔

"شش۔۔۔شہریارم۔۔۔" اس کے لب ہولے سے لرزے لیکن بات مکمل ہونے سے قبل ہی اس کی سرد آواز نے اس کی آواز کا دم توڑ دیا۔

"میرا نام مت پکاریے گا ورنہ میں ہر لحاظ بھولتا کچھ ایسا کر جاوں گا جس کی تلافی شاید تمام عمر نہ ہو سکے گی۔" اس کے پتھریلے لہجے کی تلخی نے اس کے وجود میں سنسنی سی بھر دی جبکہ دماغ گویا شل ہو گیا اور وہ پیچھے ہٹنے کی کوشش بھی فراموش کرتی اس کے کندھے سے لگی اس کے سپاٹ چہرے کو تکتی چلی گئی۔

رات کی تاریکی میں جو قیامت آفریدی حویلی والوں پہ ٹوٹنے والی تھی اسے رات کی ہی تاریکی میں یوسف زئی حویلی والوں پہ ہی توڑ کے وہ لوگ صبح کاذب کی نشانیاں نمودار ہوتے ہی واپس حویلی چلے آئے تھے۔

لیکن شہریار کے ساتھ چلتی فرشتے یہ بات جان چکی تھی کہ ایک قیامت ان کے درمیان موجود رشتے میں آ چکی تھی۔

"شہریار خاناں!" ہال میں بیٹھے تمام نفوس جو ان کے منتظر تھے، شہریار کے ساتھ بکھری حالت میں آتی فرشتے کو دیکھ کے تڑپ اٹھے لیکن اس سے پہلے کے کوئی بھی ان تک پہنچتا وہ فرشتے کو اُنّے اور خانم کے بیچ تقریبا پٹختے ہوئے سب کے دل دہلا گیا۔

"سنبھالیے انہیں۔" تلخ لہجے میں بمشکل خود کو مزید بولنے سے باز رکھتے ہوئے وہ بنا سب کی جانب دیکھے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا تو فرشتے کو یوں لگا وہ سبکی و شرمندگی کی شدت سے زمین میں دھنس جائے گی۔

لیکن اسی لمحے ایبک آفریدی کے ہمراہ آتی زمرد بیگم اور عالیان کی اچانک آمد نے ماحول کو ایک دم سے بدل دیا۔

---------------،---------------

سورج کی تمتماتی کرنوں نے جب کمرے کی کشادہ کھڑکیوں پہ دستک دی تو قدرے بدمزہ ہوتی کروٹ بدلتی تکیے میں منہ گھسیڑنے لگی۔

لیکن چند ثانیے گزرنے کے بعد اسے احساس ہوا کہ وہ جس کو تکیہ سمجھتے ہوئے اپنے بانہوں میں بھرنے کی ناکام کوشش کرتی اپنا سینہ اس میں گھسیڑنے کی تگ ودو کر رہی تھی وہ کوئی تکیہ نہیں بلکہ جیتا جاگتا انسانی وجود تھا۔

اسی احساس کے تحت اس نے مندی مندی سی نگاہیں کھولتے ہوئے دیکھنے کی کوشش کی تو نگاہ سیدھا اس کے بلیک ٹی شرٹ میں جھکڑے کشادہ سینے سے ٹکرائی جس پہ وہ بہت آرام سے اپنا سر رکھے ہوئے تھی۔

یہ احساس ہوتے ہی اس نے فطری حیا کے زیرِ اثر اس پر سے ہٹنا چاہا لیکن اپنے گرد لپٹے اس کے مضبوط بازو کی گرفت نے ایسانہ کرنے دیا تو اس نے چونک کے اسے دیکھا جو اپنی چمکتی نگاہیں مکمل وا کیے بہت دلچسپی سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔

"صبح ہی صبح کیا کھینچا تانی شروع کرلی ہے؟" زور سے اسے بازووں میں بھینچتے ہوئے وہ خمار آلود لہجے میں بولا تو گل کی ہتھیلیاں شرم سے عرق آلود ہو گئیں۔

"چھوڑیں نا، صبح ہو گئی ہے۔" وہ شرمگیں لہجے میں بولتی اس کے حصار میں مچلی تو اس نے شرارت سے اس کے بالوں کو پکڑتے ہوئے انہیں دونوں کے چہروں پہ بکھیرا۔

"لو ہو گئی پھر سے رات، تو پھر کیا خیال ہے اب؟" کروٹ کے بل جھکتے ہوئے وہ اس پہ حاوی ہوتے ہوئے شریر لہجے میں گویا ہوا تو اس کے انداز پہ گل کا دل دھڑک دھڑک کے پاگل ہونے لگا۔

"پ۔۔پاگل نہیں بنیں، آپ کو پتہ ہے کہ شادی کے اگلے دن آغا جان سب کے ساتھ ناشتہ کرتے ہیں دیر ہو گئی تو شرمندگی ہو گی۔" وہ اسے باز رکھنے کو بولی لیکن تب تک وہ اس کی کلائیاں اپنے ہاتھوں میں جکڑتا اس کے چہرے پہ جھک چکا تھا۔

"جتنا تم نے رات سے شرما شرما کے مجھے بے چین کر رکھا ہے نا اچھا ہے کہ اس میں کچھ شرم ناشتے کی میز کے لیے بچ جائے گی۔" ڈھٹائی سے کہتے ہوئے وہ اس کے چہرے پہ اپنے استحقاق کے پھول کھلاتا ہوا اس کی ٹھہری دھڑکنوں کو پاگل کرتا پھر سے رات والے موڈ میں آتا اپنی من مانیاں شروع کر چکا

تھا جبکہ وہ بے بسی سے اس کی شدت کو محسوس کرتی خود سپردگی کے سے انداز میں بازو اس کی گردن کے گرد لپیٹ گئی۔

"کیا مطلب ؟رات کو اتنا سب کچھ ہو گیا لیکن آپ لوگوں نے ہمیں بتایا ہی نہیں۔" ناشتے کے بعد جب گل نے زمرد بیگم کو دیکھ کے استفسار کیا تو ساری بات پتہ چلتے ہی وہ اپنا دلہناپا بھلائے زور سے بولی تو اس کی بات پہ فرشتے کے چہرے پہ پھر سے تاریک سائے لہرائے جو سب نے فوراً محسوس کیے۔

"اتنا سب کچھ تو رات کو تم لوگوں کے کمرے میں بھی ہوا لیکن تم نے بھی تو ہمیں کچھ نہیں بتایا۔" گلالئی فرشتے کی کیفیت کو دیکھتی بات کا رخ موڑتی آنکھیں گھما کے بولی تو وہ گڑبڑا سی گئی۔

"کیا فضول بول رہی ہو؟" اس نے دبے دبے لہجے میں اس کا دھیان عائلہ اور زونائیشے بیگم کی جانب دلوانا چاہا لیکن گلالئی کے اشارے پہ سمجھتے ہوئے وہ چپ سی کر گئی۔

Urdu Novels Ghar

"بھاجائی! ناٹ فیئر یار، میرا ولیمہ ہے آج اور آپ ایسے چپ چاپ لیٹی ہیں، اٹھیں نا جلدی سے اور میرے ساتھ تیاری کروائیں۔" وہ اپنے ازلی شوخ چنچل لہجے میں گویا ہوئی تو فرشتے نے نظر بھر کے اس کے نکھرے نکھرے روپ کو دیکھا تو آنکھیں بھر آئیں۔

"کیوں کر رہے ہیں آپ لوگ ایسا؟ کیوں نفرت نہیں کر رہے ہم لوگوں کے ساتھ؟ ہمارے ساتھ جڑا حوالہ اس قابل تو نہیں ہے کہ ہم سے محبت کی جائے۔" وہ دونوں ہتھیلیوں میں چہرہ چھپائے پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی تو بنفشے بھی اس کے ساتھ لگتی اپنا بوجھ ہلکا کرنے لگی۔

"آپ لوگوں سے نفرت کیونکر کریں گے ہم لوگ، ہمارے بیٹوں کی بیویاں ہیں آپ اور یہی حوالہ سب سے بڑا اور قابلِ محبت و عزت ہے۔" زونائیشے بیگم انہیں بانہوں میں سمیٹتی اپنے ازلی نرم لہجے میں گویا ہوئیں تو فرشتے ایک بار پھر سے اس بے مہر کو سوچتی سسک اٹھی۔

"لیکن مجھ سے تو میرا وہی حوالہ روٹھا ہوا ہے، مم۔۔ میں کیسے ان کا سامنا کروں گی؟ میں۔۔ میں ان کے بچے کی ق۔۔۔۔" وہ نئے سرے سے اپنے بدن میں تکلیف محسوس کرتی کرلائی تو اس کے درد کو محسوس کرتی وہ سب بھی آبدیدہ ہو گئیں۔

"وہ صرف اس کا نہیں بلکہ آپ کا بھی بچہ تھا اور جو ہوا وہ آپ کی بے خبری میں ہوا اس لیے آپ خود کو قصور وار ٹھہرانا بند کریں کہ اس کا اس دنیا میں آنا لکھا ہی نہیں تھا اس لیے اسے کسی نہ کسی طریقے سے ہمیں چھوڑ کے جانا پڑا۔" اگرچہ بیٹے کی اولاد ختم ہونے کا دکھ زونائیشے بیگم کو بھی کچو کے لگا تا تھا لیکن اس لمحے وہ اپنے ظرف اور حوصلے کو وسیع کرتیں اسے اپنے سینے سے لگائے نم آواز میں بولیں تو اس کی سسکیاں فضا کو مزید غمزدہ کر گئیں کیونکہ وہ سب جانتی تھیں کہ یہ آنسو فقط اپنی اولاد کو کھونے کے نہیں تھے بلکہ یہ آنسو ان بیٹیوں کے تھے جن کا میکہ آج بہت برے طریقے سے ختم ہو جانے والا تھا اور وہ چاہ کے بھی کچھ نہیں کر سکتی تھیں۔

"چلیں بھابھی آپ جلدی سے اپنے مسٹر کو منائیں اور گل کے ولیمے کے بعد ہمارے ساتھ چلنے کی تیاری کریں کیونکہ میری اماں کا حکم آگیا ہے کہ شادی میں چار دن رہ گئے ہیں تھوڑی سی شرم کر کے شوہر سے پردہ کر لو۔" کچھ دیر بعد ماحول کی سوگواریت کو کم کرنے کے لیے ملیکہ قدرے تیز تیز لہجے میں بولی تو فرشتے سنبھلتی ہوئی سیدھی ہو کے بیٹھی۔

"تو تم ایسا کر لو کہ سجاول کو شہر بھیج دو اور خود یہیں رہ لو ایسے بالکل پرفیکٹ پردہ ہو گا۔" زر نے سادگی سے مشورہ دیا تو اس نے تڑپ کے اس کی جانب دیکھا۔

"میں ادھر رہ گئی تو اس کی جاسوسی کون کرے گا؟" اس کی برجستگی پہ وہاں موجود سبھی ہنس دیں جبکہ سب کو نارمل ہوتے دیکھ کے زونائیشے اور عائلہ بیگم وہاں سے اٹھ گئیں۔

"کیسی جاسوسی کرتی ہیں آپ؟" اس کی جاسوسی والی بات سن کے بنفشے نے ہلکی سی دلچسپی سے استفسار کیا تو وہ اس کی جانب مڑی۔

"یہی جو وہ وکالت کے چکر میں دو دو دن گھر نہیں آتا نا اس بات کی خبر رکھتی ہوں کہ یہ اتنے دن وکالت ہوتی ہے یا آوارہ گردی۔" وہ اپنے مخصوص انداز میں بولتی اس بار فرشتے کے دل کی لے بدل گئی کیونکہ وکالت سے اسے اپنا وکیل یاد آ گیا تھا جو نجانے اس بار اس پہ کون سی دفع عائد کرنے والا تھا۔

"بنفشے فکر نہیں کرو، تمہیں ایسی جاسوسی کی ضرورت نہیں پڑے گی کیونکہ تمہارے بیہوش ہونے پہ زیب نے جس طرح ٹک کے دو تین گھنٹے تمہارے پاس گزارے ہیں نا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دو دو دن غائب رہنے والا چکر تمہارے ساتھ نہیں ہوگا۔" زرتاج بنفشے کو دیکھتی شرارت سے گویا ہوئی تو اس نے چہرے کا رنگ فوری بدلا جسے چھپانے کے لیے اس نے فوراً سر نیچے جھکا لیا۔

"فرشتے بی بی آپ کو اور بنفشے بی بی کو بڑے خاناں بلا رہے ہیں بیٹھک میں۔" اچانک ملازمہ کی پشتون آواز پہ سب چونکے جبکہ فرشتے اور بنفشے نے گہرا سانس بھرتے ہوئے خود کو ہر طرح کی سچویشن کے لیے تیار کرتے ہوئے اٹھنا چاہا۔

"اپنے گھر میں ہی نقب لگاتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آئی؟" خاقان صاحب چونکہ ان دونوں کے خفیہ تعلقات سے انجان تھے اس لیے وہ تب سے بہت غیض و غضب کا شکار تھے۔

"یہ لعن طعن بعد میں کر لیجیے گا ابھی اگر زندہ بچنا چاہتے ہیں تو جلدی کریں، ہمیں شیخ کے آنے سے پہلے ہی یہ علاقہ چھوڑنا ہے۔" اس بات پہ غور کیے بغیر کے وہ انہیں زندہ کیسے چھوڑ گئے تھے عالم نے اپنے زخموں کی مرہم پٹی کروا کے جلدی سے یہ حویلی چھوڑنے کی تیاری کی جبکہ غم و غصے سے پاگل حبیب صاحب نے جب بیوی پہ نشانہ باندھا تو باپ کو قتل جیسے جرم سے باز رکھنے کے لیے ان کے دونوں بیٹے سامنے آئے اور پھر ان کی لاکھ مزاحمت کے باوجود وہ اپنے ذمے لگا ایک کام نمٹاتے ہوئے

انہیں ساتھ لیے شہر کی جانب روانہ ہو گئے کیونکہ حبیب صاحب کی حالت بہت تشویش ناک ہو رہی تھی۔

جبکہ دوسری جانب جب شیخ کو ان سب کے بھاگنے کا علم ہوا تو وہ فورا یوسف زئی حویلی کی جانب بڑھا لیکن اس کے پہنچتے ہی جب پولیس نے حویلی کو چاروں اطراف سے گھیرا تو اس لمحے عالم یوسفزئی کو سمجھ آئی کہ وہ رات کو انہیں کیوں چھوڑ کے گیا تھا۔

شیخ اور اس کے آدمیوں کو تو پولیس فورا تھانے لے گئی لیکن ان تینوں کو علاقے کی روایات کے مطابق پنچائیت میں جب پیش کیا گیا تو عالم یوسفزئی نے دولت و گھمنڈ کے نشے میں اپنے جرائم سے انکاری ہونے کی کوشش کی لیکن چونکہ اب کی بار برسوں پہلے کی نسبت وقت جدید ہو چکا تھا اس لیے جب وہاں سرپنچ نے اس کے سامنے وائس ریکارڈر آن کیا جس میں انہوں نے خود رات کو اپنے جرائم کا اعتراف کیا، سن نے ساری پنچائیت کو سانپ سونگھ گیا۔

اس کے بعد جب حبیب صاحب کا بیان سنایا گیا جس میں انہوں نے اپنے بھائی اور بیوی کے ناجائز تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے انہیں روایت کے مطابق سزا دینے کا کہا تو اس وقت پورے علاقے میں ہڑبڑی سی پھیل گئی۔

ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ خون کی ندیاں بہائے بغیر کوئی قانون اور انصاف پسندی کے بل بوتے پہ انصاف حاصل کر رہا تھا اور یہ بھی پہلی ہی بار ہوا تھا کہ رشتوں کی دیوار بنائے بغیر مجرم کو سزا دلوانے کا حکم بھی جاری کیا گیا تھا اس لیے ان سب کے ظلم و ستم سے پریشان لوگوں نے جب ان کے جرائم کا سنا تو پنچائیت کے کسی بھی فیصلے سے قبل وہ لوگ اپنے پیروں کے جوتوں ان تینوں کی جانب پھینکنے لگے۔

یہاں اس وقت آفریدی حویلی سے صرف ایک آفریدی، شہریار آفریدی اور ظہیر آفریدی موجود تھے جنہوں نے بنا کچھ کہے فقط ثبوت دیے تھے اور لوگ کسی فیصلے کا انکار کیے کھلے میدان کے ارد گرد پڑے کنکروں اور جوتوں سے انہیں سزا دینے لگے۔

انسان ہمیشہ جرم کرتے ہوئے اوپر بیٹھے ہوئے اس منصف جو بھول بیٹھتا ہے جو جلد یا بدیر انصاف ضرور کرتا تھا اور ایسا ہی اس بار بھی ہوا تھا کہ جو بربریت آفریدی حویلی پہ ڈھائی گئی تھی اس کا بالآخر برسوں بعد انہیں انصاف مل گیا تھا۔

اور جب لوگوں کے غیض و غضب سے بے حال، لہولہان چہرے، پھٹے ہوئے کپڑوں اور ننگے پیروں کے ساتھ ان تینوں کو پولیس نے اپنی کسٹڈی میں لیتے ہوئے تھانے کی جانب گاڑی بڑھائیں تو ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے شہریار نے ایبک آفریدی کی جانب دیکھا گویا کہ اپنا وعدہ پورا کرنے کا اشارہ دے رہا ہو۔

جبکہ ایبک آفریدی بھی جانتے تھے کہ وہ اپنا وعدہ نبھا گیا ہے کہ اب ان تینوں زمینی خداوں کا ان کی زندگی سے نام و نشان مٹ چکا تھا کہ اگرچہ وہ پولیس کسٹڈی میں تھے لیکن ان کے نام کے ڈیتھ وارنٹ 'شہریار آفریدی' برسوں پہلے ہی جاری کروا چکا تھا۔

آغا جان کے پاس سے آتے ہوئے وہ دونوں بہنیں اپنے آنسو اور اپنے اپنوں کی دائمی جدائی کا دکھ وہیں چھوڑ کے آتیں خود کو نارمل رہنے کی تلقین کرنے لگیں کہ برے کا انجام تو برا ہی ہونا تھا اور پھر جو کچھ وہ لوگ کر چکے تھے ایسے میں ان کے ساتھ بھلائی کرنا غلط تھا اس لیے جب وہ دونوں واپس ہال میں پہنچیں تو بہت نارمل اور پر سکون حالت میں تھیں لیکن فرشتے کی پر سکون حالت میں خلل اس وقت پڑا جب زونائیشے بیگم اس کے نزدیک آئیں۔

"فرشتے یہ چائے اور سر درد کی گولی شہریار کو دے کے آئیں، اسے کہیں جانا ہے ابھی لیکن کہہ رہا تھا کہ پہلے چائے بھجوادیں۔" ان کے مصروف سے انداز میں کہے گئے الفاظ پہ وہ جہاں کی تہاں رہ گئی۔

"م۔۔میں؟" اس نے ان کی جانب دیکھتے ہوئے کچھ بولنے کی کوشش کی لیکن الفاظ جیسے حلق میں ہی دم توڑ گئے تھے لیکن وہ اس کی جانب متوجہ نہیں تھیں یا شاید جان بوجھ کے انکاری تھیں۔

"جلدی کریں شاباش، پھر اسے کہیں جانا ہے۔" انھوں نے نرمی سے بات دہراتے ہوئے واپس پلٹنا چاہا جب وہ سب پہ ایک نظر ڈالتی ایک دم سے بولی۔

"میں نہیں جارہی مورے، آپ۔۔ آپ کسی اور کو بھیج دیں۔" نم آلود لہجے میں کہتے ہوئے اس نے نگاہیں ہتھیلیوں پہ مرکوز کرلیں تو وہ گہرا سانس لیتے ہوئے اس کی جانب مڑیں۔

"کوئی اور اس کی بیوی نہیں ہے اور نہ ہی اس کا سر دبا سکتا ہے اس لیے جلدی کریں۔" ان کے دوٹوک انداز میں ناچاہتے ہوئے بھی وہ اپنی جگہ سے اٹھی تو سب نے سکون کا سانس لیا جبکہ وہ بے جان ہوتی ٹانگوں کے ساتھ ان کی تھمائی گئی ٹرے لیے ہال سے نکلی۔

"مورے بھاجائی کا حلیہ تو ٹھیک کر دیتی نا۔" گل کو اس کے روکھے پھیکے حلیے سے اختلاف ہوا۔

"وہ جو اندر کمرے میں ہے نا وہ حلیوں سے ٹھنڈا ہونے والا بندہ نہیں ہے، اسے جو چیز پر سکون کر سکتی ہے وہ میں نے بھیج دی ہے۔" ان کے انداز پہ سب بے ساختہ مسکراتی ہوئیں اس کے لیے دعا گو ہوئیں جو نادانستگی میں شیر کو جگا بیٹھی تھی۔

-------------------------‘-----------

وہ جو کچھ دیر پہلے پنچائیت کے بعد حویلی پہنچا اور پھر سجاول اور شہیر کی بے تکی محفل کو بھگتا کے کمرے میں آیا تو سر درد کی شدت سے پھٹ رہا تھا، تبھی اس نے زونائیشے بیگم کو بلوا کے اپنے لیے چائے اور سر درد کی گولی بجھوانے کا کہا تھا۔

سر درد اور پراگندہ سوچوں نے اسے اس وقت اتنا تھکایا ہوا تھا کہ وہ بنا چینج کیے، جوتوں سمیت بیڈ پہ نیم دراز ہوتا پلکیں موند گیا۔

اسے لیٹے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ دروازہ کلک کی آواز کے ساتھ کھلا مگر اس نے آنکھیں کھول کے نہیں دیکھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ زونائیشے بیگم نے چائے ہی بجھوائی ہو گی۔

جبکہ دوسری جانب دروازہ دھیرے سے کھولتے ہوئے فرشتے نے جب اندر قدم رکھا تو اس پہ نگاہ پڑتے ہی اس کا دل چاہا کہ وہ واپس بھاگ جائے۔

بلیک پینٹ کے ساتھ گرے شرٹ پہنے وہ بازوؤں کو کہنیوں تک فولڈ کیے ایک بازو آنکھوں پہ دھرے، جوتوں سمیت بیڈ کی دائیں جانب نیم دراز اس کی دھڑکنیں سست کر رہا تھا۔

کچھ لمحے اس کا جائزہ لینے کے بعد وہ ہمت جتاتی آگے بڑھی اور بہت محتاط انداز میں ٹرے سائیڈ ٹیبل پہ رکھتے ہوئے اس نے واپس مڑنا چاہا لیکن پھر اپنی غلطی یاد آنے پہ اس کے قدم ٹھٹھک گئے۔

جبکہ دوسری جانب اس کی موجودگی کو محسوس کر لینے کے باوجود آنکھوں کو چھپا کے لیٹے شہریار نے جب اس کے قدموں کا رک جانا محسوس کیا تو اس نے بے ساختہ لب بھینچے۔

ایک طائرانہ نگاہ کمرے پہ ڈالتے ہوئے وہ تھوڑا سا آگے بڑھی اور دھڑکتے دل کے ساتھ ہاتھ اس کے بالوں کی جانب بڑھایا۔

"یہ کوشش مت کیجیے گا۔" اس کے بالوں سے انچ بھر کے فاصلے پہ موجود اس کا ہاتھ اس کی درشت آواز پہ کانپا تو اس نے چونک کے اس کی جانب دیکھا جو آنکھوں سے بازو ہٹاتا اب سیدھا ہو کے بیٹھ رہا تھا۔

"مم۔۔میں۔۔ آپ کے سر میں درد ہے تو۔۔۔" وہ اس لمحے اپنا سارا کانفیڈینس کھو چکی تھی اور وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اس سے بات کس طرح سے کرے۔

"میرا سر درد دور کرنا آپ کے بس کی بات نہیں رہا فرشتے آفریدی۔" سپاٹ لہجے میں کہتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھنے لگا تو وہ بے ساختہ اس کے سامنے آئی۔

"میری بات تو سنیں نا۔" اس کی آنکھیں اس کے اس انداز پہ بھر آئیں لیکن وہ اس لمحے اس سبز نگینوں کی جانب دیکھنے کا بھی روادار نہ تھا کیونکہ جانتا تھا کہ ایک بار جو دیکھ لیا تو خود کو بھول بیٹھے گا۔

"فرشتے میرے سامنے سے ہٹیں۔" وہ اپنے اندر ابلتے غبار پہ بمشکل قابو پاتا ہوا بولا لیکن وہ خوفزدہ ہونے کے باوجود وہیں ڈٹی رہی۔

"ن۔۔نہیں آپ پہلے یہ چائے اور گولی لیں اور پھر میری بات سنیں اس کے بعد آپ باہر جائیں گے۔" سینے میں پاگل ہوتے دل کی دھک دھک پہ آواز دھرے بغیر وہ دبے دبے لہجے میں بولی تو اس سارے عرصے میں پہلی دفعہ شہریار نے نگاہیں اٹھا کے بغور اس کا جائزہ لیا تو اس کے انداز پہ وہ بے اختیار جزبز ہوئی جبکہ اس کے چہرے پہ مدھم ہوتے زخم کے نشان پہ نگاہ پڑتے ہی اس کی نگاہوں کی سرخی مزید بڑھنے لگی تو اس نے فوراً نگاہیں پھیریں۔

"یہ مان آپ کا انداز نہیں ہے، آپ اپنے انداز کے مطابق دوسروں کے مان کی دھجیاں اڑاتی رہا کریں۔" تلخ لہجے میں کہے گئے الفاظ پہ فرشتے کا چہرہ فوراً پھیکا پڑا جبکہ آنکھوں میں آنسوؤں کی دبیز تہہ جمنے لگی۔

"میرے سامنے آنے کی کوشش کم سے کم کیا کریں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میں غصے کی شدت میں کچھ ایسا کر جاؤں جس کا مداوا ممکن نہ ہو سکے۔" اس سے نظریں چرائے وہ پتھریلے انداز میں کہتا اس کے پہلو سے گزرتا کمرے سے نکل گیا کیونکہ اس لمحے وہ واقعی اگر اس کی جانب دیکھتا تو شاید کچھ کر بیٹھتا لیکن وہ چاہ کے بھی اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتا اسی لیے وہ اس سے احتراز برتتا فاصلے بڑھا گیا۔

جبکہ دوسری جانب وہ اس کی بے پرواہی پہ دکھ سے چور دل ہی دل میں ایک عزم باندھتی آنکھیں صاف کرتی باہر نکل گئی۔

"ہائے! آپ یہ ڈریس پہنیں گی؟" گلالئی نے نظریں پھاڑ کے سامنے بیڈ پہ پڑی سرخ رنگ کی ساڑھی کو دیکھتے ہوئے جس انداز میں کہا فرشتے جزبز سی ہونے لگی لیکن پھر خود کو سنبھالتے ہوئے سکون سے بولی۔

"آپ کے لالہ کا پسندیدہ لباس ہے۔" اس نے دانستالا پرواہی برتی لیکن گلالئی بغور سرخ رنگ کی اس نفیس سی ساڑھی کو دیکھ رہی تھی جس کے کناروں پہ مہرون کلر کی پٹی لگی تھی جبکہ بلاوز کے نیٹ کی فل سلیوز کے کناروں پہ بھی مہرون پٹی لگی ہوئی تھی۔

ساڑھی ویسے تو بہت پیاری تھی لیکن گلالئی صرف اس کے نیٹ والے بازو اور اور بلاوز کی اس ڈوری کو دیکھ رہی تھی جو شاید نہیں یقیناً پچھلے گلے کو ڈھانپنے کی کوشش میں ناکام تھی۔

"تمہارا منہ کیوں کھلا ہوا ہے؟" اسی لمحے ملیکہ اندر آئی تو اس نے گلالئی سے استفسار کیا تو اس نے ساڑھی اس نے سامنے کی۔

Urdu Novels Ghar

"ہائے کتنی پیاری ساڑھی ہے، مجھے ساڑھی اتنی پسند ہے لیکن سجاول سڑیل کو بالکل پسند نہیں۔" وہ منہ بناتے ہوئے بولی تو گلالئی نے بلاوز کی جانب اشارہ کیا تو فرشتے نے ہولے سے ماتھا پیٹا۔

"یہ شال پاس اسی لیے رکھی ہے کہ ساتھ یہ لوں گی، مورے نے کہا ہے کہ شوہر کو مناو اس لیے انہیں ان کے انداز میں منانے کی کوشش کر رہی ہوں لیکن اصل میں میرا دل خود بہت گھبرا رہا ہے۔" فرشتے نے پاس پڑی مہرون شال کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا تو دونوں اس کی کیفیت سمجھتی مسکرا دیں۔

"ریلیکس بھاجائی، لالہ کا غصہ بس وقتی ہے دیکھنا آپ کو تیار دیکھیں گے تو سب بھول جائیں گے۔" وہ اسے ریلیکس کرنے کے لیے بولی تو وہ بھی دل ہی دل میں دعا کرتی آج اپنے آپ کو ایک مختلف طریقے سے اس کے لیے سجانے لگی جو نجانے اس سجاوٹ کو کیا انعام دینے والا تھا۔

--------،----------------------

"پیچھے ہٹ کے بیٹھو۔" مردان خانے میں رکھی چارپائی پہ بیٹھے شہیر نے جیسے ہی آلکسی سے زیب کے ساتھ ٹیک لگائی تو وہ فوراً ایک جھٹکے سے پیچھے ہوا۔

"عزت کرو میری، ابھی بالکل زیرو میٹر شادی ہوئی ہے میری۔" بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے وہ جس انداز میں بولا سب ہی اسے گھورنے لگا۔

"زیرو میٹر شادی گل سے ہوئی ہے تمہاری، میرے ساتھ نہیں جو تمہاری نازبرداریاں اٹھاوں۔" زیب نے فورا ٹکڑا توڑ جواب دیا تو سب کے قہقہہ لگانے پہ شہیر کا دل چاہا اسے ایک دھموکا رسید کرے اور اس نے ایسا ہی کیا فورا ایک مکہ اس کے کندھے پہ جڑا۔

"قدر نہ کرنا میری، میرے جیسے دوست قسمتوں سے ملتے ہیں۔" وہ گردن اکڑاتے ہوئے بولا تو سب کے ری ایکشن پہ بے ساختہ شرمندہ ہو گیا۔

"تیرے جیسے دوست واقعی قسمتوں سے ملتے ہیں اس کا اندازہ کل رات ہم لگا چکے ہیں۔" اگرچہ شہیر کو سب نے خود ہی کچھ نہیں بتایا تھا لیکن صبح جب سب نارمل ہو گیا تب سے وہ اسے یونہی خجل کر رہے تھے اور وہ ہو بھی رہا تھا۔

"سجاول تم ولیمے کے بعد اپنی پیکنگ کر لینا، کل صبح پانچ بجے ہم لوگ ادھر سے نکل جائیں گے۔" اسی لمحے شہریار وہاں آیا اور سجاول سے بولا تو اس نے سنجیدگی سے سر اثبات میں ہلایا۔

"اور باقی حویلی والے؟" چونکہ سجاول نے سب کو مدعو کیا تھا اسی لیے فورا بولا۔

"وہ مہندی والے دن پہنچ جائیں گے۔" اس کے جواب پہ سجاول نے فرشتے کا پوچھنا چاہا لیکن یہ وقت فی الحال اسے چھیڑنے کا نہیں تھا اس لیے وہ صبر رکھتا شہیر کی جانب متوجہ ہو گیا۔

"مجھے لگتا ہے کہ ایک دن میں نے اس حویلی میں گھومتے گھومتے گم ہی ہو جانا ہے۔" وہ زمرد بیگم کو تلاشتی مختلف راہداریوں سے گزرتی بڑبڑائی تو عائلہ بیگم کے کمرے سے نکلتا زیب کھل کے مسکرا دیا۔

"تو اس بات سے کہیں بہتر نہیں ہے کہ تم میرے دل میں چھپ جاو اور گم ہونے کے ڈر سے آزاد ہو جاو۔" اس کی شریر آواز پہ وہ کرنٹ کھا کے پلٹی جہاں وہ اس سے کچھ ہی فاصلے پہ موجود بہت فرصت سے اسے نہار رہا تھا، اس کو ایک نظر دیکھ کے وہ نگاہیں چراتی آگے بڑھنے لگی تو وہ تڑپ کے اس کی راہ میں حائل ہوا۔

"او ہیلو، اتنی مشکلوں سے تو نظر آتی ہو اس پہ ایسی بے نیازی۔" اس کے اچانک سامنے آنے پہ اس کی باتوں سے حواس باختہ بنفشے اپنے قدموں پہ قابو نہ رکھ سکی اور بے اختیار اس کے کشادہ سینے سے جا

ٹکرائی تو اس اچانک ہوئے تصادم پہ جہاں بنفشے کی دھڑکنیں بے قابو ہوئیں وہیں زیب کے دل کی دنیا بھی فورا بدلی جبکہ جذبات میں بھی فورا بہاو آیا، اسی بہاو کے ہاتھوں بہکتے ہوئے اس نے بے اختیار بازو آگے بڑھاتے ہوئے اس کی کمر کے گرد لپیٹتے ہوئے اسے سہارا دیا تو اس کے مضبوط بازو کے دہکتے لمس پہ وہ تڑپ کے پیچھے ہٹی۔

"چھوڑیں مجھے۔" اس نے مزاحمت کرتے ہوئے فاصلہ بڑھانے کی کوشش کی لیکن وہ بہت نرمی سے اس کی کوشش ناکام بناتے ہوئے ایک ہاتھ سے اس کی دونوں کلائیاں تھامتا اس کے دائیں کان کی جانب جھکا۔

"یہ کام تو اب بے حد مشکل ہو چکا ہے میری جان، میں نے شکر کیا ہے کہ کسی ظالم سماج کے بغیر ہمارا ملاپ ہو چکا ہے ایسے میں خدا کے لیے تم تو ظالم سماج نہ بنو۔" نرم لہجے میں بولتے ہوئے اس نے آہستگی سے اس کے بالوں کو چھوا کو اس کے پہلے لمس پہ وہ بری طرح مچلی۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟" وہ سرخ چہرے اور دھک دھک کرتے دل کے ساتھ دبا دبا سا بولی تو زیب نے بغور اس کے کتراتے سے وجود کا جائزہ لیا اور دھیرے سے اس کی پیشانی کو چھوا۔

"پیار کر رہا ہوں۔" سادگی سے کہتے ہوئے وہ اس کا دل بری طرح سے دھڑکاتے ہوئے اس کی آنکھوں پہ جھکا تو وہ بیچ راستے اس شخص کی دیدہ دلیری پہ غش کھاتی شدت سے پلکیں موند گئی۔

"تیرا شرعی اور قانونی حق ہے پیار کرنے کا لیکن خدا کے لیے یہ حق بیچ راستے کی کہیں اور ادا کرو تو بہتر ہے کیونکہ کوئی زیادہ دیر تک آنکھیں بند کر کے راستے میں کھڑا نہیں رہ سکتا۔" وہ اس کے حصار میں کھڑی اس کی منمانی برداشت کرنے کی کوشش میں تھی جب عقب سے آتی شہیر کی آواز پہ اس کا دل چاہا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

اس کی گرفت ڈھیلی ہوتے ہی وہ ایک جھٹکے سے اسے پرے دھکیلتی وہاں سے بھاگی جبکہ زیب اس اچانک صورتحال کو دیکھ کے دانت پیستے ہوئے شہیر کی جانب لپکا۔

"سی سی ٹی وی فوٹیج لگواوں گا آج تیرے کمرے میں ذلیل انسان۔" اس کی گردن اپنے شکنجے میں کستے ہوئے وہ غرایا تو اس کی حالت دیکھتا شہیر زور زور سے قہقہے لگانے لگا۔

خوبصورت اور دیدہ زیب نیکلس کا ہک بند کرتے ہوئے اس نے سامنے شیشے میں نظر آتے اپنے مہکتے ہوئے عکس کو دیکھا تو خود کو دیکھتی ہی رہ گئی۔

سرخ رنگ کی ساڑھی میں سجا اس کا متناسب سراپا اس وقت بہت دلنشیں لگ رہا جبکہ صبیح چہرے پہ پھسلتی بالوں کی لٹیں اس کے روپ کو مزید دوآتشہ کر رہی تھیں جبکہ گھنیرے بالوں کا میسی جوڑا اس وقت اس کی صراحی دار گردن کو مزید نمایاں کرتے ہوئے اس کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہا تھا۔

ایک آخری نگاہ اپنے سراپے پہ ڈالتے ہوئے اس نے ایک نظر موبائل پہ ڈالی جہاں کچھ دیر قبل اس نے شہریار کو کمرے میں بھیجنے کیا تھا۔

اس کے بارے میں سوچتے ہوئے نجانے کیا سوچ کے وہ جھکی اور ڈریسنگ مرر کے دراز کو کھولتی اس میں رکھی پائل نکالنے لگی۔

وہ ابھی پائل نکال کے سیدھی بھی نہ ہو سکی تھی دروازہ ایک جھٹکے سے کھولتے ہوئے وہ اندر داخل ہوا۔

"یہ کیا بچگانہ پن ہے؟ آپ کو بات کرنی تھی تو آپ رات کا انتظار کر لیتیں یوں بار بار پیغام بھجو۔۔۔" سخت لہجے میں بولتے ہوئے جیسے ہی اس نے نگاہ اٹھائی تو سامنے کا منظر دیکھ کے ایک پل کو اس کو ساری فضا ساکت ہوتی محسوس ہوئی۔

سرخ ساڑھی میں سجا اس کا توبہ شکن سراپا کندن بنا اس کے ضبط کا شیرازہ بکھیرنے کا پورا سامان بنائے ہوئے تھا جبکہ چہرے سے پھسلتی اس کی لٹ اس کی گردن سے ٹکراتی اس کے جذبات میں مزید طغیانی مچانے لگی تو وہ بمشکل نگاہیں چراتے ہوئے روکھے لہجے میں گویا ہوا۔

"کیا بات کرنی ہے آپ کو؟" ایک نظر اس کے ہاتھ میں پکڑی گئی پائل پہ ڈالتے ہوئے اس نے استفسار کیا تو اس کی بے باک نگاہوں سے خود میں سمٹتی فرشتے اس کے ارتکاز کے ٹوٹنے پہ بمشکل خود کو سنبھالتی دھیرے دھیرے چلتی اس کی طرف بڑھی تو رفتہ رفتہ اس کی دلفریب خوشبو اپنے نزدیک محسوس کر کے شہریار نے سرد نگاہیں اٹھا کے اس کی جانب دیکھا جو اس کو توڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"کیسی لگ رہی ہوں میں؟" اس کے عین سامنے آ کے ٹھہرتے ہوئے وہ پاگل ہوتے دل کی دھڑکنوں پہ قابو پاتی ہلکے سے کانپتے لہجے میں گویا ہوئی تو اس کی نگاہوں میں ایک عجیب سا احساس رنگ جمانے لگا۔

"اصل بات پہ آئیں فرشتے کیونکہ یہ بات آپ بھی جانتی ہیں کہ اس سوال کا جواب آپ کبھی بھی برداشت نہیں کر سکیں گی۔" سرد لہجے میں چھپی معنی خیزیت پہ فرشتے کا پورا وجود کپکپا اٹھا اور شاید اسی کپکپاہٹ کے باعث اس کے ہاتھوں سے پائل چھوٹ کے نیچے جا گری تو وہ جلدی سے نیچے گری اور یہیں وہ سنگین غلطی کی مرتکب ٹھہر گئی۔

اس کے جھکنے پہ جب اس نے اس کی جانب دیکھا تو نگاہ اس کی کمر سے ٹکرائی جہاں بندھی گئی ڈوری اس کی خوبصورتی کو چھپانے کی کوشش میں ناکام ٹھہری تھی اور اس کی ایسی لاپرواہی پہ وہ ضبط کھوتا اس کی جانب جھکا اور اس کا بازو تھامتے ہوئے اسے ایک جھٹکے سے سیدھا کیا۔

"ڈریس چینج کر کے آئیں۔" اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ جس انداز میں بولا فرشتے کا دل ڈوب کے ابھرا لیکن وہ ہمت مجتمع کرتی لرزتی آواز میں بولی۔

"یہ ڈریس آپ کا ہی پسند کردہ ہے اور میں آج یہی پہننے والی ہوں۔" اپنی مسکارے سے بوجھل پلکیں اٹھاتے ہوئے اس نے ایک نظر اس کے خوبرو چہرے پہ ڈالتے ہوئے مدہم لہجے میں بولتے ہوئے اس کے گرد اپنا فسوں قائم کرنے کی کوشش کی۔

"یہ ڈریس میرا پسند کردہ ہے تو اسے رات کو میرے سامنے ہی پہنیے گا آپ کی تیاری کے مطابق آپ کو خراج تحسین پیش کروں گا۔" گہرا لہجہ اس کی ریڑھ کی ہڈی تک سنسنا گیا، اس نے بے ساختہ قدم پیچھے کو کھسکاتے ہوئے فاصلہ بڑھانے کی کوشش کی۔

"ا۔۔ابھی ٹائم نہیں ہے اور میں تیار بھی ہ۔۔۔۔" اس نے پھر سے مزاحمت کرنی چاہی کہ وہ چاہتی تھی کہ جو رنگ اس کی آنکھوں میں اسے یوں دیکھ کے ابھرے تھے وہ یونہی قائم رہیں اور وہ آنے والی لمحوں میں اس کی تمام خطائیں معاف کرتا اس کے دل کو پر سکون کر دے۔

لیکن اس کی توقعات کے برعکس وہ کچھ اور سوچے ہوئے تھا۔

"اور اگر ڈریس اور تیاری دونوں خراب ہو جائیں تب تو کوئی قباحت نہ ہو گی نا؟" خشک لہجے میں کیے گئے استفسار پہ اس نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا تو اگلے لمحے اس کا مضبوط ہاتھ اپنی ددھیا کمر پہ محسوس کر کے اس کی جان حلق میں اٹک گئی۔

اس نے خوفزدہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جو اس کے چہرے پہ نگاہیں جمائے ایک جھٹکے سے اسے اپنے نزدیک کرتا اس کے ہونٹوں پہ لگی گہرے رنگ کی لپ اسٹک کو اپنے انگوٹھے سے مٹاتا اس کے کچھ بھی سمجھنے سے قبل اس کے چہرے پہ جھکا تو اس کی شدت پہ فرشتے کی آنکھیں پھیل گئیں جبکہ ہاتھ بے اختیار اس کے کالر پہ گرفت جما گئے۔

اس کی گرفت کالر پہ محسوس کر کے شہریار نے اپنا ایک ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے اس کے بندھے ہوئے بالوں میں پھنسایا تو وہ اس کے بال کھل کے اس کی کمر پہ بکھرتے اسے ڈھانپ گئے۔

چند ہی لمحوں میں اس کی تیاری کو غارت میں ملاتا وہ اس کی سانسوں کو رہائی بخشتا اس سے فاصلے پہ ہوا تو وہ گہری سانسیں بھرتی سر اس کے مضبوط سینے پہ جما گئی۔

"جو کام آپ کرنا چاہتی ہیں نا انہیں ان کیل کانٹوں سے لیس ہوئے بغیر کریں تاکہ ہم دونوں کے ہوش وحواس برقرار رہیں۔" اس کی تیاری پہ چوٹ کرتے ہوئے وہ بے باکی سے اس کے سراپے پہ ایک گہری نگاہ ڈالتے ہوئے ایک ہاتھ بالوں میں پھیرتا واپس چلا گیا تو اپنی بکھرتی سانسوں کو اعتدال میں لانے کی کوشش کرتی فرشتے وہیں بیڈ پہ بیٹھ گئی۔

"یہ شخص ناراضگی و بیگانگی کا پرچار کرتے ہوئے یہ حال کر دینے کی ہمت رکھتا تھا تو محبت و آسودگی کے عالم میں تو اس شخص کی جنون خیزی سانسوں کو روک دیتی تھی۔" اپنی بکھری حالت کو دیکھتی وہ دل ہی دل میں سوچتی تمتماتے ہوئے چہرے کے ساتھ اٹھ کے نئے سرے سے خود کو تیار کرنے لگی۔

فیروزی رنگ کے روایتی مگر خوبصورت فراک کو دونوں ہاتھوں سے تھامے وہ آہستہ سے چلتی ہال کی جانب بڑھنے لگی جہاں ولیمہ کے فنکشن منعقد کیا گیا تھا۔

"ہائے! وہ ساڑھی کہاں گئی؟" اسے آتے دیکھ کے گلالئی فوراً اس کے نزدیک آتی حیرت سے بولی تو فرشتے کے چہرے پہ گلال سا بکھرنے لگا۔

"وہ۔۔۔میں نے سوچا کہ اتنے مہمانوں میں یہی سوٹ اچھا رہے گا۔" اب وہ ساڑھی کے نا پہننے کی اصل وجہ تو بتا سکتی نہیں تھی تبھی گڑبڑاتے ہوئے بولی اور بنا اس کی مزید بات سنے زونائیشے بیگم کی جانب بڑھ گئی جو اسے اپنی جانب آنے کا اشارہ کر رہی تھیں۔

ان کے نزدیک پہنچتے ہی انہوں نے اس کا تعارف اپنے ساتھ کھڑی خاتون سے کروایا تو وہ فوراً ان خاتون کی جانب متوجہ ہوئی جو بہت التفات کے ساتھ اس سے ملیں۔

اس کے بعد زونائیشے بیگم اسے یونہی ساتھ لیے سب سے ملواتی رہیں اور وہ بھی ہر چیز فراموش کیے پہلی دفعہ اس حویلی کی بہو کے فرائض سرانجام دینے لگی۔

"دیکھو آپ سب لوگ شکل سے بہت سیانی لگتی ہو، اب یوں جوتے کے لیے لڑتے جھگڑتے میرے اس خیال کی تردید تو نہ کرو۔" اپنے دونوں پاؤں پیچھے کی جانب موڑ کے بیٹھے ہوئے شہیر کی زبان تیزی سے چل رہی تھی۔

ابھی کچھ دیر قبل ہی تو مردان خانے سے سب کو رخصت کرنے کے بعد شہیر کو لا کے پیچ کلر کے خوبصورت اور دیدہ زیب فراک میں ملبوس دلہن بنی مہکتی ہوئی گل کے پہلو میں بٹھایا گیا تھا لیکن اس نے جب سب لڑکیوں کو اپنی طرف متوجہ پایا تو رسانیت سے بولا۔

"آپ بھی شکل سے بہت سخی لگتے ہیں اس لیے جلدی سے پیسے ہمارے ہتھیلیوں پہ رکھ کے ہمارے خیال کی تائید کریں۔" ملیکہ چمکتے ہوئے بولی تو وہ کھسیا سا گیا لیکن ہار ماننا کم از کم شہیر آفریدی نے تو سیکھا ہی نہیں تھا۔

"یہ ڈیمانڈ سجاول سے کریں تو منٹ سے پہلے پوری ہو گی۔" اس نے اس کے گرد گھیرا تنگ کرتے ہوئے دونوں پاوں موڑتے ہوئے صوفے کے نیچے کر دیے۔

"فی الحال تو آپ جیب ڈھیلی کریں سجاول سے میں منٹ کی بجائے سیکنڈز میں نکلوالوں گی۔" اس کے برجستہ جواب پہ جو فرمائشی قہقہہ پڑا اس پہ اس نے کھا جانے والی نگاہوں سے سب کو دیکھا اور پھر گہری سانس بھرتے ہوئے گل کی گود میں رکھا چھوٹا سا کلچ اٹھا کے ملیکہ کے ہاتھوں میں رکھا تو وہ بے ساختہ گڑبڑائی۔

"میں اور میری بیوی ایک ہی تو ہیں۔" وہ دانتوں کی نمائش کرتا جس انداز میں بولا اس پہ اس کے ساتھ بیٹھی گل بھی بے ساختہ مسکرا دی۔

"آپ اور آپ کی بیوی بیشک ایک ہیں لیکن آپ گل کی ہائی ہیلز نہیں پہن سکیں گے اس لیے جوتے بچانے کے لیے ہماری ڈیمانڈز پوری کریں۔" اب کی بار فرشتے میدان میں آئی تو شہیر نے مدد طلب نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا لیکن مطلوبہ بندہ نہ ملنے پہ منہ بنا کے رہ گیا۔

"شیری کی بیوی ہو کے ایسے جوتے مانگ رہی ہیں، کچھ تو خیال کریں بھاجائی۔" اس نے پر تاسف لہجے میں کہا تو اس کی اداکاری پہ فرشتے نے آنکھیں گھما کے اسے دیکھا۔

"یہ شیری کیا ایلین ہیں جو ان کی بیوی ہونے کی وجہ سے میں یہ سب نہیں کر سکتی؟" فرشتے کے جوابی استفسار پہ سب نے اس کی حاضر جوابی پہ اسے فوراً داد دی۔

"نہیں شیری تو فرشتے آفریدی کا دیوانہ ہے نا۔" شہیر کی برجستگی پہ ینگ پارٹی نے جو ہوٹنگ کی وہ نا چاہتے ہوئے بھی گڑبڑا سی گئی اور یہیں پہ سب لڑکے ان پہ حاوی ہوتے انہیں ہر طرح سے چکما دیتے جوتوں تک نہیں پہنچنے دے رہے تھے اور پھر اس لڑائی کو ایک آفریدی کی آمد نے ختم کیا اور سب

لڑکیوں کو ان کی ڈیمانڈ کے مطابق پیسے دیے اور یوں ہنستے مسکراتے گزرے ہوئے وقت کی چھاپ خود پہ لگائے بغیر یہ موقع بھی گزر گیا۔

"کیا؟" شہیر نے صدمے سے گل کے دمکتے وجود پہ ایک نظر ڈالتے ہوئے اس کے دائیں بائیں کھڑی زر اور بنفشے کو دیکھا۔

"کیا ہوا؟ یہ تو رسم ہوتی ہے نا۔" زر نے بظاہر معصومیت سے کہا جبکہ شہیر کی حالت دیکھ کے تینوں دبا دبا سا مسکرا رہی تھیں۔

"یہ بھلا کیسی رسم ہوئی؟ ابھی دو پیار کرنے والے ملتے نہیں ہیں کہ ظالم سماج رسم بن کے پھر سے جدا کر دیتے ہیں۔ دیکھو یہ کوئی دور تھوڑی ہے پورا دن تو سب کے ساتھ چپکی رہتی ہے تو پھر اس کمرے میں رکے یا اُس کمرے میں بات تو ایک ہی ہے۔" وہ اپنے مخصوص انداز میں بولتا بہت جھنجھلایا ہوا سا لگ رہا تھا۔

"ہاں تو جب بات ایک ہی ہے تو آج کی رات گل اپنے پہلے والے کمرے میں سو جائے گی خیر ہے۔" بنفشے نے لب دباتے ہوئے کہا تو شہیر نے افسوس سے اسے دیکھا۔

"زیب سمجھ رہا ہے اسے ایک معصوم سی بیوی ملی ہے لیکن وہ یہ نہیں چاہتا کہ اس معصوم چہرے کے پیچھے ایک ظالم سماج چھپا ہے جو دو پیار کرنے والوں کو آپس میں ملنے نہیں دے رہا۔" بنفشے کو دیکھتے وہ جس انداز میں شروع ہوا تو بنفشے بے ساختہ خجل سی ہو گئی۔

"میں ہرگز اسے معصوم نہیں سمجھتا کیونکہ یہ واقعی دو پیار کرنے والوں کو ملنے نہیں دیتی۔" اچانک عقب سے آتی زیب کی ذو معنی بات پہ بنفشے کا چہرہ بلش کرنے لگا اور فوراً رخ موڑتی گل کو تیار ہونے کا کہنے لگی۔

"چلو پھر میں پیار کرنے والوں کو موقع دے رہا ہوں اسے انجوائے کرو۔" شریر انداز میں کہتے ہوئے شہیر آگے بڑھا اور گل کے کان میں کھسر پھسر کرتی بنفشے کا ہاتھ پکڑ کے زیب کے ہاتھ میں دیا تو وہ اس کے کچھ سوچنے سمجھنے سے قبل اسی ہاتھ سے کھینچتا کمرے سے باہر نکل گیا جبکہ اس اچانک صورتحال پہ

زر نے ہونق سے انداز میں ایک نظر شہیر اور ایک نظر گل کو دیکھا اور پھر گہری سانس بھرتی کمرے سے باہر نکل تو شہیر کھل کے ہنس دیا۔

"اب مجھے یہ بتاؤ کہ یہ رات ادھر رکنے والا کیا ڈرامہ ہے؟" دروازہ بند کرنے کے بعد وہ اس کی سمت متوجہ ہوا جو ابھی تک ولیمے والے ڈریس میں ہی ملبوس اسے اپنی جانب متوجہ کر رہی تھی۔

"یہ رسم ہوتی ہے۔" وہ نرم لہجے میں بولی تو شہیر دھیرے دھیرے چلتا ہوا اس کے بے حد قریب پہنچا تو وہ بے ساختہ پیچھے کو کھسکی۔

"ضروری ہے کہ ہم ساری رسمیں ہی پوری کریں، ابھی تو میں خود کو یقین دلا ہی نہیں پایا کہ تم میری ہو چکی ہو ایسے میں یہ ظالم دوری۔" محبت بھرے انداز میں کہتا وہ اس کے گرد بازو حائل کرتا اس کے چہرے پہ جھلکتا پیار سے اس کے نرم نقوش چھونے لگا تو گل خود میں سمٹنے لگی۔

"پ۔۔۔پیچھے ہٹیں پلیز، ابھی کوئی آ جائے گا۔" وہ اس کی شدت بھری پیش قدمی پہ گھبراتی ہوئی بولی لیکن وہ بنا کان دھرے اس کی جیولری اتارنے لگا تو اس کا دل سینے میں پاگل ہونے لگا۔

"ابھی جو بھی آئے گا واپس چلا جائے گا کیونکہ میں اب رشوت لیے بغیر تو آپ کو جانے نہیں دوں گا۔" بے باکی سے کہتے ہوئے اس نے اس کے گال پہ شدت بھرا لمس چھوڑا تو وہ جائے فرار نہ پاتی اس کی گستاخیوں پہ سمٹتی اسی میں پناہ ڈھونڈنے لگی۔

"کچھ دن اور رک جاتی نا تم۔" گلالئی ملیکہ کو سامان پیک کرتے دیکھ کے افسردگی سے بولی تو فرشتے نے تائیداً سر ہلایا۔

"میں ضرور رکتی لیکن شادی میں دن ہی نہیں بچے تو اماں بار بار کال کر رہی ہیں۔" اس نے بیگ کی زپ بند کرتے ہوئے توجیہہ پیش کی۔

"اب تم لوگ آونا اور شادی تک وہیں رکو۔" اس نے ساتھ ہی انہیں بھی چلنے کی دعوت دی تو سب ہی مسکرا اٹھیں۔

"ہم بھی ضرور آئیں گے مہندی والے دن لیکن فکر نہیں کرو شہریار لالہ ابھی تم لوگوں کے ساتھ جائیں گے۔" زرجو کہ ابھی ساری تفصیل سن کے آئی تھی اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو سکون سے بیٹھی فرشتے ایک جھٹکے سے سیدھی ہوئی۔

"تمہیں کس نے کہا کہ شہریار جا رہے ہیں؟" اس نے بلا تمہید زر سے پوچھا تو وہ اس کی جانب متوجہ ہوئی۔

"ابھی باہر سے سن کے آئی ہوں، لالہ مورے کو کہہ رہے تھے کہ کسی ملازم کو بھیجیں پیکنگ کرنے کے لیے۔" زر کے جواب پہ فرشتے کا دل جل کے راکھ ہو گیا، اس لمحے وہ اپنی کی گئی زیادتیاں فراموش کرتی اس وقت اس پہ تاؤ کھانے لگی اور پھر وہ بنا کوئی مزید بات کیے اپنی جگہ سے اٹھی تو سب اس کی جانب متوجہ ہوئے۔

"آپ کہاں جا رہی ہیں بھا جائی؟" زرتاج نے فوراً پوچھا۔

"تمہارے لالہ کی پیکنگ کرنے۔" دانت پیستے ہوئے وہ جس انداز میں بولی سب ہی فوراً معاملہ بھانپ گئیں اور اپنی ہنسی دباتے ہوئے ملیکہ کی جانب متوجہ ہو گئیں۔

"کیا کر رہے ہیں آپ؟" بنفشے نے اسے دروازہ بند کرتے ہوئے دیکھا تو فوراً گھبراتے ہوئے بولی لیکن وہ سکون سے اس کی جانب مڑتے ہوئے اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

"اگنور کیوں کر رہی ہو مجھے؟" قطعی غیر متوقع سوال پہ بنفشے لحظہ بھر کو چپ سی رہ گئی۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟" اس نے دانستاً انجان بنتے ہوئے استفسار کیا تو زیب نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔

"جھوٹ اچھا بول لیتی ہو لیکن افسوس کے ان آنکھوں کو اس جھوٹ کا ساتھ دینے پہ آمادہ نہیں کر پاتی۔" سنجیدگی سے کہتے ہوئے اس نے اس کی پلکوں کو دھیرے سے چھوا تو وہ بدکتی ہوئی فاصلہ برقرار کرنے کے چکروں میں پیچھے پڑے بیڈ کی وجہ سے لڑکھڑاتی ہوئی اسی پہ جا گری تو اس آکورڈ سچویشن پہ اس کا دل سہمنے لگا۔

"دروازہ کھولیں آپ۔" اس کی آواز انجانے اندیشوں سے کانپنے لگی کہ اگر کسی نے انہیں یوں دیکھ لیا تو سب نجانے کیا سوچیں گے۔

"یہ دروازہ تب ہی کھلے گا جب مجھے یہ بتاؤ گی کہ مجھے اگنور کیوں کر رہی ہو؟" اس کے دوبارہ پوچھنے پہ وہ جھنجھلا اٹھی۔

"پہلے میں کون سا آپ کے گلے میں بانہیں ڈالے رکھتی تھی؟ کل نکاح ہوا ہے ہمارا اور سامنا کتنا ہوا ہے ہمارا جو میں اگنور کروں گی آپ کو؟" اس کے جھنجھلائے ہوئے انداز پہ وہ کھل کے مسکرا اٹھا۔

"بانہیں نہ ڈال کے رکھنے والا شکوہ میں ابھی ختم کر دیتا ہوں۔" شرارت سے کہتے ہوئے وہ اس کے پاس بیٹھتے ہوئے اس کے بازو پکڑتے ہوئے اپنی گردن کے گرد لپیٹ گیا تو اچانک پیدا ہونے والی اس نزدیکی پہ بنفشے کا دل زوروں سے دھڑک اٹھا لیکن وہ چاہ کے بھی فاصلہ نہ بڑھا سکی کہ وہ اس کے دونوں ہاتھوں پہ ہاتھ جمائے ہوئے تھا۔

"جو فتور دماغ میں پنپ رہا ہے نا اسے یہیں ختم کر ڈالو، مجھے تم تب اچھی لگی تھی جب میں یہ نہیں جانتا تھا کہ تم کس خاندان سے تعلق رکھتی ہو تو اب کیا میں صرف اس بات پہ تم سے نفرت کروں گا یا رشتہ ختم کروں گا کہ تم ہمارے دشمنوں کی بیٹی ہو؟" اس کے اچانک سنجیدہ انداز پہ اس کی آنکھوں میں

آنسو جھلملانے لگے تو وہ نرمی سے اس کے چہرے پہ جھکتے ہوئے وہ قطرے آہستگی سے چننے لگا تو اس کی گرفت بے ساختہ اس کے کالر پہ مضبوط ہوئی۔

"یہ بات یہ خوف اپنے اندر سے نکال دو کہ تمہیں اس جرم کی سزا ملے گی جو تم نے کیا ہی نہیں، تم میرے لیے بنفشے یوسف زئی نہیں بلکہ میرے لیے وہ حوالہ اہم ہے جو کل ہمارے بیچ بنا ہے۔ میں نے تمہیں پہلی دفعہ دیکھا تو دل چاہا کہ تمہیں بنفشے شاہزیب کے حوالے سے جانوں میں اب میں آنے والے ہر دن تمہیں اسی حوالے سے جاننا چاہتا ہوں۔" بہت خوبصورت اور پرفسوں انداز میں کہتے ہوئے وہ اس کے اندر پنپتے ہر خوف کو بہالے گیا تو اس کے چہرے کی رنگت بحال ہونے لگی جسے دیکھتے ہوئے وہ ایک دفعہ پھر سے بہکنے لگا تو وہ بے ساختہ چہرہ موڑتی اس کی کوشش ناکام بنا گئی۔

"پپ۔۔۔پلیز ابھی ملیکہ نے جانا ہے تو سب مجھے ڈھونڈ رہے ہوں گے۔" اس کے بولنے پہ وہ گہری سانس بھرتا اس کی کنپٹی ہولے سے چھوتا اسے اپنی گرفت سے آزاد کر گیا تو وہ رہائی ملتے ہی فوراً دروازے کی جانب لپکی جب اس نے لپک کے اس کی کلائی تھامی۔

"مجھے اب بہت جلد ان بہانوں پہ بند باندھنا ہے اس لیے خود کو ذہنی طور پہ تیار کر لو۔" ذو معنی لہجے پہ بری طرح بلش کرتی وہ اس کی گرفت سے کلائی آزاد کرواتی باہر نکل گئی جبکہ وہ اس کی خوشبو کے حصار میں گھرا وہیں بیڈ پہ نیم دراز ہو گیا۔

وہ تیز تیز چلتی ہوئی اپنے کمرے کی جانب بڑھ رہی تھی جب اچانک کمرے سے نکلتے شاہ میر سے بمشکل ٹکراؤ سے بچی۔

"اللہ خیر! یہ اتنی سپیڈ سے کہاں کو جا رہی ہیں؟" شاہ میر بھی قدم ہٹاتے ہوئے حیرانی سے بولا تو وہ خجل سی ہو گئی۔

"کمرے میں جا رہی تھی۔" اس نے بمشکل مسکراتے ہوئے جواب دیا تو اس کے چہرے کے بگڑے تاثرات کا جائزہ لیتا وہ مسکرا دیا۔

"شیری کو ہیلمٹ پہننے کا میسج کر دوں؟" اس کے شریر انداز پہ وہ جھینپ سی گئی لیکن اپنی جھینپ مٹانے کو فوراً بولی۔

"اتنے وہ معصوم نہیں ہیں کہ ہیلمٹ پہننے کی نوبت آنے دیں۔" چڑے ہوئے انداز میں کہتی وہ اس کے ہنسنے پہ اسے ہلکا سا گھورتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

کمرے کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھولتے ہوئے اس نے اندر قدم رکھا تو سامنے کا منظر اسے آگ لگا گیا کہ بیڈ پہ پڑے سوٹ کیس میں وہ کپڑے رکھتا ہوا کان اور کندھے کے درمیان دبے موبائل پہ محوِ گفتگو تھا۔

دوسری جانب اپنے کام میں مصروف شہریار نے دروازہ کھلنے کی آواز پہ گردن گھما کے اس جانب دیکھا تو وہ اپنے فیروزی رنگ کے خوبصورت فراک میں ملبوس، مٹے مٹے سے میک اپ کے ساتھ کھڑی ایک پل کو اپنی جانب کھینچنے پہ مجبور کر گئی۔

"کدھر جا رہے ہیں؟" اس کے نگاہیں چرانے پہ وہ بھڑکتے ہوئے آگے بڑھی اور اس کے نزدیک جا کھڑی ہوئی تو موبائل کان سے ہٹاتے ہوئے شہریار نے بغور اس کا جائزہ لیا جو اس وقت ہر قسم کے انجام سے بے نیاز اس کے بے حد نزدیک کھڑی اس کے ضبط کا امتحان لے رہی تھی۔

"جب یہ اطلاع ملی ہے کہ کہیں جا رہا ہوں تو یہ بھی ضرور ملی ہو گی کہ کہاں جا رہا ہوں؟" اس کے پرسکون لہجے میں دیے گئے جواب پہ وہ لب بھینچتی ہوئی خود پہ قابو پانے کی سعی کرتی بمشکل نارمل انداز میں بولی۔

"مجھے۔۔مجھے آپ سے بات کرنی ہے اس لیے آپ کل چلے جایئے گا۔" وہ اپنے دل میں چبھن بڑھاتی اس پھانس کو نکالنا چاہتی تھی اس لیے وہ اسے روکنے کی غرض سے بولی جو پہلے کی طرح اب بھی اس کی کوئی بات بھی سننے پہ آمادہ نہ تھا۔

"کیا بات کرنی ہے آپ کو؟" ایک دم سے وہ دونوں ہاتھ سینے پہ باندھتے ہوئے اس کی جانب متوجہ ہوا تو لاشعوری طور پہ وہ گڑبڑا سی گئی۔

"آپ۔۔آپ ابھی شہر مت جائیں۔" اس کے ہونٹوں سے الفاظ پھسلے تو شہریار کی آنکھوں میں چھایا سرد تاثر مزید گہرا ہوا۔

"یہ بات کہنی ہے آپ کو؟" اس کے لہجے میں چھپی کاٹ پہ وہ لب کچل کے رہ گئی، اسے اس لمحے بالکل سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اس سے معافی مانگنے کے لیے الفاظ کیسے جوڑے۔

"ہاں۔۔ نہیں وہ۔۔۔۔" وہ جس انداز میں آئی تھی اس کے تاثرات دیکھ کے وہ ہمت و جرات اڑنچھو ہو چکی تھی۔

"آپ بات سوچ لیں تب تک میں پیکنگ مکمل کرلوں۔" اس کے چہرے پہ ایک نظر ڈالتے ہوئے وہ واپس سوٹ کیس کی جانب متوجہ ہوئی تو وہ مضطرب ہوئی۔

"آپ ایسے کیسے جاسکتے ہیں؟" اس نے سوٹ کیس پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اسے روکنے کی سعی کی تو اس نے درشتگی سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے ہاتھ اس کی کمر کے گرد حائل کرتے ہوئے اپنی جانب کھینچا تو وہ اس اچانک افتاد پہ خود کو سنبھال نہ سکی اور سیدھا اس کے کشادہ سینے سے ٹکرائی تو دھڑکنوں نے فوراً لے بدلی۔

"آ۔۔۔۔" اس نے کچھ کہنے کو لب کھولے جب اس نے اسی انداز میں ہاتھ اس کے چہرے کی جانب بڑھاتے ہوئے اس کی مدھم ہوتی لپ اسٹک کو مکمل طور پہ مٹاتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

"جو کہنا چاہتی ہیں کھل کے کہیں ورنہ میری راہ یوں کھوٹی مت کریں کہ بدلے میں آپ کو سنبھلنے کا موقع بھی نہ ملے۔" اس کے ہلتے لب اپنے کان کی لو پہ محسوس کرتی وہ ایک دم سے سمٹ سی گئی اور بے اختیار چہرہ اس کی گردن میں چھپاتے ہوئے اس نے اپنا حلق تر کرتے ہوئے بولنے کی کوشش کی۔

"م۔۔مجھے معاف کر دیں۔" اس کے ہونٹوں سے سرسراتے ان الفاظ پہ وہ ایک لمحے کو ساکت رہ گیا لیکن اگلے ہی لمحے اپنے وجود کے گرد اس کی سخت ترین ہوتی گرفت پہ فرشتے کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا تو اس نے بے ساختہ چہرہ اس کی گردن سے ہٹاتے ہوئے سانس لینے کی کوشش کی لیکن اگلے ہی لمحے اس کا وجود سن پڑنے لگا کہ اس کی مضبوط انگلیوں کی سرسراہٹ اور کندھے پہ محسوس ہوتے اس کے ہونٹوں کے لمس نے اس کے اگلے الفاظ چھین لیے۔

لیکن اس سے قبل کے وہ ہمیشہ کی طرح اسے اپنے سحر میں الجھا کے یونہی بات ادھوری چھوڑنے پہ مجبور کرتا وہ سنبھلتے ہوئے اس کے ہونٹوں پہ اپنے دونوں ہاتھ رکھتی اس شوریدگی پہ بند باندھنے لگی۔

"آپ کے ب۔۔ بچے کی قاتل ہوں اس لیے مجھے یوں معتبر نہ کیا کریں کہ میں سر اٹھانے کے بھی قابل نہ رہوں۔" اس کی شدتوں پہ کسک محسوس کرتی وہ روتے ہوئے بولی تو اس کے الفاظ پہ اس کی آنکھوں میں سرخی سی چھانے لگی۔

"وہ اگر صرف میرا بچہ ہوتا تو اسی لمحے سزا دے دیتا آپ کو لیکن وہ آپ کا بھی بچہ تھا جسے آپ لاعلمی میں کھو چکی ہیں اس لیے آپ کے نقصان پہ آپ کو سزا کیسے دے سکتا ہوں؟" اس کے سنجیدگی سے کہنے پہ وہ اور زیادہ شدت سے روتی اس کے سینے پہ زور زور سے سر مارنے لگی۔

"یہی۔۔ یہی احساس مجھے زندہ درگور کر رہا ہے کہ میں کیسی ماں تھی جسے اپنے بچے کے سانس لینے سے لے اس کے دم توڑنے تک کسی بات کا بھی علم نہ ہو سکا۔" وہ نوحہ کن تھی، اس لمحے وہ اس سے معافی کی طلبگار اسی کے سینے پہ سر ٹکائے اپنے ہی دکھوں کا مداوا تلاش کرنے کی کوشش میں تھی۔

جبکہ اس کے الفاظ پہ اس کی آنکھوں میں چھائی سرخی مزید گہری ہونے لگی جبکہ اس کے گرد گرفت بھی تیز ہونے لگی۔

"بعض اوقات بے خبری بہت بڑی نعمت ہوتی ہے۔" اس کے الفاظ پہ اس کے سینے سے سر اٹھاتے ہوئے اس نے اس کی جانب دیکھنا چاہا لیکن اس کے پلکیں اٹھانے سے قبل وہ اس کے متورم چہرے پہ جھکا اور بہت دلفریب اور نرم انداز میں اس کی پلکوں کو چھوتا ان پہ بکھرے آنسو چننے لگا۔

جبکہ اس کے اس اندازِ دلربائی پہ اس کا متورم چہرہ گلال بکھیرنے لگا جبکہ دھڑکنوں نے اودھم مچا دیا۔

"آپ۔۔ آپ مجھ سے ناراض ہیں؟" اس کی پیش قدمی دیکھتے ہوئے اسے اپنا سوال فضول لگ رہا تھا لیکن اس کی آنکھوں کا سرد تاثر اسے بے چین کیے ہوئے تھا۔

"ہاں!" غیر متوقع جواب پہ اس نے آنکھیں پھیلاتے ہوئے اسے دیکھا جو اسے انہوں میں بھرے بہت پر سکون انداز میں کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"مجھے منانا چاہتی ہیں تو آپ کو موقع دیتا ہوں، مجھے میری مرضی کے مطابق منائیں تو شاید بات بن جائے۔" اپنی بات مکمل کرتے ہوئے اس نے دھیرے سے اس کی کنپٹی کو چھوا اور اسے اپنی گرفت سے آزاد کر کے سوٹ کیس بند کیا۔

"آپ ایسے نہیں جاسکتے؟" اسے سوٹ کیس لے کے باہر کی جانب بڑھتے دیکھ کے وہ ہوش میں آئی اور اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

"روٹھے ہوئے شوہر کو کہیں باہر جانے سے روکنے کے بھی کچھ اصول ہوا کرتے ہیں فرشتے آفریدی! لفاظی سے کام لینا چھوڑ دیں۔" ذو معنی لب و لہجہ اور آنکھوں کی بے باک لپک سے اسے بلش کرتے ہوئے وہ اس کے پہلو سے نکلنے لگا جب اس نے لپک کے اس کی کلائی جھکڑی تو شہریار نے گردن گھما کے اسے دیکھا جو دو قدم چلتی عین اس کے سامنے جا رکی اور پھر آگے بڑھتے ہوئے اس کے بے تحاشا قریب آتی اس کے پیروں پہ پیر جماتی وہ دونوں کی دھڑکنوں کو ایک ہی تال پہ دھڑکانے لگی۔

"آپ لفاظی سے ہی کام چلائیے۔" اس کی پیشانی پہ چمکتے پسینے کے قطرے، کپکپاتے ہونٹ، لرزتے ہاتھ اور بے چین انداز کو دیکھتے ہوئے اس نے اب کے نرم لہجے میں کہتے ہوئے اسے سامنے سے ہٹانا چاہا جب وہ اس کے الفاظ پہ بری طرح جزبز ہوتی آگے بڑھ کے اپنے نرم گرم ہونٹوں کا لمس اس کے گال پہ چھوڑتی ایک لمحے کو اس کو ساکت کر گئی۔

اپنی جرات کا اندازہ ہوتے ہی اگلے ہی پل اس نے دور ہٹنا چاہا لیکن کمر کے گرد جمے اس کے بازو نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا۔

اس کی اس حرکت پہ بری طرح گھبراتے ہوئے فرشتے نے اس کی جانب دیکھا جو بہت گہری نگاہوں سے اس کے چہرے کو تکتے ہوئے اس کے چہرے پہ جھکا لیکن اس سے پہلے کے وہ کسی گستاخی کا مرتکب ہوتا دروازے پہ ہونے والی زوردار دستک پہ جہاں فرشتے کا چہرہ کھِل اٹھا وہیں اس کے چہرے کے تاثرات فوراً بگڑے۔

"کون ہے؟" اس نے روڈ لہجے میں استفسار کیا تو فرشتے نے آہستگی سے مزاحمت کرتے ہوئے دور ہٹنا چاہا کہ دوسری جانب سے آتی ملازمہ کی آواز شہریار کو مردان خانے میں بلاوے کا پیغام سنا رہی تھی۔

"میں آپ کے منانے کا منتظر رہوں گا۔" اس کے فاصلہ بناتے ہی شہریار نے گہرے لہجے میں کہتے ہوئے باہر کی جانب قدم بڑھائے تو وہ مسکراتے ہوئے اس کے پورٹریٹ کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

اسے آج اس شخص پہ ٹوٹ کے پیار آرہا تھا جس نے ہمیشہ کی طرح آج بھی اسے اپنے سامنے جھکنے نہیں دیا تھا بلکہ دوریوں کا باعث بنتی ان باتوں کو بہت اچھے انداز میں اگنور کرتے ہوئے وہ اسے پچھتاوں اور اداسیوں کی زد سے نکالنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔

اب وہ اس شخص کو دل وجان سے منانے کے طریقے سوچنے لگی کہ وہ اب کی بار واقعی اسے دل سے منانا چاہتی تھی۔

"تم لوگ مجھے جانتے نہیں ہو کہ میں کون ہوں؟ عالم یوسفزئی ہوں میں، میں تم سب کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" کالے تاریک کمرے میں دھاڑتے ہوئے عالم یوسفزئی کی آوازیں دور دور تک جا رہی تھیں لیکن ان کی آواز سننے والا یہاں کوئی نہ تھا اور اپنی ہی بازگشت سنتے ہوئے وہ پاگل ہونے کو آئے تھے۔

علاقے کے لوگوں کے مارے گئے پتھروں سے دیے جانے والے زخم اس وقت پھوڑے بنتے جا رہے تھے جن پہ خون جما ہوا تھا جبکہ مکھیاں ہر دم بھنبھناتی ہوئیں انہیں ہیبت ناک بنا رہی تھیں۔

جبکہ اسی کمرے کے ایک کونے میں پڑے خاقان صاحب عمر کے اس حصے میں ہوئی اس بدنامی کے باعث اپنا ذہنی توازن کھو چکے تھے اور اس وقت اپنے ہی بال نوچتے ہوئے وہ سر سے نکلتی نادیدہ جوئیں مار رہے تھے۔

اس تاریک کمرے سے کچھ ہی فاصلے پہ بنے اسی طرح کے ایک کمرے میں مرجان بیگم کونے میں سکڑی سمٹی سی بیٹھیں سامنے بھیانک قہقہے اور ٹھٹھے لگاتیں ان خواجہ سراؤں کو تک رہی تھیں جو ان کے ساتھ اسی کمرے میں قید تھیں۔

اور ان کو دیکھتے ہوئے انہیں عالیان یاد آرہا تھا جس کی تربیت زمرد بیگم نے اس انداز میں کی تھی کہ کوئی بھی اس کی خامی کو نشانہ نہیں بنا سکتا تھا حالانکہ ایسے بہت سے بچے جنہیں ان کے والدین اس خامی کی وجہ سے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پہ پھینک آتے ہیں تو ان بچوں کو پھر بہت سارے جرائم کے لیے ٹرینڈ کیا جاتا ہے اور انہیں علاقے میں ایک گالی کے طور پہ متعارف کروادیا جاتا ہے

اور ایسے ہی ٹرینڈ خواجہ سراوں کو دیکھ کے وہ پچھتاووں کی عمیق گہرائیوں میں ڈوبتیں اکثر چیخیں مار مار کے روتے ہوئے اپنے بچوں کا بلاتیں لیکن شاید یہی ان کی سزا تھی کہ کوئی بھی ان کی پکار سننے والا نہیں تھا کہ ان کال کوٹھڑیوں سے دور ان لوگوں کی زندگیوں سے ان تینوں کے نام کا صفحہ پھٹ چکا تھا۔

"شہریار بھائی نہیں جائیں گے ساتھ؟" وہ سب ملیکہ کو سی آف کرنے کے لیے باہر آئی تھیں جب ملیکہ نے سجاول کو دیکھتے ہوئے سوال کیا تو فرشتے کا دل بے ساختہ دھڑک اٹھا۔

"نہیں!وہ کہہ رہا ہے کہ آج ضروری کام ہے کل صبح پہنچ جائے گا۔" سجاول کے جواب پہ فرشتے کے پورے وجود میں سنسناہٹ سی پھیل گئی جبکہ ملیکہ ایک دفعہ پھر سے سب کو ملتی گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ بیٹھ گئی کہ آگے ڈرائیور کے ساتھ سجاول براجمان ہو چکا تھا اور پھر چند ہی لمحوں بعد گارڈز کی گاڑی کے ہمراہ ان کی گاڑی حویلی کی دہلیز پار کر گئی۔

"یہ آپ کیوں لال پیلی ہو رہی ہیں؟" اپنے ہی خیالوں میں گم وہ اپنے چہرے پہ بکھرے رنگوں سے بے نیاز تھی جب گل نے ٹہوکا مارتے ہوئے پوچھا تو وہ گڑبڑائی۔

"آ۔۔۔نہیں تو میں کیوں لال پیلا ہونا، میں وہ عالی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔" اس نے بمشکل بات سنبھالی۔

"عالی ترور (پھپھو) کے پاس ہے۔" گل نے جواب دیا تو وہ ایک نظر گھڑی پہ ڈالتی ٹائم کا اندازہ لگاتے ہوئے زمرد بیگم کے لیے مختص کیے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

(یہ بات حویلی میں عالی کے علاوہ بچوں کے علم میں نہ تھی کہ زمرد بیگم عالم یوسفزئی کے مطلقہ ہونے کی حیثیت سے اپنی عدت پوری کر رہی تھیں اور عالی سے ملاقات بھی پردے میں ہوتی تھی۔ وہ یہ عدت یوسفزئی حویلی میں ہی گزارنا چاہتی تھیں لیکن علاقے کے لوگوں نے اس حویلی کے بیشتر حصوں کو آگ کا نشانہ بنایا تو انہیں مجبوراً یہ کام یہاں کرنا پڑ رہا تھا کہ انہیں طلاق عالم صاحب کے جیل جاتے ہی موصول ہوئی تھی اور وہ عمر کے اس حصے میں دیے گئے اس داغ کو بہت خندہ پیشانی سے برداشت کر گئیں۔)

"مجھے تم یہ امید نہ تھی شیری۔" زیب نے اسے سگریٹ کے گہرے کش لگاتے دیکھ کے پر تاسف لہجے میں کہا تو اس نے بھنویں سکیڑتے ہوئے اسے دیکھا۔

"مجھ سے امیدیں رکھنی چاہیے بھی نہیں۔" اس کے پر سکون انداز پہ وہ جل اٹھا۔

"تیرا جیسا بے شرم اور بے حس انسان میں نے پوری زندگی میں نہیں دیکھا۔" وہ تپ اٹھا کیونکہ ان کے ارد گرد بیٹھے خانزادے دانت نکوستے اس کا خون کھولا رہے تھے۔

"تو مجھ سے ہٹ کے ادھر ادھر لیتے نا کیوں اپنی زندگی مجھے دیکھنے میں ہی گزار دی۔" اس کے شانِ بے نیازی سے کہنے پہ سب کے چھت پھاڑ قہقہوں پہ خجل ہوتا وہ سے گھور کے رہ گیا۔

"وکالت نہیں بلکہ کمینگی کی ڈگری ملنی چاہیے تجھے۔" وہ دانت پیستے ہوئے بولا تو سب نے محظوظ انداز میں ان دونوں کو دیکھا۔

"اب تمہاری ڈگری تو میں تم سے نہیں لے سکتا نا۔" اس کا وہی انداز اسے سلگا گیا تبھی وہ ہار مانتے ہوئے چپ کر گیا تو شاہ میر آگے بڑھا۔

"تیرا ہو گیا؟" اس کے مصنوعی اندازِ ہمدردی پہ اس نے کھا جانے والی نگاہوں سے اسے دیکھے۔

"تم سب لوگ کمینگی کے اعلیٰ درجے پہ ہو۔" اس کے جواب پہ سب نے بمشکل اپنی ہنسی روکی تو آخر کار اس کی شکل دیکھ کے وہ سیدھا ہوا اور اپنا سگریٹ بجھاتے ہوئے اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"یہ عورتوں کی طرح الزام تراشیاں کرنے کی بجائے مدعے پہ آوذرا۔" شہریار کے کہنے پہ اس نے نخرے دکھانے کی بجائے مسکرا کے اسے دیکھا اور اس کے قریب کھسکا۔

"توبہ توبہ! مجھے ہمیشہ سے ہی تجھ پہ شک تھا۔" شہیر اس کے نزدیک ہونے کو نشانہ بناتے ہوئے بولا تو زیب اس بات کا جواب بعد میں دینے کا سوچ کے واپس شہری کی جانب متوجہ ہوا۔

"مجھے اپنی بیوی کی رخصتی چاہیے۔" اس نے اب کے بنا کسی تمہید کے مدعا بیان کیا تو شہریار نے بغور اس کو دیکھا۔

"کیوں؟" اس کے یک لفظی سوال پہ اس نے شاکی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"کیوں کا کیا مطلب ہوا بھئی؟ نکاح ہوا ہے تو رخصتی بھی ہونی چاہیے نا ویسے بھی میری بیوی کے دماغی اسکریو کچھ ڈھیلے ہیں اس لیے رخصتی کی اشد ضرورت ہے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا تو وہ گہری سانس بھرتا ہوا اسر اثبات میں ہلاتا ایک نیا سگریٹ سلگانے لگا۔

"کون سی آگ لگی ہے تیرے اندر جو تو اس طرح سے انجن بنا ہوا ہے؟" اس کے مسلسل سگریٹ پینے پہ شہیر طنزیہ انداز میں بولا تو وہ کچھ لمحوں کے لیے رک سا گیا جبکہ نگاہوں میں ایک دلکش سراپا سا لہرایا۔

بمشکل خود کو اس کے تخیل سے آزاد کرتے ہوئے وہ نفی میں سر ہلاتا اپنی جگہ سے اٹھا۔

"میں آغا جان سے تم لوگوں کی رخصتی کی بات کر کے آتا ہوں۔" سنجیدگی سے کہتے ہوئے وہ ان لوگوں پہ طائرانہ نگاہ ڈال کے حاکم صاحب کی جانب بڑھ گیا۔

"کانپ کیوں رہی ہیں آپ؟" گل نے اس کو دیکھا جو سامنے پڑے ڈریس کو دیکھتی بالکل گھبرا اچکی تھی۔

"کانپ تو نہیں رہی۔" بمشکل مسکرانے کی سعی کرتی وہ بولی تو گل نے گھور کے اسے دیکھا جو اب بیڈ پہ بیٹھتی بیڈ پہ پڑے پرپل کلر کے شیفون کے نفیس سے فراک پہ ہاتھ پھیر رہی تھی۔

پیروں کے چھوتے اس فراک کی گہرے گول گلے پہ ہمرنگ کلر کی ستاروں سے مزین پٹی اس کو مزید دیدہ زیب بنا رہی تھی جبکہ فل سلیوز پرپل کلر کی ہی نیٹ سے مزین اسے زیادہ پریشان کر رہی تھیں کہ لیکن اس بار وہ اسے اسی کے انداز میں منانے کا سوچ چکی تھی اسی لیے وہ خود پہ قابو پائے ہوئے تھی۔

"چلیں جلدی سے اٹھیں اور چینج کریں۔" گلالئی نے اسے پکڑ کے ڈریسنگ روم کی جانب دھکیلا کہ جب سے انہیں فرشتے نے اصل بات بتائی تھی تب سے وہ اس سے زیادہ پرجوش دکھائی دے رہی تھیں۔

کچھ لمحوں بعد ڈریسنگ روم کا دروازہ کھول کے وہ دھیرے سے فراک کو دونوں ہاتھوں میں پکڑے باہر نکلی تو وہ اسے دیکھتی رہ گئیں۔

خوبصورت سے فراک میں ملبوس وہ اس وقت بنا کسی میک اپ اور تیاری کے بھی بہت دلنشین لگ رہی تھی۔

"آپ کو بنا میک اپ کے ہی دیکھ کے ہمارا دل دیوانہ ہو چکا ہے، سوچیں لالہ کا کیا حال ہو گا؟" زر شرارتاً گویا ہوئی تو اس کا دل گویا کانوں میں دھڑکنے لگا۔

"پلیز تم سب لوگ ایسی باتیں مت کرو۔" وہ روہانسے لہجے میں بولی تو سب اس کے چہرے کے اڑے اڑے تاثرات دیکھ کے بہت متعجب ہوئیں۔

"ریلیکس بھاجائی، آپ کون سا پہلی دفعہ لالہ کے پاس جا رہی ہیں؟" گل اس کے کندھوں کے گرد بازو حائل کرتی پیار سے بولی تو فرشتے اسے دیکھ کے رہ گئی۔

کہ وہ اسے کیا بتاتی کہ اس شخص کی دیوانگی ہر بار سامنا ہونے پہ یوں اسے بوکھلا دیا کرتی تھی کہ اسے ہر بار اپنا ملاپ پہلی ملاقات کے جیسا محسوس ہوتا تھا اور اب کی بار تو گویا جسم سے جان نکلنے کو تھی۔

"تم اپنے لالہ کو نہیں جانتی۔" وہ دبے دبے لہجے میں بولی تو اس کے معصوم سے انداز پہ مسکراتے ہوئے وہ اسے ڈریسنگ مرر کے سامنے بٹھا کے اس کے خوبصورت نقوش کو مزید نکھارنے لگیں۔

"ل۔۔لپ اسٹک کا کوئی لائٹ شیڈ نہیں ٹھیک رہے گا؟" گلالئی کو ڈراک ریڈیش مہرون لپ اسٹک اٹھاتے دیکھ کے وہ بے ساختہ بولی کہ وہ اس کی گزشتہ گستاخیوں کا سوچ کے ہی بوکھلا رہی تھی ایسے میں یہ سب تو جلتی کو تیل دکھانے کا کام تھا۔

"آپ کا ڈریس لائٹ شیڈ میں ہے نا تو اس کے ساتھ ڈارک شیڈ میں ہی لپ اسٹک ٹھیک رہے گی۔"

اس کے جواباً کہنے پہ وہ گہری سانس بھرتی خود کو ہر طرح کی صورتحال کے لیے دلی طور پہ آمادہ کرتی چپ ہو گئی لیکن جب اس کے چہرے کو نکھارنے کے بعد گل نے اس کے بال سمیٹتے ہوئے جوڑا بنانا چاہا تو وہ بے ساختہ اسے ٹوک گئی۔

"گل جوڑا نہ بنانا پلیز۔" اس کے التجائیہ انداز پہ گل کو بے ساختہ اس پہ پیار آنے لگا جو آج گھبرائی گھبرائی سی بہت پیاری لگ رہی تھی۔

اس کے پچھلے گہرے گلے پہ سرسری نگاہ ڈالتے ہوئے گل اس کی بات سمجھتی جوڑا بنانے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے اس کے بال نیچے سے ہلکے ہلکے کرل کرنے لگی اور پھر بالوں میں ملٹی کلر کا بروچ لگا کے اس نے بالوں کو اس کی کمر پہ کھلا چھوڑ دیا۔

اسی لمحے دروازے پہ ہونے والی دستک کی آواز سن کے وہ اچھل پڑی لیکن دروازہ سے نمودار ہوتا بنفشے کا چہرہ دیکھ کے اس نے سکون کا سانس لیا۔

"اتنا ٹائم تو دلہن تیار کرتے ہوئے نہیں لگتا جتنا ٹائم تم تینوں فرشتے جو تیار کرنے میں لگا رہی ہو۔" وہ فرشتے کے دمکتے روپ کو محبت سے دیکھتے ہوئے گویا ہوئی تو وہ جھینپ گئی۔

"یہ محترمہ جن صاحب کے لیے تیار ہو رہی ہیں نا انہیں منانے کے لیے سارے کیل کانٹوں سے لیس ہونا پڑتا ہے نا۔" گل نے معنی خیز نگاہ اس کے سراپے پہ ڈالی تو فرشتے ان سنی کا تاثر دیتی سرخ چہرے کے ساتھ جیولری دیکھنے لگی۔

"کچھ ہی دنوں کی بات ہے ایسی تیاری کرتے ہوئے ہمیں بنفشے صاحبہ بھی ملیں گی۔" زر اس کی جانب مڑتے ہوئے بولی تو اس اچانک حملے پہ وہ بوکھلا سی گئی جبکہ اس کی بوکھلاہٹ پہ وہ تینوں مسکرا دیں۔

"میری جانب توپوں کا رخ بعد میں موڑ لینا پہلے ان کی تیاری مکمل کروا دیں کیونکہ شاہ میر لالہ زنان خانے میں آ چکے ہیں جس کا مطلب ہے کہ شہریار لالہ بھی پہنچنے والے ہوں گے۔" بنفشے کے کہنے پہ گلالئی نے جلدی سے فرشتے جو شہریار کا ہی دیا گیا نیکلیس پہنایا جبکہ اسی نیکلیس سے ملتے جلتے چھوٹے چھوٹے ڈائمنڈ کے ٹاپس اس کے کانوں میں سجانے کے بعد وہ اس کے فراک پہ بنے اسی رنگ کے کپڑے کے کمر بند پہ سلور بروچ لگانے لگی تو نجانے کیوں فرشتے کا دل چاہا کہ وہ یہ سب کچھ خود سے

علیحدہ کر کے کہیں دور چھپ جائے کہ آنے والے لمحوں کا سوچتے ہوئے اس کا دل پاگل ہونے کو آیا تھا۔

اگلے دس منٹوں میں اس کی مکمل تیاری کروانے کے بعد وہ اسے 'گڈ لک' بولتی ہوئیں کمرے سے باہر چلی گئیں تو وہ سرخ گلابوں سے بھرے کمرے کے پر فسوں ماحول پہ ایک طائرانہ نگاہ ڈالتی ہوئی اپنی جگہ سے اٹھی تو پاوں میں پہنی پائل نے اپنی موجودگی کا بھرپور احساس دلایا تو وہ بے ساختہ مسکرا اٹھی۔

--،-------------------------------

ایک آفریدی نے بہت عرصے کے بعد آج جب اپنی پھپھو (پری وش آفریدی) کو حاقان یوسفزئی کا انجام بتانے کے بعد جب کمرے سے باہر لائے تو آفریدی حویلی کی رونقیں دوبالا ہو گئیں۔

اور اس سب کے دوران جب ظہیر آفریدی کے کہنے پہ انہوں نے زیب اور بنفشے کی رخصتی کا کہا تو سب کا دل کھِل اٹھا۔

"کل سہ پہر تک آپ لوگ شہر جانے کی تیاری مکمل کر لیں سب کیونکہ کل سجاول بچے کی مہندی ہے تو ان کی شادی سے فارغ ہونے کے بعد جب سب واپس آئیں گے تو دو چار دن کے وقفے سے ہم یہ نیک کام بھی کر دیں گے۔" ظہیر صاحب نے سنجیدگی سے کہا تو لڑکیوں کو اپنے کپڑوں کی فکر لگ گئی اسی لیے وہ جلدی سے اپنے کمروں کی طرف بھاگی اور اپنی تیاری مکمل کرنے لگیں۔

ایک نظر گھڑی پہ ڈالتے ہوئے اس نے ہاتھ میں تھامی سگریٹ دور اچھالی اور منہ واش کرتے ہوئے وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھا تو اسے اپنے قدم بہکے بہکے سے محسوس ہو رہے تھے۔

اپنی حالت پہ زیرِ لب مسکراتے ہوئے اس نے دروازہ کھولنا چاہا لیکن لاکڈ دروازے کو دیکھ کے اس کے ماتھے پہ فوراً بل پڑے تبھی کچھ سیکنڈز کے ثانیے کے بعد اس نے دوبارہ سے ڈور ناب کو گھمایا تو دروازہ کلک کی آواز سے کھل گیا۔

دروازہ آہستگی سے دھکیلتے ہوئے اس نے اندر قدم رکھا اور اس کی سانسیں ایک دم سے پھولوں کی خوشگوار مہک محسوس کر کے معطر سی ہو گئیں، اس مہک کے بھلے تاثر سے سرشار ہوتے ہوئے اس

نے نظر چاروں طرف گھمائی تو کمرے میں جا بجا پڑے سرخ پھول اس کی نگاہوں میں خماری کے بادل گہرے کرنے لگے، اسی خماری کے ہاتھوں بہکتے ہوئے وہ آگے بڑھا تو نگاہ و قدم ٹھٹھک گئے۔

سامنے ہی سائیڈ ٹیبل پہ ان دونوں کی فریم شدہ تصویر رکھنے جو جھکی وہ اس پل اسے کسی اپسرا کی مانند لگ رہی تھی، دیدہ زیب لباس، میک اپ اور میچنگ جیولری سے سجی، وہ بالوں کو کھولے اس کے حواسوں پہ بری طرح سوار ہو رہی تھی۔

اس کی خمار آلود نگاہیں اس کے سراپے میں بری طرح سے الجھیں اسے بوکھلانے کا باعث بن رہی تھیں، اس پل اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ کہیں چھپ جائے لیکن وہ اپنی اس چاہت پہ عمل نہیں کر سکتی تھی تبھی خود میں ڈھیر ساری ہمت مجتمع کرتے ہوئے اس نے قدم آگے کی جانب اٹھایا تو پاوں میں پہنی پائل چھنکتی اس لمحے ان کے عشق کے سر بکھیر گئی۔

لرزتے قدموں اور کپکپاتے وجود کے ساتھ وہ اس کی بے باک نگاہوں کے سائے تلے چلتی اس کے نزدیک جا کے رکی تو شہریار کی نگاہوں کے پر شوق رنگ مزید گہرے ہونے لگے، اس کی بے باک

نگاہیں اس سے فرشتے کو خود میں اترتی محسوس ہو رہی تھیں اسی لیے وہ اس کی جانب دیکھنے سے مکمل احتراز برت رہی تھی۔

"میرے جیسے بندے کو میرے جیسے طریقے سے منانے کی کوشش اتنے فاصلے سے کر رہی ہیں۔"

اس کا بھاری لہجہ گونجا تو فرشتے کی دھڑکنوں نے شور مچا دیا جبکہ اس کے الفاظ پہ وہ مارے بے بسی اور حجاب کے اپنے لب کچلنے لگی لیکن اگلے ہی لمحے نجانے کس خیال کے تحت اس نے لب آزاد کرتے ہوئے اس کی جانب دیکھا تو اس کی آنکھوں کے پر تپش احساس نے اسے دوبارہ پلکیں جھکانے پہ مجبور کر دیا اور اپنے قدم مزید اس کے نزدیک بڑھائے تو دونوں کی مچلتی دھڑکنوں نے ماحول کو پر فسوں سا بنا ڈالا۔

"فاصلے کم کرنے میں اتنی سوچ بچار نہ کریں زما کرانا، میر امانئے کا ارادہ بدل بھی سکتا ہے۔" اس کی گھمبیر سرگوشی وہ بھی ان حالات میں سن کے وہ سلگ اٹھی تبھی اپنی مسکارے سے بوجھل پلکیں اٹھا کے اسے گھورتی وہ دو قدم اور اس کے نزدیک ہوئی تو درمیانی فاصلہ ایک انچ تک رہ گیا۔

وہ جو اسے گھورنے کی سعی میں تھی اس بلا کی نزدیکی پہ اس کی پلکیں لرزنے لگیں جبکہ چہرہ گلال بکھیرنے لگا تو مخملیں بدن کی لرزاہٹ مزید بڑھنے لگی۔

"مجھے یہ فاصلہ بھی گراں گزر رہا ہے۔" اس ایک انچ کے فاصلے کو بھی محسوس کرتے ہوئے وہ اس کے بائیں کان کی جانب جھکتا ہوا خمار آلود لہجے میں بولا تو اب کی بار وہ اپنی تمام شرم و جھجھک بالائے طاق رکھتی اس کے سینے سے لگتی اس کی اور اپنی دھڑکنوں کو مدغم کرتی اس کی گردن کے گرد اپنی نازک بانہیں حائل کرتی اسے سرشار کر گئی۔

وہ جو اس کے انداز و اطوار دیکھ کے بہک چکا تھا اس کی اس پیش قدمی پہ اس کے جذبات میں مزید طغیانی چھانے لگی جس کے ہاتھوں مزید بہکتے ہوئے اس نے اس کے گرد بازووں کا حصار قائم کیا تو اس کی پر شدت گرفت کو محسوس کرتی وہ اپنے حواس بمشکل برقرار رکھتی دھیرے سے بولی۔

"جو کچھ ہو چکا ہے اسے بھول جائیں کہ گزرے ہوئے پل تکلیف دیں گے اور ان تکلیف دہ پلوں کے لیے مجھے معاف۔۔۔۔ آہ!" وہ نرم لہجے میں بول رہی تھی جب اس نے اپنی گرفت مزید سخت

کرتے ہوئے اسے آگے بولنے سے روکا تو اس نے بے ساختہ چہرہ اس کے سینے سے اٹھاتے ہوئے اس کی جانب دیکھنا چاہا۔

"معاف آپ کو تبھی کر چکا تھا جب اپ کو واپس حویلی لے کے آیا تھا، ابھی فقط مجھے منائیں۔" اس کی آواز جذبات واحساسات کے باعث بھاری ہوتی اس کی دھڑکنیں بڑھا رہی تھی۔

"یہ سب اہتمام آپ کو منانے کے واسطے ہی کیا ہے۔" وہ شرمگیں لہجے میں بولتی اس کے شرٹ کے کھلے اوپری بٹن سے کھیلنے لگی تو اس کے اس اندازِ دلربائی پہ وہ خود پہ ضبط کھوتا اس کے چہرے پہ جھکتا اس کے گالوں سے چھلکتے سرخ رنگ کو مزید گہرا کرنے لگا۔

"آپ کے انداز اور آنکھوں کے حسین رنگ مائل بہ محبت لگ رہے ہیں۔" شریر لہجے میں کہتے ہوئے وہ اس کے لپ اسٹک سے سجے ہونٹوں کے اوپر اپنے لب جما گیا تو اس کے لمس اور مونچھوں کی چبھن پہ وہ بے ساختہ کسمسائی۔

"شہریار!" اس کی احتجاجی آواز بے ساختہ ابھری تو شہریار نے سرخ نگاہوں سے اس کا سرخ چہرہ دیکھا۔

"مجھے روکنے کی کوشش مت کیجیے گا کہ آج میں آپ کو اس احساس کے ساتھ محسوس کرنا چاہتا ہوں کہ اس سفر کا اکیلا میں ہی مسافر نہیں ہوں بلکہ آپ بھی میری ہمقدم ہیں۔" خوبصورت انداز میں کہتے ہوئے وہ اس کی ٹھوڑی پہ اپنا لمس چھوڑ گیا۔

"ان کو یوں سجانے کی تو ضرورت ہی نہیں تھی کہ یہ تو تب تب دلکش محسوس ہوتے ہیں جب جب یہ میرا نام پکارتے ہیں۔" بے باک انداز و معنی خیز لہجے میں بولتے ہوئے وہ اس کے چہرے پہ جھکتا اس کی سانسوں پہ قابض ہوا تو فرشتے کی گرفت اس کے کالر پہ سخت ہوتی اس کو مزید بہکانے لگی۔

جب اس کی گرفت کسی طور بھی کم نہ ہوئی تو وہ اس کے حصار میں مچلنے لگی لیکن اس کے جوابی کوئی بھی ردعمل نہ دینے پہ وہ خود کو حالات کے دھارے پہ چھوڑتی آہستگی سے پلکیں موند گئی۔

نجانے کتنے پل اس کو محسوس کرنے کے بعد وہ اس کی سانسوں کو رہائی بخشتا پرے ہوا تو وہ کپکپاتے وجود کے ساتھ اس کے سینے میں خود کو چھپانے لگی لیکن یہ اس کے لیے آج کی رات ناممکن تھا کہ جب اس کے مضبوط ہاتھ کا لمس اس نے اپنی کمر پہ محسوس کیا تو وہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہوئی لیکن تب تک وہ اس کی کمر کے گرد بندھی بیلٹ کو کھول چکا تھا۔

اس کی اس گستاخی پہ فرشتے نے لرز کے اس کی جانب دیکھا لیکن وہ اس کی بجائے اس کے گھنیرے بالوں کی سمت متوجہ تھا جنہیں اپنے ہاتھوں میں بھرے وہ اپنے چہرے کے قریب کرتا گہری سانس بھرتا اس کے حواس جھنجھنا گیا۔

اگلے ہی لمحے اس کے بالوں سے بروچ نکال کے دور اچھالتے ہوئے اس نے اسے اپنے بازوؤں میں اٹھایا تو اس کا دل اچھل کے حلق میں آن اٹکا۔

"ک۔۔کل ہم شہر جائیں گے نا؟" اس نے جیسے ہی اسے بیڈ پہ لٹایا تو وہ فوراً اٹھ کے بیٹھتی اپنے جوتے اتارتے ہوئے اپنی بوکھلاہٹ کم کرنے کو بولی تو وہ زیرِ لب مسکرایا۔

"فضول کی کوششیں ہیں۔" مسکرا کے کہتے ہوئے اس نے اسے اپنی جانب کھینچا تو وہ اس کے سینے سے ٹکرا گئی، اس سے پہلے کہ وہ فاصلہ بڑھاتی وہ اس کے گرد اپنا مضبوط حصار قائم کرتا اس کی گردن پہ جھکا تو اس کی پرشدت گرفت اور پرزور لمس پہ وہ کوئی جائے فرار نہ پاتی اس کے گرد اپنا بازو لپیٹتی خود کو اس کے حوالے کر گئی جو گھنے بادل کی مانند اس پہ چھاتا اسے اپنی محبت کی بارش میں بھگوتا چلا گیا۔

"اگر تمہارا نیند کا نشہ پورا ہو گیا ہو تو زرا مہربانی کر کے اپنی حالت سنوار لو کچھ دیر میں حویلی والے پہنچ جائیں گے۔" اسے جمائی لیتے دیکھ کے رابعہ بیگم نے طنزیہ انداز میں کہا تو اس کی نیند بھک سے اڑ گئی۔

"اماں یار اب میری مکمل شادی ہونے والی ہے اب تو میری ایسے بے عزتی نہ کیا کرو۔" وہ منہ بناتے ہوئے بولی۔

"بے عزتی والے کام ہی نہ کیا کرو نا، اب جاو جلدی سے منہ ہاتھ دھو کے آو اور اپنی مہندی والی چیزیں ساری ایک جگہ پہ رکھو موسم بہت سرد ہے رسم جلدی سے کرنی ہے۔" انھوں نے حکم نامہ جاری کیا تو وہ برا سامنہ بناتی عائزہ کو ساتھ لیے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی کہ واقعی ہی اس کے کمرے کی حالت بہت خراب ہو رہی تھی سارا سامان ادھر ادھر بکھرا پڑا تھا۔

کروٹ بدلتے ہوئے اس نے عادتاً اپنا بازو بیڈ پہ پھیلایا تو انجانے سے احساس کے تحت اس کی آنکھ کھلی۔

اس نے مندی مندی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا لیکن خالی کمرہ دیکھ کے وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔

"یہ کب گئے باہر؟" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی دوسری جانب مڑی تو نگاہ سیدھا ڈریسنگ مرر سے ٹکرائی تو دل بے ساختہ دھڑک اٹھا کہ اس کا بکھرا حلیہ یہ صاف ظاہر کر رہا تھا کہ جانے والا ہمیشہ کی طرح اس کی نیند کا بھرپور فائدہ اٹھا چکا تھا۔

اپنے وجود کو دیکھ کے ایک میٹھی سی لہر اس کے وجود میں سے سرائیت کرتی اس کے چہرے کو گل و گلزار کر گئی، وہ نجانے کب تک یونہی بیٹھی رہتی کہ اچانک موبائل کے وائبریٹ کرنے پہ چونکی اور آگے بڑھ کے سائیڈ ٹیبل پہ پڑا ہوا موبائل اٹھایا۔

"مجھے اس سے پہلے اندازہ نہیں تھا کہ آپ کی گہری نیند کس قدر فائدہ مند ثابت ہو سکتی ہے۔" معنی خیز الفاظ اس کے پورے وجود میں اس پل خون کی گردش کو بڑھا گئے۔

موبائل وہیں رکھتے ہوئے اس نے اپنے چہرے اور گردن پہ بے ساختہ ہاتھ پھیرتے ہوئے اس کے احساس کو کم کرنا چاہا لیکن اگلے ہی پل وہ شرمگیں انداز میں مسکراتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھی اور وارڈروب کی جانب بڑھ گئی۔

-،-------------------------------

نچاں میں اودے نال نال

جدے لمبے لمبے بال بال

جیڑھی نارپٹولے ورگی لگدی اے

سوہنیے۔۔۔۔۔

وسیع و عریض لان میں رکھے میوزک سسٹم میں فل والیوم میں بجتے گانوں کی گونج میں اس پل ملیکہ اور سجاول کی مہندی کی رسم جاری وساری تھی۔

حویلی سے آئی خواتین کی وجہ سے فنکشن الگ الگ سے کیا جارہا تھا لیکن پھر بھی تمام لڑکیاں اس وقت پارٹیشن کی گئی اسی جگہ پہ کھڑی دوسری جانب موجود لڑکوں کے تماشے اور بھنگڑے انجوائے کر رہی تھیں۔

"اوہ مائی گاڈ لالہ بھی بھنگڑا اڈا لنے لگے ہیں۔" زرکی پر شوق آواز پہ قدرے پیچھے ہٹ کے کھڑی فرشتے فوراآگے بڑھی تو دیکھا کہ وائٹ شلوار سوٹ میں ملبوس سجاول گلے میں پیلے اور سبز رنگ کا دوپٹہ ڈالے بلیک سوٹ میں ملبوس شہریار کا بازو کھینچتے ہوئے اسے گھیرے میں لا رہا تھا جبکہ وہ اس سب کے

لیے مکمل انکاری بار بار نفی میں گردن ہلا رہا تھا لیکن سجاول کی ضد کے آگے بالاخر اسے ہار ماننی پڑی اور وہ ان سب کے بیچ آ کھڑا ہوا۔

وہاں موجود سبھی لڑکے وجاہت سے بھرپور تھے لیکن اس پورے مجمع میں وہ اپنے بازو ہلکے ہلکے ہلاتا سب سے نمایاں نظر آتا فرشتے کو گہرے تفاخر میں مبتلا کر گیا۔

"بھاجائی اس وقت لالہ کو دیکھتی بہت سی لڑکیوں کے دماغوں میں ایک ہی بات آرہی ہو گی کہ سب سے بیسٹ بندہ تو فرشتے آفریدی لے اڑی۔" گل کے شرارت سے کہنے پہ وہ کھلکھلا اٹھی جبکہ فرشتے کے ساتھ کھڑی بنفشے بہن کو یوں خوش دیکھ کے اس کے یونہی خوش رہنے کی دعا مانگتی اسے اپنے ساتھ لگا گئی۔

"میں مسز شہریار نے مہندی مسٹر شہریار کی غیر موجودگی میں لگواوں گا۔" جب سجاول کو اندر ملیکہ کے ساتھ لا کے بٹھایا گیا تو سب لڑکیاں چہرہ چھپائے رسم کرنے کو آگے بڑھیں مگر فرشتے کی باری پہ سجاول بلند آواز میں بولا تو سب نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"کیا مطلب؟" میر نے الجھ کے اسے دیکھا۔

"مطلب صاف ہے کہ میں اپنی مہندی والی رات اس شخص کی غنڈہ گردی برداشت نہیں کر پاوں گا اور نہ ہی میرا بیوی میرا تھوبڑا برداشت کر پائے گی۔" اس کے دانت نکوس کے کہنے پہ شہریار نے بے دریغ اسے گھورا جبکہ باقی سب اس کی فضول گوئی پہ اسے دیکھ کے رہ گئے۔

"جب تم یہ سب برداشت نہیں کر سکتے تو ایک کام کرنا کہ جب فرشتے اسٹیج پہ آئیں تو اپنے ہاتھ اور زبان کو برداشت میں رکھ لینا۔" شہریار کے سنجیدگی سے کہنے پہ اس نے برا سامنہ بنایا تو وہ مسکراتی ہوئی آگے بڑھی۔

او مہندی تاں سجدی

جے نچے منڈے دی پا بھی

اسی لمحے زیب اور شہیر نے تان لگائی تو سجاول نے کھا جانے والی نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

"منڈے کو اپنی ٹانگیں بہت عزیز ہیں۔" اس کے خائف انداز پہ سب کے قہقہے ابل پڑے اور انہی قہقہوں کی گونج میں فرشتے نے سجاول کی ہتھیلی پہ مہندی رکھی تو وہ تھوڑا سا اس کے صوفے کی جانب کھسکا۔

"میری پیاری بھابھی ایک کام تو کیجیے گا۔" اس کے دھیرے سے کہنے پہ اس کے سر پہ تیل لگاتی فرشتے نے فورا"ہوں" کرتے ہوئے آگے بولنے کا اشارہ کیا۔

"یہ میری جنگلی بلی کو رسم کے بعد کپڑے چینج نہ کرنے دیجیے گا۔" اس کے لجاجت سے کہنے پہ اس کی بات کا مطلب سمجھتی وہ کھل کے ہنس دی تو سب فورا مشکوک ہوئے۔

" شہری تیرے خلاف کان بھرے جا رہے ہیں۔" شہیر نے فورا آواز لگائی۔

"گھامڑ، کان بھرے جائیں تو ایسی مسکراہٹ نہیں ہوتی چہرے پہ۔" زیب نے فورا تردید کی۔

"ارے بھئی ایک وکیل کی بیوی ہیں اس لیے ایک اپیل درج کروائی ہے میں نے تو۔" سجاول نے مصنوعی عاجزی کا مظاہرہ کیا تو اس کے انداز پہ سبھی ہنس دیے اور رات دیر تک وہ سب یونہی شغل میلہ لگائے ان لمحوں کو رنگین بنانے لگے۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" دروازہ بند ہونے کی آواز پہ صوفے پہ نیم دراز ملیکہ نے گردن گھمائی تو اس پی نگاہ پڑتے ہی وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کے بیٹھ گئی۔

"وظیفہ سنانے آیا ہوں تمہیں۔" اس کے بے تکے سوال پہ اس نے سلگ کے اسے دیکھا جو مہندی کے خوبصورت سے سوٹ میں ملبوس، پھولوں سے سجی، دونوں ہاتھوں اور پاوں پہ بھر بھر کے مہندی لگائے ہوئے تھی۔

جبکہ اس کے جواب پہ وہ بے ساختہ کھسیا سی گئی۔

"میرا مطلب ہے کہ کل لوگ آتی ہوں گی تم جاو یہاں سے۔" اس کی پر شوق نگاہوں کی لپک سے گھبراتے ہوئے وہ بات کو سنبھالنے کی سعی کرتی ہوئی بولی لیکن وہ باہر جانے کی بجائے اس کی جانب بڑھا تو اس کو گھبراہٹ سی ہونے لگی۔

"گل لوگوں کی فکر چھوڑو فی الحال مجھ پہ دھیان دو کہ مجھ پہ کتنا بڑا ظلم ہو رہا ہے۔" وہ جان بوجھ کے اسے باتوں کے جال میں الجھا تا جی بھر کے دیکھ رہا تھا جبکہ وہ اس کے بڑھتے قدموں سے پریشان بے ساختہ الٹے قدموں پیچھے کی جانب ہٹنے لگی۔

"کیسا ظلم؟" اس کے اٹھتے پیروں پہ نگاہیں گاڑھے اس نے استفسار کیا۔

"اپنی ہی کزن کو اس کی مہندی پہ مہندی نہ لگانے کا ظلم۔" اس نے قطعی غیر متوقع الفاظ اور اچانک پیچھے دیوار آنے پہ اس نے حیرت و بے یقینی سے اس کی جانب دیکھا جو اس کے بے حد نزدیک آن رکا تھا۔

"ک۔۔کوئی بات نہیں، میں نے تمہاری نہیں لگائی تم نے میرے نہیں لگائی حساب برابر۔" بمشکل خود پہ قابو پاتے ہوئے وہ دھڑکتے دل کے ساتھ بولی تو اس کی آنکھیں مسکرانے لگیں۔

"حساب کتاب برابر کرنے آگئے ہیں تمہیں، ویری انٹرسٹنگ۔" دلچسپی سے کہتے ہوئے وہ آگے بڑھا اور اس کے دائیں گال سے گال رگڑتا اس پہ لگی مہندی اپنے گال پہ لگاتا اسے کپکپانے پہ مجبور کر گیا۔

"چلو اب یہ حساب یہاں پہ بھی برابر کرو نا۔" اس نے اپنا دوسرا گال اس کے سامنے کیا تو وہ جلدی سے دونوں ہاتھ اپنے گالوں پہ جما گئی۔

"پیچھے ہٹو پلیز، میرا دل بہت تیز دھڑک رہا ہے۔" وہ اپنی اس بدلتی کیفیت سے بری طرح گھبراتی ہوئی پھنسے ہوئے لہجے میں بولی تو اس کے اس بدلے سے انداز پہ کھل کے مسکراتا وہ اسے اپنے حصار میں مقید کر گیا۔

"ایسے کام تو نہیں چلے گا میری جنگلی بلی، فقط لفاظی سے تمہاری دھڑکنوں کا ردھم الٹ پلٹ ہو چکا ہے تو کل کیا کرو گی تم؟" بے باک ذو معنی لہجہ اس کے رگ و پے میں سنسنی سی دوڑا گیا تبھی وہ اس کی گرفت میں کسمساتی فاصلہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگی لیکن اس سے پہلے کہ وہ اس کی کوشش ناکام بناتی اچانک دستک کی آواز پہ وہ بدمزہ ہوتا ہوا پیچھے ہٹا لیکن اس کے گرد گرفت جوں کی توں قائم تھی۔

"ابھی کے لیے اللہ حافظ لیکن کل اپنے دل گردے جگر سب کچھ مضبوط بنا کے میری دسترس میں آنا کیونکہ کل کوئی معافی نہ ملے گی۔" محبت و نرمی سے کہتے ہوئے وہ اس کی پیشانی کو چومتے ہوئے

دروازے کی جانب بڑھا تو وہ اپنی دھڑکنوں کی شدت سے گھبراتی وہیں دیوار سے ٹیک لگاتی خود کو نارمل کرنے لگی۔

وہ تیزی سے سیڑھیاں اتر رہی تھی کیونکہ بارات آچکی تھی لیکن وہ دو دفعہ ہیئر اسٹائل بنانے کی وجہ سے لیٹ ہو چکی تھی تبھی بہت تیزی کے ساتھ سیڑھیاں اترتے ہوئے باہر کی جانب بڑھی جب آخری سیڑھی پہ پاوں رکھا ہی تھا تو کسی نے ایک جھٹکے سے اسے اپنی جانب کھینچا تو اس کا دل اچھل کے حلق میں آن اٹکا۔

لیکن اگلے ہی لمحے نووارد کی خوشبو محسوس کرتے ہی اس کے لب بے ساختہ خوبصورت کی مسکراہٹ میں ڈھلے اور وہ چپ چاپ اس کے سینے سے لگی اس کے ساتھ کھنچنے لگی۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟" وہ جو بہت سکون کے ساتھ اس کے ساتھ کھنچی جا رہی تھی، اس کے راہداری کے ایک سائیڈ پہ دیوار کے ساتھ لگاتے ہی جب وہ اس کے کندھے پہ جھکا تو وہ فطری طور پہ فوراً گڑبڑائی۔

"آپ کو محسوس۔" برجستہ جواب پہ اس کا دل بے ساختہ زوروں سے دھڑک اٹھا اور وہ سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ بلاارادہ اپنے بال کان کے پیچھے اڑسنے لگی جبکہ اس کے خوبصورت و دلربا روپ کو آنکھوں کے راستے دل میں بساتے ہوئے وہ اس کے صبیح چہرے پہ جھکا تو اس کی سانسوں کی تپش محسوس کرتی وہ چونکی۔

"آں۔۔۔ نہیں۔" اس نے تیزی سے اپنے دونوں ہاتھ اس کے ہونٹوں پہ جمائے تو شہریار نے بھنویں اچکاتے ہوئے اس کی حرکت کا جائزہ لیا تو اس کے ہاتھ اس کی مونچھوں کی چبھن سے بے ساختہ لرزنے لگے۔

"میرا میک اپ خراب ہو جائے گا۔" اس نے اپنی حرکت کی توجیہہ پیش کی تو شہریار کی نگاہوں میں خفگی بھرے رنگ نمایاں ہونے لگے۔

"جو شے دوری کا باعث بنے اسے ختم کر دینا چاہیے۔" اس کے ہاتھ چومتے ہوئے وہ بولا تو فرشتے اس کے ارادے سمجھتی سر نفی میں ہلاتی اسے روکنے کی سعی کرنے لگی۔

"آپ پلیز اسے بعد میں ختم کر لیجیے گا، ابھی مجھے باہر جانا ہے تو سب تنگ کریں گی۔" وہ ملتجی لہجے میں بولی تو اس کے چہرے پہ چھائے مان بھرے تاثر پہ وہ گہری سانس بھرتا ہوا سیدھا ہوا اور گہری نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"اپنی بات یاد رکھیے گا اور مجھے بعد میں اسے ختم کرنے کا موقع ملنا چاہیے ورنہ میں کسی کا بھی لحاظ نہیں کروں گا۔" اس کے کندھے کو نرمی سے چھوتے ہوئے وہ بے باکی سے بولا تو وہ سرخ چہرے کے ساتھ اسے ہلکا سا گھورتی اس کے پہلو سے گزرتی باہر کی جانب بڑھنے لگی جبکہ وہ بالوں میں انگلیاں پھیرتا خود کو نارمل کرتا موبائل پہ آنے والی کال کی جانب متوجہ ہو گیا۔

"یہ بیویاں اتنی خود غرض کیوں ہوتی ہیں؟" رخصتی کے خوبصورت مگر دلسوز لمحات میں شہیر نے بہت دلگیری سے کہا تو سب نے الجھ کے اسے دیکھا جو ملیکہ کو چپ کرواتی گل پہ نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔

"کیسی خود غرضی؟" شاہ میر نے فوراً پوچھا اور ایک نظر اپنی بیوی کو دیکھا اور پھر شہیر کو دیکھا جو اب سجاول کے ساتھ جڑ کے بیٹھا ہوا تھا۔

"یہی خود غرضی کہ جب ان کو خوبصورت کپڑے مل جاتے ہیں اور یہ تیار شیار ہو جاتی ہیں تب انہیں شوہر نامی مخلوق یاد نہیں رہتی ان کے لیے بس ایک کیمرہ اہم ہو جاتا ہے جیسے یہ مسز سجاول کو ہی دیکھ لو کہ ایک بار بھی اس کی بیوی نے اسے نہیں دیکھا۔" اس نے اسی انداز میں وضاحت دی تو سجاول نے کھا جانے والی نگاہوں سے اسے گھورا۔

"در فٹے منہ ہے خانزادے، شادی ہے ہماری آج اور کون سی بیوی شادی والے دن شوہر کو دیدے پھاڑ پھاڑ کے دیکھتی ہے۔" شہیر کی بات سن کے سجاول چوہدری کے اندر کا پنجابی جاگ اٹھا تھا جبکہ اس کے انداز پہ سبھی مسکرا دیے۔

"میرے خیال میں گل صدمے سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے اسے دیکھتی رہی ہے اور یہ غلط فہمی کا شکار ہو گیا اس لیے اسے لگتا کہ ہر بیوی شادی والے دیکھتی ہے شوہر کو۔" زیب نے جلانے والے انداز میں کہا تو شہیر نے بھنا کے اسے دیکھا۔

"لیکن آج جب گل کا صدمہ دور ہوا تو اس کی غلط فہمی اور خوش فہمی بھی ڈوب گئی ہے کہیں کیونکہ آج گل صدمے سے بھی اس کی جانب نہیں دیکھ رہی۔" شہریار نے اپنے مخصوص انداز میں اس کی ٹانگ کھینچی تو وہ بلبلا اٹھا اور فوراً گل کا پکارنے کے لیے منہ کھولا۔

"ابھی مت بلانا اپنی بیوی کو کیونکہ اس نے اگر بات نہ سنی تو بے عزتی ہو جائے گی۔" زیب نے دوبارہ کمینگی سے کہا تو اس نے ایک مکہ اس کی کمر پہ رسید کیا۔

"کمینوں کے سردار ہو تم لوگ لیکن یہ کمینگی صحیح جگہ پہ دکھاو آج۔" اس نے سجاول کی جانب اشارہ کیا تو سب اس کی جانب متوجہ ہوئے تو سجاول نے لمبی سی سانس بھرتے ہوئے خود کو ان کی باتوں کے جوابات کے لیے تیار کیا۔

"آپ نے مجھے ایسے کیوں بلایا؟" بنفشے نے اس سے چند قدم دور رکتے ہوئے اس کے سلام کے جواب میں کتراتے ہوئے انداز میں سوال کیا تو وہ اس کو دیکھ کے رہ گیا۔

"کس طرح سے بلوایا ہے؟ مہذب انسانوں کی طرح تمہاری بہن کے ہاتھوں پیغام بھجوایا ہے۔" اسے گویا صدمہ ہی لگ گیا تھا۔

"بہن کے ذریعے ملنے کا پیغام کون دیتا ہے؟" اس کے لہجے میں خفگی سی چھلکی۔

"میں۔" اس کے ڈھٹائی سے کہنے پہ وہ لاجواب سی ہوتی سر جھکا گئی تو وہ شہہ پاتا اس کی جانب بڑھا تو اس کے حرکت کرتے ہی اس کی دھڑکنیں منتشر ہوئیں۔

"کچھ پوچھنا تھا اس لیے اس ہنگامے میں بلایا۔" اس سے دو قدم کے فاصلے پہ رکتے ہوئے اس نے دیوار سے ٹیک لگائی تو وہ اس کے سنجیدہ انداز پہ اس کی جانب متوجہ ہوئی۔

"کیا پوچھنا تھا؟" اس کی آواز انجانے اندیشوں سے لرزنے لگی۔

"یہ بات تو تم جانتی ہو گی کہ ہماری رخصتی کی ڈیٹ فکس ہو گئی ہے تو کیا تم اس اچانک فیصلے پہ خوش ہو؟" اس نے بلا تمہید سوال کیا تو اس کی پلکیں اس سوال پہ بے ساختہ لرز کے دوبارہ سرخ عارضوں پہ جا گریں۔

"آپ یہ سوال اب کیوں پوچھ رہے ہیں؟" اس نے مدہم لہجے میں استفسار کیا۔

"کیونکہ مجھے اچانک ہی خیال آیا کہ ہمارا نکاح بھی اچانک ہوا تھا اور سوچنے کا وقت نہیں دیا گیا اور اب ایسے میں رخصتی بھی بنا پوچھے کر دی جائے تو یہ زیادتی ہو گی۔" اس کے سادہ سے انداز پہ نجانے کیوں اس کے لب ایک خوبصورت سی مسکان میں ڈھلے جبکہ نگاہیں اندھیرے میں ڈوبے لان کے سائیڈ پہ پڑے جھولے پہ جمی ہوئی تھیں۔

"جب بنا سوچے سمجھے نکاح کرتے ہوئے آپ کے نام پوری زندگی کر سکتی ہوں تو پھر رخصتی تو اس کے بعد کی ایک نام نہاد کاروائی ہے۔" اس کے مضبوط لہجے پہ زیب کو اس پہ ڈھیروں پیار آیا جس کا فوری اظہار کرنے کو وہ اس کے نزدیک ہوا۔

"تو کیا میں سمجھوں کہ عنقریب میری بیوی میرے عشق میں گوڈے گوڈے ڈوبنے والی ہے۔" اس کے دونوں ہاتھ تھام کے اپنے ہونٹوں سے چھوتے ہوئے اس نے شرارت سے کہا لیکن اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی اچانک زر کے گلا کھنکھارنے پہ وہ دونوں اچھل پڑے۔

"سردی بہت ہے گوڈے گوڈے ڈوبنے سے نمونیے کا خطرہ ہو سکتا ہے۔" صاف انداز میں اسے چڑاتے ہوئے وہ بنفشے کا ہاتھ پکڑتی اس کی گرفت سے نکال گئی تو وہ وہیں ہاتھ ملتا ان لمحوں کا انتظار کرنے لگا جب وہ مکمل اس کی بن کے اس کے حصار میں مقید ہو گی۔

دروازہ کھلنے کی آواز پہ گھونگھٹ میں چہرہ چھپائے بیٹھی ملیکہ کا دل گویا کانوں میں دھڑکنے لگا تو وہ اپنی گھبراہٹ پہ قابو پانے کے لیے اپنے ہاتھوں کو کھولنے اور بند کرنے لگی۔

"السلام علیکم چوہدرائن!" شریر لہجہ اور ایسا اندازِ تخاطب اسے آگ ہی لگا گیا، وہ اس اندازِ تخاطب پہ اس پہ پَل پڑتی جو اس صورتحال کا سامنا نہ کرنا پڑتا لیکن منہ سے جواب دینے کی بجائے اس نے سر ہلاتے ہوئے اپنے تیئں بدلہ چکانا چاہا۔

"یہ تمہیں تیار کرتے ہوئے غلطی سے کہیں ایلفی تمہارے منہ میں تو نہیں لگا دی انہوں نے؟" اس کے نا بولنے کو نشانہ بناتے ہوئے اس نے مسکان دباتے ہوئے کہا تو اس کی شرم و جھجک بھک سے اڑی اور وہ گھونگھٹ الٹاتی اسے بے دریغ گھورنے لگی۔

"میرے منہ میں ایلفی نہیں لگی لیکن میں تمہاری طرح فضول بولنا پسند نہیں کرتی۔" تیز تیز بولتی وہ نتھنے پھلاتی اسے گھورنے لگی جو پر شوق نگاہیں اس کے آتش فشاں روپ پہ سجائے ہوئے گڑبڑانے پہ مجبور کر گیا۔

"میں بھی آج فضول باتوں میں ٹائم نہیں ویسٹ کرنا چاہتا۔" گھمبیر لہجہ اس کی دھڑکنوں کو بڑھا گیا تو اسے اپنی بیوقوفی کا اندازہ ہوا تبھی فوری طوری پہ اس نے گھونگھٹ واپس اپنے چہرے پہ الٹایا۔

"میری رونمائی دو پہلے مجھے۔" سرخ حنائی ہتھیلی اس کے سامنے پھیلاتے ہوئے اس نے کہا تو اس نے بنا کسی پس وپشت کے اس کی ہتھیلی تھامتے ہوئے اس پہ اپنے لب جمائے۔

"یہ لو۔" بہکے ہوئے انداز میں کہتے ہوئے اس نے اس کی کلائی پہ لب دھرے تو اس کے ہاتھ کانپ اٹھے لیکن وہ چاہ کے بھی اس کی مضبوط گرفت سے اپنے ہاتھ آزاد نہ کروا پائی۔

"سجاول پلیز تنگ نہیں کرو۔" جب اس کا لمس کلائی سے سرسراتا ہوا آگے بڑھا تو وہ کانپتے ہوئے لہجے میں بولتی اسے مسکرانے پہ مجبور کر گئی۔

"آج کی رات تو یہ قدغن نہ لگاؤ۔" معنی خیز انداز میں کہتے ہوئے اس نے اس کا گھونگھٹ الٹایا تو اس نے جلدی پلکیں موند لیں۔

"میں نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ جسے ہوش سنبھالتے ہی میں نے سوچا ہے، اپنے ارد گرد پایا ہے وہ ایک یوں میرے سامنے میرے لیے سجی سنوری میرے حصار میں مقید ہو گی۔" پیار بھرے لہجے میں بولتے ہوئے اس نے لب اس کے جھومر پہ رکھے تو اس کے لمس پہ وہ خود میں سمٹ سی گئی۔

"جب کوئی دل کو بھا جاتا تو اس کے سامنے دنیا کی کوئی بھی شے اس کے سامنے ہیچ لگتی ہے لیکن دنیاداری بھی تو نبھانی ہے نا۔" ایک گہری نگاہ اس کی نتھ پہ ڈالتے ہوئے اس نے اس کے گلے سے بھاری نیکلس سیٹ اتارتے ہوئے اس میں نفیس سا لاکٹ سجایا تو اس کے آخری الفاظ پہ اس کے چہرے پہ مسکان سی بکھر گئی۔

"مجھے لگتا تھا کہ تم جنگلی بلی کے روپ میں ہی قاتل لگتی ہو لیکن تمہارا یہ روپ تو زیادہ جان لیوا ہے۔" بھاری لہجے میں بولتے ہوئے وہ اس کی نتھ پہ لب جماتا اس کی جان لبوں پہ اٹکا گیا لیکن وہ اسے کسی بھی قسم کی مزاحمت کا موقع دیے گئے بہت ہی نرمی کے ساتھ اس کی جیولری اتارتا اسے اپنے حصار میں

قید کرتا اپنے جذبات کی شوریدگی میں بہاتا محبت کے نئے باب رقم کرتا اس نے رگ وپے میں اترتا چلا گیا۔

سب اس وقت گلالئی کے کمرے میں موجود کھکھلاتے ہوئے چہروں کے ساتھ بہت خوش دکھائی دے رہے تھے کہ آج شادی کے اتنے برسوں کے بعد اللہ پاک نے ان پہ اپنا کرم کرتے ہوئے امید دلائی تھی اور یہ خوشی کی خبر حویلی کی رونقوں کو مزید دوبالا کر گئی تھی۔

سجاول اور ملیکہ کی شادی کے دوران ہی گلالئی کو اپنی طبیعت گری گری سی محسوس ہو رہی تھی لیکن ان کے ولیمے کی تقریب سرانجام پاتے ہی وہ اگلی ہی صبح ان لوگوں کو نادرن ایریاز ہنی مون بھیج کے حویلی کی جانب واپس ہو لیے تو راستے میں ہی اس کی طبیعت بے حد ناساز ہو گئی جس کی وجہ سے جب حویلی پہنچتے ہی اسے ڈاکٹر کو دکھایا گیا تو ڈاکٹر کی دی گئی خبر نے ناامید ہوئے آفریدیوں کو ایک دفعہ پھر سے زندہ کر ڈالا تھا۔

"پہلے شادیوں کا سیزن تھا اور ایک کے بعد دوسری شادی ہوتی چلی گئی اب اللہ پاک نے یہ خوشخبری دی ہے تو مطلب کہ اب سب اس سیزن کے لیے تیار ہو جائیں۔ فرشتے بھا جائی اب گلالئی کے بعد آپ کی ہی باری ہے۔" شہیر گلالئی اور فرشتے کو چھیڑتے ہوئے بے شرمی سے بولا تو سب کی موجودگی کے باعث فرشتے اس کے الفاظ پہ بے ساختہ بلش کرتی چہرہ جھکا گئی لیکن اچانک ہی کچھ خیال آنے پہ اس کے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ فوراً پھیکا پڑا تو پھر وہ چاہتے ہوئے بھی تا دیر اس محفل کا حصہ نہ بن پائی اور بہت چپکے سے اٹھ کے بھاری دل اور قدموں کے ساتھ اپنے کمرے کی جانب چل دی۔

صوفے پہ دونوں پاوں رکھے وہ گھٹنوں میں منہ چھپائے دل کا بوجھ ہلکا کر رہی تھی جب وہ دروازہ کھول کے کمرے میں داخل ہوا تو اسے یوں سسکتے دیکھ کے اس نے سختی سے لب بھینچتے ہوئے اس کی جانب قدم بڑھائے۔

"فرشتے!" اس کی بھاری پکار پہ اس کے آنسوؤں کی رفتار مزید تیز ہوئی تو اس کے ہلتے وجود کو جلتی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے وہ اس کی جانب کھسکا اور اپنا دایاں بازو اس کے گرد حائل کیا۔

"کیوں رو رہی ہیں آپ؟" اس کے الفاظ پہ فرشتے نے روتے ہوئے چہرہ اٹھا کہ اس کی جانب دیکھا تو اس کی متورم اور سوجی ہوئی آنکھیں دیکھ کے اس کا دل کٹ کے رہ گیا۔

"مجھے۔۔مجھے بار بار یہ گلٹ بے چین رکھتا ہے کہ میں۔۔میں اپنے بچ۔۔۔شہریار مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں اللہ مج۔۔مجھ سے ناراض نہ ہو جائے اور مجھے اس خوشی سے محروم۔۔۔۔" اس کے سیاہ قمیض کو دونوں مٹھیوں میں بھینچتے ہوئے وہ بے ربط سے لہجے میں بولتی پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی تو وہ اسے بازووں میں بھرے اپنے سینے میں بھینچ گیا۔

" شش! پاگل مت بنیں، ایسا کچھ مت سوچیں کیونکہ اللہ پاک بہت مہربان ہے وہ کیوں ہمیں اپنی نعمت سے محروم رکھے گا۔" نرمی سے کہتے ہوئے اس نے اس کی ریشمی گھٹاوں پہ اپنے لب رکھے تو اس کی سسکیاں مزید بلند ہوئیں۔

"آ۔۔آپ کو بھی مجھ سے نفرت نہیں ہوئی، ناہی آپ نے ناراضگی جتائی، آپ مجھ سے ن۔۔ناراض بھی نہیں ہیں۔" اس کی ذہنی رو اس وقت تکلیف کی شدت سے بھٹکی ہوئی تھی تبھی وہ بے ربط سے الفاظ میں اپنے احساسات کی ترجمانی کر رہی تھی۔

"مجھے آپ سے نفرت کیونکر ہونی تھی؟ آپ میری بیوی ہیں میرے دل کی مکین ہیں اور جہاں تک ناراضگی کا سوال ہے تو ہاں میں ناراض تھا بلکہ بہت زیادہ ناراض تھا لیکن جب آپ نے منانے کو ایک قدم میری طرف بڑھایا تو میرے لیے میری ناراضگی بے معنی ہو گئی کیونکہ میں اس بڑھے ہوئے قدم کو دھتکار کے محبت کا مان نہیں توڑ سکتا تھا۔" دلکش و پرفسوں لب ولہجہ اس کے سلگتے دل پہ گہرے مرہم کی مانند اترا تو اس کے آنسوؤں میں کمی آنے لگی جبکہ ہاتھوں کی گرفت اس کی قمیض پہ ہنوز قائم تھی۔

"یہ ناراضگی خطرناک اور جان لیوا بھی ہو سکتی ہے جو اگر آج کے بعد ان پہ اس قدر ظلم کیا۔" پوزیسسو انداز میں کہتے ہوئے وہ اس کی پلکوں پہ اٹکے آنسوؤں کو چنتے ہوئے ان پہ اپنے پیار کا مرہم رکھنے لگا تو اس کے لمس سے خود میں سمٹتی فرشتے ان وحشت ناک لمحوں کی زد سے نکلتی خود کو ہواؤں سے بھی ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگی۔

"جس شدت سے آپ کی طلب دل میں دن بدن بڑھتی جا رہی ہے یوں لگتا ہے کہ وکالت چھوڑنی ہی پڑے گی۔" اس کے سرخ عارضوں کی نرمی محسوس کرتے ہوئے وہ گھمبیر لہجے میں بولا تو وہ اس کے حصار میں مچلی۔

"مجھ پہ الزام تراشی نہ کریں، شہر نہ جا کے بھی گھنٹوں آپ موبائل پہ مصروف رہ کے اپنی وکالت چمکا رہے ہوتے ہیں۔" اس کے شاکی انداز میں کہنے پہ وہ کھل کے ہنستا اس کی ٹھوڑی پہ جھکا۔

"جب حسن ذہانت کے ساتھ ملاپ کرتا ہے تو نگاہ ولب کی گستاخیاں بے لگام ہو جایا کرتی ہیں اس لیے احتیاط برتا کریں۔" بے باک و معنی خیز لہجہ اس کے چہرے کو گل و گلزار کر گیا تبھی وہ اپنے چہرے پہ بکھرے رنگ چھپانے کو اس کے سینے میں پناہ ڈھونڈنے لگی مگر وہ اس کی کوشش ناکام بناتا اس کے چہرے پہ جھکتا اس کے چہرے کے تمام رنگ خود میں بسانے لگا اور ہمیشہ کی طرح اس کی شدتوں کے سامنے ہار مانتی وہ اس کے گرد اپنی بانہوں کا حصار قائم کرتی ہر بری یاد کے گرداب سے نکلتی چلی گئی۔

کچھ سال بعد:

"رو کیوں رہی ہو؟" زیب نے الجھتے ہوئے اسے دیکھا جو سسکیاں بھر رہی تھی۔

"تو اور کیا کروں، جو کھاتی ہوں ہضم ہی نہیں ہوتا۔ بار بار وومٹ آتی ہے ایسے میں اگر آپ کا دل مجھ سے بیزار ہو گیا تو؟" قدرے فربہی مائل وجود لیے وہ سوں سوں کرتی جس انداز میں بولی زیب کو اپنا دل پھسلتا ہوا محسوس ہوا۔

وہ فوراً اس کے نزدیک کھسکا اور اسے اپنی بانہوں میں بھرا۔

"کس کمبخت کا دل اتنی پیاری بیوی سے بھر سکتا ہے؟ میرا بس چلے تو تمہیں یونہی اپنی بانہوں میں بھرے تم پہ اپنے پیار کی بارش برساتا رہوں۔" جذباتی انداز میں کہتے ہوئے وہ اس کے خوبصورت چہرے و گردن پہ جھکتا استحقاق کے گہرے پھول کھلاتا اس کے چھکے چھڑا گیا۔

"آپ۔۔ کیا ہو گیا ہے آپ کو؟" وہ پھولتی سانسوں کے درمیان بمشکل ہلکا سا چلائی تو زیب نے زوردار طریقے سے گستاخی کرتے ہوئے بے باک نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"روز تو بتاتا ہوں کہ پیار ہو گیا ہے۔" شرارت سے کہتے ہوئے اس کے بالوں کی جانب جھکا تو وہ بے اختیار پیچھے کو کھسکی۔

"یہ پیار کا کون سا ٹائم ہے؟" اس نے اسے خفیف سے انداز میں گھورا تو اس کے اور نزدیک ہوتا اس کے فاصلہ بڑھانے کی کوشش کو ناکام بنا گیا۔

"پیار کے ٹائم ٹیبل کا تو نہیں پتہ لیکن یہ پتہ ہے کہ تم پہ نظر پڑتے ہی یہ یہ دوبالا ہو جاتا ہے۔" ونک کرتے ہوئے اس نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھنساتے ہوئے اس کی سانسوں پہ اپنی حکمرانی جمائی تو بنفشے کا دل چاہا کہ وہ اپنا ماتھا پیٹ لے کہ جس نے بے موقع اس جذباتی انسان کے اندر چھپے رومانٹک انسان کو جگا ڈالا تھا اور اب وہ اس کی ایک بھی سنے بغیر اپنی من مانیوں میں مصروف تھا اور اسے ہمیشہ کی طرح اسے برداشت کرنا تھا کہ وہ جانتی تھی کہ اس کا شوہر واقعی اس سے بے حد و حساب پیار کرتا تھا۔

"ان دونوں کو پکڑیں اور کل سے اپنے ساتھ شہر لے جایئے گا۔" فرشتے نے تین سالہ عدن اور دو سالہ اذان کو بیڈ پہ نیم دراز موبائل پہ مصروف شہریار کے سینے پہ لٹایا تو اس نے فوراً موبائل پرے رکھتے

ہوئے اپنے بیٹوں کو بانہوں میں بھرتے ہوئے ان کی ماں کو دیکھا جو فیروزی رنگ کے شلوار قمیض کے ساتھ چٹیا بنائے سفید ڈوپٹہ اوڑھے بہت تپی ہوئی لگ رہی تھی۔

"آج پھر سے اپنی مورے کو تنگ کیا ہے؟" شہریار نے رخ بیٹوں کی جانب موڑا جو باپ کے سامنے آتے ہی بہت مودب بن چکے تھے اور بہت شرافت کے ساتھ اس کے سینے پہ لیٹے ہوئے تھے۔

"نئیں بابا! مورے تنگ کلتی (کرتی) ہے۔" عدن نے فوراً جواب دیا تو وہ سلگ اٹھی۔

"بالکل مورے کا ہی دماغ خراب ہے وہ تم باپ بیٹوں کو تنگ کرتی ہے۔" خفا سے انداز میں کہتے ہوئے وہ دور پڑی کرسی پہ جا بیٹھی تو اس نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"بیٹوں کا تو پتہ نہیں لیکن ان کے باپ کو آپ واقعی بہت تنگ کرتی ہیں۔" ذو معنی لہجہ اور نگاہوں کی لپک اسے آج بھی پزل کر گئی لیکن ان سنا کرتی خواہ مخواہ ادھر ادھر دیکھنے لگی تو وہ زیرِلب مسکرایا۔

"بابا مورے آپ کو بھی تنگ کلتی ہیں؟" عدن جو باپ کی طرف مکمل متوجہ تھا اس کی بات اچکتا ہوا بولا تو شہریار اس کی جانب متوجہ تھا جو کبھی کبھار اپنی غیر معمولی ذہانت کی وجہ سے سب کو لاجواب کر دیا کرتا تھا۔

"ہمم !لیکن آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ مورے کو تنگ کیوں کرتے ہیں؟" اس نے اب کے بہت سنجیدگی سے بچوں سے استفسار کیا تو پھر جو وہ اپنی توتلی زبان میں شروع ہوئے تو رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔

اور ان کی باتوں میں آدھی سے زیادہ تو اپنی ماں سے متعلق شکایتیں تھیں اور آدھی میں اپنی خانم (دادی) کی تعریفیں تھیں جن کی ان میں جان بستی تھی۔

حویلی میں گلالئی کی بیٹی (پلوشے) اور بیٹے (ضامن)، گل کی بیٹی (معراج) کو بھی بہت پیار اور توجہ دی جاتی تھی لیکن جو پیار اور توجہ زونائیشے بیگم (عدن اور اذان) کو دیتیں تھیں وہ اکثر اوقات فرشتے کو ان کا مشکور کر دیتا تھا۔

اس نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ ونی ہو کے وہ جائے گی تو اسے اس قدر قدردان لوگ بھی ملیں گے لیکن یہاں ہر قدم پہ اسے اتنی محبتوں سے نوازا گیا تھا کہ وہ اللہ پاک کی شکرگزار ہونے لگتی۔

"کیا سوچ رہی ہیں آپ؟" اس کی آواز اپنے نزدیک سنتے ہوئے وہ چونکی اور طائرانہ نگاہ کمرے میں ڈالتے ہوئے وہ سمجھ گئی کہ وہ ان دونوں کو زونائیشے بیگم کے پاس چھوڑ آیا تھا جو انہیں پاس ہی سلاتی تھیں۔

"کچھ نہیں۔" اس نے سر جھٹکتے ہوئے خود کو تمام سوچوں سے آزاد کیا اور اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔

"میرے بیٹوں کو آپ سے بہت شکایتیں ہیں۔" اسے اپنے حصار میں لیتے ہوئے اس نے اپنی ٹھوڑی اس کے کندھے پہ ٹکاتے ہوئے کہا تو اس کے انداز پہ اس کی دھڑکنوں کی تال بگڑنے لگی۔

"اور آپ کو؟" اس کے اپنے پیٹ پہ بندھے ہاتھوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے ہلکی سی گردن موڑتے ہوئے اس سے استفسار کیا۔

"مجھے ان سے بھی زیادہ شکایتیں ہیں جن میں سرفہرست آپ کا مجھے وقت نہ دینا ہے۔" اس کی کنپٹی کو لبوں سے چھوتے ہوئے اس نے شکوہ دہرایا تو اس نے بمشکل در آنے والی مسکان روکی۔

"اور دوسری؟" اس کے سوال پہ شہریار کی گرفت اس کے گرد مزید سخت ہوئی۔

"میرے بیٹوں کو ان کی بہن نہ دینے کی شکایت۔" اس کے الفاظ پہ اس کے ہونٹوں پہ شرمگیں مسکان پھیل گئی کہ وہ جانتی تھی کہ اسے بیٹی کی کس قدر چاہت ہے اور اذان کے بعد سے اس کی فرمائش زور پکڑ چکی تھی۔

"آپ اپنی دونوں شکایات کو اپنے طریقے سے دور کرنے کی کوشش تو کرتے ہیں۔" حجاب آمیز لہجے میں بولتے ہوئے اس کی سانس سینے میں اٹک سی گئی اس کی مضبوط انگلیوں کی سرسراہٹ کمر پہ محسوس ہوئی تو اتنے برسوں بعد بھی اس کے لمس میں شدت محسوس کرتے ہی اس کے رگ وپے میں سنسناہٹ سی بھر گئی تھی۔

"لیکن میرے خیال میں اب مجھے اپنی کوششیں مزید بہتر کرنی چاہیے۔" شرارت سے کہتے ہوئے اس نے اسے بانہوں میں اٹھایا تو اس نے جلدی ایک بازو اس کی گردن کے حائل کرتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اس کا کالر مٹھی میں دبوچا۔

"آپ کی یہ حرکت میرے جذبات میں مزید بھکاو کا باعث بنتی ہے۔" اس کے کالر پہ جمے ہاتھ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے وہ اس کے ہونٹوں پہ جھکا تو فرشتے نے گرفت مزید مضبوط کرتے ہوئے اپنی پلکیں آہستگی سے موند لیں۔

"خدا کے لیے سجاول اس کے ساتھ بچہ نہ بن جایا کرو۔" اڑتا ہوا کشن جب اس کے ماتھے پہ سلامی دیتا فرش پہ جا گرا تو اس نے تنک کے ان باپ بیٹی کو گھورتے ہوئے کہا جو بیڈ پہ بیٹھے ایک دوسرے کے ساتھ کے پلو فائٹ کر رہے تھے۔

"تو تم اس کے لیے بچے کا انتظام کرنے کی کوشش کرو نا تا کہ مجھے بچہ نہ بننا پڑے۔" بات کو اپنی مرضی کا رخ دیتے ہوئے وہ جس انداز میں بولا انابیہ کے سامنے وہ فطری طور پہ سٹپٹا سی گئی۔

"ایک نمبر کے ڈیش انسان ہو تم، جلدی کرو اور تیاری کرو اپنی حویلی سے اتنی دفعہ فون آ چکا ہے۔" انہیں چونکہ آج شہیر کی معراج کی سالگرہ پہ جانا تھا تبھی وہ یاد دہانی کرواتے ہوئے بولی تو حویلی جانے کا سن کے انابیہ جلدی سے تیار ہونے کے لیے اپنی آنی کے پاس بھاگ گئی۔

"ایک شرط پہ تیار ہوں گا کہ تم فنکشن سے فارغ ہونے کے بعد میرا انتظار کیے بغیر چینج نہیں کرو گی۔" پر تپش لہجے میں بولتے ہوئے وہ اسے گڑبڑانے پہ مجبور کر گیا جبکہ چہرے کی رنگت گلابی پڑ گئی۔

"یہ کیا بات ہوئی بھلا؟" اس نے حیا آمیز لہجے میں کہا۔

"یہی بات ہے کیونکہ پہلے تمہیں میک اپ کا ڈر ہو گا اور تم نے سینسر بورڈ لگا دینا ہے اس لیے بعد کی کوئی معافی نہیں ہے۔" وہ صاف گو لہجے میں بولا تو وہ اس عجیب انسان کو دیکھنے لگی جو محبت کرنے پہ آتا تو اپنے پر شدت انداز سے سانسیں تک روک دیتا تھا اور جب تنگ کرنے پہ آتا تھا تو یونہی زچ کر دیتا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔" وہ دھیرے سے رضامندی دے گئی تو وہ سرشاری سے اسے گلے لگاتا اپنی خوشی کا عملی اظہار کرتا چند سیکنڈز میں ہی اس کے حواس جھنجھنا گیا تھا۔

"تھینکس آلاٹ مائی ڈیئر۔" اس کے گال کو زور سے کھینچتے ہوئے وہ واشروم کی جانب بڑھا تو وہ وہیں کھڑی اپنی بکھرتی سانسوں کو بحال کرتی رہ گئی۔

بنفشے اور فرشتے نے چمکتی نگاہوں سے دروازے سے داخل ہوتے عالیان کے ساتھ حبیب صاحب اور زمرد بیگم کو دیکھا تو دل میں گہرا سکون اترنے لگا۔

زمرد بیگم نے جب عدت مکمل کی تو عالیان نے ظہیر آفریدی کے سامنے ایک التجا پیش کی کہ زمرد بیگم کا نکاح حبیب صاحب سے کر دیا جائے کہ وہ اپنی مورے کی بے رنگ زندگی کو خوشیوں سے بھرتے ہوئے دو ٹوٹے ہوئے انسانوں کو جوڑ کے اپنی بہنوں کا میکہ پھر سے آباد کرنا چاہتا تھا اور پھر ظہیر صاحب اور ایبک صاحب کے ساتھ ساتھ عالیان کی بھرپور کوششوں کے باعث وہ دونوں رشتہ ازدواج میں بندھ گئے اور آفریدی حویلی سے کچھ ہی فاصلے پہ بنی عالیان حویلی (جو شہریار نے عالیان کے نام کی تھی) میں رہتے تھے، شروع شروع میں صبور اور ثوبان بھی ساتھ ہی رہتے تھے لیکن گزشتہ دو سالوں سے وہ ملک سے باہر اپنی پڑھائی مکمل کرنے کے لیے گئے تھے جبکہ عالیان یہیں رہ کے سب کے بے حد اصرار پہ اپنی پڑھائی دوبارہ شروع کرتے ہوئے ایم بی بی ایس کے تیسرے سال میں پہنچ چکا تھا اور وہ اپنی اس کامیابی کا سہرا زمرد بیگم، حبیب صاحب اور شہریار کے نام کرتا تھا جنہوں نے اسے اس علاقے میں ایک گالی بننے سے بچاتے ہوئے کچھ کر گزرنے کا حوصلہ دیا تھا کہ اگر آج وہ اس کے

ساتھ نہ ہوتے تو وہ بھی اس جیسے دوسرے بہت سے بچوں کی طرح محفلیں سجاتا یا گداگری کرتا لیکن وہ اس پاک رب کا شکر کرتا جس نے اسے خوبصورت دل کے لوگوں کا ساتھ دیا۔

سب سے ملنے ملانے کے بعد کیک کٹنگ کا سلسلہ شروع ہوا تو وہ شور و غل مچا کے الامان کیونکہ کیک دیکھ کے بچے ماوں کے قابو میں ہی نہ آ رہے تھے۔

"شکر ہے کہ ہمارا شہزادہ اس شور کی بجائے سکون سے کیک کھا رہا ہے۔" بنفشے کو کیک کھاتے دیکھ کے زیب نے شرارت سے اس کے سراپے کو دیکھتے ہوئے سرگوشی کی تو وہ اسے گھورتی سرخ چہرے کے ساتھ مسکرا دی۔

وہ معراج کو گود میں اٹھائے شہیر کے ساتھ کھڑا معراج کی انگلیوں پہ لگا کیک کھا رہا تھا جب اس کے موبائل کی میسج ٹیون بجی۔

"آ سرپرائز از ویٹنگ فار یو۔" (ایک سرپرائز آپ کا منتظر ہے۔) میسج پڑھ کے اس نے ایک طائرانہ نگاہ پورے ہال میں ڈالی لیکن جب نگاہ ناکام لوٹی تو اس نے ایک دفعہ پھر سے میسج کو بغور پڑھا۔

"دو بچوں کے بعد بھی یہ کالج والے عاشقوں کی طرح موبائل پہ عشق لڑاتے اپنی عمر کا لحاظ نہیں آتا کیا؟" سجاول اس کی آنکھوں کی چوری اور چہرے کی تاثرات کو دیکھتا اس کی جانب ہلکا سا جھکتے ہوئے شرارت سے بولا تو اس کی فضول گوئی پہ اس نے تپ کے اسے دیکھا۔

"اپنی بیٹی کے سامنے مجھ سے دانت تڑواتے ہوئے تمہیں عمر کا لحاظ نہیں آئے گا؟" اس نے فوراخشک لہجے میں حساب برابر کیا وہ منہ بنا کے رہ گیا۔

"میں آج بھی اسی بات پہ قائم ہوں کہ تجھے وکیل نہیں بلکہ بہت بڑا بدمعاش ہونا چاہیے جسے مار پیٹ، بلیک میلنگ، سگریٹ نوشی اور گھورنے کے علاوہ کوئی کام نہیں آتا۔" وہ جل کے بولا تو اس نے انداز پہ ناچاہتے ہوئے بھی اس کی ہنسی نکل گئی۔

اس نے کمرے میں قدم رکھا تو نگاہ سامنے دیوار پہ پڑتے ہی ٹھٹھک گئی۔

"آئم کمنگ باباٹوبی۔" سرخ الفاظ میں لکھے الفاظ پڑھ کے اس کے چہرے پہ خوشی کے تاثرات مچل گئے لیکن جب نگاہ ان الفاظ نے نیچے لکھے لفظ پہ پڑی تو اسے اپنی کیفیت بیان کرنا دنیا کا مشکل ترین کام لگا۔

"ذحلے آفریدی!" اسے یاد آیا کہ وہ ہمیشہ اسے کہتا تھا کہ اس کی بیٹی ہو گی تو وہ اس کا نام ذحلے رکھے گا، وہ ان الفاظ پہ نظریں جمائے سرمستی میں کھویا ہوا تھا جب چوڑیوں کی کھنکھناہٹ پہ اس نے مڑ کے اسے دیکھا جو سرخ فراک کے ساتھ میچنگ چوڑیاں پہنے سرخ چہرے کے ساتھ کھڑی اس کی آنکھوں میں خماری سی بھر گئی۔

"مجھے میری زندگی کا خوبصورت ترین سرپرائز دینے کا بے حد شکریہ زما کرانا۔" زور سے اسے اپنے سینے میں بھینچتے ہوئے وہ محبت بھرے لہجے میں بولتا اسے تفاخر و خوشی میں مبتلا کر گیا۔

"مجھے بتایا کیوں نہیں؟" اس کے وجود کی نرمی محسوس کرتے ہوئے اس نے شکوہ کیا تو وہ اپنا گال اس کے کھلے بٹن سے جھلکتے کشادہ سینے پہ رگڑتے ہوئے دھیرے سے بولی۔

"مجھے بھی صبح ہی پتہ چلا ہے۔" اس کے اندازِ قربت پہ شہریار پہ چھائی خماری مزید بڑھنے لگی تو فرشتے کی دھڑکنیں اس کی دھڑکنوں میں مدغم سی ہونے لگیں۔

"جال بچھا کے دامن چھڑانے کا کیا فائدہ؟" اس کی جنوں خیز پیش قدمی محسوس کرتے ہی اس نے پرے ہٹنا چاہا جب وہ ایک جھٹکے سے اسے واپس سینے سے لگاتا اس کی گردن پہ جھکا تو وہ اس کے پر شدت لمس سے لرزتی اس میں سمٹنے لگی۔

"میں دامن چھڑانا بھی نہیں چاہتی کہ مجھے ہمیشہ محبت کے اسی جال میں قید رہنا ہے جو مجھے نفرتوں کی فصیل سے دور محبتوں کے نئے باب سے روشناس کروا گیا تھا۔" خوبصورت انداز میں اپنے جذبات و احساسات کا اظہار کرتی اس کے گرد نازک بانہیں لپیٹتی اس کے پیروں پہ اپنے پیر رکھتے ہوئے تھوڑا سا اوپر ہوئی اور لب اس کی گردن پہ رکھے تو اس کی اس غیر متوقع حرکت پہ وہ پل بھر کو ساکت رہ گیا لیکن اگلے ہی لمحے وہ اس کے چہرے پہ جھکتا اس کے ہونٹوں کو ان کی جرات کا انعام دیتا اس کو خود میں سمیٹتا چلا گیا اور ہمیشہ کی طرح محبت بھرے ان لمحات میں وہ ہر طرح کی تلخیوں کو بھلائے محبتوں کے سائے تلے ایک دوسرے میں سمٹنے لگے۔

ان محبت کرنے والوں سے بہت دور ایک کال کوٹھڑی میں ہڈیوں کا ڈھانچہ بنی ایک ماں پچھتاوے کی آگ میں جھلستی روز خود کو زدو کوب کرتی کہ جس نے انا، انتقام اور خود پرستی میں ماں جیسے انمول رشتے کو ایک گالی بنا ڈالا تھا لیکن وقت گزرنے کے بعد پچھتاوے بھی ڈھکوسلا لگتے ہیں اور یہی ان کے ساتھ ہو رہا تھا کہ اپنی زندگیوں مگن ان سب کو ان کی چیخیں سننے کی فرصت نہ تھی کیونکہ مقدس رشتوں سے گھناونے کھیل کھیلنے والوں کا انجام عبرتناک ہی ہوتا ہے۔۔۔

ختم شد

Urdu Novels Ghar

Urdu Novels Ghar